
سہیل یمن
مجلہ علمیہ
سید ظفر مہدی گہر نصیرآبادی
باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنو طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا

(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی

(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا

(۴) اگر خریدارون کے پاس سہیل کسی سبب سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔

(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۲ اور ششماہی ۱ رہیگی

(۶) جملہ مراسلات و ارسال زر وخط وکتابت بنام ابو البراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیے۔

(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اتر ینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔

(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ ایسے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہوگا۔

(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔

(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے

(۱۱) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے

(۱۲) مضامین موصولہ ضروری نہین کہ ضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض ومقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔

۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع

۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔

۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور ان ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔

۵۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

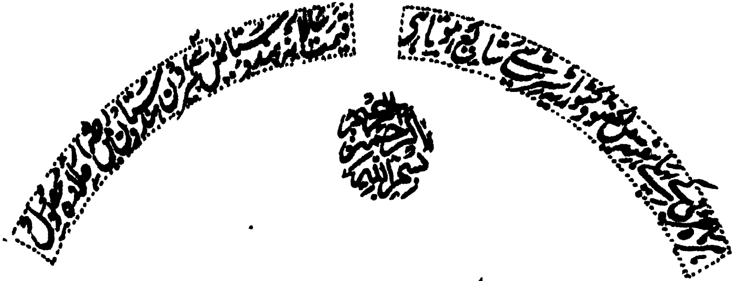
مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	للعہ	سعہ ر	سعہ ر
چھ ماہ کیلئے	عہ	سعہ ر	معہ ر
تین ماہ کیلئے	عتعہ ر	سے ر	للعہ ر
ایک ماہ کیلئے	صہ ر	سے ر	۶ ر

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجائش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اجرت بہرحال پیشگی آنا چاہیے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



یہ رسالہ محض احقاق حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جس کا نتیجہ حفظ افراد مذہب ہے کسی کی توہین

کیلئے اگر کسی امر سے دل آزاری کا خیال ہو تو اس کو دیکھنے کیلئے شائع نہیں کیا گیا

سہیل یمن

جلد ۳ — ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق جنوری سنہ ۱۹۲۹ء — نمبر ۱۱

فہرست مضامین

شذرات سہیل

اے ہمنشیں غمے زدلم چوں نمی بری
بارے فسردہ کن بہ ملامت غمے دگر

جب نمبر سہیل بجائے ہفتہ اول کے ہفتہ دوم میں نکلا اور جس انداز سے نکلا وہ نہ صرف میرے لئے باعث غم تھا بلکہ خریداران سہیل کیلئے بھی سبب انزجار خاطر ہوا ہوگا، وہ مجبوریاں جو کسی مدیر کو مدیرانہ حیثیت سے ہوتی ہیں، وہ محیط جولانئ عملی و علمی تنگ دود کیلئے ملتا ہے - اور وہ فضا جو اسکی محنت و جانفشانی کی جولانگاہ ہوتی ہے اسکی کشمکش پیہم اور مشکلات پیاپے سے کچھ مدیر ہی واقف ہوسکتا ہے وہ ہستیاں جو ہم سے دور ہیں یا جنہیں کبھی ان تکلیفات سے سابقہ نہیں پڑا اور خدا نہ کرے کہ پڑے -

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

کاش وہ دقتیں جن کا سامنا ہمہ وقت ہے وہ اپنے ہاتھوں میں ہوتیں تاکہ ان کے رفع کی کوئی کوشش کیجا سکتی مگر غم تو اسی کا ہے کہ وہ اپنے قبضۂ اختیار سے باہر ہی نہیں بلکہ حالات کچھ ایسے ہیں کہ ان تک حل مشکل کا دسترس نہ صرف ناممکن بلکہ ایک حد تک محال ہوگیا ہے ہماری احتیاج اور کارکنان مطبع کی استغنا میں جب کبھی تصادم ہوا، ان کے بےپناہ استغنا نے ہمارے تضرع احتیاج کو ایسی فاش شکست دی کہ بدیدہ شاید رہ گئے - حضرات کتاب وہ اپنے مشتبہ ہیکر چشم پوشی کرتے ہوئے ہمہ وقت اس خیال میں غرق کہ مدیران جرائد و رسائل کی کل متعدد بیان کے محاسبات کی ممنون ہیں، اور قلم کتابت خط تقدیر سے کم نہیں، سیاہ و سپید کا اختیار ان کے ہاتھ میں ہے، اگر صاحبان مطابع اسباب کا خیال کرلیں کہ کسی رسالہ کا صحیح فہرست مطبع پر بھی قلم نسخ پھیرتا ہے تو شاید بعید از عقلمندی نہو -

غم رسوائی خود اینقدرم نیست کہ تو
طعن ملتے زبرائے چو منے می شنوی

ایک ادنی سی وقت جو اکثر مرتبہ پیش آئی وہ یہ تھی کہ سہیل کی کاپیاں بجر پرچے از نگنیوں سے کتابت کے نقص سے تعبیر کیجئے یا تغافل مطبع سے بہر حال سکونت کا استقبال جس کیلئے مقدر تھا وہ مدیر کی ذات تھی اور دوسری کوفت تھی کہ بے پروائی کا استیلا کارکنان مطبع کی جبیں کو پرشکن نہ بناتا تھا -

بقدر طاقت خود ہر دلے غمے دارد
دل من است کہ اندوہ عالمے دارد

ایک مدت الشروع رسالہ کو جب یہ دقتیں پیش آئیں تو اوسکی توقیت معلوم۔ خیر جو کچھ اصلاح دینی ہو سکتی تھی وہ سنگ دو مصلح سنگ پر اصلیح فرسائی کے بعد ہوئی اور سہیل اس صورت میں آسکا کہ پڑھ لیا جائے اور اپنے حسن طباعت کو خیرباد کہے۔

جو کچھ بھی عرض کیا گیا صحیح معذرت تھی اور اس مجبوری کا اظہار جو اپنا مطبع نہونے کی وجہ سے ہمہ وقت میرے ہم کیساتھ ہے سب بے قصور ہوں مگر بغیر معذرت کے کوئی چارہ بھی نہیں یہ جو وہ مقام جہاں تاکہ رخ گناہ گناہ ہوگا ہیئت میں باقتضاء و مباہات نظر آتا ہے اور حقیقی گناہ ہوگا اسکی اس انداز پر مسکرا کر داد استغفار دیتا ہے۔

سہیل کیلئے ایک سخت ترین مشکل اور بھی ہے وہ یہ کہ اسے نہ کوئی سنی کاتب مل سکتا ہے نہ کوئی سنی مطبع چھاپ سکتا ہے اور اہل تشیع کے مطابع کی تعداد جو کچھ ہے وہ حضرات سے مخفی نہیں لہذا اسکی طباعت کتابت کی طرح محبوس و مقید بھی ہے۔

خدا را سوے مشتاقان نگاہے بیا بے گر نباشد گاہ گاہے

وحدت، وحدت واجب الوجود کے سوا، نہ موثر بن سکتی ہے نہ غالب، دنیا نہ اسکے اثر سے متاثر بن سکتی ہے نہ مغلوب البتہ اگر کثرت اپنی اتحادی رشتوں سے مستحکم و مضبوط بنکر وحدت کی شکل میں نظر آئے تو اثر و غلبہ دونوں کی امید کیجا سکتی ہے سہیل کی تنہا کوششیں اور اسکے گنتی کے معاونین کی سعی اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک ہماری ہر فرد اپنی کوششوں کو اسکے لئے ہبہ نہ کرے، مذہبی وقعت کا انحطاط تو اس کا متقاضی تھا کہ خدانخواستہ سہیل جلد سے جلد صفحہ دہر سے نابود ہو جائے مگر وہ کام جو اس نے اپنے ذمہ لیا ہے وہ تنہا انشاء اللہ اسکی بقا کا ذمہ دار ہے وہ بحمد اللہ اس امر سے مستغنی ہے کہ زمانہ یا اس کے کل افراد اسکی قدر کرتے ہیں یا نہیں، کیونکہ وہ نشر حق اور اہانت باطل میں کوشاں ہے اسکی جتنی فردیں اسکے کاتب ان کو بنظر استحسان دیکھتی ہیں وہ ان کا صمیم قلب سے شکر گزار ہے اور صرف انہیں سے اسکا ملتمس بھی ہے وہ انہیں کو اپنا مستدعا کر اسبات کی امید رکھتا ہے کہ ان کی تمام تر کوششوں کا دار و مدار جو اسکی توسیع اشاعت و نشر میں ہو سکتا ہے یہ ہے کہ وہ اسکی حفاظت نیوں کو فراموش نکریں اور اس سے غافل نہوں سہیل تیوں عبد عمر کی کشش زنی سے دل تنگ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اسکی حمایت کا اعتماد رکھتے ہوئے نصرت حق میں کوشاں ہے اِنَّ اللہَ لَا یُضِیعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اسکے دل کو تسکین اسطرح دیتا ہے۔

اے چرخ ستیزہ با فلک جنگ مکن ... وز زخم زمانہ نالہ چوں چنگ مکن
در خاک زر و در آب دریا گوہر ... ضائع نگذارند تو دل تنگ مکن

(رفیع الدین کرمانی)

کس نیست کہ در دل غم عشق تو ندارد ... کانرا کہ غم عشق کسے نیست کسے نیست

خانوادہ نبوت کی محبت کے مختلف عنوانات ہیں، منجملہ ان کے ایک عنوان وہ بھی ہے جس پر سہیل گامزن ہے، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بحمد اللہ اسکی محنتوں کی داد دیتے رہتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ سہیل ایسے لوگوں کے گرانقدر الفاظ کو کسی وجہ سے شائبہ تعلّی ہی سہی، شایع نہ کرے مگر یہ معلوم ہے کہ اسکا اثر قریب و بعید یکساں ہے بغداد و عراق میں اس نے جو تبلیغی کام کئے ہیں اسکو شایع ہوئے مدت گزری ان لوگوں نے جنھوں نے مذہب حق اسکے ذریعہ سے اختیار کیا اون کے خطوط بھی اسمیں شایع ہو چکے، فارس کے جرائد اس پر ریویو کر چکے ہیں خصوصًا جریدہ مہر منیر خراسان کی توقیع جو دو کالموں سے زاید تھی لائق صد تشکر و امتنان ہے، ہماری فردوں نے بکثرت ایسے خطوط بھیجے جو سہیل کے رویہ کو مستحسن سمجھتے ہوئے اسکی مدح سرائی میں ہیں یہ وہ لوگ تھے جن سے ہم سے کبھی کی ملاقات نہیں نہ کوئی شناسائی، سہیل ان تمام حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور ان کے انجاح مرام کیلئے دست بدعا۔

ذیل میں ہم اپنے ایک نئے خریدار کے سرفراز نامہ کے سطور درج کرتے ہیں جو سہیل کی خدمتگزاریوں پر شاہد ناطق ہیں۔

"سہیل یمن نے ہمارے ضلع میں جو مذہبی ترقی کی ہے وہ محتاج بیان نہیں دنیا کا ہر گوشہ اسکی ثناخوانی میں گونج رہا ہے بلکہ اس نے صحابہ پرست طبقہ کو بھی جو مدتوں سے بستر ضلالت پر خواب کناں تھا اک گونہ جگا دیا ہے گویا سہیل کیا ہے ایک مدلل صداقت و حقیقت ہے جس نے اسلامی دنیا پر اپنی حجت پوری کر دی خدا اسکو قائم و دائم رکھے اور جزائے خیر دے۔ ذیل کے چھ حضرات کے نام اسی ماہ سے پرچہ وی پی کر دیجئے۔ والسّلام سید ابراہیم شاہ - از ضلع جھنگ"

ہم سید صاحب کی اس توقیع کو باعث شرف سمجھتے ہیں اور ان کی اس مدد کے شکر گزار ہیں جو انھوں نے چھ خریدار دیکر فرمائی ہے۔ فجزاھم اللّٰہ خیرًا۔

منشیں ز طلب دامن ہمت بر زن — واندر رہ دوست دیدہ بر نشتر زن

گیرم بدرون خانہ راہت ندہند — نومید مباش حلقہ بر در زن

یا دو ا کوئی گناہ نہیں، نہ استنصار کوئی عیب ہے تاکہ اس سے غض بصر کیا جائے، سہیل کا یہ نمبر ۱۱ گیارہواں ہے اور آئندہ نمبر بارھواں [۱۲] ہوگا جس کے ساتھ ہی ساتھ میعاد خریداری ختم ہوتی ہے اور سہیل کا دور رابع شروع ہوتا ہے، کوئی نئی بات نہ عرض کروں گا۔ وہی کہ سال نو کی خریداری کیلئے زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر بھیجئے یا عدم خریداری کی اطلاع قبل اسکے کہ وی پی آپ تک پہونچے بارہواں نمبر پاتے ہی دفتر میں بھیج دیجئے تاکہ شروع سال میں وی پی کی زحمت سے صرف ہم اور نقصان سے ہم آپ دونوں محفوظ رہیں۔ کبھی اگر فرصت ملے تو بیکاری کے مشغلے کے طور پر توسیع اشاعت سہیل کی بھی کوشش کیجئے گا۔"

—⁂—

خاطرم از تو تسلی بنگاہے نہ شود — چشم لطف از تو باندازہ حسرت دارم

ماشاء اللہ خریداران سہیل اپنے مذہبی امداد سے غافل نہیں سب تو نہیں مگر بعض حضرات اسکی توسیع اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں جو تسلی تو ہے مگر تسلی کامل نہیں، لطف ہے مگر باندازہ حسرت نہیں پھر بھی ہم شکر گزار ہیں کہ ایسے حضرات سہیل سے غافل تو نہیں، فجزاھم اللہ، اگر یہی جذبہ ہمارے ہر خریدار میں پیدا ہو جائے تو حسرت نکلی والو جائے۔ — از امیر حال دل ما کہ یک زباں — خود ما بحیلہ پیش تو خاموش کردہ ایم

ہمارے بعض کرمفرما، خدا انھیں زندہ رکھے، ایسے بھی ہیں جو ہمیں اپنے خطوط سے پابندی وقت کا درس دیتے رہتے ہیں اور سہیل کی تاخیر اشاعت پر سرزنش لطف آمیز کرتے رہتے ہیں، ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں کیونکہ سوا شکر کے کوئی چارہ کار نہیں، اگر انھیں اتنا معلوم رہے کہ سہیل کی طباعت، تصحیح، پروف بینی، ترمیم، اصلاح، توسیع اشاعت، مضمون نگاری، آفات ناگہانی کارکنان مطبع کی کج بحث، کاتب کی تلاش اور اسکے منانے پر اس سے تضرع و الحاح، اور ان تمام باتوں پر طرہ ملازمت اور اسکی قربانیاں، اسکے نشیب و فراز اور اسکے امتحان گاہ میں ثبات قدم کی منزل، یہ تمام ایک فرد واحد پر منحصر ہیں ہمارے معزز خریدار اگر غافل نہیں تو متغافل ضرور ہیں، سہیل کے پاس اگر اتنا سرمایہ ہوتا کہ وہ ایک کمل شاف رکھ سکتا تو شاید اتنی دیر بھی نہ ہوتی جتنی تم آگے ہے ہو جاتی ہے پھر اسکا فکر ہے کہ کبھی اسکو اتنی دیر نہیں ہوئی کہ ایک مہینہ کا رسالہ دوسرے ماہ میں نمودار ہو

م البتہ اول ماہ کی آخر تک کا قصہ ہے جسکا اسے اعتراف ہے اور اعتراف خوشگوار رنج ختم کی ایک صورت ہے مگر سہیل نے بضاعت سرمایہ والا رسالہ ہوتا تو گنجائش شکایت نہ ہوتی مگر اسکا ذمہ دار خریداروں کا تقاعد ہے جسے ہم بے توجہی نہیں کہہ سکتا۔

"ہماں آش در کاسہ"

النجم صفر نمبر اسوقت میرے پیش نظر ہے، اسمیں وہی مزخرفات پادریانہ ہیں ہذیانات بیجا، مناظرہ کیرالی کی روداد ہے جس کی صحت پر خود، مناظر النجم ہی گواہ ہے اور فتحنوا سے بے خبر، الشیعہ اصلاح کے مضمون کے جواب میں خامہ فرسائیاں ہیں، اشتہارات ذریعہ جلب منفعت ہیں اور تحائف بجالب ہیں جنمیں سب سے زیادہ عظیم تصدیق النجم کی خودستائی ہے، صاحب نے ایسے ہی موقعوں کیلئے شعر کہہ رکھا ہے مگر اس پر خود کون کہے اگر بالائے صاحب النجم کی شان سے کوئی واسطہ ہو تو خیر ورنہ ایسی مصائب علیہ سوا اپنی تعریفوں کے اور کیا کر سکتی ہیں، اسمیں وہی بے بنیاد ڈھرا بے خبر دیا گیا ہے کہ اہل تشیع کے مذہب میں لعنت کرنا کار ثواب ہے چنانچہ لکھتے ہیں -

"اول تو کسی شخص خاص پر لعنت کا جواز نہیں بلکہ اوصاف پر ہے" (اس لونڈھی منطق کو ملاحظہ کیجئے جو یہ بتاتی ہے کہ اعراض جواہر سے الگ ہو کے بٹے جاتے ہیں اور لعنت اگر اعراض پر ہو تو جواہر کے جواہر بے داغ رہ جاتے ہیں، انکی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ انسان کی مدح وثنا اور مذمت و ملامت کا مدار صرف اسکے صفات ہی ہوتے ہیں انہیں کی وجہ سے انسان ممدوح ہوتا ہے اور انہیں کے سبب سے ملزم یہ تو ویسی ہی مثل ہوئی کہ کوئی شریر بنے ہو کے کہ میں نے تھوڑی ہی بولا ہے میرے منہ نے بولا ہے، کوئی کسی کو قتل کر کے کہے میں نے تھوڑی ہی قتل کیا ہے یہ تو میرے ہاتھ نے قتل کیا ہے وغیرہ وغیرہ بہر حال یہ وہ دھوکا ہے جو مدیر النجم نے اپنے اسلاف معاویہ وغیرہ سے سیکھا ہے جیسا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے عمار کو تھوڑی ہی قتل کیا ہے بلکہ اس نے قتل کیا ہے جو ان کو ساتھ لایا جناب امیر کو ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان پر گواہی دی، اس مکر کو صاحبان عقل سلیم خوب جانتے ہیں یا ایسے ٹالے کی گندی غذا کو گمراہ بچہ ہی مفید ہو سکے ورنہ وہ لوگ جو مذاق سلیم رکھتے ہیں اور جن کا شامہ ان گندہ دہنیوں سے بے خبر نہیں وہ کا ہے کو اسے ادھر تکنے لگے؟ سہیل)

"اوصاف قبیحہ پر تو لعنت اہل سنت کے نزدیک جائز ہے لیکن اشخاص پر لعنت ممنوع ہے"

اس قسم کی غیر تحریر کا محصل جو ہو وہ صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں اسکے معنی یہ ہوے کہ ظلم غصب فدک دختر کشی دلآزاری رسول وغیرہ وغیرہ ان صفات پر لعنت ہیں مدیر النجم شیعوں کا ہمنوا ہے مگر اگر یہ صفات کسی ذات پر منطبق ہو جائیں تو اسپر لعنت نہیں کر سکتے وہ چاہے بغضہ یہ صفات قبیحہ ہی کیوں نہوں اچھا ہم ایک نمونہ پیش کرتے ہیں اور مدیر سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ بتلائے کہ یہ لعنت جو باہم اصحاب رسول میں ہوئی محض صفات پر تھی یا اشخاص بھی اس سے وابستہ تھے ؟

"صحابۂ رسول کی مہذب گفتگو اور دھینگا مشتی"

جنگ صفین میں واقعہ تحکیمین کا تذکرہ کرتے ہوئے مسعودی تاریخ مروج الذہب کے صفحہ ۴۴ مطبوعہ مصر جلد دوم میں لکھتا ہے :-

فقال ابو موسى مالك لا وفقك الله غدرت وفجرت انما مثلك كمثل الحمار يحمل اسفارا فقال له عمرو بل اياك يلعن الله كذبت وغدرت انما مثلك كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ثم ركز ابا موسى فالقاه لجنبه۔

ابو موسیٰ نے کہا تجھے کیا ہو گیا خدا تجھے موفق نہ کرے تو نے غدر و فجور کیا تیری مثل گدھے کی مثل ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے اور ان سے مستفید نہیں ہو سکتا، عمرو نے کہا خدا کی لعنت تجھ پر تو نے جھوٹ بولا اور تو نے غدر کیا تیری مثل کتے کی مثل ہے جیسا قرآن نے کہا پھر عمرو عاص نے ابو موسیٰ کو ایک لات رسید کی کہ وہ پہلو کے بل زمین پر گر پڑے (واہ رے اصحاب نبیؐ)

ظاہر ہے کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ اشعری دونوں کے دونوں صحابیت کے شرف سے ممتاز تھے اور دونوں ایسے ہیں کہ سویدائے قلب اہل سنت بنکر اضافہ سواد کریں ابو موسیٰ رسول کے بھی عامل تھے عمر و عثمان کے بھی اور باوجودیکہ حضرت عمر وصیت کر گئے تھے کہ ایک سال سے زیادہ انکے کسی عامل کی میعاد خدمت نہو مگر یہ وہ محبوب القلوب ذات تھی کہ چار برس متواتر عامل کی حیثیت سے رہی اکیا آپس کا ملاعنہ اور یہ ایک دوسرے کو گدھا اور کتا بنانا!

عہ · سہیل جلد دوم نمبر ۵ میں یہ موضوع بالاستیعاب طے کیا جا چکا ہے اور لکھا جا چکا ہے جسکا کوئی جواب آجتک نہ دیا گیا اور پھر وہی موضوع نیر تبصرہ جواب پیش کر دیا گیا ہے ہو رہا کہ فریب بہ فطرت النجم ہے بہر حال یہاں پھر کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے۔

اور مصداق آیت قرآنی بنانا باوجود صحابیت معیوب نہ تھا۔ اگر نہ تھا تو ہمارا مقصود ثابت ہو اور اگر تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اہلسنت اسکی اجازت دیتا ہی کیونکہ فعل صحابہ کا ہی اور "بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کو پیش نظر رکھتے ہوے دوشاہد عادل اس امر کے ملتے ہیں کہ ہر شیا تو در کنار خود صحابہ پر بھی لعنت بھیجی جاسکتی ہے جیسا ابھی مثال مذکور سے معلوم ہوا۔

حضرت ابو بکر کی زبان درازیاں اور زبان کو کھینچ کھینچ کر سزا دینا جس کو کتابت ثالث میں حرف بحرف کتاب الاخلاق میں قسم الافعال میں صاحب کنز العمال نے لکھا ہی اسبات پر صریح دال ہے کہ حضرت ابو بکر سبابی میں شہرہ آفاق تھے، خود صاحبزادی کے افعال بھی اسپر گواہ ہیں چنانچہ رسول فرمایا کرتے تھے یا عائشہ لا تکونی فاحشۃ اے عائشہ دیکھو فاحشہ نہو یعنی فحش وسبابی سے ازآ کو یہ روایت خود ام المؤمنین سے ہی اور مشکوٰۃ میں بھی موجود ہی اور کنز العمال جلد ثانی صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد میں مرقوم ہی۔ خود مروان ابن الحکم کے متعلق جب وہ صلب پدر میں تھا رسول نے لعنت کی اسکے باپ حکم پر لعنت کی اموی افراد پر لعنت کی بنی امیہ کے افراد کثیر سلسلۂ اس لعنت میں مبتلا ہیں اور یہی وہ تاسی واتباع ہے جو آپ کو زیارت عاشورہ میں دکھائی دیتا ہو جس سے آپ شکوہ سنج نظر آتے ہیں، اگر رسول کا مذہب آپکے نزدیک قابل طعن ولعن ہو تو شوق سے اتباع خلیفہ اول میں زبان درازی کیجئے مگر یاد رہے کہ اہل تشیع اسی راہ پر جا رہے جو رسول خدا، اور قرآن کی بتائی ہی، جیسا کہ بارہا آپ کو سمجھایا گیا اور جسپر ابتک کوئی قدح نہ کر سکے، اب بھی اگر کچھ قلم سرگوں (؟) ہو تو بسم اللہ۔

حکم اور اسکے خاندان پر لعنت کی روایت خود حضرت عائشہ سے منقول ہی کتاب استیعاب واصابہ اٹھاکے دیکھئے آپ کو ملیگا۔

اہل تشیع اتباع رسول میں اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوے جو کتب اہل سنت میں مرقوم ہیں زبان طعن کھولتے ہیں، آپ حضرات کا اس سے بجز اسکے ظلم پرستی اور حق پوشی کے کچھ نہیں کہا جا سکتا وہ احادیث جو ہمیں ان باتوں پر آمادہ کرتی ہیں حسب ذیل ہیں، یہ علاوہ اسکے ہی کہ عقل بتاتی ہے اور لعنت کرنے کا حکم دیتی ہی اور قرآن تائید کرتا ہے۔

ثلاثة لا تحرم عليك اعراضهم المجاهر بالفسق والامام الجائر والمبتدع۔ تین شخصوں کی بے آبروئی کرنا حرام نہیں (خواہ سب وشتم ہو یا لعنت) ایک تو فاسق۔ دوسرے امام ظالم تیسرے بدعت کرنے والا

یہ حدیث کنز العمال وغیرہ میں مرقوم ہے اور باب خصوص غیبت میں اسکا تذکرہ ہے۔

اس حدیث کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف کا آپس میں مناقشہ جو سہیل لکھ چکا ہے ان کے فسق پر بنص زبان خلیفہ و صحابہ ایک قوی دلیل ہے لہذا اگر کچھ ہم کہیں تو وہ اسی حدیث کے حکم کے مطابق ہوگا اور حدیث رسول کی ہے لہذا ہمارا فعل و قول حکم رسول کے مطابق ہوگا اور اس سے بیزاری کرنے والا خلاف حق نظر آئیگا، یونہی امام جور، اور مبتدع کا انطباق اگر چاہو گے تو تمہیں اسی طبقہ میں ملیگا اور واقعات تاریخی شاہد ہوں گے۔

حضرت ابوذر کی فریاد ربذہ جانے کے پہلے اصحاب نبی کی آواز یں انقلاب شریعت پر، حضرت عائشہ کا دیا ہوا لقب "نعثل" ابن مسعود کی فریادیں یہ سب وہ چیزیں ہیں جو تشخیص امام جائر و مبتدع کرتی ہیں اور یہیں سے ہماری آوازیں بھی بلند ہو کے تحفہ سب و شتم پیش کرتی ہوئی اس حدیث کی تشریح کرتی ہیں، اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس فاذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس، فاجر کی مذمتوں اور اسکے نشر عیب سے نہ رو نہیں بلکہ ان کا تذکرہ کرو تاکہ لوگ سنکر اس سے محفوظ رہیں۔ اس حدیث کے لفظ "فاجر" پر نظر غور کرتے ہوئے حدیث ذیل کو بھی مرتبط کر لیجئے تاکہ نتیجہ برآمد ہو سکے۔

ان اللہ یوید ھذا الدین برجل فاجر خدا اس دین کی مدد ایک رجل فاجر سے کرے گا اب وہ شخص کون ہے اسکی تصریح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا کی اور نبوی فرمان کے مطابق ہوتا ہے اگر تم اسمیں کوئی قدح کر سکتے ہو تو سامنے آؤ۔ مسعودی کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب نبی میں فاجر بھی تھے اور کاذب بھی۔

اور شاید ناظرین سہیل ملون واقعات کو بھولے نہوں جنھیں سے سہیل نے اپنے مضامین میں ان اصحاب کا کذب و فجور و فسوق و نفاق وغیرہ دکھایا ہے اور اگر خیال سے اتر گیا ہو تو فجور و کذب کی گواہی مسعودی کے روایت سے لیجئے جو اوپر گذری اور صحابہ میں نفاق کی یہ روایت ملاحظہ کیجئے جو مستند ہے اور وہ یہ کہ بسر بن راعی العیر شجعی صحابی تھے چنانچہ ابو نعیم، ابن مندہ اور ابن ماکولا وغیرہ نے ان کو صحابہ میں گنا ہے مگر عیاض نے شرح مسلم میں اس شخص کے منافق ہونے پر استدلال کیا ہے، دیکھو اصابہ ابن حجر صفحہ ۱۴۸ جلد اول مطبوعہ مصر، اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابی منافق ہو سکتے ہیں اور تھے۔

قصیدہ در مدح حجۃ العصر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ

"اثر کلک جناب سید کلب احمد صاحب آلی جائسی"

حضرت آلی جائسی کی ذات دنیائے ادب اردو میں محتاج تعارف نہیں، آپکو جس طرح شاعری نظم پر اختیار کلی حاصل ہے اسی طرح موضوعات نثر پر اقتدار کامل، جسطرح نثر کے گرانبہا موتیوں کے جھمکانے میں ملکہ خاص رکھتے ہیں اسی طرح نظم کے آبدار گوہروں کے پرونے میں بھی مہارت تام رکھتے ہیں، غالباً ہمارے قول کی تائید یہ قصیدہ کریگا جسکو ہم صد تشکر شائع کرتے ہیں۔ "مدیر"

اس تمنا میں کہ ہو پرتو رخ سے روشن / ہر رگ جاں بھی مری اک ترا تار چلمن
جان فروزی ترے جلوے کی مسلم ہے مگر / آف یہ پردہ تو ہے دل کیلئے برق خرمن
آرزوئے رخ پرنور ہے ایمان مرا / جان اس راہ میں ہوتی ہے تو ہو صرف محن
مختصر کتنی ہے ہم اہل محبت کی حیات / دن ہی سے ہے شام تمنا خبر صبح کفن
واقعی موت ہے بلبل کی اگر چھپ جائے / پھول وہ پھول جو ہو مایۂ صد ناز چمن
دیدۂ منتظر عاشق مضطر کیلئے / شب دیجور سے کچھ کم نہیں طلعت روشن
اک اداسی ہے کہ چھائی ہوئی ہے گھر باہر / روکش شام غریباں ہے مری صبح وطن
زندگی میری بہر حال ہے اک بند الم / باغ بالفرض ہے دنیا تو قفس ہے گلشن
فرصت گریہ نہیں جب سے ہو کچھ دل کو سکوں / آنکھ کا کام ہے رونا سو ہے وقف روزن
جلوۂ عارض پرنور کب آئے گا نظر / یعنی کب ہوگا جہاں غیرت دشت ایمن
ہم نہیں چاہتے ممکن ہے یہ ہنگام نہ ہو / کہ تری شمع تجلی سے ہوں روحیں روشن
میرے نزدیک مگر مملکت الفت میں / سکۂ جذبۂ دل کا ابھی باقی ہے چلن
پھر بھی ہوس طلبگار رہی عالم یکجا / کہ ابھی تک ترے انوار نہیں عکس فگن

مطلع

آ، اس انداز سے آ اے مرے پندار شکن / سر ترے پاؤں پہ رکھ دے متکبر دشمن

ہاں اسی شان سے اے حق کی دلیل روشن
جلوہ گر نقشِ کفِ پا میں ہو جنّت کا چمن

مرحبا اے خلفِ الصدقِ محمدؐ کہہ کر
عیسیٰ و خضر کریں دید سے آنکھیں روشن

وہ اہم کام کیا تھا جسے احمدؐ نے شروع
ختم ہونا ہی ترے ہاتھ سے اے فخرِ زمن

جس عمارت کی بنا جدِ حسنؑ نے ڈالی
اسکی تکمیل ترا کام ہے اے ابنِ حسنؑ

مبدا مقصدِ خلقت کو جو تھے ختمِ رسلؐ
تو خبر تو ہے یقیں رکھتا ہوں میں کیا بے ظن

نسبتیں اول و آخر کی مرے ذہن میں ہیں
ایک نام ایک ہی کام ایک روش ایک چلن

مطلع

عجّل اللہ ظہورک ملکِ عصر و زمن
وارثِ تیغ ید اللہ شہِ کفر شکن

ظلمتِ جہل میں چمکا دے ہلالِ شمشیر
منتشر جس سے زمانہ میں ہو ایماں کی کرن

جانتا ہوں کہ ہے ماقبل قیامت ترا عہد
آج پھر کیوں یہ قیامت ہے کہ اے شاہِ زمن

پاک روضے ترے اسلاف کے تاراج ہوئے
کیوں نہیں کیفرِ کردار کو پہنچے دشمن

صاحب الامر تمنا ہے کہ ہو جلوہ نما
پھونک دے برقِ نظر کفر کے سارے مسکن

کوئی پروا نہیں پاداشِ معاصی میں اگر
نذر کر دینی پڑے مجھ کو بھی اپنی گردن

اور اگر عفو کیا رحمتِ شاہی سے
سر کے بل پھر تو رہوں گا بہ رکابِ توسن

یہ تو ظاہر ہے کہ ہوں تیرا گنہگار غلام
کیا ہٹا دے گی مرے سر کو تیکھی چتون

قائمِ آلِ عبا چاہیے قیامت ہو جائے
حشر تک میں تو نہ چھوڑوں گا قبا کا دامن

اے کہ خاکِ قدمت سرمۂ اربابِ نظر
کفشِ تو طرۂ اکلیلِ شجاعانِ زمن

از رہِ مہر سوئے مائی عاصی بنگر
تا شود ذرہ چو خورشید منور روشن

قصیدہ در مدح حضرت حجت عجل اللہ فرجہ

رشحات خامۂ گہربار جناب مولوی سید احمد علی صاحب خان بہادر ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر پٹنہ

مژدہ کہ بہم رسید۔ سوے چمن ابر و باد
شد بگلستاں پدید۔ رحمت رب العباد
ابر کرشمہ آبیار۔ در چمن زرنگار
آمدہ فصل بہار۔ دور خزاں شد زیاد
باد بہ ہلکے وزید۔ ژالہ زگردوں چکید
لالہ بہ گلشن دمید۔ سبزہ و گل بامداد
راغ شدہ پرصفا۔ باغ شدہ خوش نما
رفت چو سوی سما۔ گرد شیخ از گرد باد
حسن چمن ہی فزود۔ زلف چو سنبل کشود
حور نظارہ نمود۔ دیدہ چو نرگس کشاد
سرو سہی قد کشید۔ شیفتہ قمری پرید
نوگل رنگیں دمید۔ بلبل شیدا ہست شاد
اندفر لالہ دمن۔ برد ز یادم یمن
وز گل و سبزہ چمن۔ سواد بہشتم بیاد
ساقی گلبیان غمام۔ لالۂ نعمان چو جام
شبنم رخشاں مدام۔ سبزہ بو با جہاد
برکف شاہد ایاغ۔ بادہ کشاں تردماغ
جانب طرب صحن باغ۔ وقت طرب بلداد
ساقی من برخیز۔ بادہ بجامم بریز
تا شودم طبع تیز۔ کیف بگیرد و زیاد
ازپئے شاہ حجاز۔ مے بدہ از ناز باز
عمر تو بادا دراز۔ میکدہ آباد باد
بادہ بہ جسم ریز ہی۔ جام زہان پے بہ پے
سر کنم از کیف مے۔ مدح شہ دین و داد
سوے عوالی نبی۔ راحت جان علی
نام و نشان نبی۔ سرور عالی نژاد
مالک ملک یقیں۔ خسرو اقلیم دیں
خاصۂ جان آفریں۔ شافع یوم التناد
متن متین ہدا۔ رکن رکین صفا
حصن حصین علا۔ نفس نفیس رشاد
جوہر درج عطا۔ گوہر بحر سخا
اختر برج وفا۔ افسر ملک و داد
خسرو والا حشم۔ صاحب سیف و قلم
فارس دشت ہمم۔ حارث غاب جہاد
مسند عزّ را مکیں۔ کشور حق را امیں
خاتم دیں را نگیں۔ ملک یقیں را عماد

نوگل باغ صفا - ہمچو رسول خدا | سرور اصفیا تقا - مثل تقی جواد
ناصر شرع متین - سرور دنیا و دین | عاقبت المتقین - حافظ زاد المعاد
بیخ کن مشرکین - قاتل اعدای دین | مبطل بنیاد کین - قاطع اصل فساد
بادشہ جبرئیل - نوگل باغ خلیل | حجت رب جلیل - داور کل عباد
بادشہ انس و جان - باعث خلق جہان | صاحب عصر و زمان یعنی و النون و صاد
مقصد و اللیل تو مطلب و الصبح او | گفتہ سیمای او - لوح مبین را مفاد
بیخ زمین برکند پشت فلک بشکند | گر چو ید اللہ زند - تیغ بدشت جہاد
ہمت او بیکران - گرچہ بہ بخشد نہان | بر ہمہ گردد عیان از سبب ازدیاد
چون بہ جبین چین زند - عرشہ گیتی فتد | برق نگاہش دہد - قلعہ گردون بباد
مومن او بی حساب - داخل حسن المآب | دشمن او در عذاب - واصل بئس المہاد
بر سر شیعان او - سایہ آباء او | وز پی اعدای او - قہر غلاظ شداد
ای شہ عالی مقام - ہر دو جہان را امام | غیبت تو از انام - بسکہ کشید امتداد
ای کہ توئی در حجاب - چون قمر اندر سحاب | برفگن امروز نقاب - تا کہ برآید مراد
تا کہ کشی ای امام - تیغ علی از نیام | بہ بری از حسام - گردن ہر بد نہاد
دور شود از دول - نام و نشان خلل | ربط شود در ملل - بین امم اتحاد
قمع کنی رہزنی - فرق عدو بشکنی | یک تنہ برافگنی - بیخ و بن ارتداد
نشر عطایا کنی - حفظ برایا کنی | دفع بلایا کنی - ہمچو علی از عباد
از تو بہ گلزار دین - نکہت خلد برین | وز تو بہ بازار کین - در ہمہ عالم کساد
منبع مأثم کنی - رد مظالم کنی | بہر جرائم کنی - از دم تیغ انسداد
قہر بر اعدا کنی - مہر تو حبا کنی | جمع تو حقا کنی - در دو دم واحد تضاد
ہمچو تو نجم سعید - چشم فلک کہ ندید | مثل تو فرد فرید - بطن زمین کہ نزاد

قصیدہ در مدح امام انس و جاں سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا

آیا ہے ابر رحمت رحماں لئے ہوئے — برسا ہی کو ہسار و بیاباں لئے ہوئے
پیدا ہوئے ہیں حضرت شاہنشہ شہید — حلم و حیا کا پیکر ایماں لئے ہوئے
روح الامین حضرت خاتم کے پاس گئے — خلاق ذوالجلال کا فرماں لئے ہوئے
پیدا ہوئے حسینؑ مبارک ہو آپ کو — مخلوق ہے حسین کا احساں لئے ہوئے
ناگاہ قافلہ کا ہوا ایک جا گذر — دیکھا کہ اک فرشتہ ہے ارماں لئے ہوئے
پوچھا یہ اس فرشتہ فطرس نے یا اخی — جاتے ہو کس جگہ یہ ساماں لئے ہوئے
فرمایا جبرئیل امیں نے کہ شاد باش — جاتا ہوں میں حبیب کو فرماں لئے ہوئے
اس نے کہا کہ میں بھی چلوں اذن ہو اگر — دل میں امید و یاس کا طوفاں لئے ہوئے
شاید عطا ہو دلبر زہرا سے بال و پر — جاؤں جو ہمرہ حال پریشاں لئے ہوئے
فطرس کو جبرئیل نے ہمراہ لے لیا — فضل خدائے پاک کا امکاں لئے ہوئے
پہنچے جناب ختمی مرتبت کے پاس جب — جاہ و حشم کی فوج فراواں لئے ہوئے
کی عرض جبرئیل نے یا سید امم — فطرس ہے اپنا حال پریشاں لئے ہوئے
فرمایا مصطفیٰ نے کہ لیجاؤ اسے جلد — میرا اسیر ہے رحمت رحماں لئے ہوئے
مس کرو اسکے جسم کو جسم حسینؑ سے — عفت خدا نے خلق کا ایماں لئے ہوئے
پھر آ کے دونوں سید شباں کے قریب — حسن طلب کا ہاتھ میں ارماں لئے ہوئے
مس کرتے ہی نمود پر و بال ہو گئے — پلٹا تو شکر خالق سبحاں لئے ہوئے
مولا حسین حق کا مظہر ہوگا منور — پر فضل رب سے ہو دل عرفاں لئے ہوئے
تھی ترے مزار کی جبہ خاک پاک کچھ — میں بھی ہوں ہاتھ میں ترا داماں لئے ہوئے
تو نفس مطمئنہ ہے جان رسول ہے — کہتا ہوں سچ میں ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے
تیرے لئے خدائے جلیل و قدیر سے — آئے ہیں جبرئیل بھی فرماں لئے ہوئے
شاہا ترے مراتب اعلیٰ ہیں کیا شمار — شمس و قمر ہیں کہ آپ کا احساں لئے ہوئے
یہ واقعہ ہے عید کا مشہور خاص و عام — جنت سے لے کے آیا ہے رضواں لئے ہوئے
ہوا آفتاب حشر کا مجھکو ہراس کیا — اک عبا کا سر پہ ہوں داماں لئے ہوئے
مداح حسینؑ کا مجھکو صلا ملے — دنیا سے جاؤں دولت ایماں لئے ہوئے
یا رب سحر کا خاتمہ بالخیر کیجیو — دنیا سے جائے خلد کا ساماں لئے ہوئے

سید نذیر حسین زیدی تحصیل صدر گڑھ کہنہ

اہل سنت کی مذہب کی بنا بغض اہلبیت ہے

ان حضرات کے یہاں کا صحابیت کا وہ درجہ ہے کہ جس کے آگے وقار اہلبیت کوئی چیز نہیں اہل بیت پر لاکھ ظلم ہو جائیں مگر صحابیت کو کچھ نہ کہو متمسکین اہل بیت صفحۂ دہر سے نیست و نابود کر دئے جائیں مگر صحابیت کی جھلملاتی آب و تاب گرد آلود نہ ہو سکیگا نہ شپرہ چشموں کے کوند لگا ہیں اسے مدہم کہینگی یہ صرف اسلئے کہ صحابیت کی شاخ تمنا کے اصل وفا سے بلند ہوئی ہے لہذا ہری ڈال کے بیٹھنے والے دنیا پرستی کرنے والے اس سے ہٹ نہیں سکتے چاہے وہ ان کیلئے سم قاتل ہی کیوں نہو۔

ذرا صحابیت کی شان ملاحظہ کیجئے اور اصحابی کالنجوم کی صحت پر نظر ڈالئے جس سے رسول کے صدق پر بھی آنچ آتی ہے اور آپ کے درس اخلاق پر بھی مگر اس طبقہ کو اسکی ذرہ برابر پروا نہیں وہ تو یہی کہیگا کچھ نہ کہو صحابی تھے اور اگر صحابی ہونے کے ساتھ علی اور اون کے وابستگان دولت کا پکا دشمن ہو تو کیا کہنا پھر تو وقار و عظمت فلک نہم سے کم نہیں ہوتا۔ اچھا اب سنئے۔

قال ابو الحسن الدارقطنی بسر بن ارطاۃ ابو عبد الرحمن له صحبة ولم تكن له استقامة بعد النبی وهو الذی قتل طفلین لعبید الله بن عباس بن عبد المطلب بالیمن فی خلافة معاویة وهما عبد الرحمن وقثم قال لما توجه بسر بن ارطاه الی الیمن اخبر عبید الله بن العباس بذلك وهو عامل لعلی بن ابی طالب فهرب و دخل بسر الیمن فاتی بابنی عبد الله وهما صغیران فذبحهما فنال امهما عائشه

ابو الحسن دارقطنی نے لکھا ہے کہ بسر بن ارطاۃ یعنی ابو عبد الرحمن صحابی رسول تھے اگرچہ بعد نبی استقامت حجت نہ تھی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے دونوں بچوں کو بے قصور (محض عداوت اہلبیت میں) ذبح کر ڈالا ان دونوں کا نام عبد الرحمن و قثم تھا۔ جب بسر بحکم معاویہ یمن آیا اور عبید اللہ بن عباس کو اسکے آنے کی خبر ملی تو وہ بھاگ گئے اسوقت یہ علی بن ابی طالب کی طرف سے عامل یمن تھے مگر انکے دو چھوٹے چھوٹے بچے یمن ہی میں تھے جنکو بسر ملعون نے ذبح کر ڈالا ان بچوں کی ماں عائشہ بنت عبد المدان پر وہ غم طاری ہوا کہ نالہ و فریاد کرتی تھیں اور کچھ شعر کہے تھے جو

بنت عبد المدان من ذلك امر عظيم ثم وسوست
فكانت تقف في المواسم تنشد الشعر وهم على وجهها -
ولما وجه معاوية بسر بن ارطاة تقتل شيعة علي
فاتى المدينة وفزع اهل المدينة واغار بسر بن
ارطاة على همدان وسبي نساؤهم فكن اول مسلمات سبايا
في الاسلام -

عن ابي رباب وصاحب له انهما سمعا ابا ذر يدعو و
يتعوذ في صلاة صلاها اطال قيامها وركوعها
وسجودها قال فسألناه مم تعوذت وفيم دعوت
قال تعوذت بالله من يوم البلاء ويوم العورة
فقلنا وما ذاك فقال اما يوم البلاء فتلتقي فئتان
من المسلمين فيقتل بعضهم بعضا واما يوم العورة
فان نساء من المسلمات يسبين فيكشف عن
سوقهن فايتهن كانت اعظم ساقا اشتريت
على عظم ساقها فدعوت الله ان لا يدركني
هذا الزمان ولعلكما تدركانه قال فقتل عثمان
ثم ارسل معاوية بسر بن ارطاة الى اليمن
فسبى نساء مسلمات فاقمن في السوق -
عن ابي عوانة قال ارسل معاوية بعد تحكيم
الحكمين بسر بن ارطاة في جيش فساروا من
الشام الى المدينة وعامل المدينة يومئذ

مرثیہ کی حیثیت سے پڑھا کرتی تھیں اور چیخ چیخ کر رویا
کرتی تھیں آخر کار مجنون ہوگئیں اور یوں زندگی گذری کہ
انھیں شعروں کو پڑھا کرتی تھیں اور ادھر ادھر
بھاگا کرتی تھیں۔

جب معاویہ نے بسر کو علی کے شیعوں کے قتل کے لئے
روانہ کیا تو یہ مدینہ آیا اور مدینہ والے اس کے ظلم سے بھاگے
اس نے قبیلہ ہمدان جو مخصوص ہوا لیان علی سے تھا
اسکو لوٹا اور ان کی عورتوں کو قید کیا یہ وہ پہلی عورتیں
اسلام کی تھیں جو اسیر کی گئیں۔

ابو رباب اور ان کے ایک دوست ناقل ہیں کہ انھوں نے
جناب ابوذر کو دعا کرتے ہوئے اور پناہ مانگتے ہوئے ایک دن
نماز میں سنا، اس نماز کا ہر رکن بجد طول کے ساتھ ادا کیا
جاتا تھا جب وہ فارغ ہوئے تو ان دونوں نے پوچھا کہ
اس کا سبب کیا تھا فرمایا کہ میں نے خدا سے پناہ مانگی کہ میں "یوم بلاء"
اور "یوم عورت" اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں، انھوں نے پوچھا کہ
یہ کیا ہے؟ کہا "یوم بلاء" وہ دن ہے جس دن مسلمین کے گروہ آپس میں
قتل و غارت کرینگے، اور یوم عورت وہ دن ہے جب مسلمین کی عورتیں
اسیر کی جائینگی اور ان کی پنڈلیاں کھولی جائینگی اور جسکی پنڈلی بڑی
اور خوبصورت ہوگی اسی اعتبار سے اسکی قیمت لگائی جائیگی اور وہ بازار
میں بیچی جائیگی، لہٰذا اس نے خدا سے دعا کی کہ اس دن کیلئے مجھے
زندہ نہ رکھے، اگر تم دونوں اس زمانہ کو پاؤگے۔ آخر عثمان کے قتل کے بعد

۴۲ یہ واقعات ہوئی اور معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو یمن بھیجا جہاں اس نے مسلمانوں کی عورتوں کو محبان علی کی عورتوں کو اسیر کیا اور بازار میں انھیں کھڑا کیا۔ ابی عوانہ سے روایت ہے کہ معاویہ نے بعد تحکیم حکمین بسر بن ارطاۃ کو ایک لشکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا، اس وقت مدینہ کے عامل

(باقی آئندہ)

ردّ ساب الجہول

ازقلم بلاغت رقم جناب پرنس محمد عباس صاحب صفوی دام مجدہٗ

ذیل کا مضمون جو یکجا رسالہ کی صورت میں شایع ہونا چاہیئے تھا۔ اسے ہم کتابی شکل میں نہ شایع کرسکے کیونکہ سہیل کی ضخامت اسکی اجازت نہیں دیتی لہذا ہم باقساط ناظرین کرام کے سامنے پیش کرتے رہینگے ہمیں امید ہے کہ مضمون نگار صاحب ہمیں معذور سمجھکر معاف بھی کرینگے۔ مدیر

مولوی حافظ عبد السمیع صاحب نے جو بنارس کے باشندے ہیں شیعوں کے رد میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام سیف المسلول علی اعداء اہل بیت الرسول لکھا حضرت کو بزعم ناقص یہ دعویٰ تھا کہ شیعوں سے اسکا جواب ملنا ناممکن ہے حضرات علمائے کرام کثرہم اللہ نے ایسے گمنام شخصوں کا جواب لکھنا اپنی ذوات مقدسہ کی توہین سمجھی اسلئے اس حقیر نے اس کام کیلئے اپنی کمر ہمت چست باندھی۔ اگرچہ یہ حقیر زبان عربی سے بخوبی واقف نہیں ہے اور ہنوز طالبعلمانہ زندگی بسر کررہا ہے لیکن اس حقیر نے حسبۃً للہ اس کتاب کو شروع کردیا۔ امید ہے کہ حضرات مومنین اس حقیر ازسرتاپا ذلیل کو بدعائے خیر یاد فرمائینگے اور غلطیوں کو اپنے دامن عفو سے چھپائینگے۔

عه [illegible]

قولہ ۔ مسلمانوں غور تو کرو کہ حضرت سیدہؑ نے باوجود عورت ہونے کے اتنا بھی خوف نہ کیا کہ دعوی فدک سے باز آئیں بلکہ اتنی جرأت فرمایا کہ گھر سے باہر تنہا جاکر غصہ میں حضرت عمرؓ کا گریبان کھینچ لیا اور حضرت علیؑ باوجودیکہ مرد تھے اور شجاع و بہادر باایں ہمہ ہیبت فاروقی ان پر ایسی چھائی کہ اہلبیت نبی صلعم پر یہ ظلم ہونے اور خاموش رہے باوجودیکہ خاتم سلیمانؑ لشکر جنات اختیار میں۔

اقول ۔ سیف المسلول میں جناب حافظ صاحب نے زباندانی کے وہ دریا بہائے ہیں کہ باید و شاید کہیں مذکر کو مونث لکھا ہے تو کہیں مونث کو مذکر کہیں جرأت کیلئے "فرمایا" استعمال کیا ہے اور کہیں کتاب کیلئے "رکھدیا" لکھا ہے اس حقیر نے ان چھوٹی چھوٹی اغلاط کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی ہے حضرات علم ماشاء اللہ خود سمجھ لیں گے جناب حافظ صاحب نے کتاب بھر میں سوائے ایک آدھ جگہ کے صفحہ یا مطبع کا حوالہ نہیں دیا ہے بیعت کے متعلق ایک روایت حق الیقین سے نقل کی اور زبان طعن دراز فرمائی ہے حالانکہ حق الیقین کی وہ عبارت بعینہا کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ کے صفحہ ۱۹ میں موجود ہے جو ملا اہلسنت کے

حضرات! جناب امیر علیہ السلام بیشک اشجع بہادر تھے لیکن مصلحت ایزدی بھی تو کوئی چیز ہے صبر بھی تو کوئی شے ہے۔ رسول اللہ صلعم بقول فریقین اشجع الناس تھے لیکن آپ پر کفار نے کیا کیا ظلم و ستم نہ کئے اور آپ نے کیسے صبر و تحمل سے کام لیا کانٹے آپ کی راہ میں بچھائے گئے صحابی آپکے شہید ہوئے غلاظت کی جھولیاں آپ پر پھینکی گئیں ہجرت کی ضرورت بجز تحمل آپ کو ہوئی حضرت عمر کی بہن اور بہنوئی نے آپکے کارن سختیاں سہیں حضرت بلال اور حضرت عمار یاسر نے آپ کی دوستی کے الزام میں صعوبات اٹھائیں لیکن اپنے قبل ہجرت جہاد نہیں شروع کر دیا

آپنے قبل ہجرت کفار سے انتقام لینا نہیں شروع کر دیا یہ کیوں؟ کیا معاذ اللہ آنجناب صاحب قوت الٰہیہ نہ تھے کیا عیاذاً باللہ نقل کفر کفر نباشد آپ اظہار معجزات سے قاصر تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں آپ بمصداق لکل امر مرہون باوقاتہا۔ موقع اور وقت کے منتظر تھے کہ کب میرے اس کثرت ایذا رسانی کا دن چوکب خداوند عالم و عالمیان مجھے اذن جہاد عنایت فرمائے اور کب میں جہاد شروع کروں۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام بھی وقت اور موقع کے منتظر تھے۔ اور قوت صبر قوت شجاعت کی طرح دکھا رہے تھے۔

قولہ: حضرت ام کلثوم کے نکاح کے متعلق مومنین شیعہ کی تیزی طبع۔ واضح ہو کہ علماء شیعہ نے اس کے متعلق طرح طرح سے نغمہ سرائی کی ہے مگر ہم اسجگہ صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں جامع الکتب کافی کلینی میں مذکور ہے زرارہ بن اعین راوی ہے حضرت امام جعفر صادق سے کہ لوگوں نے کیفیت نکاح حضرت ام کلثوم دریافت کی راوی لکھتا ہے کہ امام نے فرمایا معاذ اللہ منہا۔ نقل کفر کفر نباشد۔ **ھو اول الفرج غصبت منا**۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ استغفر اللہ استغفر اللہ، استغفر اللہ، خامہ تھرتھراتا ہے کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔

اقول: جناب حافظ صاحب آپکی صحیح کتابوں میں جو جھوٹے اتہامات جناب رسول صلعم پر لگائے گئے ہیں ان کو پڑھنے میں منہ کا نیا نہ کلیجہ منہ کو آیا آپ کو ذرا سی فکر و تامل کے بعد واضح ہو جائیگا کہ کتب شیعہ میں نکاح حضرت ام کلثوم کے متعلق صرف دو روایتیں ہیں جو کچھ مفید مطلب ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایک تو مجالس المومنین والی روایت مگر اسکا راوی زبیر ابن بکار سنی ہے اور اسلئے اسپر اعتماد نہیں کیا جا سکتا دوسری روایت یہی ہے جس کو جناب نے نقل فرمایا ہے لیکن یہ روایت ام کلثوم دختر ابوبکر کے بارے میں ہے۔ اہل سنت کے یہاں یہ بحث عجیب مضحکہ خیز ہو جاتی ہے

گئے ہوئے ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم ہدیۃ الشیعہ میں در بحث عقد ام کلثومؑ رقمطراز ہیں" یہ بات تو آخر ثابت ہو کر

رجال و تاریخ کے دیکھنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ام کلثوم کئی تھیں ایک ام کلثوم بنت عقبہ دوسرے ام کلثوم بنت ابوبکر تیسرے ام کلثوم بنت جرول چوتھے ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ اسکے علاوہ بھی ہیں جن کے متعلق کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھتا صحابہ پرست طبقے نے اپنی حق پوشی کے جذبہ کو کارفرما بناتے ہوئے اور دولت کی امداد کو کام میں لاتے ہوئے ہمیشہ یہ چاہا کہ امیر المومنینؑ اور حضرت عمر کے تعلقات کچھ اسطرح دنیا پر پیش کئے جائیں جن سے اہل دنیا آپس کے تعلقات کو جن سے خود خطبہ شقشقیہ امیر المومنینؑ برات کر رہا ہے مستحکم و مضبوط سمجھیں تاکہ کوئی عیب ذات خلیفہ ثانی کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ یہ بھی چاہا گیا کہ خاندان رسول سے اگر رشتہ نسبی مل جائے تو گنجائش عمر یہ اس حدیثؐ سے استدلال کیا جا سکے کہ کل نسب و سبب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی۔ یہی وجہ ہوئی کہ اسکی بیحد کوشش کی گئی کہ جناب ام کلثوم کی نسبت زوجیت عمر سے ثابت کیجائے یہ موقع کیونکر ہاتھ لگا؟ صرف اسلئے کہ نام کے ایک ہونے کی وجہ سے مکر و دغا کی گنجایش نکلی اور جب ایک دفعہ یہ واقعہ کی حیثیت سے تاریخ میں ثبت ہو گیا تو آئندہ نسلوں کیلئے ایک حقیقت کا ثبوت ہو گیا۔

حالانکہ ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ جتنے قرائن بھی ہو سکتے ہیں وہ کل کے کل اس واقعہ کے خلاف پر دلالت کرتے ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ ام کلثوم سے زید پیدا ہوئے یہ صحیح ہے اسکا واقعہ صرف اتنا ہے کہ عمر کی ایک منکوحہ غیر مشہور بی بی تھیں جن کا نام تھا ام کلثوم جس پر تاریخ و رجال دونوں شاہد ہیں اور انھیں کے بطن سے زید پیدا ہوئے ارباب طریقت کو موقع ہاتھ لگا امیر المومنین علیہ السلام کی صاحبزادی کا نام بھی چونکہ ام کلثوم تھا لہذا اس واقعہ کو بجنسہ اٹھا کر ان مظلومہ سے منسوب کر دیا جیسا کہ یہ گروہ دنیا پرست اکثر کیا کرتا ہے چنانچہ واقعہ شرب خمر جو قبل تحریم خمر تھا وہ اصل میں عبدالرحمن بن عوف کا تھا اسکو عطا ابن سائب مجہول الحال نے امیر المومنینؑ نفس رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا اور ترمذی وغیرہ نے نقل کر کے داد تحقیق بھی دے دی جسکو سہیل جلد دوم عدد ۲ نمبر میں بتحقیق و بتفصیل لکھا گیا ہے بہر حال اسکا ثبوت کہ ام کلثوم سے زید پیدا ہوئے اور یہ ام کلثوم جرول کی صاحبزادی تھیں ابن حجر کی کتاب اصابہ دیکھی جسکو اس نے جلد اول صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے اور جو مصر میں طبع ہوئی ہے۔

زید بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی — زید بن عمر بن خطاب قرشی عدوی برادر عبداللہ بن عمر اصغر

شقیق عبد اللہ بن عمر الاصغر امہما ام — ان دونوں کی ماں ام کلثوم بنت جرول تھی جو عمر بن خطاب کے

کلثوم بنت جرول کانت تحت عمر بن الخطاب۔ — تحت میں تھی۔

اسکے علاوہ اگر دختر امیر المومنین معاذ اللہ عمر بن خطاب کی بی بی ہی تھیں جس پر کوئی حجت شاہد نہیں تو اس روایت کے مطابق جو کربلا سے متعلق ہے اور جس کو اہلسنت نے بھی لکھا ہے کہ پامالی نعش شہدا کے وقت ہر قبیلہ گھبرا اور اپنے اپنے متعلقین کی لاشوں کو اٹھا لے گیا تاکہ پامالی سے بچیں اسوقت کیا کسی کے کان پر اتنی بھی جوں نہ رینگی کہ وہ حضرت ام کلثوم کو اسیری سے بچاتا یہ کہہ کے کہ یہ عمر بن خطاب کی زوجہ ہیں یا کم از کم اسوقت جب شاہزادی دربار شام میں اپنا فصیح خطبہ پڑھ رہی تھیں اسوقت بھی کسی کو خیال نہ ہوا، عبداللہ بن عمر کہاں گئے تھے کم از کم انکو تو خیال ہونا چاہیئے تھا یزید کو کچھ تو لکھتے کوئی نامہ تو بھیجتے۔

فرج کے معنی صرف وہی نہیں جس کی طرف تبادر ذہن ہوتا ہے بلکہ یہ "ثغر" اور موضع مخافت کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسا کہ ناظرین لغت سے مخفی نہیں امام کا قول ہو سکتا ہے کہ فدک کی طرف مشیر ہو کیونکہ یہ پہلی وہ چیز تھی جو غصب کی گئی، اب رہ گیا بقول عبدالشکور ملا خلیل قزوینی صاحب شافی کا کچھ لکھ دینا وہ ہمارے لئے سند نہیں کیونکہ ملا خلیل نہ ثقہ ثابت ہیں نہ ہمارے یہاں کے اجلہ علما میں سے اگر انھوں نے یا کسی اور نے کچھ لکھا بھی تو دھوکا کھایا ہے جس سے بشر کی فطرت محفوظ نہیں۔

حضرت ام کلثوم کے شکم مبارک سے حضرت عمر کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ان کا نام زید رکھا گیا وہ جوان ہوئے آخر کو تھوڑے برس کی عمر میں ہی عدی کے باہم کی خانہ جنگی میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور انکی والدہ بھی اسی بیماری میں انتقال کر گئیں تھیں اور دونوں جنازوں کو ایک دفعہ نکالا اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے نماز جنازہ کی نماز پڑھ کے دفن کیا" مزا یہ ہے کہ کتب فریقین سے ثابت و ظاہر ہے کہ جناب ام کلثوم بنت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا معرکہ کربلا میں موجود تھیں اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ امام حسین علیہ السلام معرکہ کربلا میں شہید ہوئے پھر امام حسین علیہ السلام کا ام کلثوم کی نماز جنازہ پڑھنا کس صورت سے ثابت ہو سکتا ہے؟ مزید برآں اکثر کتب سنیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن خطاب نے ام کلثوم دختر اسماء سے نکاح کیا نہ کہ جناب ام کلثوم

دختر جناب علی مرتضیٰ سے چنانچہ کامل ابن اثیر لکھتا ہے۔

خطب ام کلثوم ابنۃ ابی بکر الصدیق ۔	خطبہ کیا حضرت عمر نے ام کلثوم دختر حضرت ابوبکر سے (جو اسماء کے بطن سے تھیں)

اب رہیں کتب شیعہ تو ان سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ام کلثوم علیہا السلام کا عقد حضرت محمد ابن جعفرؓ سے ہوا نہ کہ حضرت عمر سے غصبت منا کے بارے میں یہاں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس سے زیادہ ربط ضبط ہوتا ہے اسکو اپنے میں سے شمار کر کے منا کہدیتے ہیں جیسا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے سلمان فارسیؓ کے لئے السلمان منا اھل البیت ارشاد کیا حالانکہ وہ آپکے عزیز نہ تھے ۔ جناب امام نے "منا" ام کلثوم دختر اسماء کیلئے استعمال فرمایا ہے نہ کہ جناب ام کلثوم دختر جناب علی علیہ السلام کیلئے ۔

"باقی دارد"

فوائد

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند	چوں بخلوت میروند آں کار دیگر می کنند
عن زبیر بن بکار قال جاء عمر بن الخطاب الی عبدالرحمن بن عوف فسمعہ قبل ان یدخل علیہ یتغنی بالنصب "وکیف ثوائی بالمدینۃ بعدما قضی وطرا منہا جمیل بن معمر" فلما دخل علیہ قال ما ھذا یا محمد قال انا اذا خلونا فی منازلنا قلنا ما یقول الناس وذکر محمد بن یزید ھذا الخبر فقلبہ فجعل المتغنی عمر والجائی الیہ عبدالرحمن۔	زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ایک روز عمر بن خطاب عبدالرحمن بن عوف کے گھر پر آئے اور داخل ہونے سے پہلے ان کو گاتے ہوئے سنا یا غزل گا رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے "جمیل بن معمر کے اٹھ جانے کے بعد اب مدینہ میں رہا کیا" جب عمر داخل ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے، جواب ملا کہ ہم لوگ جب اپنے گھروں میں تنہا ہوتے ہیں اور تخلیہ ہوتا ہے تو ویسی ہی گاتے ہیں جیسے اور لوگ گایا کرتے ہیں۔ اسی روایت کو محمد بن یزید نے الٹ کر لکھا ہے یعنی آنیوالے عمر نہ تھے عبدالرحمن تھے اور گانے والے عمر تھے عبدالرحمن نہ تھے ۔
(اصابہ و استیعاب صفحہ ۲۳۷)	

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نبی کا یہ شغل بھی رہا کرتا تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ تخلیہ میں ایسی باتوں پر عبارت ہوا کرتی تھی، نیز یہ کہ عمر نے گانے کو برا سمجھا تبھی تو ٹوکا، یہ بھی معلوم ہوا کہ روایات میں قلب بھی ہوتی ہے یعنی ایک کا فعل دوسرے کی جانب منسوب کر دیا

[illegible]

مسئلہ بدا اور رفع اشتباہ

مسئلہ بدا ایک ایسا مسئلہ ہے جو عقل کے نزدیک نہایت درست و متین، اور نافہمی کے نزدیک بیحد مشکل۔ خبروں کو آیات و احکام کے نسخ سے جو لوگ واقف ہیں وہ مقدرات کے نسخ کو بعینہ اسکا دوسرا نام بتاتے ہیں تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے البتہ وہ یہودی پرست جماعت جو یہ خیال کرتی ہے کہ اللہ کو جو کچھ کرنا تھا کر چکا اور اب تغییر احکام و تبدیل تقدیرات سے اسکو کوئی سروکار نہیں ہو سکتا؛ اسکے نزدیک ضرور یہ ایک قابل حیرت چیز ہے ہم اس نمبر میں اس مسئلہ کو شروع کرتے ہیں اور انشاء اللہ ظاہر کریں گے کہ یہ وہ اعتقاد ہے جو انبیا کا تھا اور جس کے قائل اہلسنت کے اجلہ علماء ہیں جس سے مدیر النجم اور انکے ہمنوا چراغ پا ہو رہے ہیں چنانچہ ہم مضمون ذیل "الکلام" تاریخ امام ہفتم علیہ السلام سے نقل کرکے اس مسئلہ کا سلسلہ یوں شروع کرتے ہیں۔ "مدیر"

...... بعض احادیث میں وارد ہے ان الصادق علیہ السلام قال ما بدا للّٰہ کما بدا لہ فی اسمعیل ابنی بظاہر اس حدیث میں لفظ بدا کے استعمال سے ایسا اشتباہ ہوتا ہے کہ پہلے امامت اسمٰعیل کی خبر دی گئی تھی اور بعد میں ان کے مرجانے سے یہ امر متحقق و ثابت نہیں ہوا حالانکہ کوئی خبر امامت اسمٰعیل کے متعلق نہیں دی گئی۔ اس حدیث کے حل کرنے کیلئے ہم مختصر حیثیت سے معنی بدا کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ لفظ بدا چند معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ بعد جہل علم ہو یا پہلے کوئی رائے نہ تھی بعد میں ایک دوسری رائے پیدا ہوئی ہو۔ بہر حال ایک ایسی چیز پیدا ہو جائے جو نہ تھی۔ ان معنوں سے بدا قابل انکار ہے اور مذہب امامیہ (ایدہم اللہ) میں سے کوئی متنفس اس امر کا قائل نہیں کہ خداوند عالم پہلے کسی امر سے غافل رہا ہو اس سبب سے کسی قسم کا حکم دے دیا ہو اسکے بعد اوسے اسکا علم ہوا ہو اور اس جہت سے اس نے اس حکم کو بدل دیا ہو کیونکہ جناب باری محل حوادث نہیں اور جہل جو ایک بری بات ہے وہ خدا کی صفت نہیں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ ملائکہ و رسل ائمہ ہدیٰ کیلئے پہلے کچھ امر معلوم ہو اور بعد میں کچھ امر ظاہر ہو یہ بات ممکن ہے اور اسمیں حضرت باری کی جانب شائبہ کذب کی نسبت بھی نہیں ہو سکتی اسلئے کہ ہر چیز کیلئے شرطیں ہو سکتی ہیں ممکن ہے کہ ان شرطوں کی اطلاع نہ دی جائے اور اس شے کی اطلاع دیجائے جو ان شرطوں کے وجود پر موقوف ہے جس طرح

حضرت الٰہی نے جناب یونس سے اُن کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ فرمایا اور بعد میں وہ عذاب اُن سے پھیر دیا گیا ایسا نہ تھا کہ حضرت باری کو اسبات کا علم نہ تھا اور بعد میں اسکی رائے بدل گئی بلکہ وہ پہلے ہی سے جانتا تھا کہ میرا یہ عذاب اُن سے پھیر لیا جائیگا لیکن وعدۂ نزول عذاب میں کذب بھی نہیں کیونکہ اسکی خبر جو حضرت یونس سے بیان نہیں کی گئی تھی اور وہ خبر یہی تھی کہ اگر وہ اسی حال پر باقی رہینگے تو اُن پر عذاب نازل کیا جائیگا لیکن جب انھوں نے استغفار سے کام لیا اور درگاہ حضرت باری میں رجوع کی تو اُن کی وہ حالت نہ رہی جس حالت سے عذاب کا نازل ہونا مشروط تھا رہ گئی یہ بات کہ جو چیز نہو اسکے اظہار سے کیا فائدہ ہے اسکا جواب اس قصے سے ظاہر ہے کیونکہ نزول عذاب کے اظہار ہی سے قوم یونس میں وہ حالت پیدا ہوئی جو اُن کیلئے مفید ہوئی ۔ یونہیں جناب موسیٰ کیلئے واقع ہوا تیس شبوں کا وعدہ ہوا تھا جسمیں جناب موسیٰ کو توریت کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممناھا بعشر یعنے موسیٰ سے صرف ایک مہینے کا وعدہ کیا تھا مگر ہمنے دس راتوں کا اسپر اور اضافہ کیا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیرات میں تغیر واقع ہو سکتا ہے اور ہر ایک امر مصلحت کی وجہ سے مختلف ہو سکتا ہے اسی طرح اور بہت سے واقعات موجود ہیں جن سے ثبوت وقوع بدا ہوتا ہے اور حضرات اہلسنت نے بھی اُن کو باعتبار کے ساتھ اپنے اپنے کتب میں تحریر کیا ہے چنانچہ روضۃ العلما میں یہ قصہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام حوارین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک دھوبی اُدھر سے کپڑوں کی گٹھری لئے ہوئے گزرا جناب عیسیٰ نے حوارین سے فرمایا کہ یہ دھوبی ابھی ایک ذرا سے وقفے کے بعد مر جائیگا اور میرے پاس اسکا جنازہ آئیگا ۔ حوارین بیٹھے رہے شام کو دھوبی صحیح و سالم اُدھر سے پھر گزرا حواریین کو تعجب ہوا حضرت نے دھوبی سے اسکی سرگذشت پوچھی اُسنے عرض کیا میں صبح کو تین روٹیاں لیکر نکلا تھا ۔ ایک سائل نے مجھ سے سوال کیا میں نے ایک روٹی اُسے دیدی اُسنے مجھے دعا دی کہ خدا تجھ سے برائیوں کو دفع کرے آگے بڑھا تو ایک دوسرا سائل ملا اسنے مجھ سے سوال کیا میں نے دوسری روٹی دیدی ۔ اُسنے مجھے دعا دی کہ خدا تیری بلا دفع کرے ۔ جب میں نے کپڑوں کی گٹھری کھولی تو میں نے اسمیں ایک سانپ دیکھا جسکی آنکھ آگ کی طرح دہک رہی تھی اور اسکی گردن میں لوہے کی زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں (یعنی اسکے بال اسطرح تھے کہ زنجیریں معلوم ہوتی تھیں) دو ملک نازل ہوئے جنھوں نے اُس سانپ کو گٹھری سے کھینچکر نکالا ۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا کہ اسی صدقے کی وجہ سے خدا نے تیری بلا دفع کی

اور تیری عمر زیادہ فرمائی۔

اسی طرح مختلف حکایتیں ہیں جنکو مصنفین اعلام اہلسنت نے تحریر کیا ہے حالانکہ ان معنوں سے اگر بدا کا قول اختیار نہ کیا جائے تو دعا و صدقہ وغیرہ بیکار ثابت ہوگا جس کا بیکار ہونا اہلسنت بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اس تقریر کا محصل جو فاضل مجلسیؒ نے اس مقام پر تحریر فرمائی ہے ذکر کرنا مناسب ہوگا اسلئے میں اُسکا حاصل مطلب بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ جناب باری تمام چیزوں سے فراغ حاصل کر چکا اور اب اُسے نہ کوئی چیز بنانی ہے نہ بگاڑنی ہے جو کچھ اُسے کرنا تھا وہ کر چکا اور بعض معتزلہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ معادن و نباتات و جمادات و حیوان و انسان ان سب چیزوں کو خدا نے ایک ہی مرتبہ بنا دیا ہے اور آدم کی خلقت اولاد آدم سے پہلے نہیں ہوئی بلکہ ایک ہی وقت میں ہوئی یہ جو کچھ تقدم و تاخر دکھائی دیتا ہے یہ فقط اُن کے ظاہر ہونے میں ہوتا ہے۔ ان واہی اور لغو مقالات کی اصل اُن فلاسفہ کے خیالات ہیں جنکو اصحاب مکون و ظہور کہا جاتا ہے۔ یونہی بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ خدا نے صرف عقل اول کو پیدا کیا ہے اور بعد اسکے تمام انتظامات عالم فلکی نفوس اور عقول کے حوالہ ہیں اور یہ جو کچھ حادثے عالم ایجاد میں صبح سے شام اور شام سے صبح تک ہوتے رہتے ہیں یہ سب انھیں عقول و نفوس کی جہت سے ہوتے رہتے ہیں۔ انھیں جیسی لغو باتوں کے ابطال کیلئے آیت قرآنی ائمہ معصومین علیہم السلام نے بدا کا قول شائع فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ خدا ہر دن ایک نئی شان میں ہے کبھی ایک چیز کو بناتا ہے کبھی دوسری چیز کو معدوم کرتا ہے ایک کو زندہ کرتا ہے دوسرے کی روح قبض کرتا ہے۔ یہ تمام احکام اسکی قدرت و اختیار سے جاری ہوتے ہیں۔ اسکے اظہار کی ضرورت اسلئے ہوئی کہ لوگ تضرع و زاری ترک نہ کریں دعا سے بیزاری اختیار نہ کریں تصدق و غمخواری صلہ رحم ایسی چیزوں کو ترک نہ کریں اور ازیں قبیل بہت سی صفتیں ہیں جن سے وسعت رزق اور بلا طول عمر وغیرہ خاص خاص ثمر حاصل ہوتے رہتے ہیں" اس قول کے شایع ہونے سے اُن تمام اقوال کی رد ہوگئی کہ اُن اقوال کی بنا پر دعا وغیرہ سب بیکار ہے کیونکہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا"

بعد اسکے مجلسیؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ: خداوند عالم نے دو لوحیں خلق فرمائی ہیں جن میں وہ تمام امور جو ہونے والے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں سب مندرج ہیں۔ اُن دونوں لوحوں میں وہی فرق ہے جو مقدمات اور نتائج میں ہوا کرتا ہے۔ ایک کا نام ہے لوح محفوظ اور دوسرے کا نام ہے لوح محو و اثبات لوح محفوظ میں جو احکام مندرج ہیں اُنکا اُن میں کسی قسم کا تغیر و تبدل

نہیں واقع ہوتا۔ وہ جناب باری عز اسمہٗ کے علم کے مطابق ہی اور جو احکام لوح محو و اثبات میں مندرج ہیں ان میں بہت سی حکمتوں اور تابیں بلحاظ مصلحتوں کیوجہ سے تغیر و تبدل واقع ہوتا رہتا ہی۔ مثلاً زید کی عمر لوح محو و اثبات پر بچاس برس لکھی ہوئی ہو اسکے یہ معنی ہیں کہ اگر عمر کی بڑھانے والی چیزوں اور گھٹانے والی چیزوں سے قطع نظر کیجائے تو مقتضائے حکمت یہ ہی کہ عمر بچاس ہی برس ہو۔ اگر زید نے عمر کی بڑھانے والی چیزوں میں سے مثلاً صلۂ رحم کیا تو لوح محو و اثبات پر بچاس مٹا دئے جاتے ہیں اور ساٹھ لکھدیے جاتے ہیں اور اگر عمر کی گھٹانے والی چیزوں میں سے مثلاً قطع رحم کیا تو بچاس کو مٹا کر چالیس برس لکھدئے جاتے ہیں مگر لوح محفوظ میں نتیجہ مرتوم ہی کہ زید صلۂ رحم بجالائیگا اور اسکی عمر ساٹھ برس کی ہوگی جس طرح کوئی حاذق طبیب کسی شخص کے مزاج پر مطلع ہو کے اسکی عمر کا اُس کے مزاج کے موافق ایک اندازہ قائم کرے تو زہر کے پی لینے سے یا کسی شخص کے قتل کر دینے سے اگر اس اندازے سے کم ہی میں وہ مر جائے تو اُس طبیب کے قول کے مخالف نہ ہوگا کیونکہ اُسنے عمر کا اندازہ صرف مزاج کے لحاظ سے قائم کیا تھا اب یہ بیرونی چیزیں اوس عمر کو گھٹا دیں یا بڑھا دیں تو کوئی مخالفت اوس حکیم کے قول سے نہوگی۔

اسیطرح بچاس برس جو محض بنظر حکمت تحریر تھے وہ بھی صحیح تحریر تھے اور جو کچھ اضافہ یا نقصان ہوا وہ دوسری جہت سے ہی وہ بھی صحیح ہی۔ اسی تغیر کو جو لوح محو و اثبات میں ہوتا ہی بدا کہتے ہیں۔ یہ معنی تغیر علم باری تعالیٰ سے بہت علیحدہ ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بدا ان معنوں میں مجاز ہی اور حقیقی معنے اسکے وہی ہیں جو ذیل معنی اول میں بیان ہوئے اور وہ معنی جناب باری کی جانب منسوب نہیں ہو سکتے۔ ہاں معنی ثانی جناب باری کی جانب اسی طرح مجازاً منسوب ہو سکتے ہیں جس طرح خدا کی طرف امتحان[ع] اور استہزا[عہ] اور مکر کی نسبت[سہ] دیجاتی ہی یا اس جہت سے اسکی نسبت خدا کی طرف دیجاتی ہی کہ جب ملائکہ یا اور مخلوق کو پہلی بات سے مطلع کیا جاتا ہے اور بعد اسکے خدا اُس بات کے خلاف ظاہر کرتا ہی تو ان کیلیے بدا حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ خدا ہی کے اظہار سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے اسلیے مجازاً خدا کی طرف نسبت بدا دیدیجاتی ہی اور ان دونوں لوحوں کے موجود ہونے میں کسی قسم کا استبعاد نہیں ہو سکتا تاکہ تاویل کیجائے یا اور تکلفات کی ضرورت ہو

ع ولنبلونکم بشیئ من الخوف الخ (امتحان کی نسبت خدا کی طرف ۱۲) حالانکہ عالم بالذات کو اسکی ضرورت نہیں

عہ اللہ یستھزئ بھم الخ (استہزا کی نسبت خدا کی طرف ۱۲)

سہ ومکروا ومکر اللہ الخ (مکر کی نسبت خدا کی طرف)

اگر کوئی حکمت ہماری عقل ناقص نہ سمجھتی جب بھی یہ بات قابل انکار نہ تھی چہ جائیکہ ہم بھی بہت سی حکمتوں کو سمجھتے ہیں منجملہ اُن حکمتوں کے ایک یہ ہے کہ ملائکہ جو لوح محو و اثبات پر مطلع ہوتے رہتے ہیں جب بندوں کے اعمال کی جزائیں اس لوح پر ثبت ہوتے دیکھیں گے اور اسکی عدالت کا ادراک کریں گے کہ وہ مستحق کو اُسکے حق تک پہونچاتا ہے تو اُن ملائکہ کی معرفتیں خدا کے ساتھ زیادہ ہو جائینگی اسی طرح یہ حکمت بھی ہے کہ جب بندوں کو رسولوں اور ائمہ کی زبانی یہ خبریں پہونچینگی کہ اون کے اچھے اعمال اُن کے امور کی اصلاح میں مؤثر ہیں اور ان کی بری باتیں ان کے امور کے فاسد ہونے میں تاثیر رکھتے ہیں تو ان کے دلوں کو اچھی باتوں سے الفت اور بری باتوں سے نفرت پیدا ہوگی جس کے سبب سے وہ لوگ خدا کے مطیع اور فرمانبردار بندے بن سکیں گے۔

اور چونکہ اسی لوح محو و اثبات کے ذریعہ سے بندوں میں امور خیر کی جانب ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے اس لحاظ سے لوح محفوظ پر اس لوح کو تقدم حاصل ہے کیونکہ لوح محفوظ میں اگر ان چیزوں کا کسی شخص کیلئے حاصل ہونا تحریر ہے تو اسکے اسباب اسی لوح محو و اثبات نے پیدا کئے ہیں۔ اگر اُن کو یہ علم ہوتا کہ ہمارے اعمال کو کچھ دخل نہیں تو وہ کسی امر خیر کی جانب توجہ کرتے لیکن لوح محو و اثبات کے ہونے سے اُن کو معلوم ہوا کہ ہمارے اعمال مؤثر ہیں اسلئے انھوں نے اُن اعمال کی تحصیل کی اور لوح محفوظ میں ان کیلئے ان کا حاصل ہونا مرقوم ہوا۔ لہٰذا یہ شبہ برطرف ہو گیا کہ جب لوح محفوظ میں حصول تحریر ہے تو لوح محو و اثبات کی کیا ضرورت ہے۔ ان معنوں میں لوح اثبات کو دخل ہے کیونکہ رسل و ائمہ تک جو باتیں پہونچائی جائینگی اور مجبور وہ نہ ہوں گی وہ لامحالہ محو و اثبات کی باتیں ہونگی۔

تیسرے معنی بدا کے یہ ہیں کہ کسی چیز کا ظہور ہو جاتا ہے وہ کسی اور بات کے خلاف ہو یا نہ ہو عرب کہتے ہیں۔ بدالی شخص (میں نے ایک شخص کو دیکھا) یعنی وہ میرے لئے ظاہر ہوا۔ اور قرآن مجید میں ہے و بدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون (ان کیلئے خدا کی جانب سے وہ باتیں ظاہر ہوئیں جنکا انھیں وہم گمان بھی نہ تھا) جب بندے سے نیکی ظاہر ہوتی ہے خدا اُسکے ساتھ بھلائی کرتا ہے جب بدی ظاہر ہوتی ہے تو اسکو اُسکی سزا دیتا ہے۔ بہرحال یہ بدا ظہور کے معنوں میں ہے اس معنی کیلئے یہ لازم نہیں کہ پہلے محو و اثبات میں کچھ لکھا ہو پھر کچھ اور حکم بتایا جائے تب بدا کہا جائے۔ میرے خیال میں اس حدیث میں جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے ما بدا للہ کما بدا لہ فی اسمٰعیل یہی معنی مراد ہیں کیونکہ ان کی لامت پہلی لوح محفوظ پر لکھی ہوئی

نہ تھی تاکہ اسمیں تغیر ہونے سے بدا بمعنی ثانی پایا جائے اگر ایسا ہوتا تو امام علیہ السلام کو پہلے اُن کا امام ہونا معلوم ہوتا پھر اسکے خلاف یہ حکم معلوم ہوتا حالانکہ آپ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ وہ امام نہیں کیونکہ کچھ آبائے طاہرین علیہم السلام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے بارہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مسلسل معلوم ہوتے چلے آئے ہیں جیسا ہر کسی طرح کا شک نہیں پھر اس امر خاص میں کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ امام کو پہلے اسمٰعیل کی امامت کی اطلاع دی گئی تھی پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کی خبر دی گئی اس بنا پر معنی حدیث یہ ہونگے کہ خدا کا کوئی امر یوں ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ اسمٰعیل کے باب میں ظاہر ہوا کہ اُن کو قبل امام جعفر صادق علیہ السلام کے موت آگئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسمٰعیل امام نہیں یا یوں کہا جائے کہ خدا نے کوئی امر ایسا ظاہر نہیں کیا جس طرح اسمٰعیل کے باب میں اُسنے اظہار کیا جیسے بدا کے معنی ثانی میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ملائکہ و ائمہ و رسل کیلئے اظہار خلاف توقع ہے۔

یہ شبہ نہو کہ بدا کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ خدا اسکے لئے ظاہر ہوا اور اظہار کرنا تو جب اسکے معنی ہوتے جب (ابدا لہ) کہا جاتا کیونکہ اس استعمال کا شاہد وہ حدیث ہے جسے ابن اثیر جزری نے کتاب نہایہ میں حدیث اقرع و ابرص و اعمیٰ میں بیان کیا ہے کہ بدا اللہ عز وجل ان یبتلیھم (خدا کے لئے ظاہر ہوا کہ اُن کا امتحان کرے) اور واضح ہے کہ یہ معنی جناب باری کے باب میں محال ہیں تو لامحالہ یہ معنی ہوں گے ابدی اللہ للناس ابتلاءھم (خدا نے لوگوں پر اُن کا امتحان ظاہر کیا اور اسی معنی کا ہمنے دعویٰ کیا تھا۔ ثابت ہوا کہ اس حدیث سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ خدا نے اسمٰعیل کو دنیا سے اٹھا کے لوگوں پر اُن کے امام نہ ہونے کا اظہار فرمایا نہ یہ کہ پہلے اُن کی امامت کی تجویز لوح محو و اثبات پر رقم تھی پھر یہ حکم محو کر دیا گیا اور اُن کا امام ہونا ثابت کیا گیا

• جناب اسمٰعیل بن امام جعفر صادق کے متعلق امام کے قول پر جو اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں ایسا مسئلہ [illegible] سمجھتا ہے اسکا منشاء سوا جہالت یا تعصب کے سوا کچھ نہیں، ورنہ اگر غور کیا جائے [illegible] تو امام کا قول [illegible] کا قول ہے [illegible] انکار کریگا، رسول اللہ نے [illegible] کیلئے فرمایا [illegible] صلعم نے اپنے بیٹے ابراہیم کیلئے فرمایا یعنی [illegible] ابراہیم [illegible] اگر ابراہیم کا انتقال نہوتا تو نبی ہوتے یہ حدیث بخاری کی [illegible] ہی ہو کیا حضرات اہلسنت رسول کو خاتم النبیین نہیں جانتے [illegible] [illegible]

مبحث لعن پر ایک اور روشنی

ناظرین سہیل کے سامنے ہم ابن ابی الحدید معتزلی کی یہ عبارت بغیر پیش کئے ہوئے نہیں رہ سکتے جو مسئلہ لعنت کی گرہ کشائی اس طرح کرتی ہے جس طرح مدیر النجم اور اسکے ہمنواؤں کے مذہب باطل کی عقدہ حقیقت کو واکرتی ہے گو ہم نے واقعات تاریخی، حالات خلفا، افعال صحاب، آیات قرآنی، احادیث نبی اور اقوال و افعال نبی سے اس امر کو پایہ ثبوت تک پہونچا دیا ہے کہ لعنت قرآنی درس ہے اور صحابہ کرام بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ مدیر النجم کے دماغ میں یہ بات کسی طرح نہیں سماتی اسے غباوت فطری سے تعبیر کیجئے یا تعصب بیجا سے، وسعت مطلب اور تنگی مغز سمجھئے یا مطالب علم کا اعضال تصور کیجئے۔ بہرحال اسوقت ہم جو عبارت پیش کرینگے وہ ایک ایسی عبارت ہوگی جو بغیر قدح و جرح درج کر دی گئی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اسکا کوئی جواب نہیں اور جسطرح مسئلہ لعنت کی توضیح کریگی اسی طرح حالات اصحاب خلفا کی تشریح جن کی صحبت سے وہ صحابی کہے گئے ہیں روشنی ڈالے گی اسیطرح معنی اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم کی گتھی کو بھی سلجھا دے گی۔ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ جلد ششم مطبوعہ طہران کے صفحہ ۴۶۲ پر یہ عبارت یوں شروع ہوتی ہے:-

لولا ان الله تعالى اوجب معاداة اعدائه كما اوجب موالاة اوليائه وضيق على المسلمين تركها اذا دل العقل عليها او صح الخبر عنها بقوله سبحانه لا تجد قوما يومنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم وبقوله تعالى ولو كانوا يومنون بالله والنبي وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء وبقوله سبحانه لا تتولوا قوما غضب الله عليهم ولاجماع المسلمين على ان الله تعالى فرض عداوة اعدائه وولاية اوليائه وعلى ان البغض في الله واجب والحب

اگر خدا اپنے دشمنوں کی عداوت واجب نہ کرتا جیسا کہ اس نے اپنے دوستوں کی محبت فرض کی ہے اور مسلمین پر اسکے ترک میں تضییق کرتا جبکہ عداوت کرنا عقلاً اور خبر اسی اعتبار سے صحیح ہے کہ اس نے فرمایا ہے اے رسول تم نہ پاؤ گے کسی ایسی قوم کو۔ جو اللہ اور روز جزا پر ایمان لائے پھر اور ساتھ ہی ساتھ وہ ان لوگوں کو بھی دوست رکھیں جو دشمنان خدا و رسول ہیں "یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ خدا اور رسول پر ایمان رکھتے تو غیروں کو اپنا ولی کیوں بناتے" یہ بھی فرمایا ہے کہ اس قوم سے موالات کرو جن پر غضب خدا ہے" اسکے علاوہ مسلمین کا اجماع اس امر پر ہے کہ خدا نے اپنے دشمنوں کی عداوت اور اپنے دوستوں کی محبت فرض کر دی ہے اسی بنا پر یہ بھی کہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ واجب ہے گو یہ دونوں

فی نفسه واجب لما تعرضنا لمعاداة احد من الناس
فی الدين ولا البراءة منه ولكانت عداوتنا للقوم
تكلفا ولو ظننا ان الله يعذرنا اذا قلنا يا رب غاب
امرهم عنا فلم يكن لنخوضنا فی امر غاب عنا معنی
لاعتمدنا علی هذا العذر وواليناهم ولكنا نخاف ان
يقول سبحانه تعالی لنا ان كان امرهم قد غاب عن
ابصاركم فلم يغب عن قلوبكم واسماعكم قد اتتكم به الاخبار
الصحيحة التی بمثلها الزمتم انفسكم الاقرار بالنبی
وموالاة من صدقه ومعاداة من عصاه وجحده
وامرتم بتدبر القران وما جاء به الرسول فلا
حذرتم من ان تكونوا من اهل هذه الاية غدا
ربنا انا اطعنا سادتنا وكبراءنا فاضلونا السبيلا
فاما لفظة اللعن فقد امر الله تعالی بها واوجبها
الا تری الی قوله اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون
فهو اخبار معناه الامر كقوله والمطلقات يتربصن
بانفسهن ثلثة قروء وقد لعن الله تعالی العاصين
بقوله لعن الذين كفروا من بنی اسرائيل علی
لسان داود وقوله ان الذين يؤذون الله و
رسوله لعنهم الله فی الدنيا والاخرة وقوله ملعونين
اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا وقال الله تعالی
لابليس ان عليك لعنتی الی يوم الدين وقال

ہوتے تو ہم کسی کی عداوت سے دین کے بارے میں تعرض نہ کرتے اور
نہ اس سے برأت کرتے، اور ہماری عداوت محض تکلفا ہوتی -
اور اگر ہمکو گمان ہوتا کہ خدا ہمکو اس عداوت کے نہ کرنے میں معذور رکھیگا
جب ہم عذر کرینگے ہمارا یہ عذر ہوگا کہ اے خدا انکے معاملات چونکہ ہماری
نگاہوں سے غائب تھے اور ہمارے سامنے کوئی بات نہوئی تھی کہ ہم اس میں
پڑتے لہذا ایسے معاملات میں خوض وفکر کرنا ایک حد تک بیمعنی تھا،
تو ہم اس عذر پر اعتماد کرتے ہوے (اگر عذر مقبول ہوتا) دشمنان خدا سے
محبت شروع کردیتے، مگر ہم تو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں خدا کی طرف سے
یہ نکہا جاے کہ اگر وہ باتیں تمہارے سامنے نہیں تھیں اور تمہاری آنکھوں سے
غائب تھیں تو تمہارے دل اور کانوں سے تو غائب نتھیں کیونکہ تمکو اخبار صحیحہ نے
وہ باتیں بتائیں یہ اخبار ایسے ہی تھی جس کی وجہ سے تمنے اقرار بالنبی اور
ان کے مصدق کی موالات اور منکر کی عداوت اپنے اوپر لازم قرار دے لی
یعنی یہ اخبار ویسے ہی صحیح تھے جیسے وہ اخبار تھی، جس سے تم ایمان لاے
اور یہ بھی خدا کی طرف سے جواب عذر دیا جاے کہ تمکو تدبر قرآن کا حکم دیا گیا
تھا اور ان چیزوں کے تدبر کا جو رسول لیکے آیا تو آخر تم اس بات سے کیوں نہ
ڈرے کہ کہیں اس آیت کے اہل ہی نہ سمجھے جاؤ "اے ہمارے خدا ہم نے اپنے
سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی اور انھوں نے ہمیں گمراہ کردیا"-
اب رہ گیا لفظ لعن تو خدا نے اسکا حکم کیا ہے - بلکہ اسکو واجب قرار دیا ہے
کیا تمہاری نظر اس آیت پر نہیں وہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور
لعنت کرتے ہیں" یہ خبر ہے جس سے مراد خبر نہیں بلکہ حکم اور امر ہے جیسے
اس آیت میں اخبار بمنزلہ امر ہے کہ "مطلقہ عورتیں تین طہر تک ٹھہرینگی

ان الله لعن الكافرين واعد لهم سعيرا فاما
قوله من يقول اي ثواب في اللعن وان الله لا يسئل
المكلف لم لم تلعن بل قد يقول له لم لعنت انه
ولو جعل مكان لعن الله فلانا اللهم اغفر لي
لكان خيرا للمسلمين انسانا عاش عمره كله لم
يلعن ابليس لم يؤاخذ بذلك فكلام جاهل
لا يدري ما يقول اللعن طاعة ويستحق عليه
الثواب اذا فعلت على وجهها وهو ان يلعن
مستحق اللعن لله وفي الله لا في العصبية والهوى
الا ترى ان الشرع قد ورد بها في نفي الولد ونطق
بها القرآن وهو ان يقول الزوج في الخامسة
ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين
فلو لم يكن الله تعالى يريد ان يتلفظ بها عباده
بهذه اللفظة وانه قد تعبدهم بها لما جعلها من
معالم الشرع ولما كررها في كثير من كتابه العزيز
ولما قال في حق القاتل وغضب الله عليه ولعنه
وليس المراد من قوله ولعنه الا الامر لنا بان نلعنه
ولو لم يكن المراد بها ذلك لكان لنا ان نلعنه لان
الله تعالى قد لعنه افيلعن الله انسانا ولا
يكون لنا ان نلعنه هذا ما لا يسوغ في العقل كما لا يجوز
ان يمدح الله انسانا الا ولنا ان نمدحه ولا نذمه

اور کسی کی بدزبانی ہو گو ذرا بھی کم ہو کہ اس نے مدت تک وہ عقد نہ کریں بدو حرف سے
اسکے علاوہ خدا نے گنہگار و رسول پر لعنت کی ہے جیسے "کافرین بنی اسرائیل
ملعون ہیں ان داود پر" یا جیسے فرمایا کہ "وہ لوگ جو خدا اور رسول کو ایذا
دیتے ہیں تو ان پر خدا نے دنیا و آخرت میں لعنت کی" یا جیسے "وہ لوگ ملعون
ہیں جہاں پائے جائیں قتل کر دو" اسی طرح ابلیس کیلئے فرمایا کہ "تجھ پر میری
لعنت روز جزا تک ہے" یہ بھی فرمایا کہ "خدا نے کافرین پر لعنت کی اور انکے
لئے جہنم مہیا کیا" وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ لعنت میں کون سا ثواب ہے اور
یہ کہ خدا مکلف سے اگر وہ لعنت نہ کرے تو کبھی یہ نہ پوچھیگا کہ تو نے کیوں لعنت
نہیں کی؟ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ پوچھے کہ تو نے کیوں لعنت کی اور یہ کہ اگر
وہ بجائے لعنت استغفار کرے تو اسکے لئے بہتر ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر
ابلیس پر لعنت نہ کرے تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا؟
یہ تمام باتیں جاہلوں کی ہیں جن کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ دیکھو لعن
ایک قسم کی طاعت ہے جس میں ثواب کا استحقاق ہوتا ہے بشرطیکہ مستحق
لعن پر کیجائے اور خدا کے بارے میں کیجائے نہ یہ کہ تعصب کی وجہ سے ہو
یا خواہش نفس سے کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ شرع نے نفی ولد کے متعلق
لعنت کا لفظ صرف کیا ہے اور قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور وہ یہ
ہے کہ شوہر کہے کہ اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں تو مجھ پر خدا کی
لعنت ہو" پس اگر خدا کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ اسکے بندے لعنت کا
تلفظ نہ کریں تو ایسے لفظ کو کلام الہی میں کیوں تکرار کرتا اس سے معلوم ہوا کہ اسکا ارادہ
ایسا ہی ہے اور یہ ایک طرح کا حکم تعبدی ہے جو گویا شریعت کے علامات میں سے
اسکی تکرار ...

الا ولنا ان نذمه وقال تعالى هل انبئكم بشر من ذلك
مثوبة عند الله من لعنه الله وقال ربنا آتهم
ضعفين من العذاب والعنهم لعنا كبيرا وقال و
قالت اليهود يد الله مغلولة غلت ايديهم ولعنوا
بما قالوا وكيف يقول القائل ان الله لا يقول للمكلف
لم لم تلعن الا يعلم هذا القائل ان الله امر بولاية
اوليائه وامر بعداوة اعدائه فكما يسئل عن
التولى يسئل عن التبرى الا ترى ان اليهودي اذا
اسلم يطالب بان يقال له تلفظ بكلمة الشهادتين
ثم قل برئت من كل دين يخالف الاسلام فلا بد
من البرائة لان بها يتم العمل لم يسمع هذا القائل
قول الشاعر۔

"تود عدوي ثم تزعم انني
صديقك ان الرأي عنك لعازب"

فمودة العدو خروج عن ولاية الولي واذا بطلت
المودة لم يبق الا البراءة لانه لا يجوز ان يكون
الانسان في درجة المتوسطة مع اعداء الله
تعالى وعصاته بان لا يودهم ولا يبرء منهم باجماع
المسلمين على نفي هذه الواسطة واما قوله جعلت
عوض اللعنة استغفر الله لكان خيرا له فانه
لو استغفر من غير ان يلعن او يعتقد وجوب

"کہ خدا کا غضب اس پر ہوا اور اس نے اس پر لعنت کی" اور یہاں لعنۃ
سے سوا اسکے کچھ مراد نہیں کہ ہمیں حکم ملا ہے کہ "ہم بھی لعنت کریں"
اور اگر یہ مراد نہ بھی ہوتی جب بھی ہمیں زیبا تھا کہ ہم لعنت کریں کیونکہ
خدا نے ایسا کیا اور ہم اسکے بندے ہیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا
کسی پر لعنت کرے اور ہم نہ کریں کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے، یہ تو
کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر خداوند عالم کسی کی مدح کریگا تو ہمارے لئے کوئی
چارہ نہیں بجز اسکے کہ ہم بھی اسکی مدح کریں اور اگر کسی کی مذمت کرے
تو ہمارے لئے یہی زیبا ہے کہ ہم بھی اسکی مذمت کریں (یہ ہی لعنت کو بھی
سمجھو) اور اس نے یہ بھی فرمایا کہ کیا میں تمھیں اس سے زیادہ بدتر عذاب
انجام بتاؤں وہ وہ ہے جس پر خدا نے لعنت کی ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ
"اے میرے پالنے والے ان پر دو گنا عذاب نازل کر اور ان پر
بڑی لعنت کر" (یہ تمام لعنتیں ہیں جو بندوں کے منہ سے خدا نے
کہلوائیں) اور فرمایا کہ "یہودیوں نے کہا کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے
ہیں، ان کے ہاتھ بندھ جائیں، وہ ملعون ہیں اس کہنے کی وجہ سے"
اور یہ کوئی کہنے والا کیونکر کہہ سکتا ہے کہ خدا کسی مکلف سے یہ سوال کریگا
کہ تم نے لعنت کیوں کی ہے؟ کیا یہ کہنے والا نہیں جانتا کہ خدا نے ولایت
اولیا اور عداوت اعدا کا حکم بندوں کو دیا ہے لہذا جس طرح تولا کے
سوال یقینی ہے ویسا ہی تبرا سے بھی سوال یقینی ہے کیونکہ دونوں
لازم ہیں، دیکھو جس وقت کوئی یہودی اسلام لاتا ہے تو اس سے کلمہ
شہادتین پڑھوایا جاتا ہے اور دیگر مذاہب سوا اسلام کے اسکی
برات چاہی جاتی ہے لہذا تبرا وہ ارکان سے اسلام لانے کیلئے

اللعن لما نفعه استغفاره ولا قبل منه لانه يكون
عاصيا لله تعالى مخالفا امره في امساكه عما اوجب
الله تعالى عليه من البراءة منه واظهار البراءة
والمصر على بعض المعاصي لا تقبل توبته واستغفاره
عن بعض فاما من يعيش عمره ولا يلعن ابليس
فان كان لا يعتقد وجوب اللعن فهو كافر وان
كان يعتقد وجوب لعنه ولا يلعنه فهو مخطئ
على ان الفرق بينه وبين ترك لعنه رءوس
الضلال في هذه الامة كمعاوية والمغيرة وامثالهما
ان احدا من المسلمين لا يورث عنده الامساك
عن لعن ابليس شبهة في امر ابليس والامساك
عن لعن هؤلاء واضرابهم يثير شبهة عن كثير
من المسلمين في امرهم وتجنب ما يورث الشبهة
في الدين واجب فلهذا لم يكن الامساك عن لعن
ابليس نظيرا للامساك عن امر هؤلاء۔

ثم يقال للمخالفين ارأيتم لو قال قائل قد غاب
عنا امر يزيد بن معاوية والحجاج بن يوسف
فليس ينبغي ان نخوض في قصتهما ولا ان نلعنهما
ونعاديهما ونبرأ منهما الى كان هذا الا كقولكم
قد غاب عنا امر معاوية والمغيرة ابن شعبة
واضرابهما فليس لنا نخوض في قصتهم معنى ـ

ضروری ہوا کیونکہ بغیر اسکے عمل تمام نہیں ہوتا۔ کیا اس معترض
و قائل نے یہ شعر نہیں سنا جس کا ترجمہ یہ ہے :- "تو میرے دشمن کو چاہتا
ہے اور پھر تجھے یہ بھی گمان ہے کہ میں تیرا دوست ہوں یہ غلط خیال ہے" پس
محبت دشمن کی خروج ہے ولایت دوست سے اور جب صورت اصل ہو گئی تو
سوا برأت کے کچھ باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ امر جائز نہیں کہ انسان رہے
متوسط میں ہو ان لوگوں کے ساتھ جو دشمنان خدا ہوں یعنی ان سے
نہ محبت کرے نہ عداوت، اسلئے کہ یہ واسطہ جو پیدا کیا جاتا ہے باجماع
مسلمین محال ہے۔ کہنے والے کا یہ کہنا کہ "اگر بجائے لعنت استغفار کیجائے
تو بہتر ہوگا" تو یہ استغفار نہ نافع ہے نہ مقبول کیونکہ بعد اعتقاد وجوب لعنت
لعنت نکرنا مخالفت حکم باری ہے کیونکہ یہ امساک ہے اس کلمہ سے جو اللہ نے
واجب کیا تھا یعنی دشمن سے برأت اور اظہار برأت لہذا بعض معاصی پر
اصرار کرنیوالے کی استغفار جو بعض معاصی سے ہے مقبول نہیں ہو سکتی یہ کہنا کہ
"جو شخص زندگی بھر شیطان پر لعنت نہ کرے" اسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ
شیطان پر وجوب لعنت کا معتقد نہیں جو نص قرآنی ہے، تو وہ کافر ہے اور
اگر وجوب لعنت کا اعتقاد ہے اور نہیں کرتا تو خطاکار ہے،

ترک لعنت بر ابلیس اور ترک لعنت بر ضالین امت مثل ..... میں
فرق ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص ابلیس پر لعنت نکرے تو اس لعنت نکرنے
سے اسکی ملعونیت مشتبہ نہ ہوگی بلکہ وہ ملعون ہی رہیگا اور اسکا یقین رہیگا
بخلاف سرداران ضلالت کہ کسان پر لعنت نکرنے سے امساک لعن شبہ
پیدا کرتا ہے اور دین میں جو چیز کہ باعث شبہ ہو اس سے اجتناب لازم ہے لہذا
لعن ابلیس اور لعن سرداران ضلالت میں فرق ہے زمانہ ضلالت سے ہو کہ

وبعد فكيف ادخلتم ايها العامة والحشوية
واهل الحديث انفسكم في امر عثمان وخضتم
فيه وقد غاب عنكم وبرئتم من قتلته ولعنتموهم
وكيف لم تحفظوا ابا بكر الصديق في محمد ابنه فانكم
لعنتموه وفسقتموه ولا تحفظتم عائشة ام المؤمنين
في اخيها محمد المذكور ومنعتمونا ان نخوض
وندخل نفسنا في امر علي والحسن والحسين
ومعوية الظالم له ولهما المتغلب على حقه و
حقوقهما وكيف صار لعن ظالم عثمان من السنة
عندكم ولعن ظالم علي والحسن والحسين تكلفا
وكيف ادخلت العامة انفسها في امر عائشة
وبرئت ممن نظر اليها ومن القائل لها يا حميرا
وانما هي حميرا ولعنه بكشفه سترها ومنعتنا
نحن عن الحديث في امر فاطمة وما جرى لها
بعد وفاة ابيها فان قلتم ان بيت فاطمة انما دخل
وسترها انما كشف حفظا لنظام الاسلام وكي
لا ينتشر الامر ويخرج قوم من المسلمين من اعناقهم
ربقة الطاعة ولزوم الجماعة قيل لكم وكذلك
ستر عائشة انما كشف وهودجها انما هتك
لانها نشرت حبل الطاعة وشقت عصا
المسلمين واراقت دماء المسلمين من قبل

اگر بعض الناس سے رکنے والا مسئول باری نہ ہوگا تو نہ ہو مگر ان لوگوں
کے لعن سے بچنے والا ضرور مسئول ہوگا جسکی دلیل برات شیعہ دی گئی لہذا
اظہار عداوت و تبرا دشمنان خدا سے ضروری ہوا) اگر کوئی کہے کہ
ہمکو یزید اور حجاج کے واقعات میں خوض نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان کا عہد
ہم سے غائب تھا اور نہ ہمیں ان پر لعنت کرنی چاہیئے اور نہ ان سے عداوت
رکھنی چاہیئے تو کیا اسکے بعینہ یہی معنی نہیں کہ ہمکو معاویہ و مغیرہ بن شعبہ
کے واقعات میں بھی غور و خوض نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے
اور جبکہ ایک ہی لہذا جو وہاں بات ہوگی وہ یہاں بھی ہونی چاہیئے یا
سوال بالا کے پوچھنے کے بعد ذرا اگر وہ عامیوں سے یہ بھی پوچھو کہ جب یزید
معاویہ و مغیرہ کے متعلق یہ عذر تراشا جاتا ہے کہ ان کا عہد گزر گیا ہم اس سے
بالکل بے خبر ہیں لہذا انکی باتوں میں ہمیں خوض نہ کرنا چاہیئے تو معاملہ
عثمان میں کیوں خوض کرتے ہو کیا ان کے عہد میں تم موجود تھے
قاتلوں سے برات کیوں چاہتے ہو عثمان کے قاتلوں پر لعنت کیوں کرتے ہو
یہ سب باتیں آخر کیوں کرتے ہو۔ اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ محمد بن ابی بکر
کے بارے میں خلیفہ اول کا تحفظ اور پاس عزت کیوں نہیں کرتے کیونکہ
تم تو ان کو گالیاں بھی دیتے ہو اور لعنت بھی کرتے ہو اور فاسق بھی
بناتے ہو، ذرا یہ بھی بتاؤ کہ تم نے محمد کے معاملہ میں انکی بہن کا بھی کوئی
پاس نہ کیا وہاں تو تم خوض بھی کرتے رہے اور باوجود نسبت ام المومنین خلیفہ اول
لعن محمد و فسق محمد میں کوئی دقیقہ تم نے فروگذاشت نہ کیا مگر تم یہ کہہ کر
منع ہی کرتے رہے کہ چونکہ معاملہ علی و حسن و حسین علیہم السلام کے ہم شاہد
عینی نہ تھے لہذا ہم اس معاملہ میں کوئی دخل نہ دینگے اور معاویہ ظالم

وصول علی ابن ابیطالب الی البصرة وجری لها
مع عثمان بن حنیف وحکیم بن جبلة ومن کان
معهما من المسلمین الصالحین من القتل وسفك
الدماء وما ینطق به کتب التواریخ والسیر
فاذا جاز دخول بیت فاطمة لامر لم یقع
بعد جاز کشف ستر عائشة علی ما قد وقع والحق
فکیف صار هتك ستر عائشة من الکبائر التی
یجب معها التخلید فی النار والبراءة من
فاعله ومن اوکد عری الایمان وصار کشف
بیت فاطمة والدخول علیها منزلها وجمع
حطب ببابها وتهددها بالتحریق من اوکد
عری الدین واثبت دعائم الاسلام ومما
اعز الله به المسلمین واطفأ به نار الفتنة
والحرمتان واحدة والستران واحد وما نحب
ان نقول لکم ان حرمة فاطمة اعظم و
مکانها ارفع وصیانتها لاجل رسول الله
اولی فانها بضعة منه وجزء من لحمه ودمه
ولیست کالزوجة الاجنبیة التی لا نسب
بینها وبین الزوج وانما هی وصلة مستعارة
وعقد یجری مجری اجارة المنفعة وکما یملك
رق الامة بالبیع والشراء ولهذا قال

و منقلب علی الحق کا مصرف ذرا سوچو بھی کچھ نہ کہیں کہ یہ باتیں ہمارے
سامنے کی نہ تھیں لہذا خاموشی بہتر ہے، تو پھر ظالم عثمان پر لعنت کیے
تم نے سنت کیونکر قرار دیا اور لعن ظالم علی و حسنین ہیں مخالف کیسے
ہو گیا ایک ذرا سوچو کہ تمہارا رافضہ کیونکر اس شخص سے برأت چاہتا
ہے جس نے عائشہ کی طرف نظر کی اور جنہوں نے ان کو حمیرا کہا۔
تم ان چیزوں کو تو برملا کہتے ہو
مگر جیسے ہم معاملہ مصائب سیدہ کو جو بعد وفات رسول اس مخدومہ پر پڑے
ظاہر کرتے ہیں تو تم اسی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے) ہمیں منع کرتے
ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ سیدہ کے گھر میں اسلئے لوگ گئے اور بے پردگی اسلئے
ہوئی تاکہ نظام اسلام میں ابتری نہ واقع ہو اور مجتمع منتشر نہ ہو جائے
اور جماعت رہے، اور لوگ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو جائیں جو
تفرقہ کرنے کا انجام تھا، تو تم سے بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ عائشہ کے
ہودج کا ہتک اور پردہ کا کشف اسلئے ہوا تھا کہ اجتماع مسلمین میں
انکی وجہ سے کمزوری پڑی اور اسلام کا متحد شیرازہ پراگندہ ہوا کیونکہ
انھوں نے مسلمین کا لہو بہایا، قبل اسکے کہ علی ابن ابیطالب بصرہ میں
پہونچیں، عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبلہ سے صحابی کیا ان کو بھی
عائشہ اور انکے لشکر نے کیا وہ اہل نظر سے مخفی نہیں اور وہ لوگ جو انکے
ساتھ مسلمین صالحین سے تھے ان کا خون بہایا گیا، پس جب فاطمہ کے
گھر میں داخل ہونا جائز ٹھہرا صرف اسلئے کہ تفرق کھڑا نہ ہو، حالانکہ
وہ نہیں ہوا، تو کشف ستر عائشہ بھی جائز ہونا چاہئے اور جب اور یہاں تو
ہو جانا چاہئے کیونکہ جہات طرفین مقابل میں نہیں ہوئی تھی وہ پیدا ہوئی

والغرض ان اسباب التوارث ثلاثة سبب
ونسب وولاء والنسب القرابة والسبب النكاح
والولاء ولاء العتق فجعلوا النكاح خارجا
عن النسب ولو كانت الزوجة ذات نسب
لجعلوا الاقسام الثلاثة قسمين وكيف
تكون عائشة او غيرها في منزلة فاطمة
وقد اجمع المسلمون كلهم من يحبها ومن
لا يحبها منهم انها سيدة نساء العالمين
وكيف يلزمنا اليوم حفظ رسول الله في زوجته
وحفظ ام حبيبة في اخيها ولم تلزم الصحابة رضهم
انفسها لحفظ رسول الله في اهل بيته
ولا الزمت الصحابة انفسها لحفظ رسول
الله في صهره وابن عمه عثمان بن عفان
وقد قتلوهم ولعنوهم وقد كان كثير من
الصحابة يلعن عثمان وهو خليفة منهم
عائشة كانت تقول اقتلوا نعثلا قتل الله
نعثلا لعن الله نعثلا ومنهم عبد الله
بن مسعود، وقد لعن معوية علي بن ابي طالب
وابنيه حسنا وحسينا وهم احياء يرزقون
بالعراق وهو يلعنهم بالشام على المنابر وقنت
عليهم في الصلوة وقد لعن ابوبكر وعمر سعد

یعنی تفرق کلمہ سے پر [illegible] تھیں سوچا کہ کشف ستر عائشہ کبائر میں سے
کیسے ہوگیا جسکی سزا تمہارے نزدیک خلود فی النار ہے اور [illegible]
تم برات کیوں کرنے لگے یہاں تو سب کچھ جائز نکلا مگر فاطمہ کے گھر میں
داخل ہو جانا اور دروازہ پر لکڑی کا جمع کرنا، اور جلانے کی دھمکی دینا
اسمیں گویا کچھ [illegible] دعائم اسلام تھی نہ یہ کبائر میں شمار کیا جا سکتا
ہے اور [illegible] بلکہ گویا (معاذاللہ) اسکی وجہ سے نائرہ فساد
بجھ گیا اور مسلمین کو عزت ملی، کچھ سوچو تو یہ کیا بات ہے [illegible]
ایک (الغرض محال) اور ستر دونوں ایک سے پھر کیا کہ عائشہ کا کشف
باعث تخلید نار اور فاعل کشف ستر کب کبیرہ ہے مگر فاطمہ کے بارے میں سے
کچھ بھی نہیں وہاں غل مچتا ہے اور یہاں سناٹا نظر آتا ہے۔
میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ حرمت سیدہ عظیم تھی انکی منزلت ارفع تھی انکی
حفاظت رسول کی وجہ سے واجب تھی کیونکہ وہ پارہ جگر رسول جزو اہم وجود رسول
تھیں (مگر اتنا) کہ وہ زوجہ اجنبیہ کی طرح نہ تھیں کہ جسمیں نسب کا کوئی لگاؤ
نہ تھا اور زوجہ و زوج میں نسبتی کوئی علاقہ نہ تھا بلکہ زوجہ (عائشہ)
ایک کام چلاؤ وصلت ہوتی ہے وہ بھی عارضی اور ایک اجرتی [illegible]
[illegible] سے فرضیوں نے اسباب
توارث میں تین چیزیں رکھی گئی ہیں، سبب، نسب اور ولاء، نسب کو قرابت
ہے، اور سبب نکاح ہے اور ولاء ولاء عتق ہے، پس انھوں نے نکاح کو
نسب سے خارج قرار دیا ہے اور اگر زوجہ ذات نسب ہوتی تو تقسیم تین کی
طرف نہ ہوتی بلکہ نسب و ولاء کافی ہوتا لہذا کیونکر عائشہ کا وہ رتبہ ہو سکتا ہے
جو فاطمہ کا تھا اور سبھی مسلمین نے خواہ وہ سیدہ کے دشمن ہوں یا دوست

بن عبادة وهو حي وبرأ منه واخرجاه من
المدينة الى الشام ولعن عمر خالد بن الوليد
لما قتل مالك بن نويرة وما زال اللعن
فاشياً في المسلمين اذا عرفوا من الانسان
معصية تقتضي اللعن والبراءة قال ولو كان
هذا امراً معتبراً وهو ان يحفظ زيد لاجل
عمرو فلا يلعن لوجب ان تحفظ الصحابة
في اولادهم فلا يلعنوا لاجل ابائهم فكان
يجب ان يحفظ سعد بن ابي وقاص فلا يلعن
عمر بن سعد قاتل الحسين وان يحفظ معاوية
فلا يلعن يزيد صاحب وقعة الحرة وقاتل
الحسين ومخيف المسجد الحرام بمكة وان
يحفظ عمر بن الخطاب في عبيد الله ابنه
قاتل الهرمزان والمحارب علياً في صفين۔

اسپر اجماع کیا ہے کہ سیدہ سیدۃ النساء عالم میں اب بھی تو فاطمہ کی
منزلت عائشہ سے زائد ہے۔ اور یہ کیا کہ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم حفظ
(دوت) رسول انکی زوجہ کے بارے میں یعنی عائشہ اور حفصہ ام حبیبہ انکے
بھائی کے بارے میں یعنی معاویہ، نہیں کرتے، اور ہم صحابہ کو نہیں دیکھتے
کہ وہ حفظ رسول اللہ کے اہل بیت کے بارے میں نہیں کرتے اور نہ حفظ رسول
صحابہ نے سعد اور رسول (القبول تمہارے) حضرت عثمان کے بارے میں کیا
بلکہ انھیں صحابہ نے عثمان کو قتل بھی کیا اور ان پر لعنت بھی کی، بہت
صحابی عثمان پر لعنت کرتے تھے ان لعنت کرنیوالوں میں سب سے پہلا نام
ام المومنین عائشہ کا آتا ہے جو کہتی تھیں کہ قتل کر ڈالو نعثل یعنی عثمان کو
خدا اس پر لعنت کرے اور اسکو قتل کرے، یہ ہیں عبداللہ بن مسعود جو صحابی تھے
وہ عثمان پر لعنت کرتے تھے، یہ ہیں معاویہ نے امیر المومنین اور حسنین پر
لعنت کی، یہ لوگ عراق میں تھے اور شام میں بازار لعنت گرم تھا جو منبروں پر
ہوا کرتی تھی اور نماز میں، اور دیکھئے ابوبکر و عمر نے سعد بن عبادہ صحابی
رسول پر لعنت کی اور وہ زندہ تھے ان دونوں نے برائت کی اور مدینہ سے
نکال دیا، یہ ہیں عمر نے خالد بن ولید پر ہمیشہ بازار لعن مسلمین میں گرم رہا جب وہ معصیت خدا دیکھتے تھے تو عاصی پر لعنت کرتے تھے اور اس سے برائت
کرتے تھے۔ اب اگر اس امر کا اعتبار کیا جائے کہ زید کی حفاظت لعنت سے عمرو کی وجہ سے کی جائے اور اس پر لعنت نہ کیجائے تو واجب ہے کہ حفاظت صحابہ کے
اولاد کے بارے میں کرو اور انکے آبا کی وجہ سے ان پر لعنت نہ کیجائے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سعد بن وقاص کے خیال سے عمر سعد قاتل حسین پر لعنت نہ کیجائے، معاویہ کی وجہ سے
یزید قاتل حسین صاحب واقعہ حرہ اور مخیف مسجد حرام پر لعنت نہ کیجائے حالانکہ متفق حدیث ہے کہ رسول نے فرمایا جو اہل مدینہ کو خوف دلائے اس پر خدا ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے اور اسی طرح
یہ ہیں عمر بن خطاب کے لحاظ سے قاتل ہرمزان عبید اللہ بن عمر پر لعنت نہ کیجائے جو علی کے خلاف جنگ صفین میں شریک رہا اور علی سے لڑا
حالانکہ نص حدیث ہے جنگ رسول سے جنگ تھی یا علی حربک حربی، اے علی تم سے جنگ مجھ سے جنگ ہے۔
یہ وہ باتیں تھیں جو ابو جعفر نقیب رحمہ اللہ نے اسی وقت بیان کیں جب ان سے یہ کہا گیا کہ چونکہ ہم اس عہد میں موجود نہ تھے

زرقا بنت عدی دربارِ خلافت میں

ایک دن امیر معاویہ نے اپنے دربار میں زرقا بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھی اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔ زرقا کی تقریر کسے یاد ہے۔ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔ ہم سبکو یاد ہے درباریوں نے جواب دیا۔ اُسکے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ امیر نے پوچھا۔ اسے قتل کر ڈالئے سب نے کہا بہترین مشورہ ہے امیر نے کہا کیا میرے جیسے شخص کیلئے روا ہے۔ کہ حاکم ہو چکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی۔ پھر اپنے کاتب کو بلاکر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقا کو پورے اعزاز و اکرام کیساتھ میرے پاس روانہ کر دو۔ چنانچہ زرقا دربار میں حاضر ہو گئی۔ "اہلاً و مرحبا" امیر نے زرقا کو دیکھکر کہا۔ خوب آئیں۔ خالہ کیسا مزاج ہے۔ اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا زرقا نے جواب دیا۔ جانتی ہو۔ میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟ میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں۔ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے۔ میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کیلئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سرخ اونٹ پر سوار تھیں۔ اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ "اے امیر المومنین سر گیا۔ دم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا۔ آنکھ والوں کیلئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقا نے جواب دیا۔ سچ ہے امیر نے کہا واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں۔ اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جسمیں ظلم کی چادر تم پر پھیل گئی تھیں۔ اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جسمیں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے۔ اور نہ کچھ دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ خچر، اصل گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے۔ ہم سے ہدایت لے جو یقین چاہتا ہے۔ ہم سے یقین لے، حق گم ہو چکا تھا۔ مگر اب مل گیا ہے۔ بس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ تسلسل بکھر گئے ہیں ٹوٹا جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہو چکا ہے۔ حق باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہو کر رہیگی۔ عورتوں کا رنگ مہندی ہے۔ مردوں کا رنگ خون ہے صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو۔ سینے تان کر بڑھو۔ پیچھے قدم نہ ہٹے۔ آج کے بعد کوئی دن نہیں۔ اے زرقا! امیر نے تقریر ختم کرکے کہا۔ تم ہر خونریزی میں علی کی شریک بن چکی ہو۔ اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے۔

زرقاء نے کہا۔ تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟ معاویہ نے سوال کیا۔ ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اسکی تصدیق کرادے۔ واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اس سے یہ محبت، زندگی میں اسکی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے۔ امیر معاویہ نے کہا۔ اپنی حاجت بیان کرو۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی۔ زرقاء نے کہا معاویہ نے ایک زمین جاگیر میں دے دی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اس سے دس ہزار درم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء، وعقد الفرید وغیرہ) (از الہلال ۱۱ نومبر ۱۹۲۶ء)

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جان نثاروں میں تھی۔ جنگ صفین میں اسکو پرجوش خطبوں اور ہجو یہ شعروں نے شامیوں پر عرصہ کارزار تنگ کر دیا تھا۔ اسکے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔ جب امیر معاویہ تخت سلطنت پر متمکن ہو گئے۔ تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لیکر دربار میں پہنچی گفتگو اسمیں اور امیر معاویہ میں ہوئی تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کر لی ہے۔ یہ وہ وقت تھا۔ کہ خلافت راشدہ کا دور حریت ختم ہو چکا تھا۔ اور امیر معاویہ رومی و ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کر چکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روح حریت کا یہ حال تھا۔ کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آئی تھی۔ اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کر دیتی تھی۔ امیر کی نظر سودہ پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھے کیا تم ہی بنت عمارہ سودہ ہو۔ جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں۔

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارة یوم الطعان وملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ تمہارا زمانہ اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا۔

والصبر علیا والحسین ورهطه   واقصد لهند وابنها بهوان

علی کی حسین کی اور اس کے خاندان کی حمایت کے   ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کر دے

ان الامام اخو النبی محمد   علم الهدی ومنارة الایمان

امام یعنی حضرت علی، محمد صلعم کے بھائی ہیں۔ ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں

فقه الحتوف وسر امام لوائه   قدما بابیض صارم وسنان

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار و نیزہ لے کر پیش قدمی کر۔

ہاں قسم خدا کی۔ سودہ نے فوراً جواب دیا۔ میرا جیسا آدمی نہ حق سے وہ منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بول کر معذرت کر سکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی۔

تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔ امیر معاویہ نے سوال کیا۔ علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے سودہ کا جواب تھا۔

لیکن علیؑ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟ امیر نے پھر سوال کیا۔ پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ۔ سودہ نے جواب دیا۔ ہیہات" امیر معاویہ نے کہا۔ تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جا سکتا مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہونچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے۔

سچ ہے۔ سودہ نے جرأت سے کہا۔ میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا۔ کہ بھلا دیا جا سکے۔ واللہ وہ ایسا تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارہ میں کہا ہے۔

وان صخرا لتاتم الهداة به   کانه علم فی راسه نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے۔

سچ ہے تیرا بھائی ایسا ہی تھا۔ امیر نے تصدیق کی۔ اچھا کہو میرے پاس کیوں آئیں۔ تم اب دیہوں کے سرداروں اور ان کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو۔ سودہ نے کہا۔ خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے اور تمھاری قوت سے جباری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے۔ یہ ہمیں ذلیل

کرتے ہیں۔ ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا۔ اور میرے آدمی مارڈالے میرا مال چھین لیا۔ اور مجھے ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا۔ جو میرے منھ سے نکلنا ناممکن ہو (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب نہ ہوتی۔ تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔

بہر حال اُسے معزول کردو۔ اور ہمارے شکریے کے مستحق بنو۔ ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے۔ تو مجھے دھمکاتی ہے۔ امیر نے کہا۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے۔ کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھاکر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجدوں۔ تاکہ جو سزا چاہے دیدے۔ سودہ نے سر جھکالیا پھر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے۔

صلی الالٰہ علی جسم تضمنہ قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا

خدا کی رحمت اس جسم پر جسے قبر نے چھپالیا ہے۔ اور عدل اُس میں مدفون پڑا ہے۔

مد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا۔ اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اسکا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کیلئے جڑ گیا ہے

یہ کون ہے؟ امیر نے انجان ہوکر سوال کیا۔ علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ سودہ کا برجستہ جواب تھا۔ اُنے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟ امیر نے پوچھا۔

انھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کیلئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا۔ سودہ نے کہا۔ میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ میں اُسکی شکایت لیکر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ اُسوقت نماز کیلئے کھڑے ہوے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بڑے ہی لطف و نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاکر فرمایا۔ خدایا۔ تو میرا اور میرے عمال کا گواہ ہے۔ میں نے انھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا۔ اور اُس پر لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی نقدم علیک من یقبضہ منک والسلام۔

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہٰذا ناپ تول ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہو اسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچے۔ جو تجھ سے کہ سب وصول کر لے۔ یعنی اس حاکم کو معزول کر دیا۔)

میں نے امیر المومنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ اُس پر انھوں نے نہ تو کوئی مہر لگائی نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے حرف حرف پڑھ لیا۔

ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جری بنا دیا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا۔ بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دور ہوگی پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کر دیا جائے۔ اور اس سے اچھا برتاؤ کیا جائے یہ حکم میرے لئے خاص ہے۔ یا میری پوری قوم کیلئے۔ سودہ نے سوال کیا تجھے دوسروں سے کیا سروکار ہے امیر معاویہ نے کہا۔

تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے۔ سودہ نے کہا۔ اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے قبول نہیں کرتی مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا۔ کہ اُن کے پورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔

(عقد الفرید باب حالات وفود و بلاغات النساء) (از الہلال ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۲۷ء)

عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبد المطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبد المطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔ میرے بھتیجے تو کیسا ہے؟ اروی نے کہا تو نے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا۔ (یعنی امیر المومنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہو گیا۔ (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تو نے خدمت کی نہ تیرے آباؤ اسلاف نے۔ تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا اس پر خدا نے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق حق داروں تک پہنچ گیا۔

اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفر مندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہلبیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوے۔ کہ مغفور و مرحوم تھے خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپکے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا۔ جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا۔ کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے۔ اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بند نہ ہو سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی کیساں نہ ہوئی ہماری انتہا جنت ہے تمھاری انتہا دوزخ ہے۔

گمراہ بڈھیا عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھے۔ بے اختیار پکار اُٹھے۔ اپنی زبان روک شرم سے آنکھ نیچی کر۔ تو کون ہے تیری ماں مرے۔ اروی نے خفگی سے کہا عمرو بن العاص۔ لوگوں نے جواب دیا اروی نے کہا۔ تو مجھ سے بولنے کی جراُت کرتا ہے اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔

واللہ تو قریش میں تو نہ خالص حسب نسب رکھتا ہے۔ نہ اچھی اصلیت کا مالک ہے۔ بیوقوف بڈھیا مروان بن الحکم نے کہا۔ تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے تیری شہادت معتبر نہیں۔ صاحبزادے تم بھی بولے" اروی نے کہا واللہ کم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئی۔ واللہ ان لوگوں کو تو نے ہی مجھ پر جراُت دلائی ہے۔ حالانکہ تیری ماں اُحد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی۔

نحن جزیناکم بیوم بدر والحرب یوم ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلے لیا۔ لڑائی۔ لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلے رکھتی ہے

ماکان عن عتبۃ لی من صبر ابی وعمی واخی وصہری

عتبہ (ہندکا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ چچا۔ بھائی خسر انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری شفیت نفسی وقضیت نذری

اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کر دی۔

فشکر وحشی علی عمری حتی تغیب اعظمی فی قابری

وحشی کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے۔ یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا۔

یا ابنت رقاع عظیم الکفر خزیت فی بدر و غیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی۔ بدر میں اور ہر دن میں تجھے رسوائی ملے

صبحک اللہ قبیل الفجر بالھاشمین الطوال الزھر

خدا تجھ پر صبح سے دراز قد۔ خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام نصیری حمزۃ لشی و علی صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے حمزہؓ۔ میرا شیر ہے اور علی میرا باز ہے۔

ھتک وحشی حجاب الستر مالبقا یا بعدھا من فخر

وحشی نے تیری آبروریزی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کیلئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا

تمہارا برا ہو!۔ امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا۔ تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا۔ اور یہ باتیں سنوائیں۔ پھر اروی سے مخاطب ہوئے۔ بیوی اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ گو اس بند کرو۔

مجھے دو ہزار۔ دو ہزار۔ دو ہزار روپے چھ ہزار دینار دو۔ اروی نے مطالبہ کیا۔ پہلے دو ہزار کس لئے امیر نے سوال کیا۔ میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کیلئے کھیتی کی زمین میں کنواں خرید وں گی۔ اروی نے جواب دیا۔ تم نے بہت خوب سوچا۔

امیر نے کہا اور دوسرے دو ہزار؟ خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کرونگی۔ بہت خوب۔ اور تیسرے دو ہزار؟ مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کیلئے۔ بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا تمہاری خاطر ہمیشہ مد نظر ہے۔ امیر نے خوشامد سے کہا تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا۔ بخدا اگر علی موجود ہوتے تو یہ رقم ہرگز منظور نہ کرتے سچ ہے۔ اروی نے فوراً جواب دیا۔ علی امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا مگر تو نے اپنی امانت ضایع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔

خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کر کے بیان کر دئے ہیں مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کیلئے برابر بلایا۔ جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دئے ہیں۔ مگر افسوس تمہاری لڑائی نے انھیں اپنا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ لعنت کیا جاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے آہ تیرے دانت ٹوٹیں بعد تیری مصیبت سخت ہو جائے۔ تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہے۔ پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر اُن کی زبان پر تھے۔

الا یا عین ویحک اسعدینا الا وابکی امیر المومنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیر المومنین پر خوب آنسو بہا۔

زرئنا خیر من رکب المطایا وفارسھا ومن رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا۔ جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوے۔

ومن لبس النعال او احتذاھا ومن قرء المثانی و المئبیا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا

اذا استقبلت وجہ ابی حسینؓ رأیت البدر راع الناظرینا۔

حسینؓ کے باپ کا چہرہ دیکھنا بدر کامل کا دیکھنا ہے۔ جو سب دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا وحسن صلاتہ فی الراکعنا

نہیں واللہ علی مجھے بھول نہیں سکتا۔ نہ رکوع کرنے والوں میں آپکی اچھی نماز بھول سکتی ہو

افی الشہر الحرام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا۔

معاویہ نے انھیں چھ ہزار دینارے دئے۔ اور کہا۔

یہ بھی اسے جسطرح چاہو۔ خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو کہنا۔ وہ ہر طرح تمہاری مدد کرے گا۔

(از الہلال ۱۳ر نومبر ۱۹۱۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیبت امام علیہ السلام عجل اللہ فرجہ

ظہور و غیبت وہ حال ہیں جو برابر مخلوقات خدا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور کوئی فرد ان عوارض عامہ سے مجھے مستثنی معلوم نہیں ہوتی آفتاب عالمتاب جو اپنی ظہور میں ضرب المثل ہے وہ بھی شام ہوتے لباس غیبت میں نظر آتا ہے اور صبح ہوتے حلۂ ظہور میں ایسے ماہتاب شب تاب دن میں حجلہ نشین اور رات میں مختلف الظہور ہے لیکن محاق کی شبیں اسکی غیبت کیلئے مخصوص ہیں تمام سیارات اور ثوابت میں بھی یہی نظام ہے کیونکہ نظام دوری عام اس سے کہ اسکا تعلق نظام بطلیموسی کی بنا پر فلک سے ہو یا نظام فیثاغورسی کے بنا پر زمین سے ہو ایک حصہ فلک یعنی ۶ بروج ایک وقت میں افق پر ظاہر ہوتے ہیں اور ۶ بروج غائب رہتے ہیں اسیطرح ان کے سیارات اور ثوابت کبھی ظاہر رہتے ہیں کبھی غائب خود مردمک بوقت خواب زاویۂ چشم میں عزلت گزیں رہتا ہے اور وقت بیداری میں ظاہر رہتا ہے یوہیں صبح وقت انتشار مردم ہے اور شام عزلت ان سب کیلئے پردۂ غیبت ہے بالجملہ مجھے ہر شے میں تفصیل کرنے کی ضرورت نہیں کل عالم ایسے حالات اور کیفیات کا زیر نگیں ہے اسمیں نہ دنیا کو انکار ہے نہ تردد نہ کوئی شبہہ رات کے آرام کرنیوالے بعد غروب و غیبت آفتاب اسکے طلوع پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اسکے طلوع کے انتظار میں اپنے تمام امور معطل کئے ہوئے ہیں اسکا جلی سبب جو ہر صاحب عقل پر روشن ہے یہ ہے کہ پردۂ غیبت عدم کا نام نہیں ہے بلکہ وہ شے موجود کے اختفا کا نام ہے پھر اسکے وجود پر ایمان لانا غائبانہ کی کوئی چیز کیوں مانع ہو یہ بالکل موٹی بات ہے کنعان میں جناب یعقوب اور مصر میں جناب یوسف عالم وجود میں موجود تھے مگر بیچ میں پردۂ غیبت طول الغرا اور سبب آلام فراق تھا ان تمام غیبتوں میں اہل زمانہ کو کوئی کلام ہے نہ شبہہ نہ ریب نہ شک ۔ بلکہ تمام اہل عقل اسباب پر متفق ہیں کہ نظام مصلحتی کا اقتضا یہی ہے اور فعل حکیم کو حکمت آمیز سمجھا جاتا ہے لیکن جب غیبت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ و سہل مخرجہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو تمام سابق کی مثالیں غیر مفہوم ہو جاتی ہیں اور اسپر لوگوں کی جو بوچھار کیجاتی ہے جنمیں ذرہ برابر بھی تحقیق نہیں ہے تاہم میں یہ چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو کسیقدر سمجھانے کی کوشش کروں ممکن ہے کہ ارباب تحقیق اسکو پسند کی نظر سے دیکھیں اور ارباب شک کے اعتراض میں کسیقدر تخفیف ہو جائے فاقول مستعینا بکرامہ وعنایت جناب باری کے عباد پر عام ہیں اور اسمیں کسی [illegible]

شبہ نہیں ہے اسکی توضیح کی ضرورت نہیں اور کلام قرآنی ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا اسکی مصرح ہے وجود انبیاء اوصیا بھی انھیں عظیم نعمتوں سے ہے جن پر ہدایت امم اور رفع ضلال موقوف ہے اور یہ وہی چیز ہے جو بقاعدۂ لطف جناب باری کی حکمت اور رافت کو دیکھتے ہوے ضروری ہے جس کی تعبیر متکلمین اہل اسلام وجوب کیا کرتے ہیں یہ وجوب برابر ادا ہوتا رہا اور اسکے بھیجے ہوے انبیا اور معین کئے ہوے اوصیا آتے رہے انبیا کے ساتھ ان کے امتوں نے جب جو سلوکی کی تو چونکہ یہ معاملہ کفران نعمت کہا جاتا ہے اور احسان کا مقابلہ اسائت سے تھا اسلئے مختلف عذابوں سے ان کا سامنا ہوا جیسا کہ تاالیان کتاب پر روشن ہے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے ارتحال پر ملال کے بعد چونکہ سلسلۂ انبیا قطع ہو چکا تھا لہذا سلسلۂ اوصیا شروع ہوا جو بنص رسول اور بحکم عقل محکم وہاں تک ممتد ہوگا جہانتک قرآن کی حکومت جائے گی اور سلسلۂ تکلیف باقی رہے حدیث ثقلین اور دیگر ارشادات نبوی اسکے مصرح ہیں جب وجود معصوم ہر عصر اور ہر زمانہ میں ضروری ہوا تاکہ کتاب باری منفرد اور وحید نہ رہے تو مصلحت باری اسکے سوا اور کیا کرتی کہ اسکے وجود کو پردۂ غیبت میں جگہ دے تاکہ سبب وجود مکلف نہ ہو اور نقض غرض خلقت عالم نہ لازم آئے ان مطالب کی توضیح کیلئے اول الاوصیائے حضرت ختمی مرتبت کے حالات پر نظر ڈالو اور وصی یازدہم تک ایک ایک مقتدا کے حالات پر تفصیلی نظر ڈالتے جاؤ تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ جاہلوں صفت انسانوں نے کیونکر اچھائی کا مقابلہ برائی سے کیا اور کیونکر ہدایت کا مقابلہ ضلالت سے کیا اور کس ستم و ظلم سے انھوں نے ان نور بار شمعوں کو خاموش کر دیا گیارہویں وصی تک قدرت نے حلم سے کام لیا اور برابر ظلمت خانۂ زمانہ کو انوار کے اظہار سے منور کرتی رہی لیکن جب عدد نقبائے بنی اسرائیل کے پورا ہونے میں صرف ایک کی گنجایش رہ گئی اور اسکے بقا کے امتداد کی ضرورت تھی تاکہ کسی زمانہ میں اسباب بین ترجیح نہ رہے اسلئے اسنے اس شمع کے گرد فانوس غیبت کا حصار کھینچا اس بیان کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیبت کی وجہ خدا کے جانب سے نہیں ہے بلکہ بندوں کے جانب سے ہے اور جب سبب عباد ہی کیجانب سے ہو تو وہ اپنے کردار کی سزا سمجھنی چاہیئے نہ یہ کہ اسپر اعتراض کیا جائے یہ ایک عام قاعدہ ہے جو سلطنت آلہیہ میں جاری ہے کہ نعمت سے انکار کرنے والوں کو زبردستی نعمتیں نہیں دیجاتیں بلکہ وہ کفران نعمت کرنیوالوں سے ہٹ جاتی ہیں مثال میں سمجھو کہ اگر کوئی شخص اپنی آنکھ کی روشنی سے برہم ہوا اور آنکھوں کو بند کئے رہے تو چند مہینوں میں آنکھ کا نور غائب ہو جائیگا اب پھر کر اس سوال کا موقع نہیں ہے کہ فاقد النور پوچھے کہ میرا نور کیوں غائب ہو گیا اسلئے کہ [illegible] کا سبب خود ہوا بعینہ یہی مثال غیبت کی سمجھو اب بھی یہ قاعدہ طبعیات میں نظر آتا ہے اور قدرت اصلی حیثیت پر

جن لوگوں کو اطلاع ہے وہ اسباب کو خوب جانتے ہیں کہ اگر کسی درخت کی شاخ کسی طرف بڑھ رہی ہو اور اسے قطع کر دیا جائے
تو وہ پھر اسی طرف کو نہ بڑھے گی لیکن اگر پے در پے اسی طرح کا عمل کیا جائے گا تو قوت نامیہ میں اسباب کا احساس پیدا
ہو جائیگا کہ اس طرف پھر ابھرنے کی جگہ نہیں ہے لامحالہ اب نامیہ دوسرے سمت کو اپنا منھ پھیر دیگی یہی کیفیت
اس قوت کی سمجھو جس کو قوائے نامیہ مخلوقات کے وجود میں دخل ہے برابر وہ قوت صحیحا عالم اپنے ظہور سے کامیاب کرتی رہی
اور ہر ظہور میں وہ فرع نامی قطع کر دی گئی لامحالہ اسنے اپنا رخ دوسرے جانب موڑ دیا اور اسکا نام غیبت رکھا گیا
اب تا وقتیکہ موجد عالم اپنے حکم محکم سے اس قوت کا رخ پھر نہ عالم ظاہر کی طرف پھیرے وہ پھر نہیں سکتی چنانچہ الزام
اس سلب حجت کا ہے وہ قدرت پر نہیں ہے بلکہ ان مفسدین پر ہے جنھوں نے اس حجت کا راستہ روکا حکم
ہجرت اور ہجرت کے اندر بھی یہی مصلحت تھی رحمۃ للعالمین اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ وہ ظاہر ہو کر خلق کو
فائدہ پہونچائیں لیکن چونکہ صنادید قریش نے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا اور ان کی رائے اسباب پر جم گئی تھی کہ ذات بابرکات
جناب رسالتمآب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے جناب رب العزۃ نے ایسی وقت میں غیبت کے سوا کوئی اور چیز تجویز نہیں
فرمائی بلکہ نبوت کیلئے غار نشینی تجویز کی اور اسپر بھی عنکبوت سے حجاب قرار دیا جو مصلحتیں تا تا کی غیبت کیلئے منجملہ اسباب
ہوئیں وہی ہوتے کی غیبت کیلئے سبب واقع ہوئیں طول غیبت اور قصر غیبت کوئی قابل اعتنا فرق نہیں نکل سکتا
کیونکہ جب تک اسباب غیبت کا طول ہوگا اسوقت تک مسبب یعنی غیبت کو بھی طول ہوگا اور اگر وہ اسباب بطئی القیام
نہ ہوں گے تو ان کی مدت بھی کم ہوگی اور مدت غیبت بھی کم ہوگی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے اسباب غیبت
طویل القیام نہ تھے اسلئے غیبت بھی طویل نہیں ہوئی اور حضرت امام وقت علیہ السلام کے لئے چونکہ اسباب طویل ہیں اسلئے غیبت
بھی طویل ہے اور اسمیں عقل کیلئے ذرہ برابر محل استبعاد نہیں بلکہ ہر غیبت رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیادہ
قابل اعتنا ہے کیونکہ سلسلہ تبلیغ کی ابتدا تھی اور وہ انتہا اور کمال تک نہیں پہونچا جب ایسی صورت میں غیبت
جائز ہوئی تو بعد کمال تبلیغ و اکمال دین کیونکر اور کیا استبعاد ہے **اگر یہ کہا جائے** کہ ایسا ہو سکتا ہے اور
ضرور ہو سکتا ہے لیکن غیبت فرع وجود ہے اور وجود مشکوک نہ معلوم ہوا یا نہیں ہوا پھر جب وجود ہی میں شک
ہے تو غیبت کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے **تو ہم اسکا جواب** یوں دینگے کہ شک واقعی شک نہیں ہے بلکہ
جو لوگ شاک بنتے ہیں یا انکار کرتے ہیں وہ اپنے دل نشین شبہوں کی وجہ سے کلام صادق میں شبہہ کرتے ہیں اور اپنی

بے عقلی کیوجہ سے دلیل عقلی کی طرف توجہ اور التفات نہیں کرتے۔ یہ امر کہ وہ کلام صادق میں شبہ کہتے ہیں اسمیں مراد وہ ہے قول جناب خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جسمیں باتفاق موالف ومخالف آپ نے تعداد اوصیا و خلفا بعدد نقبائے بنی اسرائیل قرار دی ہے اور بنص قرآن مجید بارہ ہیں اب اگر تعداد مذکور بلحاظ خلفائے اہلسنت پوری کیجائے تو اولا ان کے غرض کئے خلفا بہت زیادہ ہیں اور ثانیا ان میں قابلیت خلافت نہیں ہے اور ثالثاً ان میں وجود فسق وفجور وظلم سب کچھ ہے لہذا وہ سلسلہ ہرگز مراد پیغمبر نہیں جو اہلسنت تجویز کرتے ہیں اور یزید لعین بھی منجملہ خلفا قرار پاتا ہے اب رہ گیا وہ سلسلہ جو فرقہ اثناعشریہ قرار دیتا ہے اسی میں حق منحصر ہے اور اسلئے اسکا لقب فرقہ اثناعشریہ ہے دوسرے یہ کہ قول جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم من مات ولم یعرف امام زمانہ فقدمات میتۃ جاھلیۃ (جو شخص مرگیا اور اسنے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا اسکی موت موت جاہلیت ہے) مشہور ومعروف ہے جسکا انکار اہلسنت بھی نہیں کرتے۔

ہم اس حدیث مبارک سے جیسی حضرات اہلسنت تسلیم کرتے ہیں آیندہ انشاءاللہ تفصیلاً بحث کرینگے لیکن اسوقت تو اجمالاً ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر عصر اور ہر زمانہ میں ایک امام ہوتا ہے جس کا نہ پہچاننا کسی انسان کیلئے موت جاہلیت کا باعث ہوتا ہے ہر انسان عاقل جسے الفاظ سے معانی اور معانی سے مطالب سمجھنے کی عادت ہو وہ اس حدیث سے سمجھ سکتا ہے کہ حدیث ہر عصر میں ایک امام کے وجود کی خبر دی ہے جسکی امامت واقع میں ثابت ہوتی ہے یعنی منجانب اللہ وہ خلیفۃ الارض مقرر ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ لوگوں کا بنایا ہوا امام ہو کیونکہ ساختہ مردم جائز الخطا کبھی اس رتبہ پر نہیں پہونچسکتا جسکا نہ پہچاننا موت جاہلیت کا باعث ہو اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص بعد وفات رسول اور قبل انعقاد اجماع سقیفہ مرگیا ہو تو یہ زمانہ وجود امام سے خالی ہوگا اور ایسی موت کا موت جاہلیت قرار دینا ظلم ہے کیونکہ نہ پہچاننے والے کا کوئی قصور نہیں ہے اسلئے کہ ابھی (یعنی قبل انعقاد اجماع امام کا وجود بھی نہیں ہے پھر ایسا شخص کیونکر قابل الزام ہوسکتا ہے ثابت ہوا کہ ہر عصر میں منجانب اللہ ایک امام واجب الاتباع ہوتا ہے جس کی معرفت کو موت جاہلیت کے برطرف کرنے میں دخل ہوتا ہے۔ جب ہر زمانہ میں ہوتا ہے تو ہمارے زمانہ میں بھی ایسے امام کا وجود ضروری ہے اور صفت امامت وعصمت بجز کسی ذات کا پتا نہیں لگتا مگر اسی امام مفترض الطاعۃ کا جس کے وجود کا عالم واقع قائل ہے۔

(باقی آیندہ)

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ڈیڑو پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ [illegible] ہفتہ میں شائع ہوگا
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال [illegible] صفحات سے کم نہوگی
(۳) سہیل جملہ [illegible]
(۴) [illegible] ہندوستان [illegible] سالانہ [illegible] کے بعد [illegible] ٹکٹ [illegible]
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت [illegible]
(۶) جملہ مراسلات [illegible] مولوی سید ظفر مہدی گہر [illegible] لکھنؤ ہونا چاہئے۔
(۷) مضمون نگار حضرات [illegible] تو بصد امتنان شائع کئے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام [illegible] اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے تو [illegible] لہذا وہ بغیر استطاعت حاضر خدمت نہوگا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) [illegible]
(۱۱) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے
(۱۲) مضامین [illegible] اڈیٹر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض و مقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان [illegible] مضامین کی اشاعت۔
۲۔ [illegible]
۳۔ تحقیق حقائق [illegible]
۴۔ [illegible]
۵۔ [illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تین ماہ کیلئے	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible] کیلئے	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible] اجرت [illegible] پیشگی آنا چاہئے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ہر عربی مہینے کے پہلے ہفتہ میں لکھنؤ کشور پریس سے شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ ہندوستان میں عہ بیرون ہندوستان میں صہ علاوہ محصول



یہ رسالہ محض احقاق حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جسکا نتیجہ حفظ افراد مذہب ہے نہ کسی کی توہین
کیلئے اگر کسی کو اس سے دل آزاری کا خیال ہو تو اُسکے دیکھنے کیلیے شایع نہیں کیا گیا

محبت شعار دوستان مذہب پیارے

سہیل یمن

دوست غیرت نزہت اہلبیت کا اردو

جلد ۳ ○ ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ مطابق فروری ۱۹۲۹ء ○ نمبر ۱۲

بتائین۔ صرف تلاش ہی مین نہین بلکہ مین ایسے حضرات کے مضامین کے لیے ہمہ اشتیاق وہمہ آرزو ہون، البتہ اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہون کہ مضمون کے حدود ممدوح وغیر ممدوح کو نظر انداز نفرمائین اور اسکے حسن وقبیح کو وہ کسی حیثیت اور کسی طریقہ مین ہو مد نظر رکھین۔

اتنی التجاؤن کے بعد ممکن ہے کسی طبیعت مین یہ بھی انزجار پیدا ہو جائے۔ لہذا تفریح طبع کے لیے ایک لطیفہ بھی سُن لیجیے اور وہ یہ ہے کہ ایک قسمت سے مشتق رسالہ ماہ رمضان کے فضائل لکھتا ہوا بدقسمتی سے مفطر اور غیر مفطر کی ذیل مین یہ عبارت لکھتا ہے۔

"دانتون مین گوشت وغیرہ کا ٹکڑا رہ جائے اور اُسکو باہر نکالکر نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اسکو باہر نکالے بغیر کھالیا تو اگر چنے کے برابر یا اس سے زائد ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔"

اب عبارت مین آتنا ربط اور دیکھیے کہ اگر چنے سے کم مسُور یا ماش یا مونگ کے برابر ہو تو روزہ نہ ٹوٹیگا عقل اس مطلب کے سمجھنے مین پس وپیش کرتی ہے خدا معلوم اسکی لم کیا ہے کہ اگر چنے سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹیگا اور اگر گوشت کا ٹکڑا چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مین نے اس مطلب پر بہت غور کیا جو کچھ حل اسکا سمجھ مین آیا وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

درمنثور سیوطی مین تفسیر آیت یود احدکم ان یاکل لحم اخیه۔ کیا تم مین سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے" کے ذیل مین یہ واقعہ لکھا ہے کہ غیبت کرنیوالون کے لیے یہ مثال جناب باری نے پیش کی ہے چنانچہ حضرت عائشہ اس صنف مین داخل ہوئین اور رسالت مآب نے اُن سے کہا خلال کرو جب اُنھون نے خلال کیا تو گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دانتون کے جوف سے برآمد ہوا۔ اس روایت کے دیکھنے کے بعد اور عبارت مذکور کو اس سے ربط دینے کے بعد یہ نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے کہ گوشت کا ٹکڑا جو برآمد ہوا تھا وہ چنے سے کم تھا اور یہی وجہ ہے کہ بتصدق دہن عائشہ مفطر نہین ہوسکتا۔ ورنہ اسکے کوئی معنے نہین کہ چنے کے برابر مفطر ہو اور مونگ کے برابر غیر مفطر۔

منثورۃ الدرر

الحمدللہ کہ اس نمبر کیساتھ سہیل مین کا تیسرا دور ختم ہوتا ہی اور دور رابع شروع ہوتا ہی جو انشاراللہ اسکی ترقیونکا ذمہ دار ہی، اس سال سوم مین بر کچھ تاخیری لغزشین سہیل سے ہوئین وہ مجبوریون کیوجہ سے قابل عفو بھین اور ہین، وہ اُسکے لیے معافی خواہ تھا اور آج بھی ہے، جن حضرات نے اُسکی امداد خریداروں بنکے کی ہے اُنکا اسیطرح شکرگزار ہے جیسا ان حضرات کا جو اُسکے قلمی معاونین کی صف مین ہین۔

اس شکریہ اور اس معافی کے بعد اب اُسے کچھ عرض کرنا نہین بجز اسکے کہ امانتداری کے امتحانگاہ سخت مین اگر اسکے قدم غیر متزلزل و ثابت نظر آئین ہون تو اسے قبل سالہائے گزشتہ پھر اس شرف کا موقع دیکر اپنے زر اعانت کا امانتدار بنا دیجیے جو سہیل کی شکل مین ماہ بماہ آپ تک انشاراللہ پہونچتا رہیگا۔ یہ التجا دو ماہ قبل سے برابر مستمر ہے اور اس نمبر مین پھر یاد دہانی کیجاتی ہے کہ وی پی کی دشواریون پر منی آرڈر کی سہولتون کو ترجیح دیجیے تاکہ طرفین زیر باری سے بچین۔

التجا کرتا جاونگا اور یاد دلاتا جاونگا اگرچہ جانتا ہون کہ اکثر حضرات بغیر وی۔ پی زراعانت بھیجنا نہین جانتے کیونکہ انکا جمود مصروفیت بغیر اس تحریک کے متاثر نہین ہوتا اور ان کی طبیعت دشوار پسند دشواریون ہی مین سہولت دیکھتی ہے سچ ہے ع مشکلین اتنی پڑین مجھ پر کہ آسان ہوگئین۔

بہرحال اطلاعاً عرض ہے کہ ماہ شوال کا رسالہ تاخیر سے اور ذیقعد کا رسالہ زرچندہ وصول ہوجانے پر مرسل ہوگا لہذا تاخیر آخر کے ذمہ دار آپ ہونگے نہ ہم۔

شعبان نمبر مین جو مضمون الہلال سے منقول ہے وہ جناب شبیر حسن صاحب ترمذی مدرس مدرسہ چمپارن کا بھیجا ہوا تھا جسے ہمنے مرسل کے حسب خواہش شائع کیا۔ بعض وجوہ سے مرسل کا نام عنوان مضمون کے تحت مین لکھنا رہگیا جسکے لیے ہم معافی خواہ ہین۔

سہیل کے قلمی معاونین بہت کم ہین۔ بعض حضرات نے اس جانب توجہ فرمائی ہے اور بعض حضرات اس خیال سے نہین سمجھتے کہ شاید اُنکا مضمون سہیل مین طبع نہو، اگر ایسا خیال کسیکو ہے تو وہ غلط ہے، مین تو ایسے لوگون کی تلاش مین ہون جو سہیل کی قلمی اعانت مین میرا ہاتھ

نوحہ شہید الصیام علی الامام

بند اوّل

سر یر دین وہ تیرا اوج اور وقار کیا ہوا
کلام حق ترا وہ پہلا اعتبار کیا ہوا
نبی کے دوش پاک پہ وہ ترا سوار کیا ہوا
مہ صیام تو بتا وہ روزہ دار کیا ہوا
جو بھولا اپنے آپ کو مگر خدا کی یاد مین

وہی برائے اہل دین صراط مستقیم تھا
وہی مقام وحی مین مصاحب و ندیم تھا
نبی کے طور دوش کا فقط وہی کلیم تھا
یہ بندہ بھی جواد تھا خدا اگر کریم تھا
وحید بذل و جود مین فرید عدل و داد مین

حیات اُسکی بیمثال موت اُسکی بے نظیر
نبی کیطرح لاجواب اُسکا اوّل و اخیر
ولادت و شہادت اُسکی بیت حق مین بے نکیر
نبی سے شہریار کا علی سا چاہیے وزیر
یہی دکھائی دے رہا ہے چشم اعتقاد مین

یہ بحث کیا ضرور ہے کہ کسپہ اتفاق تھا
خدا کے حکم کے خلاف جو بھی تھا نفاق تھا
خدا کا امتثال امر جاہلون پہ شاق تھا
اسی سے مرگ مصطفے کا سخت اشتیاق تھا
کہ خواستگار سلطنت الگ تھے جہاد مین

شقی ترین اہل دہر دو ملے بلا جحود
ہے ایک قاتل امام ایک عاقر ثمود
یہی نبی کا قول ہے یہی مقولہ ودود
قدار ایک دوسرا تھا ابن ملجم جحود
بہم تھین نامرادیان قبیلہ مراد مین

ردالہول

ازقلم بلاغت رقم جناب پرنس سید محمد عباس صاحب صفوی دام مجدہ

(بسلسلۂ ماسبق)

قولہ کلینی کی کتاب فضل القرآن کے آخر مین بروایت ہشام ابن سالم مذکور ہے حضرت ابی عبداللہ یعنی حضرت امام جعفر صادق سے کہ جس قرآن کو جبرئیل لائے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ سترہ ہزار آیتین تھین اور مُلّا یعقوب نے تخمیناً چہارم حصّہ کلینی مین اقرار کیا ہے کہ قرآن موجودہ سے تقریباً گیارہ سو آیتین نکال ڈالی گئین جو بچین اون کا یہ حال ہے نہین ہے کلام الٰہی سے بلکہ وہ بدلا گیا ہے اپنی جگہ سے

لیس من کلام اللہ بل ہو محرف عن مواضعہ

اقول حافظ صاحب شیعہ حضرات اصول کافی کو اصح الکتاب بعد کتاب باری نہین مانتے وہ جانتے ہین کہ کافی کی احادیث جمع کرنیوالا کوئی معصوم نہ تھا وہ بھی ہماری طرح انسان تھا وہ بھی خطا ونسیان کا مرتکب ہو سکتا تھا اسمین روایات ضعیفہ ہو سکتی ہین، نہ صرف ہو سکتی ہین بلکہ ہین جیسا کہ اسکی شرح مراۃ العقول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے شیعہ لوگ اہلسنت کیطرح ہٹ دھرم نہین ہین جو صحیح بخاری کو جس مین سیکڑون غلط اور ضعیف احادیث ہین اصح الکتاب بعد کتاب باری مانتے ہین. علمائے محققین شیعہ مین سے کوئی ایک بھی اسکا قائل نہین کہ قرآن مین زیادتی ہوئی ہے۔ جو لوگ اہل التشیع مین سے قائل تحریف ہین وہ کمی کے متعلق کہتے ہین ہان وہ یہ ضرور کہتے ہین کہ ترتیب موافق تنزیل کے نہین ہے اس عقیدے مین حضرات اہلسنت بھی اُنسے متفق ہین علمائے متاخرین مین سے معدودے چند اس بات کے قائل تھے کہ کچھ آیتین جو فضائل آل محمد علیہم السلام مین تھین قرآن مجید سے نکال ڈالی گئین جسکے قائل علمائے اہل سنت بھی ہین لیکن انکے اس عقیدے کو کوئی قبیح لازم نہین آتا کیونکہ وہ یہ مانتے ہین

کہ جملہ احکام وغیرہ بحالت خود قائم ہین اور کمی کا قائل ہونیسے یہ بات نہین سمجھی جاسکتی کہ وہ قرآن مجید کو کتاب آسمانی نہین مانتے مثلاً ایک کتاب ہے اسکے کچھ ورق کم ہوگئے زید کہتا ہے کہ اس کتاب کے کچھ ورق کم ہوگئے ہین لیکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ زید اس کتاب کو جھوٹا سمجھتا ہے اوراق کی کمی سے کتاب کی سچائی مین کوئی شبہ پیدا نہین ہوسکتا کیونکہ جو کچھ باقی ہے وہ تو اسی کتاب کا ایک حصہ ہے۔ حضرات اہلسنت ایک اور اعتراض کرتے ہین وہ یہ کہ جب موجودہ قرآن جمع کردہ حضرت عثمان ہے پھر شیعہ لوگ قرآن پر کیون عمل کرتے ہین؟ مین عرض کرتا ہون کہ اگر قرآن مجید کسی ہندو مطبع مین چھپے تو اُسکی شان مین کچھ فرق آئیگا یا نہ؟ آپ حضرات اُسپر عمل فرمائینگے یا نہ؟ ظاہر ہے کہ اُسکی شان مین کچھ فرق نہ آئیگا۔ ہمین اس سے مطلب نہین کہ کسنے جمع کیا ہمین تو اس سے مطلب ہے کہ کسکا کلام ہے۔ بلا تشبیہ بلا تمثیل غالب کا کلام کوئی بھی جمع کرے کسی مطبع مین چھپے لیکن رہیگا وہ غالب کا کلام اسیطرح کلام الٰہی بھی کلام الٰہی ہی رہیگا۔ اور اُسکی شان مین جامع کیوجہ سے کوئی فرق نہ آئیگا۔ جی چاہتا تھا کہ اس جواب کو یہین ختم کردون لیکن کلوخ انداز را پاداش سنگ است کے مشہور مقولے پر عمل کرتے ہوئے مین جناب حافظ صاحب کو یہ دکھانا چاہتا ہون کہ صرف عوام شیعہ ہی کمی قرآن کے قائل نہین ہین بلکہ "این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند" ملاحظہ ہو۔

عن عائشہ قالت کانت سورۃ الاحزاب	عائشہ نے کہا سورۂ احزاب مین حضرت رسول صلعم
تقرء فی زمان النبی مایتی اٰیۃ فلما	کے عہد مین دو سو آیتین پڑھی جاتی تھین پس
کتب عثمان المصاحف لم یقدد	جسوقت عثمان نے قرآن کو لکھا تو نہ قادر ہوا مگر
ملھا الا علی ما ھو الان	اُسپر کہ جو وہ اب قرآن مین ہے (موجودہ قرآن
اتقان۔ جلال الدین سیوطی صفحہ	مین سورہ احزاب کی صرف ۷۳ آیتین ہین)
عن عکرمہ قال کانت سورۃ	عکرمہ نے کہا کہ بیشک سورۂ احزاب مثل بقر یا
الاحزاب مثل سورۃ البقر واطول	اس سے کچھ زیادہ تھا اور اس مین آیہ رجم بھی تھا

شیعہ غریب تو صرف کمی کے قائل ہوئے ہین لیکن حضرات اہلسنت نے تو غضب ڈھایا ہے وہ تو قرآن مجید کو بھی مثل انجیل مقدس کے کتاب تحریف شدہ سمجھتے ہین چنانچہ صحیح ترمذی مین ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین پڑھایا تھا اور اب قرآن مین اسکی جگہ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ہے تفسیر درمنثور اور اتقان مین لکھا ہے کہ صحیح ووصی کا بلش تھا لیکن وصی کا واؤ صاد مین مل گیا اور اس طرح پر وقضی ربک ہوگیا۔

قولہ - خاص خاص آل رسول صلعم کی تضلیل وتکفیر وتفسیق بزبان شیعہ حضرت زید شہید کو جو بیٹے ہین جناب سید ساجدین حضرت امام زین العابدین کے ونیز حضرت یحییٰ بن زید شہید سے عداوت قلبی رکھتے ہین اوسی بناپر کہ اپنے بمقابلہ حضرت امام محمدؐ باقر کے دعویٰ امامت کیا تھا اور حضرت ابراہیم اور حضرت جعفرؒ جو صاحبزادے ہین حضرت امام موسیٰؓ کاظم کے۔ انکو کذاب کہتے ہین اور حضرت جعفر بن علی برادر حضرت امام حسن عسکریؓ کو بھی کذاب کہتے ہین اور حسن بن حسن المثنیٰ اور انکے صاحبزادگان حضرت عبداللہ وحضرت محمد ملقب بہ نفس زکیہ کو مرتد وکافر کہتے ہین۔ معاذاللہ والعیاذ باللہ اور حضرت سید نا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دشنام دہی سے یاد کرتے ہین اور آپ پر یہ الزام لگاتے ہین کہ آپنے حضرت امام حسن عسکری کو قتل کرایا۔ یہ بہتان محض ہے اسلئے کہ ولادت حضرت امام حسن عسکریؓ کی ۲۳۲ھ مین ہے اور وفات آپ کی ۲۶۰ھ مین ہے اور حضرت سید محی الدین صاحب ۵۶۱ھ مین ہوئے ہین پس یہ کیسا کذب صریح ہے اگر دونون حضرات ہمعصر ہوتے تو شاید احتمال ہوتا یہان تین سو برس کا فاصلہ اور زہر دینے کا الزام چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

حضرات شیعہ سے مین مستفسر ہون کہ کیا یہ لوگ آل رسول ذریت فاطمہ زہرا بتول
نہین کہ جن کے فرزندون دل بندون کو تم کافر و مرتد کذاب سے خطاب کرتے ہو
کہ جس کے سننے سے مومن کا سینہ شق ہوتا ہے کیون صاحبو دن قیامت کے
حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کو تم کیا منہ دکھاؤ گے کیا تمھین خبر نہین کہ کلام خدا
بندا بلند منادی ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اور حضور کے
قرابتدار تمام بنی ہاشم اور اولاد عبد المطلب ہین جن پر خمس تقسیم ہوتا ہے
لہذا تمام بنی ہاشم و اولاد عبد المطلب کے ساتھ محبت و مودت فرض و لازم
ہے پس دوازدہ امام چہاردہ معصومین مین محبت و مودت کا انحصار کرنا
تومنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض کے مصداق بننا ہے باین ہمہ سنیون کو
خارجی ناصبی کہا جاتا ہے اب آپ دیکھین کہ واقعی اہل سنت اس کے
مصداق ہین یا جنکا مذہب ہے توہین و تذلیل آل اطہار۔ وہ خارجی ناصبی
رافضی کے مصداق ہین۔

اقول۔ خدا جانے ہمارے حافظ صاحب نے اردو کس سے سیکھی ہے کیا معنی
کہ باوجودیکہ آپ یو۔ پی۔ کے باشندے ہین لیکن عبارت مین وہ جدت
طرازیان فرماتے ہین کہ شروع سے آخر تک پڑھ جایئے اور کچھ مطلب سمجھ
مین آئے تو ہمارا ذمہ۔ حافظ صاحب یہ دکھانا چاہتے ہین کہ شیعہ نعوذ باللہ
حضرت زید شہید رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر حضرات کو کہتے ہین۔ ہماری
سمجھ مین نہین آتا کہ حافظ صاحب کو کونسی فرسودہ کتب مل گئی ہین جنسے آپنے
یہ نتیجہ نکالا ہے۔

ہمارے یہان ان حضرات کے جو رتبے ہین وہ حسب ذیل احادیث سے
جناب پر کالشمس واضح ہوجائینگے۔

(۱) بحار مین امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلعم نے اپنے فرزند حسینؑ ابن علیؑ علیہم السلام سے فرمایا۔ اے حسین تمھاری پشت سے ایک مرد زیدؒ نام پیدا ہوگا جو بروز قیامت اپنے اصحاب سمیت لوگونکی گردنون سے پھلانگ کر بے حساب داخل جنت ہوگا۔ (جلا العیین صـ۱۵ـ)

جناب کا یہ خیال بھی صحیح نہین ہے کہ حضرت زید شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دعوی امامت کیا تھا وہ جناب تو رضاء من آل محمدؐ کی طرف دعوت کرتے تھے جیساکہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) جناب امام رضا علیہ السلامؑ نے فرمایا کہ بتحقیق کہ مجھسے میرے باپ موسیٰ بن جعفر صادق نے اپنے پدر حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے۔ رحمتِ خدا ہو میرے چچا زیدؓ پر وہ رضاء من آل محمد کی طرف دعوت کرتے تھے کامیاب مراد ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے خروج سے پہلے مجھسے مشورہ کیا تھا مینے کہدیا تھا کہ اگر راضی ہو کہ تم مقتول و مصلوب بالکناسہ ہو تو تم جانو تمکو اختیار ہے۔ (جلا العیین صـ۱۵۹ـ)

جناب یحییٰ ابن حضرت زید شہید کی تعریف سے کتب شیعہ مملو ہین انکی شجاعت کا ایک عالم قائل ہے کہ کس طرح سے ۷۰ آدمیون سے ۱۰۰۰۰ سپاہیون کو بری طرح پسپا کیا انکے متعلق یہ کہنا کہ علمائے شیعہ معاذاللہ نقل کفر کفر نباشد انکو برا کہتے ہین ایک عجیب امر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب حافظ صاحب نے شیعہ کتب کا مطالعہ غور سے نہین فرمایا ہے ورنہ یہ نہ تحریر فرماتے کہ شیعہ لوگ حضرت جعفر ابن موسی کاظمؑ کو معاذاللہ کذاب کہتے ہین۔ حضرت جعفر ابن موسیٰ کاظمؓ کو معاذاللہ کذاب کہنا درکنار شیعہ لوگ تو جناب جعفر ابن امام علیؑ نقی علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) بھی کذاب نہین کہتے بلکہ انکو حسب الحکم جناب امام زمان علیہ السلام

جعفر تواب کہتے ہین۔ حضرت ابرہیم ابن امام موسیٰ کاظم کا مزار مبارک ابتک شیراز مین موجود ہے اور شیعہ حضرات اکثر مزار مبارک کی زیارت کو جاتے ہین ان جناب کے فضائل اس حدیث سے اور زیادہ واضح ہو جاینگے۔

(۳) خرائج مین امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حسین بن ابی العلاء سے کہا۔ ہمارے لئے ایک کنیز نوبیہ خرید کرو۔ حسین نے کہا قسم خدا کی مجھکو ایک نفیس نوبیہ کنیز کا حال معلوم ہے جس سے بڑھکر نوبہ کی کنیزون مین دوسری ہینے، نہین دیکھی مگر اس مین ایک عیب ہے جس سے خدمت مین نہین لا سکتا فرمایا وہ کیا عیب ہے۔ عرض کے نہ وہ حضور کا کلام سمجھیگی نہ حضور اس کا۔ اس پر حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا جاؤ اسکو لے آؤ یہ کوئی عیب نہین وہ کنیز حاضر خدمت ہوئی تو آپنے اسی کی زبان مین فرمایا تمھارا کیا نام ہے۔ کہا مونسہ۔ فرمایا تو واقعی مونسہ ہے۔ اسکے سوا کوئی اور نام بھی تھا۔ کہا ہان پہلے حبیبہ کہتے تھے۔ فرمایا درست ہے پھر ارشاد فرمایا اے پسر ابی العلاء اس سے ہمارے ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ میری اولاد مین سخاوت شجاعت۔ عبادت مین کوئی (بجز امام رضا علیہ السلام) اس کا نظیر نہوگا حسین نے عرض کی اسکا کیا نام رکھینگے تاکہ ہم بھی اسکو پہچان لین۔ فرمایا اسکا نام ابراہیم ہوگا۔ کیون حضرت انبو جناب کو اطمینان ہوا کہ شیعہ ان حضرات کے کتنے معتقد ہین اور اُنکے عالی مرتبون سے کتنی واقفیت رکھتے ہین۔ آخر مین ایک حدیث اور لکھتا ہون جس سے معلوم ہو جائیگا کہ شیعہ حسب الحکم معصوم ان حضرات کو بہ بدی یاد ہی نہین کر سکتے ملاحظہ ہو۔

(۴)۔ ابو سعید نے کہا کہ ہم ابو عبداللہ کی خدمت مین حاضر تھے۔ زیدؒ کا ذکر آیا تو بعض حاضرین نے انکو بہ بدی یاد کرنا چاہا حضرت نے انکو جھڑکا اور فرمایا کہ ہمارے

درمیان بجز بھلائی کسی طرح دخل نہ دو تحقیق کہ ہم سے کوئی نہین مرتا الا یہ کہ قبض روح سے پہلے سعادت ابدی اسکو ادراک کرلیتی ہے اگرچہ بقدر فواق ناقہ ہو۔

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

عن صادق علیہ السلام قال لا یخرج احد نا من الدنیا حتیٰ یقر لکل ذی فضل فضلہ	فرمایا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ہم اہلبیت کا کوئی شخص دنیا سے نہین جاتا جبتک کہ ہر ایک صاحب فضیلت کا اقرار نہین کرلیتا (یعنی ہر ایک امام کی امامت کو قبول نہین کرلیتا۔

حضرت امام حسن عسکریؑ کا قاتل بروایات شیعہ معتمد عباسی ہے نہ کہ حضرت عبد القادر جیلانی ہمارے یہانکی روایات مین تو حضرت عبد القادر جیلانی کو جناب امام علیہ السلام کا قاتل نہین کہا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرات اہلسنت کی کسی کتاب سے جناب حافظ صاحب نے یہ روایت نقل کی ہو۔ اب رہا یہ امر کہ آیہ مبارکہ قل لا اسئلکم الخ سے تمام بنی ہاشم اور اولاد عبدالمطلب کی محبت واجب ہوتی ہے یا نہین اس حدیث سے واضح ہو جائیگا جسکو مولوی عبد اللہ امرتسری حنفی نے ارجح المطالب مین نقل کیا ہے۔

عن ابن عباس قال لما انزلت هذه الاية قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی قالو یا رسول الله من هولاء الذی امرنا الله تعالی بمودتهم قال علی وفاطمة وابناهما اخرجه احمد وابن ابی حاتم والطبر	عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (اپنی قوم سے کہدے تو اے محمدؐ کہ مین تمسے اس ہدایت کے بدلے کچھ اجرت نہین طلب کرتا ہون مگر قرابت والون کی محبت) لوگون نے عرض کیا کہ جن لوگون کی محبت کے لئے خدا نے ہمین حکم دیا ہے وہ کون ہین آنحضرت صلعم نے

الی والبغوی عن مقاتل و فرمایا علی اور فاطمہ اور انکے بیٹے۔

الکلبی والحاکم والایلمی والطبری (ارجح المطالب صفحہ ۲۲ مطبوعہ لاہور)۔ ۔

ملاحظہ فرمایا جناب سنیکہ اس آیۂ مبارکہ سے تمام بنی ہاشم اور اولاد عبد المطلب رض کے ساتھ مودت ومحبت فرض ولازم نہین ہو جاتی بلکہ محبت واجب انہین نفوس قدسیہ کی ہے جنکا ذکر اس حدیث مین کیا گیا۔ اب جناب خود ہی غور فرمائین کہ محب اہل بیت شیعہ لوگ ہین یا حضرات اہلسنت۔ (باقی آیندہ)

علوم الائمہ

اثر کلک جناب نواب سید محمد حسین صاحب دام مجدہ

بسلسلۂ ماسبق

مینے اس مضمون مین ان مضامین کو لکھا ہے جنکو حکمائے یورپ وامریکہ نے ایک عرصہ دراز تک بعد جد وجہد کے پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے اور جنکو اس زمانہ کے نئی روشنی والے اس زمانہ کی ایجاد سمجھتے ہین۔ اگر نئی روشنی والے مذہب اثنا عشریہ کی کتابین پڑھتے تو ہرگز ایسا نہ کہتے اور انکو یہ معلوم ہو جاتا کہ مذہب امامیہ کے بزرگان دین ان سب طریقون سے واقف تھے بلکہ ان پر عامل بھی تھے۔

اس مضمون مین مین علم الحیوانات وعلم طب وحفظ صحت کا ذکر کرنا چاہتا ہون اور اپنے حتی الامکان ہر بات کی توضیح کرونگا اگر کوئی غلطی ہو تو اسکو مومنین درست کردین کیونکہ مین بہت ہی کم لیاقت کا آدمی ہون امید ہے کہ مومنین نہایت خوش ہون گے کیونکہ مین اپنے آقا و مولا کے علم کو ظاہر کرنا چاہتا ہون ان لوگون پر جو لوگ کہ انکی حالت سے واقف نہین ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (الکافی)۔

سلہ الا المودۃ فی القربیٰ" میں قربیٰ سے کون مراد ہیں مفسرین نے کیا لکھا ہے اسکو مفصل ملا جلد۱ مین دیکھو۱۲

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی حلق البعوض ما من الفیل شئ الا وفیہ مثلہ وفضل علی الفیل۔	جو اعضا فیل پیکر کے جسم مین ہین بعینہ وہی اعضا ایک پشہ ضعیف الخلقت کے بدنمین موجود ہین بلکہ دو پر زیادہ ہین جو ہاتھی کو نہین دے گئے۔

توضیح ۔حکمائے یورپ وامریکہ نے خوردبین کے ذریعہ سے مچھر کی وہی کیفیت دریافت کرکے اپنی اپنی کتابون مین تحریر کی ہے جیسی ہمارے امام علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔اب خیال فرمائے کہ آج سے تیرہ سو برس پیشتر خوردبین کا کھین نام ونشان بھی نہین تھا چہ جائے کہ انکا وجود۔عقل کام نہین کرتی کہ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کس دل ودماغ کے بزرگ تھے۔

دعائے سحر اللیل ۔مین ایک جگہ فرماتے ہین ۔ اے پروردگار عالم توایسا ہے کہ تو نے سخت پہاڑون کو شگافتہ کیا اوران شگافون سے آب خوشگوار کے چشمے جاری کئے جو نبات وحیوان کی زندگی کا سبب ہوئے اے پروردگار عالم توایسا ہے کہ جملہ حیوانات کی فکر سے آگاہ ہے اور چیونٹیون مین جو اشارون سے گفتگو کرنے کا طریقہ مقرر ہے اس سے بھی تو آگاہ ہے۔

توضیح ۔یورپ وامریکہ کے ڈاکٹرون نے یہ لکھا ہے کہ چیونٹیان اپنا ہر مطلب اشارون سے ادا کرتی ہین ۔اب ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ ڈاکٹر صاحبان نے کون سی نئی بات بیان کی ہے ۔بلکہ ہمارے امام علیہ السلام ان سے اسرار سے بہت زیادہ واقف تھے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام اذا کان حمی بل نوبین یطرح علیہ احد مما فاذا جف طرح علیہ الآخر (طب الائمہ)

ترجمہ ۔امام محمد باقر علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ جب تپ مین مبتلا ہوتے تھے تو دو چادرین

آب سرد مین تر کرکے اپنے اوپر ڈالتے تھے ایک اوڑھتے تھے جب وہ خشک
ہوجاتی تھی اسوقت دوسری چادر اوڑھتے تھے۔

توضیح۔ ڈاکٹر پرنسنز کو ایک سرد چشمہ دامن کوہ مین ملا دہان وہ اکیس سال تک برابر
تجربہ حاصل کرتا رہا اس عرصہ دراز مین اس نے بہت سے مہلک امراض صرف پانی
کے علاج سے دفع کئے اور یہ ثابت کردیا کہ تپ کی حالت مین ایک کپڑا پانی مین
ترکرکے مریض کے جسم پر لپیٹنے سے بہت جلد بخار دفع ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جسم گرم اسپر ٹھنڈا
پانی لگا اس سے بخار بھاپ بنکر بہت جلد اڑجاتا ہے اور تمام مسامات کھل جاتے
ہین اس وجہ سے صحت بہت جلد ہوجاتی ہے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام یقول ما اختار جدنا صلی اللہ علیہ
والہ للحمی الا وزن عشر دراھم من سکر بماء بارد علی الریق (طب الائمہ)

ترجمہ۔ ابوعبداللہ علیہ السلام فرماتے ہین کہ میرے جدامجد حضرت محمد مصطفےٰ صلوٰۃ اللہ
علیہ ہمیشہ تپ کی حالت مین دس درہم شکر آب سرد کے ہمراہ ہر چیز کے پہلے علی الصبح
نوش فرماتے تھے۔

توضیح۔ یورپ وامریکہ کے ڈاکٹرون نے یہ ثابت کردیا ہے کہ خلائے معدہ مین ٹھنڈا پانی
پہونچنے سے معدہ صاف ہوجاتا ہے اور پھر یہی پانی آنتون مین پہونچکر آنتون کو
صاف کرکے انکی قوت کو بڑھاتا ہے۔ کچھ حصہ پانی کا خون مین ملکر خون کو صاف
کرتا ہے اور جسقدر خراب خون انسان کے جسم مین ہوتا ہے اسکو اپنے ہمراہ لیتا ہوا
گردون سے مثانے مین آکر پیشاب کے ذریعہ سے دفع ہوجاتا ہے اور کچھ حصہ پانی
کا پسینہ بنکر نکل جاتا ہے شکر اسواسطے شامل کرتے ہین کہ یہ قوت ادرار کو زیادہ
کرتی ہے۔

قال رسول اللہ صلعم اذا شرب احدکما ء تنفس ثلاثا

کان اٰمنا (طب الائمہ)

ترجمہ۔ جو شخص پانی پیکر تین مرتبہ گہری سانس لے گا وہ امراض سے محفوظ رہیگا

توضیح حکمائے یورپ و امریکہ اپنی اپنی تصانیف مین لکھتے ہین کہ پانی پیکر گہری سانس لینے سے دل کی حرکت تیز ہوتی ہے اور خون جسم مین تیزی سے دوران کرنے لگتا ہے اس سے انسان کی صحت درست رہتی ہے۔

عن جعفر بن محمد علیہ السلام انہ قال لو اقتصد الناس فی المطعم لاستقامت ابدانھم (الدعائم)

ترجمہ۔ اگر کھانے مین انسان اعتدال سے کام لین یقیناً ان کی صحت درست رہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے فرزند بزرگ سے یعنی امام حسن علیہ السلام سے بطور نصیحت فرماتے ہین کہ مین تمکو چار تدبیرین بتاتا ہون کہ پھر تم کو طب کی احتیاج نہ ہو گی ایک یہ کہ جبتک اشتہا نہ ہو ہرگز کھانا نہ کھاؤ۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہنوز اشتہا باقی رہے کہ کھانے سے دست کشیدہ ہو جاؤ۔ تیسری بات یہ یاد رہے کہ جو کھاؤ خوب چبا کر کھاؤ چوتھی نصیحت یہ ہے کہ بستر خواب پر جانے سے بیشتر بیت الخلا جانے کی عادت ڈالو۔ (دعوات الراوندی)

توضیح۔ آجکل کل ڈاکٹر و حکما کا اسی پر اتفاق ہے۔ اگر غذا معدے مین موجود ہے اور اسپر سے دوسری غذا کھالی تو بدہضمی ہو جائے گی دوسری بات یہ کہ اگر اشتہا سے کم کھانا کھایا تو معدہ غذا کو جلد ہضم کر دے گا اور معدہ کو بھی بہت کم کام کرنا پڑیگا اگر انسان اشتہا سے زیادہ کھانا کھا لیتا ہے تو معدہ مین گرانی پیدا ہو جاتی ہے شب نیند نہین آتی ہے بڑے بڑے خواب دکھلائی دیتے ہین۔ پیٹ مین درد پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسری بات کہ خوب چبا کر کھاؤ۔ اسواسطے کہ اگر غذا دانتون سے خوب پس کر معدہ مین جائیگی تو معدے کو اسکے ہضم کرنے مین سہولت ہو گی

اور کام بھی کم کرنا پڑے گا کیونکہ اگر معدے سے زیادہ کام لیا جائیگا تو بہت جلد کمزور ہو جائیگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے امراض پیدا ہو جائینگے۔ چوتھے بستر خواب جانے سے پہلے بیت الخلا جانا۔ یہ معدہ وامعا کو فضول غذائی سے نجات دے کر سبکبار کر دیتا ہے۔

نواب سید محمد حسین

رام نرائن بازار کانپور۔

معجون واجد علیشاہی

اس معجون کے چالیس یوم استعمال سے تمام وہ شکایتین جنسے زندگی موت سے بدتر ہوجاتی ہے دفع ہوکر انسان مین عنفوان شباب کی سی قوت آجاتی ہے خواہ وہ ساٹھ برس کے بوڑھے حضرات کیون نہون

نوٹ مگر اس معجون کو ۲۵ برس سے کم عمر کے حضرات نہ نوش فرمائین قیمت چالیس خوراک ۔ ہے

سنون مرواریدی

اگر آپ کو اپنی صحت برقرار رکھنا ہے اگر آپ کو اپنی زندگی کی قدر ہے تو یاد رکھئے کہ صحت کا بڑا دارومدار دانتون پر ہے اگر آپکے دانتون مین درد ہوتا ہے اگر آپکے دانت ہل گئے ہین اگر آپکے مسوڑھے سوج گئے ہین تو "سنون مرواریدی" استعمال کیجئے انشاءاللہ ۱۵ یوم کے استعمال سے تمام ہلتے ہوئے دانت مثل پتھر کے مضبوط ہوجائینگے اگر آپ اسکا استعمال برابر جاری رکھینگے تو کبھی دانتون کو شکایت پیدا نہوگی۔ قیمت منجن جو ۲ ماہ تک کافی ہوگا۔ ایکروپیہ چار آنہ عہ

المشتہر

وقار ہاؤس نمبر ۹۵ صبحتیا باغ "لکھنو"

قدح مدح

النجم بابت ماہ ذیقعدہ و ذی الحجہ کے آخر میں مدیر نے ایک رسالہ چسپاں کیا ہے جس کا نام "تفسیر آیات مدح مہاجرین ہے" اسمیں دس آیتوں سے مدیر نے مدح مہاجرین ثابت کی ہے اور چار فوائد سے اس چار یاری نے اپنی اتحاد کی ہری پنجتنوں کے سامنے بیہودہ سرائیاں زہرہ گداز جوابات کی تحریک اور جانفرسا اظہار روافضات کی تمہید ہیں۔ جو کچھ بھی اس رسالہ کا سرمایہ ہے وہ دماغ تاریک مدیر کا نتیجہ نہیں بلکہ اصابہ بن حجر مکی کے مقدمہ کا ترجمہ نافرجام ہے جسے مدیر اپنا نتیجہ دماغ سمجھکر دنیائے تسنن کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

ہم مہاجرین یا انصار کے فضائل و وقار کے منکر نہیں بلکہ ہمارے دلوں میں ان کا جلال عزت اور جمال منزلت اتنا ہے کہ جتنا تمھیں نصیب بھی نہ ہوا ہوگا ورنہ عمار کا قتل اور امیر المومنین کا بغض و توقع میں نہ آتا، ہم صحابہ کے جاہ و مرتبت کے منکر نہیں بلکہ اون کی محبت ہمارے رگ و پے میں ساری ہے اور اتنی کہ جس کے عشر عشیر سے بھی تمہارے قلب تاریک منور نہیں، ورنہ ابوذر سے صادق کا اخراج مدینہ سے، حجر بن عدی کا قتل، ابن مسعود کی تذلیل، عمار کی زدوکوب کبھی نہ واقع ہوتیں البتہ یہ ضرور ہے کہ نہ ہم ملتہ پرست ہیں اور نہ دنیا پرست نہ ظلم کوش ہیں نہ باطل کوش، ہمیں اہلبیت رسول کے سامنے صحابہ کی فضیلت نظر نہیں آسکتی کیونکہ آفتاب کی تیز شعاع میں اختروں کی چمک گم ہوتی ہے ہاں تاریک راتوں میں کرمک شب تاب یا قمر و اختر کام دیجاتے ہیں تمھیں معلوم ہوگا کہ تفسیر کبیر میں رازی نے "واللیل" سے مراد ابوبکر کو لیا ہے بس اس تاریکی میں ابوذر و عمار و مقداد رحمہم اللہ کا قمر فضیلت ہمیں چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ہماری نگاہیں تاریکیوں کو چھوڑ کر نور کی طرف بارشاد الٰہی جاتی ہیں اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور" خدا ایمان والوں کا دوست ہے وہ انھیں تاریکیوں سے نور کی طرف لیجاتا ہے، لیس تمھیں مبارک رہے کیونکہ طالع خوابیدہ تمھارے تیرہ باطنی پر حکمراں ہے۔

مہاجرین ضرور قابل تعریف ہیں مگر پہلے ہجرت کی تو تشخیص کرلو اور تحقیق کی کسوٹی پر جانچو تو کہ آیا وہ ہجرت الی اللہ تھی بھی یا نہیں کیا ہر شخص جو مکہ سے مدینہ گیا وہ مہاجر کہلائیگا کیا صحیح بخاری میں یہ حدیث نہیں کہ مال و زر کی طرف ہجرت کرنے والا بھی مہاجر کہا جاسکتا ہے فرق اتنا ہے کہ نیت دیکھی جاتی ہے جس کا پتہ افعال انسانی دیتے ہیں۔

یا قول رسول اسپر نص کرتا ہے ورنہ مہاجر الی اللہ اور مہاجر الی المال دونوں مہاجر ہی ہیں، ہجرت کا نیت پر مدار ہے اسیوجہ سے منزل مقصود پر نہ پہونچنے والا اور صرف قصد ہجرت رکھنے والے کو اگر راہ میں موت آجائے تو اسکا اجر خدا پر ہوتا ہے، قرآن کی آیت دیکھو تو تمھیں معلوم ہوگا۔

وہ لوگ جن کی مہاجرت تم ثابت کرنا چاہتے ہو تمھیں معلوم ہے کہ وہ تمھارے نزدیک صرف تین عدد ہیں کیونکہ تمھیں مہاجرین کی قدر ہے نہ انصار کی ورنہ سعد بن عبادہ سا شخص بحیثیت انصار اور بحیثیت مسلم زبان عمر بن خطاب سے قابل قتل نہ ہوتا جیسا تم سقیفہ میں ہوا، تو کیا ان تینوں کی ہجرت الی اللہ تمھارے نزدیک محقق ہے قرآن کی آیت سے تو کہیں پتہ نہیں چلتا کوئی رسول کی نص ہو تو تم نے اسے پیش نہیں کیا سارا رسالہ اس سے خالی ہے، رسول کے قول میں "مہاجر" تو نہیں ملتا ہاں اسکا ہم قافیہ "فاجر" ملتا ہے جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے ان اللہ یوید ھذا الدین برجل فاجر" تو تمھیں یاد ہوگا۔ تم نے کوئی عقلی دلیل بھی نہیں پیش کی پھر کیا صرف زبانی دعووں سے نامشخص ذوات کو مشخص کرنیکی کوشش کرتے ہو۔

اس تمہید کے بعد اب میں مدیر کی عبارات کی طرف ملتفت ہوتا ہوں تاکہ ان کو من وعن نقل کرنے کے بعد اس آیت کی منزلت حقیقی سامنے آجائیں کذلک یضرب اللہ الحق علی الباطل فیدمغہ یوں ہی خدا حق کو سر باطل پر مارتا ہے اور باطل پس کر فنا ہو جاتا ہے۔

وہ چار فوائد جس سے رسالہ کی ابتدا ہوئی ہے اسمیں سے پہلا فائدہ یوں بیان ہوتا ہے۔

اول ۔ صحابی اسکو کہتے ہیں جس نے ایمان کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حاصل کی ہو اور ایمان پر اسکا خاتمہ ہوا ہو"

یہ وہ تعریف ہے جو اس مذہب کے ارکان نے بنائی ہے تاکہ مرتد صحابہ کی صحابیت سے انکار کیا جاسکے کیونکہ ایسے لوگ بھی اگر صحابہ میں نظر آئیں گے تو صحابیت کا کنگرہ شرف اور قد طویل جھکتا ہوا نظر آئیگا مگر جہاں یہ تعریف صحابی کی ابن حجر نے کی ہے جو مدیر نے لکھی ہے۔ وہیں اور بہت سی تعریفیں بھی علماء اہل سنت نے کیں ہیں مثلاً اصابہ کی یہ عبارت واطلق جماعۃ ان من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو صحابی وھو محمول علی ایک جماعت اسبات کی قائل ہے کہ جس نے رسول کو صرف دیکھ لیا ہو وہ صحابی ہے اسمیں ابن حجر نے اتنی شرط اور لگائی ہو کہ

من بلغ سن التمییز الخ ص۴ — اس سے مراد وہ دیکھنے والا ہے جو سن تمیز کو پہونچ گیا ہو۔

یہ بھی اقوال ہیں کہ رسول کے ہمراہ تا بہ مرگ رہا ہو، یہ بھی کہ جنگ میں شرکت کی ہو، یہ بھی کہ تھوڑے دن یا تھوڑا
اور یہ بھی ہے کہ سو برس تک کی زندگی جس کی ہو گئی ہو اور اس کے بعد وہ زندہ رہے تو صحابی نہ ہوگا اس کے دلیل میں رسول کی
ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ یہ عجیب دلیل ہے یعنی کہ اگر کوئی صحابی بھی ہو اور وہ سو برس سے زیادہ زندہ رہے تو اسکی صحابیت
غلط ہوگی، یہاں رسول کی طرف جو قول منسوب کیا جاتا ہے اسکی صداقت پر ایمان ہے مگر اس حدیث کی صداقت پر
ایمان نہ ہوگا کہ یا علی حبک ایمان وبغضک نفاق۔

خیر تو ان تمام اقوال کے دیکھنے کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سی چیز ہے جو مدیر النجم کے قول یا ابن حجر کے قول کو ترجیح دیتی ہے ہم دوسروں کے اقوال سے کیوں قطع نظر کریں اور ابن حجر یا مدیر النجم کو کیوں مانیں اسکے متعلق کوئی دلیل نہیں دی گئی۔

وہ تعریف جو مدیر النجم نے کی ہے اسکی بنا پر ایک ایسی ذات جو اسلام لائی ہو اور پھر مرتد ہو گئی ہو اور پھر اسلام لائی ہو صحابیت پر باقی رہیگی کیونکہ ابتدا اور انتہا اسلام پر ہونی چاہیئے چاہے درمیان کی مدت کفر ہی میں گزرے اس سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے صحابیت بگڑتی نہیں پھر مجھے نہیں معلوم کہ جب درمیان عمر کے ارتداد سے صحابیت کو کوئی جھٹکا نہیں پہونچتا تو اور وقت میں کیوں پہونچے یہ عقل میں آنے کی بات نہیں یا جس میں ارتداد کی گنجائش نکلتی ہو اس صنف کیلئے ارتداد تجویز کرنے میں کیوں دنیائے تسنن میں غلغلہ بلند ہو۔

وہ اعتراض جو اوپر بیان کیا گیا اور جو تعریف کی صحت میں قدح کر رہا ہے ویسی فرد یا آپ کو اصحاب میں ملینگی جو صحابی مانے جاتے ہیں اور جن کے ارتداد کے بھی علمائے تسنن قائل ہیں مثلاً اشعث بن قیس اسلام لائے پھر مرتد ہو گئے پھر اسلام لائے اور اسکا شمار صحابی میں ہے اور ایسا کہ صحاح و مسانید میں ان سے اخراج روایات کیا گیا ہے ان کا صحابی مانا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ارتداد صحابیت کا کچھ نہیں بگاڑتا اور صحابہ مرتد ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہوا اب یہ اور بات ہے کہ آپ کی خوش اعتقادی ارتداد ہی کو اسلام سمجھے۔

اور ملاحظہ ہو کہ ان حضرات کے یہاں خواب میں بھی صحبت ہو جایا کرتی ہے اور معنائے صحبت متحقق ہو جایا کرتے ہیں چنانچہ ایک صحابی کی صحبت کے متعلق ابن حجر مکی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور صفحہ ۲۰۳ پر عبارت لکھتے ہیں

قلت الذی ظهر لی من امرہ ان المراد بصحبتہ	میری رائے میں یہ ہے کہ جس صحبت کا ادعا اس نے کیا ہے
التی ادعاھا ما جاء عنہ ان رای النبی صلی اللہ	وہ وہ ہے کہ اس نے خواب میں رسول کو دیکھا تھا اور انحالیکہ
علیہ وسلم فی النوم وھو بالمدینۃ الشریفہ	وہ مدینہ شریفہ میں تھے ۔

ایسی صورت میں کوئی دلیل نہیں کہ آپ صرف اسی کو صحابی کہیں جو رسول کی زیارت کرکے مشرف باسلام ہوا ہو جبکہ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں آپکے مستند متعصب عالم کا قول پیش کر رہا ہوں ۔

ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی صحابی عہد رسول میں اپنی صحابیت کا بیڑا پار کرلیجائے اور رسول کے مرتے دم تک اسلام کی حالت میں رہے اور اسکے بعد اس سے خلفا کی کوئی نافرمانی سرزد ہوجائے تو وہ یقیناً مرتد ہوجائیگا جاہے رسول اس سے خوش ہی اٹھا ہو، حالانکہ رسول کی خوشی ایک ایسی بات ہے جو شرف کیلئے خود صحابہ ظاہر کرتے تھے چنانچہ خلفا سازی کی بزمیں آپ کو اس آوازسے گونجتی ہوئی ملینگی کہ مات رسول اللہ و ھو عنھم راضی" رسول نے انتقال کیا درانحالیکہ وہ آپ سے راضی تھے" مگر یہی رضا خلفائے ثلثہ کی نافرمانی سے بے حقیقت ہوجاتی ہے اور اسکی کوئی وقعت نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ اصل خوشی خلفا کی درکار ہے رسول کی رضا و خوشی کوئی چیز نہیں۔ مثال کیلئے ایک صحابی کا واقعہ کتاب موثق سے حاضر کرتا ہوں یہ وہ شخص تھا جو رسول کے عہد تک صحابی رہا، عہد ابوبکر میں بھی یہ شرف رہا مگر بدقسمتی سے عہد عمر میں مرتد ہوگیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ صحابہ مرتد تھے اور ہوسکتے ہیں اور نیز یہ بھی کہ رسول کو جس پر اعتماد ہو اور جو رسول کی رسالت اور قرآن کریم کا عینی شاہد ہو وہ بھی مصروع ارتداد ہوسکتا ہے کیا ایسی صورت میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ علمائے اہل سنت کا ایمان قرآن و رسول کریم کی رسالت پر نہیں کیونکہ وہ ان لوگوں کو مرتد تجویز کرتے ہیں جو قرآن و رسالت کے شاہد عینی تھے ۔ مدیر النجم یہ الزام شیعوں پر تو دیتا ہے مگر اپنی خبر کچھ نہیں۔

ربیعہ بن امیہ بن خلف بن وھب بن حذافہ	ربیعہ بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی
بن جمح القرشی الجمحی ۔۔۔۔ اخو صفوان	جمحی ۔ صفوان کے بھائی ہیں یوم فتح ایمان لائے اور
اسلم یوم الفتح وکان شھد حجۃ الوداع وجاء	حجۃ الوداع میں شریک تھے حجۃ الوداع کے بارے
عنہ فیھا حدیث مسند فذکرہ لاجلہ فی الصحابۃ	میں انھیں سے ایک حدیث مستند مروی ہے جسکی وجہ سے

من لم يمعن النظر فی امرہ منهم البغوی و اصحابہ ابن شاهين من طريق يحيى بن هانی الشجری عن ابن اسحاق عن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن ابيه عن ربيعة بن امية قال امرنی رسول الله ان اقف تحت صدر راحلته وهو واقف بالموقف لعرفه وكان رجلا صيتا فقال يا ربيعة قل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لكم فذرون ای بلد هذا الحديث وقد اخرجه ابن خزيمه والحاكم عن ابن اسحق من وجه اخر عن ابن ابی نجيح عن عطاء عن ابن عباس قال امر النبی صلى الله عليه وآله وسلم ربيعة فذكره فلو لم يرد فی امره الا هذا لكان عده فی الصحابة صوابا لكن ورد انه ارتد فی زمن عمر (اصابہ صفحہ ۵۰۳)

ان کا شمار صحابہ میں ہے مگر ان کا شمار صحابہ میں اس نے کیا ہے جس نے ان کے معاملہ میں غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ جنھوں نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے ان میں سے بغوی اور اسکے اصحاب بھی ہیں چنانچہ ابن شاہین نے طریق یحیی بن ہانی شجری سے انھوں نے ابن اسحاق سے انھوں نے یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ربیعہ بن امیہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں رسول کے سواری کے متصل کھڑا ہوا تھا اور مقام مقام عرفہ تھا اور یہ شخص یعنی ربیعہ بلند آواز شخص تھا کہ رسول نے حکم دیا کہ اے ربیعہ" ان لوگوں سے پوچھ کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ کون سا شہر ہے" اور ابن خزیمہ اور حاکم نے ابن اسحق سے ایک دوسرے طریق سے روایت کی ہے جس کے سلسلہ میں ابی نجیح، عطا، اور ابن عباس ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی نے ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ پکار کے کہے۔ اگر ربیعہ کے متعلق یہی ہوتا تو اسکا شمار صحابہ میں کرنا بجا تھا مگر یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ زمان عمر بن خطاب میں مرتد ہو گیا۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ بغوی وغیرہ کا اسکو زمرۂ صحابہ میں گننا ابن حجر کو ناگوار رہا حالانکہ وہ عہد دوم تک مسلمان رہا لہذا ابن حجر بغوی وغیرہ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اسکے معاملہ میں غور سے کام نہیں لیا، اور وہ معاملہ کیا تھا یہ کہ عہد عمر میں یہ صحابی مرتد ہو گیا مگر افسوس یہ ہے کہ ابن حجر نے کوئی تنقید اس امر کی نہ کی کہ آخر یہ کیوں مرتد ہو گیا اسکو اگر اسلام سے نفرت تھی تو رسول کے مرنے کے بعد ہی مرتد ہو گیا ہوتا جیسا کہ بقول اہلسنت بہت سے قبائل نے کیا جن سے ابوبکر نے جنگ کی، یا کم از کم عہد ابوبکر میں مرتد ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوا پھر آخر کیا وجہ تھی کہ عہد عمر ہی میں یہ مرتد ہوتا ہے

اور زمرہ صحابیت سے بحکم ابن حجر علی الرغم بغوی وغیرہ خارج کیا جاتا ہے۔

اگرچہ اسکی وجہ صریحاً کہیں نہیں ملتی مگر اگر اسکے واقعات پر غور کیا جائے تو ارباب فہم کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ لیں گے میں یہاں ان عبارات کو لکھتا ہوں جو اسکے ارتداد کے متعلق ہیں۔

(۱) قال فشرب ربیعۃ الخمر فی زمن عمر فھرب منہ الی الشام ثم ھرب الی قیصر فتنصر۔

ربیعہ نے شراب پی عمر کے زمانے میں اور شام میں قیصر کے پاس بھاگ گیا اور نصرانی ہوگیا۔

(۲) عن سعید بن المسیب ان عمر غرب ربیعۃ بن امیہ فی الخمر الی خیبر فلحق بھرقل فتنصر فقال عمر لا اغرب بعدہ احدا ابدا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ خود عمر نے خمر نوشی میں ربیعہ کو جلا وطن کیا وہ ہرقل کے پاس گیا اور نصرانی ہوگیا تب عمر نے کہا کہ آئندہ اب میں کسی کو جلا وطن نہ کروں گا۔

(۳) عن عبد الرحمن بن عوف انہ حرس لیلۃ مع عمر بالمدینۃ فشب لھم سراج فی بیت فانطلقوا یوموند فاذا باب مجاف علی قوم لھم فیہ اصوات مرتفعۃ ولغط فقال عمر لعبد الرحمن اتدری بیت من ھذا قال لا قال ھذا بیت ربیعۃ بن امیہ وھم الآن شرب الخمر فما تری قال اری انا قد اتینا ما نھی اللہ عنہ ولا تجسسوا قال فانصرف عمر۔ اصابہ ص ۵۳۱

عبد الرحمن بن عوف ناقل ہیں کہ وہ عمر کے ہمراہ مدینہ میں ایک شب گشت لگا رہے تھے، ایک گھر میں چراغ کی روشنی دیکھی اور ان لوگوں نے اس مکان کا قصد کیا دروازے کے جوڑ سے انھوں نے ایک گروہ دیکھا اور اسمیں غل و شور کی آواز پائی تو عمر نے عبد الرحمن سے کہا جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے کہا نہیں کہا یہ ربیعہ بن امیہ کا مکان ہے اور یہ لوگ اسوقت شراب پی رہے ہیں، تو پھر تمھاری اسوقت کیا رائے ہے، عبد الرحمن نے کہا کہ ہم نے اسوقت وہ کیا جس سے ہمکو خدا نے منع کیا ہے یعنی تجسس افعال قوم یہ سنکر عمر وہیں سے پلٹ آئے۔

روایت نمبر ۳ کو اگرچہ ابن حجر نے مسخ کر کے لکھا ہے مگر کنز العمال و ازالۃ الخفا میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر دیوار پھاند کے چڑھے تھے اور مکان کے اندر شراب نوشی ہو رہی تھی تو جب انھوں نے پوچھا کہ یہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تو ایک ہی فعل حرام کیا یعنی شراب پی اور آپ نے تو کئی باتیں خلاف حکم باری کیں

پہلے تو یہ کہ قرآن میں حکم ہے کہ مکان میں دروازہ سے داخل ہو اور آپ دیوار پھاند کے گئے دوسرے یہ کہ قرآن میں تجسس کی ممانعت ہے اور آپ نے تجسس کیا وغیرہ وغیرہ۔

(۴) فی الموطا عن ابن شہاب عن عروۃ ان خولۃ بنت حکیم دخلت علی عمر فقالت ان ربیعۃ بن امیہ استمتع بامراۃ مولدۃ فحملت منہ فخرج عمر یجر رداءہ فزعا فقال ھذہ المتعۃ لو کنت تقدمت فیھا لرجمت (اصابہ ص۵۳۱)

موطا میں شہاب بن عروہ سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم عمر کے پاس آئیں اور کہا کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک مولدہ عورت سے متعہ کیا ہے اور وہ عورت حاملہ ہو گئی ہے حضرت عمر یہ سنکر (غصہ میں) اس حالت میں نکلے کہ آپکی چادر زمین پر گھسٹتی جاتی تھی اور کہا یہ متعہ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں رجم کرتا۔

ان روایات سے ذیل کے امور مستفاد ہوتے ہیں۔ پہلی روایت یہ بتاتی ہے کہ وہ نصرانی ہو گیا اور نصرانی ہونا اس سبب سے تھا کہ وہ ڈر کے شام بھاگ گیا تھا کیونکہ اس نے شراب پی تھی۔

دوسری روایت یہ بتاتی ہے کہ خود عمر نے اسے اس جرم میں جلا وطن کر دیا تھا۔

تیسری روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شراب تو اس نے پی مگر بھاگا نہیں مدینہ ہی میں تھا جس سے روایت دوم یعنی جلاوطنی صحیح معلوم ہوتی ہے۔

چوتھی روایت اسکے تمتع کو بتاتی ہے، اور یہ وہ فعل تھا جس سے حضرت عمر بحید نالاں تھے۔

بہرحال ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ شراب نوشی ہو یا متعہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور کی گئی جس نے مظالم خلیفہ کی گنجائش نکالی اور ربیعہ ان مظالم کا شکار ہوا اب رہ گیا اسکا ارتداد تو بہت ممکن ہے کہ مالک بن نویرہ کا سا ارتداد رہا ہو جو درحقیقت ارتداد کی حد میں نہیں آتا کیونکہ ان لوگوں نے اسلام کو نہ چھوڑا تھا موحد تھے نمازیں پڑھتے تھے، اب یہ اور بات تھی کہ زکوۃ ابوبکر کو دینا پسند نہ کرتے تھے اسکی جو کچھ وجہ بھی ہو۔ اسی طرح بہت ممکن ہے کہ متعہ کو صحیح سمجھنے نے اسکو مرتد کا لقب دیدیا ہو اسلئے کہ یہ فعل خلاف حکم رسول شرع عمری میں ناجائز تھا۔

وہ نتائج جو ان روایات اربعہ سے ماخوذ ہوئے حسب ذیل ہیں۔

(۱) صحابہ شراب پیتے تھے (۲) صحابہ بقول حضرات اہل سنت مرتد ہو سکتے ہیں۔ (۳) حضرت عمر

نہی عن المنکر نہیں فرماتے تھے ورنہ ربیعہ کے گھر میں اسکو شراب پیتا ہوا دیکھکر واپس نہ آتے اور کچھ نہ کچھ افادہ فرماتے۔ (۴) صحابہ متعہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ (۵) حضرت عمر شرب خمر پر کبھی حد جاری کرتے تھے، جیساکہ اپنے بیٹے ابو شحمہ پر جاری کی اور کبھی حد کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے جیساکہ ربیعہ بن امیہ کو شراب پیتے ہوے دیکھا اور دو گواہ بھی تھے ایک خود اور ایک عبد الرحمن بن عوف، غرضکہ مناسب موقع محل شرع محمد کا نفاذ فرمایا کرتے تھے۔

ان تمام واقعات کے تذکرہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جب علمائے اہل سنت تعریف صحابہ میں مختلف ہیں تو ہم اس تعریف کو مانیں جو مدیر النجم کہتا ہے اور پھر اسوقت جب اسکے دعوے کے لئے کوئی دلیل بھی نہو۔ یہ بھی کہ جب مرتدین علمائے اہل سنت کے نزدیک صحابہ تھے اور کہے جاتے ہیں تو دوسرے اصحاب سے تجویز ارتداد کی کیوں نفی کیجاے درانحالیکہ ان کے افعال بھی موید ارتداد ہوں۔ باقی باقی

جلسہ یادگار شہید ثالث "آگرہ"

سال ہفدہم

بتاریخ ۲۵. ۲۶-۲۷- مارچ سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳-۱۴-۱۵ ماہ شوال سنہ ۱۳۴۷ھ بقید ایام دوشنبہ. سہ شنبہ- چہار شنبہ بمقام شہید ثالث ہوگا۔ اسمار حضرات واعظین بذریعہ اخبارات شائع کئے جائینگے۔

ضروری اطلاع جلسہ یادگار کا یہ سترہوان سالانہ جلسہ ہے اور ہر سال انجمن معین الزائرین حتی الامکان مجالس یادگار شہید علیہ الرحمہ کے کامیاب بنانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھتی یہ ظاہر ہے کہ ایسا عظیم الشان سالانہ اجتماع اور ہندوستان کے نامور علماء اور واعظین کی تشریف آوری کا انتظام اہل شہر آگرہ و بیرونجات کی امداد و اعانت سے ہی انجام پاتا ہی کئی سال سے بہ سبب قلت سرمایہ انجمن حسب معمول انتظامات شایان شان جلسہ یادگار سے قاصر رہتی ہی۔ لیکن حتی المقدور برابر روشنی پانی و خیمہ و تیاری پنڈال کا انتظام کرتی تھی اوب ہے اکثر حضرات نے یہ تجویز کیا تھا کہ چند حضرات اپنی جانب سے کچھ خیمہ جات نصب کرادین اور ان مین وہ زائرین قیام کرین جو کرایہ ڈیرہ نہین ادا کر سکتے۔ چنانچہ کئی سال سے جناب سید تہذیب الحسنین صاحب پنشنر انسپکٹر تھوڑہ بجنور پانچ خیمہ اپنی جانب سے جلسہ مین نصب کراتے ہین جسنے زائرین کو بہت آسائش ہوتی ہے۔ اسیطرح اگر چند حضرات اپنی طرف سے چند خیمے نصب کرادین تو بڑی سہولت ہوجائے جو حضرات اپنے لیے جائے قیام چاہین بس کرایہ ڈیرہ بھیجدین اُن کے لیے ڈیرہ مہیا کیا جائیگا ورنہ جائے قیام کی علیحدہ ذمہ داری نہوگی۔

المشتہر حسن عباس موسوی سکریٹری انجمن معین الزائرین آگرہ

اہلسنت کے مذہب کی بنا بغض اہلبیت پر ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)

لعلی ابو ایوب الانصاری صاحب رسول الله فهرب ابو ایوب ولحق بعلی ودخل بسر مدینة فصعد منبرها وقال ابن شیخی عهدته هنا بالامس یعنی عثمان ثم قال یا اهل المدینة والله لولا ما عهد الی معاویة ما ترکت فیها محتلما الا قتلته ثم امر اهل المدینة بالبیعة لمعاویة وارسل الی بنی سلمة فقال لکم عندی امان ولا مبایعة حتی تاتونی بجابر بن عبد الله فلما خبر جابر فانطلق حتی جاء ام سلمة زوج النبی

جناب ابو ایوب انصاری جو صحابی رسول تھے اُس زمانہ میں علی علیہ السلام کے عامل تھے پس جب بسر آیا تو منبر پر گیا اور کہا "وہ میرا شیخ جو کل یہاں موجود تھا آج کہاں ہے؟ یعنی عثمان" پھر کہا کہ اے اہل مدینہ خدا کی قسم اگر معاویہ نے مجھ سے عہد لیا ہوتا (کہ سب کو نہ قتل نہ کرنا) تو میں مدینہ میں کسی جوان کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑتا، پھر اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ بیعت معاویہ کریں اور بنی سلمہ سے کہلوایا کہ تم سے بیعت نہ لیجائے گی تمھیں امان دیجاتی ہے بشرطیکہ تم جابر بن عبد اللہ انصاری کو میرے پاس لے آؤ، جابر کو جب یہ خبر پہونچی تو آپ جناب ام سلمہ زوج نبی کے پاس حاضر ہوئے۔

صحابی رسول جابر بن عبد اللہ انصاری کا تقیہ

فقال لها ماذا ترین فانی خشیت ان اقتل وهذه بیعة ضلالة فقالت اری ان تبایع وقد امرت ابنی عمر بن ابی سلمة ان یبایع فاتی جابر بسر فبایعه لمعاویة وهدم بسر دورا بالمدینة۔ ثم انطلق حتی اتی مکة وبها ابو موسی

اور عرض کی کہ اب آپ کی کیا رائے ہے مجھے ڈر ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ بیعت بیعت ضلالت ہے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ بیعت کر لو کیونکہ مومن کی جان کا خطرہ تھا اور میں نے عمر بن ابی سلمہ سے بھی یہی کہا کہ بیعت کر لو پس کر جناب جابر بسر کے پاس آئے اور معاویہ کی بیعت کی اوس کے بعد بسر نے مدینہ کے مکانات کھدوا ڈالے۔

فخافہ علی نفسہ ان تقتلہ فھرب فقیل	پھر بسر مکہ میں آیا اور وہاں ابو موسیٰ موجود تھے جب ان کو
لبسر فقال ما کنت لاقتلہ وقد خلع علیا	خبر ہوئی تو وہ بھاگ گئے کہ کہیں قتل نہ کر دئے جائیں۔ بسر کو یہ خبر
ولم یطلبہ (استیعاب از صفحہ ۱۰۵ تا صفحہ ۱۰۶)	پہونچائی گئی تو اس نے کہا کہ میں اسکو نہ قتل کرتا کیونکہ اس نے

تو علی کو چھوڑ دیا تھا، پھر یہی کیا کہ ابو موسیٰ کو اسکے حال پر چھوڑ دیا۔

اسلام والو ایک معاویہ پرست سنی کی صحابیت دیکھنے کے قابل ہے اور تسکین ولائے اہلبیت کے مصائب غور کرنے کے قابل ہیں، ان واقعات میں چند باتیں قابل غور ہیں اول تو یہ کہ بسر بن ارطاۃ بقول علامہ دارقطنی صحابی رسول تھا مگر بعد رسول یہ صحابیت اسکی مستقیم نہ رہی، اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہے کہ صفت صحابیت کوئی مستمر شے نہیں ہوسکتی اور اسمیں فنا ہوجانے کی استعداد ہے جب ایک فرد صحابی میں یہ بات ممکن ٹھہری تو آخر اوروں کیلئے کیونکر ناممکن ہوسکتی ہے جیسے ارتداد بعد رسول اصحاب و امت رسول کیلئے ظاہر ہوا تو اور اصحاب کیلئے کیوں ناممکن قرار دیا جاتا ہے، یہی نہیں بلکہ میرے قول کی تائید میں آپ کو رسول کے اقوال بھی ملیں گے چنانچہ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

روی ثابت البنانی عن النبی بن مالک	ثابت بنانی نے انس بن مالک سے اور انھوں نے مقداد
عن المقداد بن الاسود قال واللہ لا اشھد	بن اسود سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں کسی کیلئے یہ نہیں
لاحد انہ من اھل الجنۃ حتی اعلم ما یموت	کہہ سکتا کہ وہ اہل جنت سے ہے جب تک یہ نہ دیکھوں کہ اسکو موت
علیہ فانی سمعت رسول اللہ یقول القلب	کا ہے پر آتی ہے کیونکہ میں نے رسول سے سنا ہے کہ قلب
ابن ادم اسرع انقلابا من القدر اذا استجمعت	انسان جوش کھاتی ہوئی دیگ سے بھی جلد تر پلٹ
غلیا (استیعاب صفحہ ۵۸ جلد ۱)	جاتا ہے۔
ولیردون علی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال	پھر سلسلہ حدیث میں فرمایا کہ حوض کوثر پر کچھ لوگ آئیں گے
بینی وبینھم قال ابو سعید الخدری سمعتہ	جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہونگے پھر وہ
ویزید فیھا فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری	آنے نہ پائینگے اور منع کئے جائینگے ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے
ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی	یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ رسول کہتے تھے کہ میں کہوں گا کہ لوگ

والآثار فی هذا المعنی کثیر	ہٹائے کیون جاتے ہین یہ تو میرے صحابی ہین جواب ملیگا کہ
جدا .... وفیہ فاقول	تم نہین جانتے کہ انھون نے تمھارے بعد کیا کیا کیا
یارب اصحابی فیقال انک	تو مین کہونگا ہلاکی ہو انکی لیے جو میرے بعد بدل گئے
لاتدری ما احدثوا بعدک	اس معنی مین بہت سے روایات ہین، یہ بھی ہے کہ رسول
ان ھولاء لم یزالوا مرتدین	حوض کوثر پر فرمائینگے کہ پروردگار یہ منع کیون کئے
علی اعقابھم منذ	جاتے ہین یہ تو میرے صحاب ہین جواب ملیگا کہ اے
فارقتھم	رسول تم نہین جانتے کہ تمھارے بعد انھون نے کیا کیا
استیعاب جلد ا صفحہ ۱۱۰	برعتین کین یہ وہ لوگ ہین جو تمھارے مرتے ہی مرتد ہوگئے

بہرحال ان باتون سے اتنا معلوم ہے کہ صحاب بنی مرتد ہوسکتے ہین اور وہ ہوئے بھی جیسا کہ خود رسول کے احادیث جو بخاری وغیرہ مین بھی نقل ہین بتاتی ہین اب اُن کی تشخیص کہ وہ کون لوگ ہین واقعات پر نظر کرنیسے خود بخود معلوم ہو جاتے ہین، مجھے تو یہ کہنا ہے کہ صحاب کا مرتد سمجھنے والا اور اُنکے لیے تجویز ارتداد کرنیوالا گروہ نہ کافر ہو سکتا ہے نہ فاسق بلکہ وہ اور رسول اس تجویز مین متحد القول ہین۔ لہٰذا اس بات کو اتنی عظمت دینا کہ "توبہ توبہ صحاب کو مرتد کہتے ہین" سوا فریب واضح کے اور کچھ نہین۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ واقعہ کربلا کی ابتدا یزید ملعون کے باپ کے زمانہ سے ہوئی اور اسکی انتہا یزید کے عہد جور مین۔ چنانچہ عبد الرحمن او قثم ان دونون بچون کا صرف اسلیے بے تصور ذبح کر دینا کہ وہ علی بن ابیطالب سے تعلق رکھتے تھے، اسیطرح اس امر پر دلیل ہے، جیسے اس بات پر کہ سنیت بغض علی کا دوسرا نام ہے۔

تیسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ معاویہ شیعیان علی کو چن چن کر قتل کرتا تھا یہ اسی بغض کا نتیجہ تھا جو اُسے علی سے تھا اور اسی کا نام سنت ہے۔

چوتھے اسکا پتہ چلا کہ اسلامی عورتون کو اسیر کرکے اور بازار مین لاکے معاویہ نے یزید کیلیے [illegible] درس بھی دیا تھا جس سے اُسنے وہ جسارت کی جو واقعہ کربلا مین ہوئی اور جسپر آج تک ماتم برپا ہے۔

ہمارے تولا کو دیکھو کہ باوجود اسکے کہ محبت علی میں ہماری عورتین اسیر کیگئیں اور ہمارے اسلاف قتل کئے گئے کیونکہ یہ قبیلہ ہمدان ہی کی عورتین تھین جو اسیر گئی تھین، وہ قبیلہ جو صفین مین تہلکہ مچاتے ہوئے تھا اور علی پر جان نثار کئے دیتا تھا۔ مگر ہم آجتک اُن پر ماتم نہین کرتے، ہمارا ماتم صرف اولاد رسول پر ہوتا ہے اور انھیں کے واقعات کی عظمت ہمارے آنکھون مین سمائی ہوئی ہے۔

پانچوین یہ بات معلوم ہوئی کہ اُس صحابی کی عزت ہے، جو دشمن علی ہو اور جو مخالف اصحاب کبار و معاویہ نہو، ورنہ صحابیت کا کوئی اثر اور کوئی وقار نہوگا اگر اسکے خلاف ہوتا تو ابو ایوب انصاری جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبید اللہ بن عباس ان لوگون کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جاتا جو ہوا۔

چھٹے یہ معلوم ہوا کہ اگر علی سے کوئی بیزار ہو تو اُس کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہین کیجاسکتی اور اوسکی صحابیت معزز و مفتخر رہتی ہے آپنے دیکھا کہ ابو موسی کے لیے بسر بن ارطاۃ نے کیا کہا اور اوسے کیونکر چھوڑ دیا۔

ساتوین یہ کہ "تقیہ" اصحاب خاص کیا کرتے تھے اور اُم المومنین جناب اُم سلمہ اُسکا حکم دیتی تھین جیسے جابر بن عبد اللہ نے جبراً بیعت کی در انحالیکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بیعت ضلالت ہے

آٹھوین یہ کہ بسر نے معاویہ کے حکم سے مدینہ کے گھر کھدوائے اور آج جو ہو رہا ہے اسی نسل کا کام ہے، یہ بھی کہ مدینہ والون کے قتل کی آرزو بسر کے دل مین تھی جو یزید کے عہد مین واقعہ حرہ کی شکل مین نکلی یہ تمام اسکیمین عہد معاویہ ہی کی تھین جنکا ظہور یزید کے ہاتھون ہوا۔

نوین یہ کہ لوگ سُنی تھے جیسا کہ بسر بن ارطاۃ کے اس قول سے ظاہر ہے جو منبر پر عثمان کے متعلق کہا، ورنہ شیعہ تو کچھ اور الفاظ استعمال کرتا جیسے عثمان کا نام لیا۔

ان باتونکا نتیجہ جو کچھ بھی ہے وہ یہ کہ اگر بغض اہلبیت ان دلون مین نہوتا تو آج دنیائے اسلام مین یہ فساد اور یہ تغیر شریعت اور یہ ماتم بپا نہوتا۔

دشمنان علیؑ کے فضائح

وکان بسر بن ارطاۃ   بسر بن ارطاۃ معاویہ کے ہمراہ

مع معاوية بصفين وامره
ان يلقى عليا في القتال
وقال انك سمعتك
تتمنى لقاءه فلو اظفرك الله به
وصرعته حصلت على دنيا واخرة
ولم يزل به يشجعه ويمنيه حتى
راه فقصده في الحرب والتقيا
فصرعه علي وعرض له معه مثل
ما عرض فيما ذكروا العلي معه عمر بن
العاصي وذكر بن الكلبي ان بسر بن
ارطاة بارز عليا يوم صفين فطعنه
علي رضي الله عنه فصرعه وانكشف
له فكف عنه كما عرض له فيما ذكروا مع عمرو
ولهم فيها اشعار منها قول حارث بن المضر

صفین مین تھا معاویہ نے اوس کو
علی سے لڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ مین نے سنا ہے
کہ تجھے علی سے مقابلہ کی تمنا ہے۔ لہذا
جا اور لڑ اگر خدا نے تجھے ظفر دی تو دنیا اور آخرت
دونون تجھے حاصل ہونگی (اس جملہ پر غور کیجئے تو معاویہ
کے اعتقادات سے جو رسول کے متعلق تھے پردہ
اُٹھیگا) یونہین معاویہ اُسے جوش شجاعت دلاتا
رہا یہانتک کہ وہ مقابلہ کے لیے آمادہ ہوا۔ امیر المومنین
نے اُسکو پچھاڑا تو ننگا ہو گیا اور نفس رسول نے منہ
پھیر کر ہاتھ روک لیا، بعینہ یہ ویسا واقعہ تھا جو
عمرو کے ساتھ پیش آیا وہ بھی یونہین ننگا ہو کر بچا تھا۔
ابن کلبی نے بھی اس واقعہ کو دیگر مورخین کیطرح
لکھا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ اس واقعہ کے متعلق
شعرائے عرب نے شعر کہے اور اسکو نظم کیا چنانچہ
حارث بن مضر کے اشعار یون ہین۔

افي كل يوم فارس ليس ينتهي
وعورته وسط العجاجة بادية

کیا ہر روز ایک لڑنیوالا نکلیگا اور یونہین وہ
غبار حرب مین ننگا اور برہنہ ہو جایا کریگا۔

يكف لها عنه علي سنانه
ويضحك عنها في الخلاء معاوية

(اور یونہین) امیر المومنین اسکے قتل سے اپنے
نیزے کو روکینگے اور معاویہ اس برہنگی پر خلا
(خلوت) مین ہنسا کریگا

بدت امس من عمرو فقنع راسه

کل یونہین عمرو ننگا ہو گیا اور اُسکا سر ڈھانکا گیا اور

وعورة بسر مثلها حذو حاذية
فقولا لعمرو ثم بسر الا انظرا
سبيلكما لا تلقيا الليث ثانية
ولا تحمدا الا الحيا وخصاكما
هما كانتا والله للنفس واقية
ولولاهما لم تنجوا من سنانه
وتلك بما فيها عن العود ناهية
متى تلقيا الخيل المشيحة صبحة
وفيها علي فاتركا الخيل ناحية
وكونا بعيدا حيث لا تبلغ القنا
نحوركما ان التجارب كافية
قال ابو عمر انما كان انصراف علي رحمة
الله عنهما وعن امثالهما من مصروع
او منهزم لانه كان لا يرى في قتال
الباغين عليه من المسلمين
ان يتبع مدبرا ولا يجهز على جريح

آج بالکل اسیطرح بسر بن ارطاة ننگا ہوگیا۔
(میرے دونوں دوستو) ذرا عمرو اور بسر سے کہدو کہ
اب اپنی راہ لو اور آئندہ شیر کے مقابلہ مین نہ آنا
بے شرمی اور اپنے اسفل کے سوا کسی کی حمد نہ کرو
کیونکہ خدا کی قسم یہی دونوں تمہارے جانوں کیلیے
سپر بن گئین اور انھین سے تمہاری جانین بچین۔
اگر یہ دونوں نہوتین تو (توبہ کرو) کہین امیر المومنین
کے نیزے سے بچ بھی سکتے تھے اور اب جو کچھ
تمپر گزرگئی وہ تمھین بارہ دگر (مردون) کا سامنا
کرنے سے روکے گی۔
دیکھو جب کسی لشکر سے مقابلہ کے لیے نکلنا اور یہ
سُننا کہ اُس مین علی بن ابیطالب ہین تو اُس سے
دور بھاگنا اور اُدھر کا رخ نہ کرنا۔
اور اتنے دور ہوجانا کہ علی علیہ السلام کا نیزہ تمہارے
سینون تک نہ پہونچے، اور تجربے جو ہوتے ہین
(اس نصیحت کیلیے) کافی ہین۔
ابو عمر نے کہا ہے کہ امیر المومنین رحمہ اللہ کا
بسر و عمرو کے قتل سے ہاتھ روک لینا ایسے
ہی اور لوگون سے جو عمرو کی طرح حرکت کرین
یہ بات آپکی سیرت مین داخل تھی نہ آپ کسی بھاگنے
والے کا پیچھا کرتے تھے اور نہ کسی مجروح کا اور

و لا یقتل اسیرو قتلت کانت سیرتہ فی الحروب فی الاسلام

نہ کسی اسیر کو قتل کرتے تھے اور یہ سلوک آپ کا ان مسلمین سے تھا جو آپ سے باغی تھے اور یہی سیرت اور یہی قاعدہ آپ کا ان تمام حروب میں رہا جو آپ نے اسلام کے لیے کین۔

استیعاب جلد ۱ ص ۱۶۲

باقی آئندہ

مبحث لعن پر ایک اور روشنی

سرگزشت اصحاب

بسلسلہ ما سبق ماخوذ از ابن ابی الحدید معتزلی جلد ششم مطبوعہ طہران صفحہ ۴۶۲

علی الله لو کان الامساك عن عداوة من عادی الله من اصحاب رسول الله من حفظ رسول الله ودعاته عهده لم نعادهم ولو ضربت رقابنا بالسیوف ولکن محبة رسول الله لاصحابه لیست کمحبة الجهال الذین یضع احدهم محبة لصاحبه موضع العصبیه وانما اوجب رسول الله محبة اصحابه لطاعتهم لله فاذا عصوا الله وترکوا ما اوجب محبتهم فلیس عند رسول الله محاباة فی ترك لزوم ما کان علیه من محبتهم ولا تغطرس فی العدول عن التمسك

اور بھی، اگر خدا کے دشمنوں سے، چاہے وہ اصحاب رسول ہی کیوں نہوں، ترک عداوت کرتے ہیں، تحفظ رسول، پاس رسول، یا رعایت عہد رسول مد نظر ہوتا تو ہم ان اصحاب سے کبھی بھی دشمنی نہ رکھتے۔ چاہے ہماری گردنیں تہ تیغ ہوتیں، مگر بات تو یہ ہے کہ رسول کی محبت اپنے اصحاب سے ویسی تو تھی نہیں جیسی آجکل کے جہال اور عوام الناس اصحاب سے رکھتے ہیں جو محبت کے حدود سے نکلکر تعصب اور ہٹ دھرمی میں شمار کیجاتی ہے بلکہ درحقیقت رسول نے جن اصحاب کی محبت واجب

يتولاهم فلقد كان يجب ان نعادي اعداء الله ولو كانوا عترته كما يجب ان يوالي اولياء الله ولو كانوا ابعد الخلق نسبا منه والشاهد على ذلك اجماع الامة على ان الله اوجب عداوة من ارتد عن الاسلام وعداوة من نافق وان كان من اصحاب رسول الله وان رسول الله هو الذي امر بذلك ودعا اليه وذلك انه قد اوجب قطع السارق وضرب القاذف وجلد البكر اذا زنى وان كان من المهاجرين والانصار الا ترى انه قال لو سرقت فاطمة لقطعتها فهذه ابنته الجارية يجري نفسه لم يحابها في دين الله ولا راف بها في حدود الله وقد جلد اصحاب الافك ومنهم مسطح ابن اثاثة وكان من اهل بدر

قرار دی۔ وہ وہ ہین جو مطیع جناب باری ہین لہذا اونکی محبت کی وجہ طاعت خدا ہے نہ کچھ اور اگر یہی اصحاب جنکی محبت واجب تھی اس طاعت الٰہی کو ترک کر دین جس کی وجہ سے محبت واجب کی گئی تھی اور خدا کا عصیان کرنے لگین تو رسول کو کوئی پروا اس امر کی نہو گی کہ اونکی محبت کیون ترک کیگئی اور اس عدول مین (یعنی محبت کے بجائے عداوت) کوئی حرج نہو گا۔ کیونکہ رسول کو یہ بات پسند تھی کہ دشمنان خدا سے عداوت رکھی جائے چاہے وہ آپکی عترت ہی کیون نہو اور دوستان خدا سے محبت رکھی جائے چاہے وہ نسبی حیثیت سے بہت دور ہون اور انھین کوئی لگاؤ نہو۔ اور ہمارے اس قول پر گواہ اجماع اُمت ہے کہ خدا نے مرتد عن الاسلام کی عداوت اور منافق کی دشمنی واجب کی ہے۔ چاہے وہ اصحاب رسول ہی مین سے کیون نہو۔ اور یہی وہ چیز تھی جس کی طرف رسول نے دعوت بھی دی اور حکم بھی دیا۔ چنانچہ سارق و زانی و قاذف پر حدود جاری ہوئے چاہے وہ مہاجرین مین سے ہو یا انصارین سے۔ یہ بات تو سامنے کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر (معاذ اللہ) سیدۂ عالم

فلو كان محل اصحاب رسول
الله محل من لا يعادى اذا
عصى الله سبحانه ولا يذكر
بالقبيح بل يجب ان يراقب
لاحل اسم الصحبة ويغضى
عن عيوبه وذنوبه لكان
كذلك صاحب موسى
المسطور ثناؤه فى القرآن
لما اتبع هواه فانسلخ
منها فاتبعه مما اوتى من
الايات وغوى قال سبحانه و
اتل عليهم نبا الذى اتيناه
اياما...... فكان من
الغاوين ۔ ولكان ينبغى ان
يكون محل عبدة العجل من اصحاب
موسى هذا المحل لان هولاء كلهم
قد صحبوا رسولا جليلا من قبل
الله سبحانه ولو كانت الصحابة
عند انفسها بهذه المنزلة
لعلمت ذلك من حال انفسها
لانهم اعرف بمحلهم من

بھی ہوتین (سرقہ مین) تومین ہاتھ کاٹ ڈالتا، یہ تیدۂ
رسول کی پارہ جگر ہی تو ہین اور آپکی جان سے زیادہ
نہین تو برابر ضرور ہین، مگر خدائی معاملہ مین آپنے
کوئی پروا اپنون کی بھی نہین کی، اسکے علاوہ صحابۂ
افک پر آپنے کوڑے لگوائے۔ اور اُن مین "مسطح ابن
اثاثہ" بھی تھے جو صحاب بدرین سے تھے (معلوم
ہوا کہ صحابیت وغیرہ کچھ مفید نہین صرف طاعت
خدا اور عصیان خدا سے عداوت و محبت واجب ہوتی
ہے) اگر مقام اصحاب نبی کا وہ مقام ہوتا جہان صرف
محبت کیوجہ سے اُنکے افعال قبیحہ کا ذکر کرنا بُرا ہوتا
اور یہ کہ باوجود عصیان خدا ہم کو اُنسے عداوت کرنا،
منع ہوتا، اُن کے عیوب کا تذکرہ ممنوع ہوتا، اُنکے معاصی
سے چشم پوشی کیجاتی، تو چاہیے تھا موسی علیہ السلام
کے "مصاحب و صاحب" کی مدح جناب باری کرتا
کیونکہ صحبت کی وجہ سے عیوب کا تذکرہ معیوب
ہوا کرتا ہے۔ مگر بجائے اسکے کہ اس ساتھی کی مدح ہو
قرآن مذمت کرتا ہے اور صحبت کا کچھ خیال نہین
کرتا چنانچہ یہ آیت واتل علیہم نبأ
الذی اتیناہ ایاتنا ...فکان من الغاوین
اسکے علاوہ اگر صحبت ہی پران چیزونکا دار و مدار
ہے تو چاہیے تھا ہم گوسالہ پرستون کی بھی مذمت نہ کرین

عوا امر اهل دهرنا
واذا قدرت افعال
بعضهم ببعض ذلك
على ان القصة على خلاف
ما قد سبق الى قلوب
الناس اليوم هذا
علي وعمار وابو الهيثم
بن التيهان وخزيمة
بن ثابت وجميع
من كان مع علي من
المهاجرين والانصار
لم يروا ان يتغافلوا
عن طلحة والزبير حتى
فعلوا بهما وبمن معهما
ما يفعل بالشراة
في عصرنا وهذا طلحة
والزبير وعائشة ومن
كان معهم في
جانبهم لم يروا ان
يمسكوا عن علي حتى
وقصدوا لها بقصد

کیونکہ یہ کل کے کل ایک رسول جلیل کے مصاحب اور ساتھی رہ چکے تھے، اگر صحابہ خود غور کرین تو انکو خود بھی معلوم ہو جائیگا کہ صحبت اصل مین قابل شرف وفضیلت نہین بلکہ اصل مین طاعت الٰہی رفعت کی ذمہ وار ہے۔

اگر اصحاب کے واقعات پر نگاہ ڈالی جاے اور ایک کا واقعہ دوسرے کے واقعہ کے مقابلہ مین لاکے دیکھا جاے تو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آج کل کے لوگون کے دلون مین خیالات جاگزین ہین، حقیقت بالکل ان کے خلاف ہے۔

دیکھو یہ علی اور عمار ہین اور یہ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ابوالہیثم تیہان، اور وہ تمام مہاجرین وانصار ہین جو علیؑ کے ساتھ جنگ مین شریک رہے ان لوگون نے طلحہ وزبیر سے تغافل نہین کیا بلکہ طلحہ وزبیر اور انکے ساتھیون سے وہ کیا جو آجکل شریر لوگون کے ساتھ ہمارے زمانہ مین کیا جاتا ہے - اور دیکھو یہ طلحہ وزبیر وعائشہ ہین انھون علیؑ اور انکے ساتھیون کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا اور جو معاذ اللہ مستغلبین (ظالمین) کے ساتھ سلوک کیا جا سکتا ہے وہ کیا اور بالکل نہ رکے نہ کچھ خیال کیا۔

اور دیکھو یہ عمرو عاص ومعاویہ ہے ان دونون کے

فقصد عما يقصد
للمتغلبين في زماننا
وهذا معاوية وعمرو
ولم يريا عليا بالعين
التي يرى لها العامي
صديقه او جاره
ولم يقصرا دون صرف
وجهه بالسيف ولعنه
ولعن اولاده وكل من
كان حيا من اهله وقتل
اصحابه وقد لعنهما
هو ايضا في الصلوة المفروضة
ولعن معهما ابا الاعور
السلمي وابا موسى
الاشعري وكلاهما من الصحابة
وهذا سعد بن ابي وقاص
ومحمد بن مسلمة و
اسامة بن زيد وسعد
بن زيد بن عمرو بن نفيل
وعبد الله بن عمر وحسان
بن ثابت وانس بن مالك

آنکھون مین علی کی وہ عزت بھی نہ تھی جتنا کہ ایک
عامی اپنے ہمسایہ یا دوست کی عزت کرتا ہے، آخر
ان دونون نے بغیر تلوار اٹھائے ہوے اور لڑے ہوے
دم نہین لیا، ان دونون نے خود علی بن ابیطالب علیہ السلام
اور انکی اولاد پر لعنت کی بلکہ جتنے بھی خاندان کے لوگ
تھے سب پر لعنت کی اور علی کے اصحاب اور شیعون
کو قتل کیا، خود امیر المومنین نے ان دونون پر نماز
واجب مین لعنتین کین اور انکے ساتھ ہی ساتھ ابو اعور
اسلمی ابوموسی اشعری پر بھی لعنت کی اور یہ دونون بھی
اصحاب رسول مین تھے۔

اور لو یہ سعد بن ابی وقاص محمد بن مسلم، اسامہ
بن زید، عمرو بن نفیل، عبد اللہ بن عمر، حسان بن ثابت
اور انس بن مالک ہین ان لوگون نے اس بات کا خیال
نہین کیا کہ وہ معاملہ طلحہ و زبیر و عائشہ مین علی ابن ابیطالب
کی تقلید کرین اور نہ یہ خیال کیا کہ وہ طلحہ وغیرہ کا ساتھ
دین اور انکی تقلید کرین۔ اور طلحہ و زبیر باجماع مسلمین
ان اصحاب سے جن کے نام اوپر گنوائے گئے، افضل ہین
کیونکہ انھون نے یہ خیال کیا کہ ممکن ہے اس معاملہ مین علیؑ
غلطی (معاذ اللہ) پر ہون، یا وہ دونون طلحہ و زبیر۔
اور دیکھو۔ یہ عثمان ہین انھون نے ابوذر سے صحابی
کو مدینہ سے نکلوایا اور زندہ بھیجا اور یہ وہ سلوک تھا

لم يبروا ان يقتلوا
عليا في حرب طلحة
ولا طلحة في حرب علي
وطلحة والزبير باجماع
المسلمين افضل من هولاء
المعدودين لانهم زعموا
انهم قد خافوا ان يكون
علي قد غلط او زل
في حربهما وخافوا ان يكونا
قد غلطا او زلا في حرب
علي وهذا عثمان قد نفى
اباذر الى الربذة كما يفعل
باهل الخنا والريب وهذا
عمار وابن مسعود تلقيا
عثمان بما تلقياه به لما
ظهر لهما بزعمهما منه ما وعظاه
لاجله ثم فعل بهما عثمان
ما تناهى اليكم ثم فعل
القوم بعثمان ما قد علمتم
وعلم الناس كلهم
وهذا عمر يقول في قصة

جو بے حیا اور بے غیرتون کے ساتھ کیا جاتا ہے اور
ان لوگون کے ساتھ جو اسکے قابل ہون نہ ایسے صحابی کے
ساتھ۔ اور دیکھو۔ یہ ابن مسعود ہین اور عمار بن یاسر
رحمہ اللہ ہین آپکے ساتھ عثمان نے جو جو سلوک کئے
ہین اُنکی خبرین آج سننے والون تک آگئین ہین، اور اسکے
عوض مین عثمان کے ساتھ اصحاب نے کیا کیا اسکو بھی
تم لوگون نے اچھی طرح جان لیا ہے۔
اور لو۔ یہ عمر بن خطاب ہین جب زبیر بن عوام نے
جنگ مین جانے کے لئے ان سے اجازت لی، تو انھون نے
کہا ہین اس گھاٹی کے دروازہ پر کھڑا ہو کر روکونگا کہین
ایسا نہو کہ اصحاب محمد متفرق ہو کر لوگون کو گمراہ کردین ،
اسکے علاوہ یہ بھی گمان کیا گیا ہے کہ عمر و ابوبکر کہتے تھے کہ علیؑ
و عباس معاملہ میراث مین ابوبکر و عمر کو ظالم و فاجر و کاذب
جانتے تھے۔ پھر ہم نے تو کہین نہ دیکھا کہ علی و عباس نے کبھی
بھی عمر و ابوبکر سے معذرت کی ہو، اور نہ کسی شخص نے اصحاب
حدیث مین سے اس بات کو نقل کیا۔ یہ بھی نہین دیکھا کہ
کہ اصحاب رسول نے علی و عباس کے قول کا عمر و ابوبکر کے
بارے مین انکار کیا ہو یا اسکے متعلق کچھ کہا ہو۔ اور بھی اصحاب
نے کہین اس قول عمر کا انکار نہین کیا کہ انھون نے کہا کہ (عمر نے)
"کہین اصحاب رسول لوگون کو گمراہ نہ کردین" اصحاب نے
اسکے متعلق بھی انکار نہین کیا کہ عمار بن یاسر کا لقب مبارک

الزبير بن العوام لما استاذنه في
الغزو ها انی ممسك بباب هذا
الشعب ان تتفرق اصحاب محمد
في الناس فيضلوهم و زعم
كانا يقولان ان عليا والعباس في
قصة الميراث زعماها كاذبين ظالمين
فاجرين وما راينا عليا والعباس
اعتذرا ولا تنصلا ولا نقل احد
من اصحاب الحديث ذلك ولا راينا
اصحاب رسول الله انكروا عليهم
ما حكاه عمر عنهما ونسبه اليهما ولا انكروا
ايضا على عمر قوله في اصحاب رسول
الله انهم يريدون اضلال الناس
ويهمون به ولا انكروا على عثمان دوس
بطن عمار ولا كسر ضلع ابن مسعود
ولا على عمار وابن مسعود ما تلقيا
به عثمن كانكار العامة اليوم الخوض
في حديث الصحابة ولا اعتقدت
الصحابة في انفسها ما يعتقده العامة
فيها اللهم الا ان يزعموا انهم اعرف
بحق القوم وهذا علي وفاطمة والعباس

عثمان نے نہیں کچلوایا ابن مسعود کے پسلیاں نہیں توڑی
گئیں بہرحال ان تمام باتوں کا انکار اصحاب نے اس
طرح نہیں کیا جیسا کہ آج کل کے عامہ حدیث وواقعات
صحابہ میں خوض وغور کے منکر ہیں اسکے علاوہ صحابہ نے
بھی اپنے لئے اس بات کا اعتقاد نہیں کیا جو اُنکے
بارے میں گروہ عامہ آجکل اعتقاد رکھتا ہے۔ مگر یہ
کہ کہا جائے کہ وہ لوگ (صحابہ) حق قوم کو خوب پہچانتے تھے
اور شنو یہ علی وفاطمہ (علیہما السلام) وعباس ہی ہیں جو ہمیشہ
یہ لوگ اس روایت نحن معاشر الانبیاء لا
نورث، کو جھٹلاتے رہے اور کہتے رہے کہ یہ کیونکر
ہو سکتا ہے کہ رسول اس حکم کو ہم سے چھپاتے اور ہمارے
غیر کو بتلاتے حالانکہ ہم ہی وارث ہیں اور ہم بہترین مردم
ہیں اس امر کے لئے کہ اسکو لوگوں تک پہونچائیں۔
اور ملاحظہ کیجیے۔ یہ عمر بن خطاب ہیں جو اس بات
کی گواہی دے رہے ہیں کہ اہل شوری وہ لوگ ہیں جن سے
رسالتماب راضی وخوشنود گئے۔ اور پھر انھیں لوگوں
کے متعلق یہ بھی حکم کرتے ہیں کہ اگر یہ تاخیر کریں، معاملہ خلافت
میں تو انکی گردنیں اڑا دو، پھر یہ حکم ویسا حکم تھا یعنی قتل کا
کہ اگر آج گروہ عامہ کسی کے منھ سے سنے تو اس کے
گلے میں پٹہ ڈالکر کھینچتا ہوا بادشاہ کے پاس لیجائے
اور اس شخص کے رافضی ہونے کی گواہی دے اور اسکا

مازالوا على كلمة واحدة تكذبون
الرواية نحن معاشر الانبياء لا نورث
ويقولون انها مختلفة قالوا وكيف
كان النبي يعرف هذا الحكم غيرنا ويكتم
عنا ونحن الورثة ونحن اولى الناس
بان يودى هذا الحكم اليه وهذا عمر بن
الخطاب يشهد لاهل الشورى انهم
النفر الذى توفى رسول الله وهو
عنهم راض ثم يامر بضرب اعناقهم ان
اخروا فصل حال الامامة هذا بعد ان
ثلبهم وقال في حقهم ما لو سمعه العامة
اليوم من قائل لوضعت ثوبه في عنقه
سحبا الى السلطان ثم شهدت عليه بالرفض
وستحلت دمه فان كان الطعن على
بعض الصحابة رفضا فعمر بن الخطاب
ارفض الناس وامام الروافض كلهم ثم
ماشاع واشتهر من قول عمر كانت بيعة
ابى بكر فلتة وقى الله شرها فمن عاد الى
مثلها فاقتلوه وهذا طعن في العقد
وقدح في البيعة الاصلية ثم ما نقل
عنه من ذكر ابى بكر في صلاته وقوله

خون بہانا جائز وروا رکھے۔ (تو بھائی) اگر
بعض صحابہ پر طعن کرنا رفض ہے تو عمر بڑے پکے
رافضی تھے اور امام الروافض تھے
اسکے علاوہ جو قول کہ بیعت کے بارے مین عمر کا
مشہور و معروف ہے اس پر نظر کرو، کہتے تھے
کہ بیعت ابوبکر ناگہانی تھی خدا نے اسکے شر سے
بچایا اب اگر کوئی شخص یہ ترکیب اختیار کرے
تو اسے قتل کر ڈالو۔
کیا یہ بیعت اصلیہ مین طعن نہین اور کیا یہ
خلافت کی مجلس منعقدہ مین قدح نہین ؟
پھر رافضی اور کسے کہتے ہین؟
یوہین وہ بات جو نقل کی گئی ہے ابوبکر کے
بارے مین کہ انھون نے نماز کے متعلق عبدالرحمن اپنے
بیٹے سے کہا کہ وہ ایک برا جانور ہے (یعنی خود خلیفہ جی)
اور یہ کہ وہ اپنے باپ سے بہتر ہے۔
پھر اور ملاحظہ کیجیے، یہ عمر ہین جو بزم سقیفہ مین
سعد بن عبادہ رئیس انصار اور سردار انصار کیلئے
پکار پکار کے کہہ رہے ہین کہ قتل کر ڈالو سعد بن
عبادہ کو خدا قتل کرے اسکو وہ تو ایک منافق ہے
یوہین عمر نے ابوہریرہ کو گالیان دین اور ان کی
روایت مین طعن کیا، خالد بن ولید کو گالیان دین

عن عبد الرحمن ابنه دويبة
سوء ولهو خير عن ابيه ثم
القائل في سعد بن عبادة وهو
رئيس الانصار و سيدها اقتلوا
سعدا قتل الله سعدا اقتلوه فانه
منافق وقد شتم اباهريرة وطعن
في رواية و شتم خالد بن الوليد
وطعن في دينه وحكم
وبوجوب قتل وخون عمرو بن
العاص ومعوية بن ابي سفيان
ونسبهما الى سرقة مال الفيء واقتطاعه
وكان سريعا الى المساءة كثيرا
لجنة والشتم والسب لكل احد و
قل ان يكون في الصحابة من سلم
من معرة لسانه اويده ولذلك
ابغضوه وملوا ايامه مع كثرة
الفتوح فيها فهلا احترم عمر الصحابة
كما تحترمهم العامة اما ان يكون عمر
مخطيا واما ان يكون العامة على
الخطا فان قالوا عمر ما شتم ولا ضرب
ولا اساء الا الى عاص مستحق لذلك

لعنت کی اور اسکے دین میں قدح کی اور
بے دین بنایا اور فاسق کہا اور اسکے قتل کو
واجب جانتے تھے۔
یونہی انھین حضرت نے عمرو بن عاص صحابی
رسول اور معاویہ کو چوری لگائی اور چور بنایا
اور مال فئے کا سارق کہا، خود عمر کی طبیعت
مین تھا کہ بجد لعن و تشنیع و گالم گلوج کیا
کرتے تھے گروہ صحابہ مین شاید ہی کوئی ایسی
فرد نکلے جو عمر کے زبان درازیون سے بچی ہو،
اور یہی وجہ تھی کہ باوجود کثرت فتوح پھر
بھی لوگ انکو دشمن رکھتے تھے اور انکا عہد
اُنھین کھلتا تھا۔ ذرا سوچو آخر عمر نے
اصحاب کا ویسا احترام کیون نہ کیا جیسا کہ آج
گروہ عامہ وعویدار ہے، اب دو ہی باتین ہین
یا تو عمر خطا وار تھے یا گروہ عامہ خطا وار ہے
اب اگر یہ لوگ کہین کہ عمر نے نہ کسی کو مارا نہ
گالیان دین مگر اس شخص کو جس نے عصیان کیا
اور جو اسکا مستحق ہو چکا کہ اسپر زبان لعن وطعن
دراز کیجائے تو ان سے یہی کہا جاتا ہے کہ یہی تو
ہم بھی کہتے ہین، اللہ یہی تو ہم بھی کرتے ہین ہمارا
مطلب تو یہ کبھی نہ تھا اور نہ ہے کہ جو مستحق

قیل لهم فکان نحن نقول انما نرید ان نبرا و نعادی من لا یحق البراءة والمعاداة کلا ما قلنا هذا ولا یقول هذا مسلم ولا عاقل انما غرضنا الذی الیه یجری بکلامنا هذا ان نوضح ان الصحابة قوم من الناس لهم ما للناس وعلیهم ما علیهم من اساء منهم ذممناه ومن احسن حمدناه

باقی

برارت و عداوت تھو اس سے بھی ہم عداوت رکھین اور براوت چاہین اسکو تو کوئی عاقل اور کوئی مسلم نہ کہے گا۔

ہماری غرض تو اس سے صرف یہ ہے کہ ہم اس بات کو واضح کردین کہ صحابہ ایک طبقہ ہے لوگون مین سے انکے لئے بھی وہی ہے جو لوگون کے لئے ہے خواہ نفع ہو یا ضرر، اگر اس گروہ مین سے کسی نے برائی کی تو ہم اسکی مذمت کرینگے اور اگر نیکی کی تو ہم اسکی مدح کرینگے (یہ نہو گا کہ مصاحب کہنے سے ہم انکے عیوب کو واضح نہ کرین اور ان کی صحبت کے خیال کو ہم انکی طہارت باطن وظاہر مین دخیل سمجھین۔

باقی

سفوف مسیحا دافع جریان و ضعف مقوی اعصاب

[illegible] افسوس ہوئے ہیں اسلئے ہمکو [illegible] جریان [illegible] سے گئے [illegible] امراض [illegible]

[illegible]

[illegible] سہیل یمن [illegible] وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

الکاظم تاریخ امام موسیٰ کاظم

[illegible]

حدیث قرطاس [illegible]

تشریح الاحکام شرح میراث [illegible]

شرائع الاسلام [illegible]

سہیل یمن جلد اول و دوم

[illegible]

مجلد [illegible] چار روپیہ [illegible]

غیر مجلد [illegible]

محصول بذمہ خریدار

سہیل یمن جلد اول

پہلا نمبر دفتر میں بالکل باقی نہیں حضرات نوٹ کرلیں۔

اگر کوئی صاحب [illegible] فرمانا چاہیں تو وہ [illegible] کے ٹکٹ روانہ فرماسکتے ہیں۔

نوٹ جو حضرات [illegible] دفتر میں [illegible] انکو سہیل جلد اول بلا قیمت [illegible] کیا جائے گا

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ڈیڑو پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شایع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنؤ طبع گردید

قواعد سہیل میں

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ میں شایع ہوگا
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہو گی
(۳) سہیل جملہ خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریداروں کے پاس کسیوجہ سے رسالہ نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر میں اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ر کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال سے ر اور ششماہی عہ ر ہوگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام ابوالبراعة مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل میں وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیئے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اُتریں گے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام میں جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہو گا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ر کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) خریداروں سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جواب طلب امور کیلیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے
(۱۲) مضامین موصولہ ضرور بالضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض ومقاصد سہیل میں

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملوں کا دفاع
۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔
۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد
۵۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

مشتہرین

اس کثیر الاشاعة رسالہ میں اشتہار بھیجنے و[الے] ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالیں

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلیے	للعہ	للعہ ر	سعہ
چھ ماہ کیلیے	عہ	سعہ ر	معہ
تین ماہ کیلیے	عسہ ر	ہے ر	للعہ
ایک ماہ کیلیے	صہ ر	سے ر	عہ

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائیں [کیونکہ] گنجائش نہیں۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا [ہے] اجرت بہرحال پیشگی آنا چاہیئے۔

منیجر سہیل میں وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



اطلاع

یہ رسالہ محض احقاق حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جس کا نتیجہ [illegible]
کسی کی توہین کیے ہے اگر کسی کو اس سے دل آزاری کا خیال ہو تو اسکو دیکھئے کہ یہ شائع نہیں کیا گیا

سہیل یمن

محبت شہ مردان مجو ز بے پدری کہ دست غیر گرفتہ ست پائے مادر را

جلد ۳ — شوال المکرم ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق اپریل و مئی ۱۹۲۸ء — نمبر ۲ و ۳

فہرست مضامین

منشور الدہر

خنک آن نسیم بشارتے کہ زغائب از نظرے رسد پس از انتظار ی مدتے خبرے بہ بجزے رسد

اگرچہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ سہیل شوال کے تیسرے ہفتہ مین روانہ کیا جائے گا، مگر اس وعدہ کی ایفاہم اپنی دلچسپ مجبوریون کی وجہ سے نہ کرسکے ڈرتا ہون کہ مجبوریون کا ذکر کرکے باقہم مدیر النجم سے "فاعل مجبور" کا لقب نہ ملے اس کی وجہ ایک تو وہی تھی جو سہیل نمبر ۱۲ مین لکھ چکا، دوسرا قوی مانع یہ پیدا ہوگیا کہ چونکہ اب کی ٹائیٹل کئی رنگون سے چھپوایا گیا ہے اس لیئے اس مین کافی مدت صرف ہوگئی، کیونکہ ہر رنگ کیلئے چھپنے کے بعد ایک یا دو روز خشک ہونے کیلئے درکار ہوتے ہین، اس کے علاوہ خریداران سہیل کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مطبع اپنا نہین لہذا ہمارے ارادے دوسرون کے ارادون کے مقید ہین۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا آپ آتے تھے مگر کوئی عنانگیر بھی تھا،

جب شوال کا مہینہ قریب ختم ہوا تو یہ خیال گزرا کہ اس تاخیر کا اثر ذیقعدہ پر پڑے گا اور ذیقعدہ کی تاخیر کا اثر عدیر نمبر پہ اور یہ سلسلہ پھر آخر سال تک برقرار رہے گا، لہذا یہ صورت مناسب معلوم ہوئی کہ دو نمبر شوال و ذیقعد ایک ساتھ نکال دیے جائین اور یون قہری تاخیر سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ دونون نمبر پانچ جزون مین حاضر خدمت کیئے جاتے ہین۔

چارہ مرگ است اگر کار بہ ناکس افتد مشکل این است کہ کارم بہ کسے افتادہ است

باوجودیکہ عرض کیا گیا تھا، و دبادب، کہ خریداران سہیل زحمت گوارا فرماکے اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر مرسل فرمادین تاکہ وہ نقصان وی پی سے محفوظ رہین اور ہم کشمکش بچاسے، مگر کیا کیا جائے جب وی پی وصول کرنے کی عادت طبیعت ثانیہ ہوگئی ہو، اب تک جن حضرات نے اپنے چندے بھیجے ہین ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ ہمین بغیر مصائب وی پی برداشت کیئے کوئی چارۂ کار نظر نہین آتا، یہی ایک وہ جگہ ہے جہان استحصال بالجبر یعنے وی پی خریداران رسائل و اخبارات

کو حسین پیرایہ مین نظر آتا ہے ؛ اور بس

تو این جورے کہ بر من میکنی و لطف پنداری ۔ بچشم من خوش است، اما ببین بدبین چہ میگوید

ہمارے بعض خریداروں نے (جیسا کہ ہر اخبار و رسالہ کے ساتھ ہوتا رہتا ہے) ہمین اطلاعی خطوط بھیجے کہ وہ آیندہ سال کے لیئے خریدار سہیل نہ رہین گے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وجوہ معقول بھی لکھے ہین، مثلاً عدم مقدرت وغیرہ، اس کے ساتھ ہی ساتھ سہیل کا دل بھی بڑھایا ہے اور اس کی مدح بھی کی ہے) ہم ایسے حضرات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہین کہ انھون نے ہمین وی پی کے نقصان سے بچایا۔ مگر بعض حضرات ایسے بھی ہین جنھون نے رسالہ لینے سے انکار کیا ہے اور یہ بھی خواہش کی ہے کہ ان کے نام کے ساتھ اس انکار کو منسوب کر کے اظہار نہ کیا جائے یہ صورت البتہ حیرت انگیز ہے جس کی منطق کم از کم میری سمجھ مین نہین آتی، اچھا وہ مطمئن رہین مین ان کے متعلق کچھ نہین کہتا مگر اتنا۔

"گفتی کہ از من آنچہ شنیدی بہ کس مگو ۔ حرفے نہ گفتۂ کہ توان گفت با کسے"

نہ یارے حلقہ بر در زد نہ صبحے خندہ بر رو زن ۔ بتنگ از سوختن آمد چراغم داد از بی شبہا

شکایت نہین، اگر غرض حال مین کوئی عیب بھی نہین، ہمارے بہت سے مددگار ایسے ہین جو "دامے درمے" قدمے" سے غض بصر کیئے ہوئے "سخنے" کا لغو لگا رہے ہین، اور وہ بھی اسطرح جو ہمین کبھی فائدہ نہ دے بلکہ نقصان پہونچا دے ایسے حضرات کی خدمت مین رسالہ دو سال سے جاتا ہے۔ مگر انھون نے کبھی کوئی توجہ اس کی جانب نہین کی اور اگر کی بھی تو اتنا کہ "رسالہ بھیجنا بند نہ کیجیے گا عنقریب چندہ بھیجتا ہون"، ممکن ہے آیندہ مین ان حضرات کے اسم گرامی مع نمبر خریداری کی خدمت مین پیش کر سکون مگر ابھی جسارت نہین ہوتی۔ اس مین بعض وہ بھی ہین جن کی سستی بھی منقطع ہوگئی اور وہ سال سال بھر اور چھ چھ مہینہ سہیل منگوا کر بغیر کسی اعانت کے گنتا ہوگئے "لایلاف قریش"، پڑھ کر چندہ مع سہیل ہضم فرما گئے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ ان لوگون کی حالت ہے، جو اخلاق کے دلدادہ، قوم کے فدائی، اور مذہب کے جان نثار کہے جاتے ہین

کیا الفاظ ہیں یہ جو ان افراد تک آتے آتے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اللہ ان سبھوں کو توفیق نیک عطا فرمائے!

بمن بسیار کم لطف است والداری کہ من دارم ہنوز آن لطف بسیار است از یار کہ من دارم

خریداران سہیل میں ایسے حضرات بہت زیادہ ہیں جو اس کا چندہ تو مرحمت فرماتے ہیں مگر وہ چار آنے جو اس کے لئے ایک حد تک جزو و تتمہ ہیں نہیں عنایت فرماتے حالانکہ اس کا چندہ تین روپیہ چار آنے ہے، جس کا اظہار سر صفحہ اول پر بھی ہے۔ یہ چار آنے سہیل کے محصول کے ہوتے ہیں جو سال بھر میں کسی نہ کسی طرح ادا کر دیے جاتے ہیں، نہ بھیجنے والوں کے نزدیک تو صرف چار آنہ کم ہوتے ہیں جو ایک ذلیل رقم کے اعتبار سے قابل اعتنا نہیں، مگر اس کی اجتماعی صورت اگر سہیل متوکل نہ ہوتا تو شاید اس کی کمر توڑنے کے لئے کافی ہوتی، ایسے حضرات میں سے غالباً ہر شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ایک میرے نہ بھیجنے سے کیا ناقابل برداشت نقصان تھوڑے ہی ہوگا؟ مگر شاید یہ نہیں معلوم کہ اپنے اپنے مقام پر ہر شخص اسی خیال میں غرق ہوتا ہے اور تالاب کو دودھ سے بھرنے کا قصہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ لہذا مجھے قوی امید ہے کہ خریداران سہیل انشاء اللہ آیندہ سے اس بات کا خیال رکھیں گے۔ ورنہ شاید تعمیل حکم نہ ہو سکے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

خود ستائی نہیں کہ معیوب ہو، تذکرہ پندار نہیں کہ غیر مطلوب ہو، بلکہ الٰہی نعمت کا تذکرہ اور اظہار ہے جس کا درس قرآن کریم نے "واما بنعمۃ ربک فحدث" فرما کے دیا ہے۔

یوں تو سہیل کے لئے ہمیشہ کوشش رہی کہ اس کی معنوی اور صوری خوبیاں ہمیشہ اپنی آپ ہی نظیر رہیں اور اس کی دلکشی ہر طرح سے اپنے پورے معنے دیے مگر اس سال اس خیال کو اور ترقی دی گئی ہے اور اس کا ٹائٹل اٹ پیپر پر مختلف اور متعدد رنگوں سے چھپوا کر مدح اہلبیت کا گوشہ زیر سلسلہ خدمت نکالا گیا ہے، جب دنیا کے کار و اشعار مدح اہلبیت میں صرف ہو کر بھی حق عملاً ادا کر سکیں تو سہیل بھی اسی دنیا کا باشندہ ہے وہ بھی اپنی جانداد سمیت اس مدح میں صرف

ہو رہا ہے اور جانتا ہے کہ کوئی حق سپاس و نعمت نہیں ادا کر سکتا۔

مین یہ دعوی تو نہیں کر سکتا کہ سہیل اپنی مسلک اور صوری و معنوی اعتبار سے بے نظیر ہے، مگر اتنا کہنے دیجئے کہ اس قدر کم چندہ اور اتنے کم خریداران کے ہوتے ہوئے۔ شاید کوئی دوسرا رسالہ اس قیمت پر نہ مل سکے۔ اور نہ اس صورت سے نکل سکے۔

اس سے میرا یہ بھی مقصود نہیں، کہ آپ اس کے توسیع اشاعت مین حصہ لین، نہین نہین آپ یوہین غافل و بیخبر رہین کیونکہ اخبارات و رسائل کی پیہم فریادون نے آپ کو یہ درس غفلت دیا ہے، جو ایک حد تک بجا ہے۔ میرا مقصود صرف اظہار تشکر تھا جو مین کر چکا۔

حرفے مجتم کہ از دلمہان پیداست زان نشنوی کہ گوش تو زان داستان پراست
دیگر شکایت از تو ستمگر نمی کنم کارم بہ شکوہ بدشدہ بدتر نمی کنم

اب تک باوجود قواعد و ضوابط، سہیل کا یہ سلوک رہا کہ وہ نمونے کے پرچے اور گمشدہ رسالے نقصان برداشت کرتے ہوئے، خریدارون کی طلب پر برابر بھیجتا رہا، اور اکثر ایسا اتفاق بھی ہوا کہ ایک ہی شخص کو متعدد رسالے ایک ہی نمبر کے بغیر وصول قیمت بھیجنا پڑے، رفتہ رفتہ ان کی تعداد اتنی پہونچی کہ ناقابل برداشت نقصان کی شکل مین آ گئی، اگرچہ قواعد بھی ہین اور ضوابط بھی، بار بار یاد دہانی بھی ہے اور التجا بھی مگر نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ لوگون کا اس پر بالکل عمل نہین وہ صرف ایک کارڈ روانہ فرما دینگے کہ فلان نمبر نہین پہونچا بھیجئے یا نمونہ بھیجئے اور بھیجکر نقصان برداشت کیجئے یا نہ بھیجے اور ان صاحب کی بیجا خفگی اور برہمی مزاج سے تعارف حاصل کیجئے اگرچہ دونون جتنے تکلیف دہ ہین معلوم ہے،

لہذا ملتمس ہون کہ حضرات ان باتون کو ملحوظ رکھین اور فرمائش کے ساتھ ٹکٹ بھیجکر اپنی اور بھی رسالہ کی مدد کرین اور اگر کوئی رسالہ نہ پہونچے تو ایک بیرنگ خط پوسٹ ماسٹر کو بھی ضرور لکھین تاکہ تفتیش مناسب ہو سکے، اگرچہ یہ سلسلہ قطع ہونے والا نہین معلوم ہوتا اور کوشش غیر مثمر ہوتی ہے، ورنہ اس کے خلاف پر دفتر آئندہ سے قاصر نظر آئے گا۔

"تغافل شعارے ستم آزمودئے عجب زود رنجے عجب جنگجوئے"

ہمارے بعض خریدار ماشاء اللہ مضمون نگار بھی ہیں ان کے مضامین اکثر دفتر میں آتے رہتے ہیں اکثر چھپتے بھی ہیں، اور اکثر اس لئے نظر انداز کر دیے جاتے ہیں کہ یا تو رسالہ میں گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ مضمون دل کھول کے لکھا جاتا ہے اور اتنا طویل ہوتا ہے کہ اگر وہ طبع ہو تو سہیل اسی بھر کا ہو جائے۔ یا ایسی رکیک اغلاط ہوتے ہیں کہ حبابیت نہیں ہوتی، مثلاً کسی واقعہ کو لکھکر یہ لکھدیا کہ دیکھو کتاب اخرجہ الدیلمی" مجھے معلوم ہے کہ اگر دنیا کوشش کر کے بھی ڈھونڈھے اور عمر نوح حاصل کر کے سعی کرے جب بھی اس نام کی کتاب اُسے نہ ملے گی، اتنا لکھدینا ہی ان کے مضامین کے مشکوک بنانے کے لئے کافی ہے اگرچہ معلوم ہے کہ اس سے روایت دیلمی مراد ہے مگر کس کو فرصت کہ وہ مطابقت کرے اور مضمون طویل کو درست کرے اور طبع کرائے یہ وجوہ ہیں جو عدم طبع مضمون کا باعث ہوتے ہیں جس پر ہمارے خریدار خفا ہوکر خریداری سے انکار کر دیتے ہیں جو اگر مقام گریہ نہیں تو جائے خندہ ضرور ہے۔

بعض حضرات مضامین بھیجتے ہیں مگر اپنا نام کا اظہار نہیں چاہتے حالانکہ وہ مضامین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری سے خود بیچارہ مدیر گھبراتا ہے لہذا جب تک مضمون نگار اپنے نام کے چھاپنے کی اجازت نہ دے وہ میرے پاس امانت رہیں گے۔

ایسے حضرات سے مری التجا ہے کہ وہ مضامین لکھتے وقت اس کے ہر پہلو پر غور فرمالیا کریں اور اس کی تکمیل کا مد نظر رکھیں، اگر اس کے بعد بھی طبع نہ ہو تو آئندہ میں معہ احترام پیش "حدیث قرطاس" پر ایک مکمل مضمون "معرکۃ القلم" کے عنوان سے اس نمبر میں نکل رہا ہے جو مدیر النجم کیلئے نہایت پریشانی کا باعث ہوگا اور عجب نہیں کہ لقمہ گلوگیر ہوجائے موصوف مضمون کی جدت آپ اپنی نظیر ہے، اس کا ہر لفظ اپنے دامن میں ایک دریائے ذخار لیئے ہے، یہ مضمون انشاءاللہ مخالف کے تاویلات رکیک کے دروازے بند کردے گا جو حدیث قرطاس کے متعلق کی جاتی ہیں ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔

ماہ رمضان المبارک ۶۰ء سہیل میں حضرۃ باقر العلوم اعلی اللہ مقامہ کے وفات حسرت آیات کا مصرع تاریخ کاتب کی عنایت سے غلط چھپ گیا اگرچہ اکثر پرچوں میں تصحیح کردی گئی مگر ممکن ہے کہ بعض میں غلطی رہ گئی ہو ناظرین تصحیح فرمالیں مصرعہ یوں ہے :۔ عالم وین جا گرفت نزد مزار حسین"

مدیر النجم کا سفید جھوٹ

النجم جلد ۵ ء صفحہ ۱۱ میں ایک مضمون کذب ریز دیکھکر میں نے آیۂ لعنت پڑھی ۔ آپ نے لکھنؤ کی اشتہار بازی کو یک طرفہ لکھا ہے اچھا تو اس شخص پر لعنت کیجئے جس کے اشتہاروں کے میں نے جوابات دیے تھے ۔ آخر میں ہمارے مد مقابل نے شیعوں کی تہذیب و شرافت کا جنازہ نکالا ۔ ہم نے رد تثلیث پرست میں تین اشتہار شائع کئے ۔ اور جونپور کے مرگھٹ میں اپنے سرکش کے مذہب کی ارتھی آگ میں جلوائی آخر ہمارا دشمن خاموش ہو کے بیٹھ رہا ۔ ہم نے اس پیرو فرار احد و حنین اور مطیع جبان احزاب و خیبر کا فرار بصورت اشتہار شائع کرکے دنیا کو دکھا دیا کہ ہم اپنے دشمن پر غالب آئے ۔

بیشک میں وہی ہوں کہ میں تبلیغ مذہب حق اور ابطال باطل کیلئے زنجبار گیا تھا اور میں نے وہاں دین اسلام کا علم نصب کرکے خوارج و نواصب کے مذہب کو خوب پامال کردیا میرے متعلق آپ نے خرافات و اکاذیب اپنے النجم میں شائع کئے ان کا زلزلہ افگن جواب میں نے اصلاح میں دیکر آپ کے دماغ خرف سے کلبلاتے ہوئے کیڑے کو جھاڑ دیا ۔ بس وہی جواب آپ کی سرزنش کیلئے کافی ہے ۔ بیشک ہندوستان میں میرے تبلیغی دورے ہوتے ہیں میں اتحاد کا حامی ہوں لیکن آپ کے مذہب وہابیت کا ابطال بھی کیا کرتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں کرتا رہوں گا ۔

سنی اخبار خود میرے کارنامے شائع کرتے ہیں دیکھئے مشرق گورکھپور اور حقیقت و ہمدم لکھنؤ مگر ناصبی وہابی جس کو بیس علمائے احناف نے مقتائے فسق و کفر دیا ہے اور کاذب لکھا ہے جھوٹی تین

اُڑایا کرتا ہے کیون نہ ہو وہ اپنے کذب و دروغگوئی سے غدر و کذب سلف کی یاد تازہ کرتا ہے اور اس خائن کی روح کو خوش کرتا ہے جس کا تذکرہ صحیح مسلم مین ہے - ذرا اپنی گردن جھکاؤ اور دروغگوئی چھوڑ دو مین نے کبھی کسی سے نہین کہا کہ مدیر النجم سے میرا مناظرہ ہوا - ہان مین تو یہ کہتا ہون کہ یہ ذات شریف انتہائے کوشش پر بھی میرے مقابلہ مین نہین آئے بالکل جھوٹ ہے بلکہ در نجف مین کوئی خبر اس قسم کی نہین چھپی ہے جس کے آپ مدعی ہین -

ہم نے در نجف مین آپ کے دعوی کذب کے ابطال مین تحریف کے متعلق مضمون شایع کیا تھا ہم نے کوئی لفظ خلاف شان قرآن اس مین نہین لکھا ہے ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ آپ کے دین باطل پر لکھا ہے تم بیشک کھلے ہوئے عدو قرآن ہو کر جھوٹ بولکر قرآن کی مخالفت کر کے لعنت پروردگار کا لحاظ بھی نہین کرتے ہو قرآن موجود کی ترتیب کے خلاف نزول ہونے کے تم خود مقر ہو اب اس کی ترتیب کو تمہارے سلف نے اوندھا کر دیا لہذا ترتیب کے اوندھے ہونے کا جرم محرفین قرآن کی طرف عائد ہے خدا لم اللہ ․․․ کہ مجھ پر کہتے تمہارے مذہب کی پریشان حالت و نکبت دکھائی ہے - صحابۂ کرام اور ازواج نبی کی شان مین ہم نے کوئی گستاخی نہین کی بلکہ ان منافقین کی تصویر کھینچی ہے جس کی مذمت مین سورۂ منافقون نازل ہوئی ہے - اور ازواج کا وہ حلیہ دکھایا ہے جس کا ماخذ سورۂ احزاب اور سورہ تحریم ہے - یہ الزام گستاخی مجھ پر نہین ہے بلکہ خدا پر ہے آپ نے النجم جلد ۳ ․․․ میرے مضمون کا بیہودہ جواب دیا مین نے در نجف جلد ہفتم مین قیامت خیز جواب الجواب دیا ہے - ہمارے مرزا صاحب کے ذریعہ سے نمونہ کا پرچہ آپ کی زیارت کیلیے آپ کے پاس بھیجدیا تھا - پھر میرے ایک دوست نے کارڈ بھیجکر آپ کو اطلاع دی تھی مگر آپ جھوٹ بولتے ہین کہ جواب الجواب مجھے نصیب نہ ہوا خیر - اب مین لکھتا ہون کہ مین نے در نجف سیالکوٹ مین آپ کے مضمون باطل کو رد کر دیا ہے جلد معہود منگائیے ہمارا زور رد دیکھیے - اگر ہمت ہو تو حامل المتن جواب شایع کیجیے - بیہودہ بکنا چھوڑیے - آپ کی مایۂ ناز کتاب تنبیہ الحائرین کا جواب بھی تیار ہے رکھا ہوا ہے ؎

آپ نے میرے اور مولوی علی زینبی صاحب کا جو مکالمہ لکھا ہے اس کی صحت پر موصوف کی تصدیق اور حلفیہ توثیق شایع کیجیے ورنہ اس کے جواب مین آیۂ لعنت حاضر ہے - ز․․ ہے ان خرافات پر تف ہے اس دروغ بافی پر - بھلا کہین ممکن ہے کہ مین آپ ایسے ناصبی و وہابی کی نسبت یہ کہہ سکتا ہون کہ آپ بڑے وسیع النظر ہین آپ مجھے چیت کر دینگے - لاحول ولا قوۃ الا باللہ آپ کیا چیز ہین آپ کے تمام اہل ملت میرا مقابلہ نہین کر سکتے -

ورنہ ہمت ہے تو کیون حیلہ سے مرد میدان کے مقابلہ مین نہین آتے - عورتون کی طرح بڑبڑانے سے کچھ حاصل نہین ہے - جھوٹا مکالمہ شایع کر کے آنسو نہ پوچھیے - اپنے جہلاء کو دھوکا نہ دیجیے - خدا آپ کو ہدایت کرے -

راقم

آپ کا بہی خواہ محمد اعجاز حسن بدایونی منتظر جواب باصواب

دشمن رسول کا ہذیان

النجم مورخہ ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۴۳ھ مین بیچارہ مدیر اسبات کا ارادہ کر رہا ہے کہ وہ سہیل کے مقابلہ مین بحث حدیث قرطاس کو ختم کر دے بڑی اچھی بات ہے اگر یہ ختم ہو جائے تو ایک بڑا داغ دامن حضرت عمر سے دھو جائے لیکن شاہ عبد العزیز صاحب نے یہ دھبہ دھوتے دھوتے اپنی عمر ختم کردی نیز آپ کے اسلاف نے بھی بہت کوشش کی وہ سب نا کامیاب رہی اب آپ کی باری ہے ممکن ہے کوئی نسخہ کمال کاغذی آپ کے ہاتھ لگ گیا ہو اور یہ چھوٹ جائے تو آپ کے بڑے خلیفہ کی جان چھوٹ جائے۔ لیکن مخالفت بنی اور اسکے ساتھ اسائت ادب ایسی چیز نتھی جو گلے کو چھوڑ دے مین تو یہ دیکھتا ہون کہ اس دھبہ کا چھٹنا تو درکنار جو کچھ بھی خاک اڑا کر اس سیاہ دھبہ کے سواد کو کم کیا جاتا ہے اتنی ہی سیاہی اور نمودار ہو جاتی ہے گویا کہ یہ تمام شست و شواسی سواد کی پوری طرح نمایان کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

ابھی تک غریب مدیر کو اسبات کی خبر نہین ہے کہ حدیث قرطاس کا جواب دینا کس کے ذمہ ہے ادارہ نائے سہیل اس کا ذمہ دار ہے یا مدیر النجم۔ حتی آنکہ وہ ہمسے اسبات کا جا بجا خواہشمند نظر آتا ہے کہ کوئی ایسی صحیح روایت پیش کرو اور ہمارے بیان سے جو یہ ثابت کردے کہ حضرت عمر نے ایسا کہا اور پھر اپنے اسلاف سے یہ نہین پوچھتے کہ تم کیا سٹری ہو گئے تھے جو شیعون کے طعن کا جواب دے بیٹھے ہو ہمارے یہان تو کوئی روایت ہی اس مضمونکی موجود نہین ہے۔ حضرت مجرم ماخوذ ہو چکا ہے فرد قرار داد جرم عدالت باری مین لگ چکی ہے لیکن دنیا کے سامنے کم سے کم آپ صفائی کے گواہ پیش فرمائین اور وہ آپ کو میسر نہین آتے مدیر کی گبھراہٹ اس موقع پر دیکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگون پر الزام قائم ہو رہا ہے وہ انہین کی گواہی پیش کر رہا ہے اور مجرمون کو شاہد قرار دے رہا علامہ ابن حجر اور فلان اور فلان ان کے کلمات کہین اس مصیبت کو دفع کر سکتے ہین جو آپ انکے حوالہ پیش کرتے ہین

وہ سب مجرم ہین اور سب اپنے حیلہ پیش کر رہے ہین لیکن ایک کے ناخن سے بھی یہ گتھی حل نہین ہوتی۔

(عبارت النجم) پہلی بات کے متعلق ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ اہلسنت کی ایک معتبر روایت بسند صحیح پیش کرد" لیکن سہیل نے بجاے روایت کے چند کتابون کی عبارتین پیش کی ہین۔

سہیل۔ اس تطویل لاطائل سے اور نیز اس امر سے کہ لوگون پر کسی طرح حق مخفی رہے اور آشکار ہونے پاے جناب کا کیا فائدہ اگر بفرض محال سہیل نے مصنفین اہلسنت کی عبارتین پیش کردین تو آپ کے مطالبہ کے خلاف کیا ہوا کیا اس کا محصل یہ نہین ہے کہ صحیح روایتین اگر دنیا مین اسکے متعلق موجود نہین ہین تو یہ متعصبین اہلسنت جنکی عبارتین پیش کی گئی ہین کاہیکو یہ مضمون تسلیم کرتے اور کیون پسر انداختہ ہو جاتے آپ بات کو بڑھانے کے لیے اور حق کے مخفی رکھنے کے لے کہتے ہین کہ یہ روایت تو نہین پیش کی گئی بلکہ یہ تو مصنفین کی عبارتین پیش کی گئین اگر جناب دماغ سے کام لین تو یہ معلوم ہو جاے ان مصنفون کی عبارتون کو پیش کر کے دونون طرح کے استدلال قائم کر دیئے گیے یہ بھی کہ ایسی روایات موجود ہین اور یہ بھی کہ ایسی جگہہ اہلسنت اسکو تسلیم بھی کرتے ہین آپ کے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ مین اس طعن کے متعلق ذکر فرماتے ہین وجہ ثانی از طعن یعنی اینکہ عمر اختلاط کلام را بہ پیغمبر نسبت کرد لیس نیز بیجا است این کہ اول از کجا ثابت شود کہ گوئندہ این لفظ "اُہجر استفہموہ" عمر بود در اکثر روایات قالوا واقع است) وہ صواقع کے مال فروش تھے آپ انکی اوڑائی ہوئی بات کو اڑا رہے ہین گویا اسے آپ کم اثر سمجھ کے دو آتشہ بنا رہے ہین آپ کو معلوم ہے کہ مجاہدین اہل تشیع کیونکر اس قول واہی کے ٹکڑے اوڑا دیئے ہین لیکن پھر آپ خواہش اخفاے حق مین دست و پا مار رہے ہین کسی ایک میدان مین تھم کے جنگ کر لیجیے تاکہ دنیا کو اچھی طرح معلوم ہو جاے کہ کس نے میدان چھوڑ دیا یہی مسئلہ سہی اب جبتک اس کا فیصلہ نہو کوئی دوسرا مضمون النجم کو نہ چھیڑنا چاہیے تاکہ گرد بیٹھی اور چہرۂ حق دنیا کے آنکھون کے سامنے صاف ہو کر نظر آئے۔

عبارت النجم۔ ایک روایت صحیح مسلم کی نقل کی ہے ؟

سہیل۔ ابھی تو تھا کہ کوئی روایت نقل نہین کی مصنفین کی عبارتین پیش کر دین اب خود اعتراف فرماتے ہین کہ ایک روایت صحیح مسلم کی نقل کی ہے" یہی تو آپ کا مطالبہ تھا آپ کو کہنا چاہیے اور اعتراف کرنا چاہیے کہ جو کچھ ہمارا مطالبہ تھا وہ سہیل نے پورا کیا اس قدر پاس پاس عبارتون کا تعارض ہو دیکھکر آپ کو کیا کہتے ہو گے شیعون کو چھوڑیئے سنّی کیا کہتے ہونگے

النجم۔ پہلے ہم اسکی پیش کردہ روایت کو اسی کی ترجمہ کے (سہیل) واہ کیا تحریر ہے اور کیا اضافت ہے کاریع اسی کے ترجمہ کے) افسوس تفتازانی کے بعد یہ عبارت لکھی گئی ورنہ تتابع اضافات کی اس سے بہتر کون سی مثال ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد سہیل سے صحیح مسلم کی یہ روایت نقل کی ہے

قال رسول اللہ صلعم ایتونی بالکتف و الدوات و اللوح اکتب کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا رسول اللہ صلعم یہجر بلفظہ۔	(۱) رسول نے کہا مجھے دوات و کاغذ دو تاکہ مین تمھارے لیئے ایک ایسا نوشتہ لکھدون کہ میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو پس انھون نے کہا کہ رسول ہذیان کہہ رہے ہین۔
اسکے بعد ہی دوسری روایت لکھی ہے عن ابن عباس قال لما احتضر رسول اللہ صلی اللہ وسلم و فی البیت رجال منہم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ہلموا اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ ابدا فقال عمر ان رسول اللہ صلعم قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ۔	(۲) ابن عباس سے روایت ہے کہ جب وقت نزع رسول قریب آیا تو اُسوقت گھر مین کچھ لوگ تھے ان مین عمر بن خطاب بھی تھے تو رسول نے کہا لاؤ مین تم لوگون کو ایک نوشتہ لکھدون تاکہ تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو تو عمر نے کہا کہ رسول شدت مرض مین ہین اور ہمارے پاس قرآن موجود ہے۔ وہی ہمین کافی ہے۔

اس روایت صحیح مسلم مین بھی حضرت عمر کا نام موجود ہے اور ہجر کا لفظ بھی ہے کیا اب بھی انکار کی گنجائش ہے ۔ انتہی نقلا من سہیل۔

عبارت النجم۔ جواب دینے کی حاجت نہین ہر شخص اس روایت کو اور خود انہین کے ترجمہ کو دیکھکر سمجھ لیگا کہ لفظ ہجر کو اس روایت مین حضرت عمر کا مقولہ نہین بیان کیا گیا مگر یہ لطیفہ تو دیکھیے کہ کس بے باکی سے لکھتے ہین کہ اس روایت مین حضرت عمر کا نام بھی موجود ہے اور ہجر کا لفظ بھی ہے چہ خوش حضرت عمر کا نام کہان ہے اور ہجر کا لفظ کہان ہے حضرت عمر کا نام حسبنا کتاب اللہ کے قائلین مین ہے اور ہجر کے قائلین کو قالوا بصیغہ جمع لکھا ہے بلکہ سچ پوچھو تو جس روایت مین ہجر کا لفظ ہے اس مین حضرت عمر کا نام بھی نہین ہے یہ دو روایتین صحیح مسلم مین علیحدہ علیحدہ لکھی ہین مطالبہ تو روایت کا تھا علما کے اقوال ہم نہین مانگتے تھے بلکہ ہم تو معتبر روایت بسند صحیح مانگتے تھے جس کو نہ تم پیش کر سکے نہ پیش کر سکوگے۔

سہیل:۔ کیون جناب تصدق حسین صاحب کاتب مضمون سہیل آپنے دیکھا کہ آپ کی تحریر لکھی ہوی کیونکر نظر مدیر نجم سے پارہ پارہ ہوگئے آپ سے چند غلطیان ہوئی ہین ایک تو اپنے صحیح مسلم سے دو روایتین پیش کردین مدیر النجم کا مطالبہ صرف ایک روایت کا تھا۔ دوسری یہ خطا کی کہ وہ صحیح روایت مانگتے تھے اور آپنے مسلم کے اغلاط مین سے روایتین پیش کردین تیسری یہ خطا ہوئی کہ مدیر نے اقوال علما نہین مانگے تھے بلکہ روایت مانگی تھی اور آپنے مسلم کی تصنیف کردہ کتاب پیش کردی جس مین اقوال مسلم درج ہین معتبر روایتون کا کہین پتا نہین ہے چوتھی غلطی آپنے یہ بھی کی کہ یہ دو مضمون الگ الگ دو روایتون مین ہین اور دلیل جب ہوتی جب یہ دونون ایک ہی جگہ ہوتے۔ پانچوین آپنے یہ بہت بڑی غلطی کی کہ آپنے صرف حضرت عمر پر یہ اتہام کیا کہ انھون نے فقط پیغمبر کو ہجر سے یاد کیا تھا حالانکہ مدیر کی نظر مین تمام اصحاب نے پیغمبر کو یہی کہا تھا کیونکہ اوس ہجر والی روایت مین لفظ قالوا صیغہ جمع

موجود ہے اگرچہ حضرت عمر قائلوا کے اجماع معنوی مین جمع ہو گئے ہین لیکن حضرت عمر کا نام بالتصریح تو مرقوم نہین پھر جب سب نے ہجر کی نسبت پیغمبر کی طرف دی تو اگر حضرت عمر بھی قالوا کے بنا بر سب کے ہم نوا ہو گئے تو کیا ہرج کی بات ہے اکیلے انھون ہی نے تو نہین کہا مرگ انبوہ جشنی دارد۔ بھیتی آپنے یہ غلطی کی کہ آپنے ہجر کہنے والون مین حضرت عمر کا نام لے دیا حالانکہ وہ حسبنا کتاب اللہ کہنے والون مین تھے۔

یہ تھے وہ مبارک افادات جو مدیر نے فرمائے واہ کیا کہنا۔ یہ مدیر کے اعتراضات اور انکی مسو بتین کہین حل ہو سکنے قابل ہین۔ مزا جب آئے گا جب مدیر النجم اپنے مریدون سے فرمائین گے کہ سہیل نے میرے اعتراضات اور آپ کی دقیقتین تسلیم کرلین کیونکہ مشکل یہ ہے کہ وہ سہیل کی گفتگو کو سمجھتے نہین وہ مریدون سے یہ فرمائین گے اور شگاف قلم ان اطفالانہ حرکات کو مسکرا کر دیکھے گا خیر۔

اذا مروا باللغو مروا کراما

قرآن مجید کی ایک آیت یہ ہے ۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ دوسری آیت یہ ہے وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا فی کتاب اللہ۔ ان دونون آیتون مین سے ایک آیت مین غور کرنے سے یہ بات کسی طرح نہین معلوم ہو سکتی کہ اقل مدت حمل کیا ہے لیکن جب دونون آیتون کو ملا کر دیکھو تو صاف آشکار ہے کہ اقل مدت حمل چھ مہینہ ہین کیا اس کا تام دلالت نہین اور کیا اسکی خلاف عمل کرنا جائز ہے اور کیا یہ حکم منصوص من اللہ نہ قرار دیا جائے گا اور کیا حضرت عمر کی طرح آپ بھی اس عورت کے رجم کا حکم دیدینگے جو چھ مہینے کا فرزند جنے امیر المومنین علی علیہ السلام نے اسی طرح دونون آیتون کو ملا کر دلیل قائم کی اور اس زن ناکردہ گناہ کو رجم سے نجات دلوادی اور حضرت عمر نے بھی از راہ قدردانی لولا علی لھلک عمر فرمایا جس سے یہ مطلب آشکار ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی نے بھی اس حکم کو منصوص کلام ربانی مانا بعینہ اسی طرح مسلم کے ان دونون روایتون کو ملا کر اگر دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمر ہی اس بات کے قائل تھے تو نہ مقال یہ ہے

کہ مسلم کی پہلی روایت مین یہ الفاظ موجود ہین قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایتونی بالکتف و
والدواۃ و اللوح اکتب کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا رسول اللہ صلی اللہ یہجر یعنے پیغمبر
نے فرمایا کہ کاغذ دوات لاؤ مین (تمھارے لئے) ایک نوشتہ لکھدون جس کے بعد کبھی گمراہ
نہ ہوگے لوگون نے اس کے جواب مین کہا کہ پیغمبر معاذ اللہ ہذیان کہہ رہے ہین - اس
روایت مین لفظ جمع سے تعبیر ہے اب دو حالتون سے خالی نہین یا تو یہ فعل تمام صحابہ کا قرار
پایا جائے اور کل صحابہ کی عدالت سے دستبرداری کی جائے کیونکہ پیغمبر پر اس قسم کی شنیع تو ہین
الفاظ کے ساتھ فعل مسلم یا ایمانی نہین ہوسکتا اور اس جمع مین حضرت عمر بھی موجود ہین ان
کی گلوخلاصی اس صورت سے بھی ناممکن ہے جب تک کوئی قطعی دلیل ان کی استثنا کی موجود
نہ ہو اور یا حضرت عمر ہی اس کی دلیل قرار دیئے جائین اور چونکہ وہ مخالف گروہ کے راس
رئیس تھے اس لیئے انھین کا قول اصل قرار دیا جائے اور اتباع کی طرف اس قول کی استناد
اس صورت سے قرار دی جائے کہ وہ اذناب و اتباع حضرت عمر کے اس قول پر راضی تھے
چنانچہ قرآن مجید مین اس طرح کا انتساب نہایت کثرت سے پایا جاتا ہے جیسے قالوا لن نؤمن
لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الخ کہنے والا ایک شخص ہے لیکن چونکہ اس کی اتباع اس
قول پر راضی ہین لہذا اس قول کی نسبت ان لوگون کی طرف بھی دیدی بعینہ یہی مثال یہان بھی
ہے کیونکہ مسلم کی دوسری روایت سے یہ مطلب ثابت ہے کہ حضرت عمر ہی نے اساس
مخالفت پیغمبر ڈالی - کیونکہ اس مین یہ الفاظ ضلالت انجام مذکور ہین فقال عمر ان رسول اللہ
صلعم قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اہل البیت فاختصموا منہم
من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ صلعم کتابا لن تضلوا بعدہ و منہم من یقول ما یقول عمر یعنے
عمر نے کہا کہ رسول اللہ پر مرض غالب ہے اور تمھارے پاس قرآن ہے خدا کی کتاب ہمین
کافی ہے اس مفسدہ انداز قول کے بعد دو جماعتین حاضرین کی ہوگئین ایک تو یہ کہتی تھی کہ
قلم دوات کاغذ لاؤ کہ وہ نوشتہ لکھدیا جائے جو تمھاری ہدایت کا ضامن ہو اور گمراہی

سے بچانے والا ہے اور دوسری جماعت وہ کہتی تھی جو حضرت عمر نے فرمایا بہرحال نوشتہ لکھا
گیا اور پیغمبر نے کثرت شور وغل کی وجہ سے ان مہذب اصحاب کو اپنے پاس سے اٹھ جانے
کا حکم دیا اب حسب قاعدہ مقررہ کہ جب دو روایتین ایسی آجائین جو ایک مجمل ہو اور
دوسرے مبین ہو تو مجمل کو مبین پر حمل کر دیا جاتا ہے اسی طرح پہلی روایت مجمل ہے اور دوسری
مبین ہے اس لیئے مبین پر مجمل کو بلا تکلف حمل کر دیا جائے ان الرجل لیہجر کے قائل حضرت عمر ہی قرار
پائین گے۔ یہی کاتب مضمون سہیل یمن کا مطلب تھا کہ روایت صحیح مسلم مین حضرت عمر
کا نام بھی ہے اور یہ بھی ہے کہ پیغمبر کے لیئے یہجر کہا گیا ثابت ہوا کہ حضرت عمر ہی نے فرمایا
یہ بیان کی نہین ہے بلکہ مقتضائے اصول وقواعد مقررہ یہی ہے ناظرین یہ بھی خیال کرین
کہ غلب علیہ الوجع اور یہجر دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کیونکہ شدت مرض کی جہت سے
ایسے کلمات کا مریض کے منھ سے نکلنا جس کی تعمیل ضروری نہ ہو یا وہ عبث خیال کیئے جائین
اسی کا نام ہذیان ہے الفاظ کے بدل جانے سے اصل مطلب مین کوئی قدح نہین ہو سکتی
اچھا اب ہم آپ کی تسلی کے لیئے روایت پیش کرتے ہین جسکے بعد جناب کو گنجائش قیل وقال
نہ رہے۔ خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض اس فقرہ کی شرح انا امان لاصحابی
قیل من البدع وقیل من الاختلاف والفتن کی شرح مین رقمطراز ہے المراد بالاختلاف
ایشتق الخلاف وہو مخالفۃ العلماء والفقہاء والحکام من غیر دلیل معمول بہ وانکان ذلک
مطلقا لم یقع فی حیوتہ المعرفۃ حقیقۃ کل امر بالوحی واما الاختلاف الذی وقع عندہ کما
ورد فی الاخبار الصحیحۃ من ان النبی قال فی مرضہ ایتونی بدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلون
بعدی فقال عمر ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ فغلط الناس فقال اخرجوا عنی لا ینبغی و
التنازع لدی فقال ابن عباس الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا وبین کتاب رسول اللہ
وہذا مما یطعن بہ الرافضۃ علی عمر وقال صاحب الملل والنحل ہو اول اختلاف وقع
فی الاسلام۔

یعنی اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو علما اور فقہا اور حکام مین بغیر کسی ایسی دلیل کے ہو جس پر عمل کیا جاتا ہو اگرچہ یہ قسم بالکل آپ کی زندگی مین نہین پائی گئی کیونکہ ہر چیز اور امر کی حقیقت وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتی رہتی تھی ورنہ اس اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو آپ کے سامنے واقع ہوا جیسا کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہوا ہے کہ پیغمبر نے اپنے مرض مین فرمایا کہ میرے پاس دوات لاؤ تو مین تمھارے لیئے ایک نوشتہ لکھدون جس کے بعد تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اس وقت حضرت عمر نے کہا کہ یہ مرد معاذ اللہ ہذیان کہہ رہا ہے ہمین خدا کی کتاب کافی ہے لوگون نے اس وقت شور و غل کیا حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ کیونکہ میرے پاس جھگڑا زیبا نہین تب ابن عباس نے کہا کہ پوری پوری مصیبت جب ہی نازل ہوگئی جب پیغمبر کے ارادہ تحریر مین کاوٹ ڈالی گئی اب اگر جناب کے پاس فہم ہو تو آپ عبرت کی نظر سے قول خفاجی ملاحظہ فرمائین اس نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ بہت سی صحیح روایتین اس بارے مین موجود ہین کہ حضرت عمر نے شان جناب ختمی مرتبت مین ایسا کہا۔

ایک جلیل فائدہ

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول کی ذات صحابہ کیلیئے فتنہ و فساد اور اختلاف سے امان تھی تو اگر صحابہ آپ کی موجودگی مین اس قسم کا اختلاف شنیع کرین گے تو یا تو حدیث کی صحت سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا یا ان صحابہ مختلفین کے صحابیت سے۔ اور پہلی بات مشکل ہے لہذا دوسری بات معین ہوگئی پھر اب اُن کے دامنون سے تعلق اور تمسک لغو ہوگا اور تمام جلالتین جن کا تعلق صحابیت سے تھا وہ خاک مین ملجائین گی۔

یونہین حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین جہان حدیث قرطاس کی روایت کی ہے وہان ذکر کیا ہے فقالوا ما شانہ فقال عمران الرجل لیہجر۔ لوگون نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ رہے ہین عمر نے کہا کہ ہذیان مین یہ مرد مبتلا ہے۔ اگر یہ روایت صحیحہ نہ ہوتی

تو کبھی حمیدی ایک ضعیف روایت سے حضرت عمر کی شان مین قدح نہ کر سکتا - افسوس ہے یہ ہی
لکہ ان جو عرب کی زبان مین آتا ہو احرف تحقیق ہے اور لام تاکید دونون کو حضرت عمر نے
ہذیان رسول کے ثابت کرنے مین صرف کر دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام شک
اور شبہ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حضرت عمر کو اس ہذیان کا یقین تھا لیکن ان بزرگ کو یہ بات
معلوم نہ تھی کہ جس قدر منافی عصمت رسول بات کے اثبات مین کلام مین زور دیا جائے
اتنی ہی قابل قدح کا وزن زیادہ ہوتا جائے گا مین تو اسی کلام کو ہذیان سمجھتا ہون جو
حضرت عمر نے فرمایا اور مین کیا بلکہ ہر مومن دیندار کا فرض ہو گا کہ وہ ایسا ہی سمجھے قرآن تو
آپ کے فرمائی ہوئی باتون کو وحی منزل سمجھے اور کہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ
اور حضرت عمر مخالفت قرآن فرمائین اور ہذیان سے تعبیر کرین پھر ہم تو خدا ہی کے بندے ہین
ویسا ہی کہین گے جیسا ہمارا معبود کہتا ہے لیکن حضرت عمر کے بندے جو چاہین کہین -

یہ ہین عکبری جو ثقات علمائے اہلسنت مین سے ہے وہ بیت متنبی کی شرح مین رقمطراز ہین ؎

الانطق فیک ھجر العبد علمی بامک خیر من تحت السماء

الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر اذا ھذی وھو ما یقولہ المحموم عند الحمی ومنہ قول
عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب -

یعنے ہجر کلام قبیح اور فحش کو کہتے ہین اور ہجر کے معنی ہذیان بکنے کے ہین اور ہذیان اسے
کہتے ہین جو کوئی بخار مین مبتلا آدمی کہتا ہے اور اسی باب سے قول عمر بن خطاب ہے
جو انھون نے مرض رسالتمآب کے وقت کہا تھا کہ "ان الرجل لیھجر" یعنی یہ مرد ہذیان کہتا
ہے اور یہ اس طرح کی بات ہے جیسے عرب کہا کرتے تھے - دیکھا آپ نے کیونکر بلا تکلف یہ
فاضل حضرت عمر کے مقولہ کو تسلیم کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ جیسا عرب کہا کرتے
تھے غالباً اس کی مراد یہی ہوگی کہ جب زبان جاہلیت مین عرب کا دستور تھا ورنہ اسلامی گفتگو
مین تو یہ نہ شیوہ اصحاب اسلام ثابت ہے نہ عرب کا یہ دستور پایۂ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے

پھر اگر صحیح روایتیں ان لوگوں کے پیش نظر نہیں ہیں جو کسی طرح رد نہیں ہو سکتیں تو یہ کیونکر حضرت عمر کے قول کا اعتراف کرتے ہیں اور کیوں آپ کے علما اور محدثین ان کے اقوال پر ملامت اور نفرت ظاہر نہیں کرتے۔

یوہیں ابن اثیر جزری نہایہ میں لکھتا ہے۔ ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ما شانہ اہجر ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل ما بہ من المرض وہذا احسن ما یقال فیہ ولا یجعل اخبارا فیکون من الفحش والہذیان والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذلک انتہی۔

لغت ہجر کے بیان میں کہتا ہے کہ اسی باب سے حدیث مرض نبی ہے انھوں نے کہا (یعنی صحابہ) کہ پیغمبر کا کیا حال ہے کیا معاذ اللہ ہذیان کہنے لگے یعنی کیا آپ کا کلام مرض کے سبب سے مختلف ہو گیا اس جملہ کو استفہام قرار دینا چاہیئے یعنی کیا کلام میں آپ کے کچھ تغیر ہو گیا اور اس میں کسی قسم کا اختلاف پایا گیا مریض ہونے کی وجہ سے اور یہ استفہام کی صورت بہتر ہے بہتر ان اقوال میں سے ہے جو اس باب میں کہا گیا ہے۔ اور اس اہجر کو جملہ خبریہ نہ قرار دینا چاہیئے کیونکہ اس کی معنی ہذیان اور فحش کے ہو جائیں گے اور اس قول کے قائل حضرت عمر تھے اور ان کے متعلق ایسا خیال نہیں کیا جاتا کہ وہ پیغمبر کی طرف ایسی نسبت دینگے۔

اس مختصر عبارت سے چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ احتمال استفہام حضرت عمر کے جلالت قدر کا لحاظ کر کے پیدا کیا گیا ہے درحقیقت وہ روایت میں یقیناً نہیں ہے اور جس طرح استفہام کا احتمال پیدا کیا گیا ہے ویسا ہے یہ احتمال بھی ہے کہ ہجر بغیر ہمزہ استفہام ہو اور ہمزہ قطعی باب افعال ہو پھر دونوں احتمالوں کے مساوی ہونے کے بعد ایک کے ترجیح بلا وجہ ہے بلکہ قرینہ "ان الرجل لیہجر" اور "ان" اور لام تاکید کے بعد استفہام لغو ہے جو مستفہم ہوتا ہے وہ کسی بات میں یقین نہیں ظاہر کرتا۔

پھر یہ کہ روایت بخاری کتاب الجہاد میں بغیر ہمزہ استفہام ہے اور عینی شارح صحیح بخاری نے اس کی تصریح کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے وفی کتاب الجہاد ہجر بدون الہمزہ وفی روایۃ الکشمیھنی ہناک ہجر ہجر رسول اللہ بتکرار لفظ ہجر وقال عیاض معنی ہجر افحش و یقال ہجر الرجل اذا ہذا او اہجر قلت نسبتہ مثل ہذا الی النبی لایجوز لان وقوع مثل ہذا الفعل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام مستحیل لانہ معصوم فے کل حالتہ فی صحتہ ومرضہ لقولہ تعالی وما ینطق عن الھوی ولقولہ ۴ انی لا اقول فے الغضب والرضا الا حقا وقد تکلموا فی ہذا الموضع کثیرا واکثرہ لا یجدی نفعا والذی ینبغی ان یقال الذین قالوا ماشانہ اہجر او ہجر بالہمزہ وبدونہا ہم الذین کانوا قریبی العہد بالاسلام ولم یکونوا عالمین بان ہذا القول لایلیق فی حقہ لانہم ظنوا انہ مثل غیرہ من حیث الطبیعۃ البشریۃ اذا اشتد الوجع فیہم یتکلم من غیر تحریر فی الکلام

یعنی کتاب جہاد بخاری میں ہجر بغیر ہمزہ استفہام ہے اور بروایت کشمیہنی ہجر ہجر رسول اللہ ہے جسمین لفظ ہجر مکرر ہے عیاض نے ہجر کے معنی افحش کے بیان کیئے ہین اور ہجر الرجل وہان کہا جاتا ہے جہان وہ ہذیان بک رہا ہو اور انھین معنون مین اہجر بھی بیان کیا جاتا ہے عینی کا بیان ہے کہ ایسی لفظ کی نسبت جناب رسالتمآب کی طرف ہرگز جائز نہین ہے کیونکہ العیاذ باللہ ہذیان کا جناب رسالتماب سے واقع ہونا محال ہے کیونکہ آپ معصوم تھے اور ہر حالت مین (چاہے وہ صحت ہو یا مرض) آپ کی عصمت ثابت ہے اس لیئے کہ ما ینطق عن الھوی اس مطلب پر دلالت کرتا ہے اور اس لیئے بھی کہ آنجناب نے فرمایا کہ مین ہر وقت مین چاہے وہ خوشنودی کا وقت ہو یا غصہ کا وقت ہو جب کہتا ہون حق ہی کہتا ہون (عینی کہتا ہے اور وہ ایک منصفانہ کلمہ ہے) کہ علمانے اس مقام مین بہت کچھ کلام کیا ہے اور جو کچھ کہا ہے اس مین کا زیادہ حصہ کوئی فائدہ نہین دیتا جو کچھ اس جگہ کہنا چاہیئے وہ یہ کہنا چاہیئے کہ جن لوگون نے ہذیان وغیرہ کے نسبت ذات معلائے رسول کی جانب دی وہ نومسلم لوگ تھے جس کو یہ معلوم نہین تھا کہ حضرت کی جانب اس طرح کی باتین منسوب

نہیں رکی جا سکتیں کیونکہ ان کو ایسا خیال ہو اکہ شدت مرض میں جیسا اور لوگوں کا حال ہوتا تھا ویسا ہی رسول کا حال بھی ہو سکتا تھا۔

آخر کو مدیر النجم نے عینی کی منھ سے یہ بات سن لی کہ حضرت عمر بیت ردوخ اسلام کا کیس پتہ نہ تھا وہ نو مسلم ہونے کی وجہ سے شان جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کو سمجھ نہیں سکے اور جو کچھ غیر معصوم کے لئے ہو سکتا تھا وہی پیغمبر کے لئے بھی انھوں نے تجویز کیا اس نے یہ بھی صاف صاف کہدیا کہ علمائے اہلسنت نے جو کچھ اس مقام کے مصیبت سے چھٹنے کے لئے ترکیبیں کیں اور جو کچھ مخلصی کے کلمات ہیں وہ سب فضول و بیکار ہیں جس کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

درحقیقت یہ سخن عینی بالکل بجا ہے نگاہ ناقد اس بات کا پتا لگاتی ہے کہ مجیب غریب خود کیا نہیں سمجھتا مثلاً یہ کہنا کہ اہجر خبر نہیں ہے بلکہ ہمزۂ استفہام ہے تاکہ اس کہنے سے نسبت ہذیان نہ لازم آئے اور چونکہ حضرت عمر اس بات کے قائل تھے لہذا استفہام کے ساتھ ہونا مناسب ہے جیسا کہ ابن اثیر جزری کے کلام میں گزرا۔ میں کہتا ہوں کہ بقول عینی اس سے کیا فائدہ ہوا۔ استفہام سے بھی یہی پتا چلا کہ پوچھنے والا ہذیان کو تجویز کرتا ہے جبھی تو پوچھ رہا ہے اور پیغمبر کو اس صفت سے موصوف کرنا یا اس کے لئے ہذیان تجویز کرنا دونوں اس کہنے والے کے بے بصیرتی ثابت کرنے کے لیئے کافی ہیں کیونکہ دونوں نتیجے متحد الفساد ہیں۔

ایک قابل غور بات

یہ بالکل موٹی سی بات ہے کہ جو شخص ایسی شدت مرض میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس سے یہ کہنا کہ استفہموہ اس سے سمجھو تو کیا کہہ رہا ہے عجیب بات ہے شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا احمق ہو جو فاقد الحواس سے کچھ سمجھنا چاہیے اس میں بغض اور وضع کے آثار نظر آتے ہیں جو بصیر مطلع پر روشن ہیں۔

تمام روایتوں کا محصل

یعقوب لاہوری نے خیر جاری شرح بخاری میں (جیسا کہ آیۃ اللہ فی العالمین نے کتاب مستطاب تشئید المطاعن میں ذکر فرمایا ہے) یہ عبارت لکھی ہے لاشک فی ان رسول اللہ اراد المصلحۃ فی کتابۃ الکتاب بدلیل قولہ لن تضلوا بعدہ ولا شک ایضاً ان عمر نھی الاصحاب عن احضار الدوات والقلم ولا شک ایضاً ان اھل البیت الحوا علی احضارھا وطال النزاع بین الفریقین حتی اخرجھم النبی جمیعا وھذا القدر ما یتبادر الی الذھن من نص الحدیث ولا یرتاب فیہ احد۔

یعنی اس میں شک نہیں ہے کہ پیغمبر خدا نے کتابت تحریر میں مصلحت خیال فرمائی کیونکہ یہ جملہ فرمانا کہ تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ یہ اسی مصلحت پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ عمر ہی نے اصحاب کو دوات و قلم لانے سے روکا اور منع کیا اور اس میں بھی شک نہیں کہ اہلبیت نے دوات و قلم کے حاضر کرنے پر زور دیا اور نزاع دونوں فریقین میں بڑھی یہانتک کہ سب کو پیغمبر نے نکال دیا نص حدیث سے اسقدر تو ضرور سمجھ میں آجاتا ہے جسمیں کوئی شخص شک نہیں کرتا۔

نتیجۂ کلام

اس سے نکل آیا کیونکہ جب پیغمبر کے حکم میں کوئی شبہ نہیں اور حضرت عمر کے تعمیل حکم نبی روک دینے میں کوئی شبہ نہیں تو حضرت عمر کے مقابلہ پیغمبر میں کوئی شبہ نہیں بلکہ جناب باری کے مقابلہ میں کوئی شبہ نہیں قرآن نے آواز دی کہ ما آتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ پیغمبر تمھارے پاس لائے اُسے لو پھر یہی کہا کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے پھر وہ یہ بھی کہے ومن یعص اللہ ورسولہ جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے اس کی جزا۔ آگے پیچھے بھی ارباب عقل پر مخفی نہیں کہ جو شخص کسی مطلب کو چاہتا ہے تو وہ اس کی موئیدات کو پیش کرتا ہے۔ تمام موزخین اور

تمام محدثین اس بات کو مانے ہوئے ہین کہ حضرت عمر تعمیل حکم رسول سے مانع تھے کبھی اور بے مانع کا نام نہ روایت کے اندر دکھائی دیتا ہے نہ روایت کے باہر - اگر مدیر النجم کوئی ضعیف روایت ایسی ڈھونڈھ دے جسمین کسی اور مانع کا نام موجود ہو جاتا ہے وہ ان کی کتابون مین سے ہو تو پھر مین اس موقع پر حضرت عمر کا نام نہ لون لیکن تو یقینی عمر مقدس ان کی گزر چکی ہے اگر اتنی ہی تلاش مین اور گزرے تو ہرگز کسی مانع کا نام سوائے حضرت عمر نظر نہ آئے گا پھر جب آپ ہی مانع تھے اور آپ ہی کا نام نامی اس موقع پر ابھرا ہوا نظر آ رہا ہے تو آپ ہی "قالوا" کی جان ہین اور آپ ہی "ہجر" کے فاعل اور قائل ہین -

چونکہ حضرت عمر کا نصب العین یہ تھا کہ تعمیل حکم نبی نہ ہو - تو اس مطلب کے مویدات کا تذکرہ بھی آپ کا فرض تھا لہذا جو جو باتین اس کی موید نظر آئین وہ سب قطعاً آپ ہی کی فرمائی ہوئی ہون گی اس لیئے کہ کوئی دوسرا نہ نظر آتا ہے نہ اس کا نام معلوم ہے پھر اب مدیر النجم ہی فرمائین کہ "اشتد علیہ الوجع" اور "ہجر" اور "ہجر" کس کی مویدات مین سے ہین یہ ان کی تائید ہے جو چاہتے تھے کہ نوشتہ تحریر ہو یا ان کا موید ہے جو چاہتے تھے کہ نہ لکھا جائے ؟ -

لامحالہ دنیا یہی کہے گی کہ نوشتہ کے مانع کا موید ہے بس تو اس کہنے کا سہرا حضرت عمر کے سر رہا یہ مدیر النجم کے ہاتھون اتر نہین سکتا -

قاضی عیاض کی شفا کی صفحات پر
دردناک کردھمین

آپ وہ بزرگ ہین جنہون نے شفا مین ایک باب مخصوص اس امر کے لیے منعقد کیا ہے کہ جو شخص شہ ابرار پیغمبر حق کی اہانت کرے اسکا حکم کیا ہے اور اس مطلب پر اجماع امت دکھایا ہے چنانچہ انکی عبارت شفا مین یون ہے -

اعلم وفقنا اللہ وایاک ان جمیع من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او عابہ او الحق بہ نقصانی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ او شبہہ بشئی علی طریق السب لہ او الازراء علیہ او التصغیر لشانہ او الغض منہ والعیب لہ فہو ساب لہ والحکم فیہ

وہ تمام لوگ جو رسول پر سب وشتم کرتے ہین یا انہین عیب لگاتے ہین یا ان کے ذات یا نسب یا دین یا کسی خصلت ہی یا آپکی عزت مین کوئی نقص پیدا کرتے ہین یا اسطرح کی تشبیہ وتمثیل دیتے ہون جو سب وشتم کے طرز پر ہو یا آپ کے لیے اہین

حکم الساب له حکم القتل کما بیّنّاه ولا نستثنی فصلاً من فصول هذا الباب علی هذا المقصد ولا نمتری فیه تصریحاً کان او تلویحاً وکذلک من لعنه او دعا علیه او تمنی مضرة له او نسب الیه ما لا یلیق بمنصبه علی طریق الذم او عبث فی جهته العزیزة بسخف من الکلام وهجر ومنکر من القول وزور او عیّره بشیء مما جری من البلاء والمحنة علیه او غمصه ببعض العوارض البشریة الجائزة والمعهودة لدیه هذا کله اجماع من العلماء وائمة الفتوی من لدن الصحابة رضوان اللہ علیهم الی یومنا وهلم جرا الخ۔

عیب ہو یا آپکی شان کی تصغیر ہو یا تحقیر ہو غرض ہر وہ کلمہ جو آپکی ذات کیلیے عیب ہو ایسا شخص ساب (گالی دینے والا) کہلائیگا اور ایسے شخص کیلیے وہ تمام احکام رجوع ہونگے جو ایک ساب اور شاتم کیلیے ہوتے ہیں ایسا شخص قتل کردیا جائیگا جیسا کہ ہم اسکو شرح و بسط سے آئندہ بیان کرینگے۔ یوہیں اس شخص کابھی حکم ہے جو آپ پر (معاذ اللہ) لعنت کرے یا آپکے خلاف بددعا کرے یا آپکی مضرت و نقصان کا خواہشمند ہو یا ایسی چیزیں آپکی طرف مذمت کے اعتبار سے منسوب کرے جو آپکے منصب کے قابل اور شایان نبوت نہیں (یوہیں اس شخص کابھی حکم ہے) جو آپکی جناب میں بدکلامی

ان کلمات و بیانات سے فتوائے صریح قتل سب کنندۂ حضرت کے متعلق صدر اسلام سے برابر آجتک ملتا آتا ہے اور علمائے اسلام ہم زبان ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعاً حضرت کا سب کنندہ نظر امت مسلمہ میں واجب القتل اور ذلیل و خوار ہے علمائے اسلام اپنے مراتب خلوص کو پیش ہے کر رہے تھے کہ دفعۃً حضرت عمر نے قولاً جناب رسالتمآب کو رد کیا اور اصحاب کے مجمع میں رد فرمایا اور ہذیان کی نسبت دے کے رد کیا اور بجائے نبی رجل کہکے رد کیا اور انّ اور لام تاکید سے موکد کرکے رد کیا منصب نبوت قابل قبول ہذیان نہ تھا لیکن زبردستی یہ بار دوش رسالتمآب پر ڈالنا چاہا کبھی اس کی تعمیل حکم کے خلاف کوئی فعل جائز نہ تھا حضرت عمر نے تعمیل کی مخالفت بھی کی اور لوگوں سے یعنی صحابہ سے مخالفت کرائی بھی نبی کے پاس تنازع اور جھگڑا اور آواز کا بلند کرنا جائز نہ تھا یہ سب کرکے دکھلادیا اہانت بزم نبوت اور اہانت رسالت سب کچھ کی گئی اور جناب قاضی صاحب مصنف شفا کی خدمت میں سوق مسئلہ پیش کی گئی کہ باب مذکور میں جناب نے پیغمبر کی جلالت قدر کا لحاظ کرتے ہوئے ایسے شخص کے متعلق فتوائے قتل دیا تھا اب ان کی متعلق کیا گفتگو ہے وہ اس کے جواب میں یہ نہیں کہتے کہ حضرت عمر نے ایسا نہیں کہا تھا بلکہ وہ ان الفاظ میں حضرت عمر کیجانب سے معذرت شروع کردیتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ ہاں ایسا کہا تھا مگر اسکے وجوہ یہ ہیں۔

عذر تراشیان } فقد ظهر من قرائن قوله صلی الله علیه وسلم لبعضهم ما فهموا انه لم تکن منه عزمة بل امر رده الی اختیارهم . وبعضهم لم یفهم ذلک فقال استفهموه فلما اختلفوا کف عنه اذ لم یکن عزمة ولما راوه من صواب رای عمر ثم هلا وقالوا ذکر ان امتناع عمر اما اشفاقا علی النبی صلی الله علیه وسلم من تکلیفه فی تلک الحال املاء الکتاب وان تدخل علیه مشقة من ذلک کما قال ان النبی صلی الله علیه وسلم اشتد به الوجع وقیل خشی عمر ان یکتب امورا یعجزون عنها فیحصلون فی الحرج بالمخالفة ورای ان الارفق بالامة فی تلک الامور سعة الاجتهاد وحکم النظر وطلب الصواب فیکون المصیب والمخطی ماجوراً وقد علم عمر تقرر الشرع وتاسیس الملة وان الله تعالی قال الیوم اکملت لکم دینکم وقوله صلی الله علیه وسلم اوصیکم بکتاب الله وعترتی وقول عمر حسبنا کتاب الله رد علی من نازعه لا علی امر النبی صلی الله علیه وسلم وقد قیل ان عمر خشی تطرق المنافقین ومن فی قلبه مرض لما کتب ذلک الکتاب فی الخلوة وان یتقولوا فی تلک الاقاویل کادعاء الرافضة الوصیة وغیر ذلک

قرائن سے شاید ایسا بھی معلوم ہوا کہ یہ قول حتمی و عزم و حتم نہ تھا جیسا کہ بعض اصحاب نے سمجھا کہ ایک ایسا حکم تھا جس میں اصحاب کو اختیار تھا اور جنہوں نے نہیں سمجھا انہوں نے کہا سمجھو۔ جب اس میں اختلاف ہونے لگا تو رسول خاموش ہو گئے کیونکہ وہ امر حتمی نہ تھا۔ اور اس لئے بھی کہ رائے عمر صائب تھی۔ رہ گیا عمر کا روکنا کاغذ و دوات لانے سے یا تو نبی پر ترس آیا تھا کیونکہ ایسی حالت میں لکھنے کی تکلیف و مشقت مرض کو بڑھا دیتی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ نبی کے مرض کو زور ہو گیا ہے اور یا یہ کہ عمر اس بات سے ڈرے کہ کہیں ایسی باتیں نہ لکھوائیں جن کی تعمیل نہ ہو سکے اور بصورت مخالفت حکم سے عسر و حرج لازم آئے ایسی صورت میں وسعت اجتہاد سے کام لیا تاکہ خطا کار اور صواب کار دونوں ماجور و مثاب ہوں۔ اس کے علاوہ عمر نے یہ بھی جان لیا تھا کہ شریعت مضبوط ہو چکی ہے اور قول خدا اکملت لکم دینکم اور قول رسول "کتاب اللہ و عترتی" کہا جا چکا ہے۔ رہ گیا عمر کا قول "حسبنا کتاب اللہ" یہ اس گروہ کے رد میں کہا تھا جو ان سے نزاع کر رہا تھا نہ یہ کہ نبی کے قول کی رد تھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمر اس بات سے بھی ڈرے کہ خلوت و تخلیہ میں ایسی تحریر کا لکھا جانا کہیں منافقین کو باتیں پیدا کرنے کا موقع نہ دے اور وہ غلط دعوے نہ کریں مثل شیعہ جیسے وصیت کے بارے میں کہتے ہیں یا ایسے ہی [illegible]

وقیل انه کان من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لھم علی طریق المشورة والاختبار ہل یتفقون علی ذلک ام یختلفون فلما اختلفوا ترکہ وقالت الخ

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول نے امتحاناً اس قول کو پیش کیا تھا کہ دیکھیں اصحاب اس سے اختلاف کرتے ہیں یا اتفاق جب اختلاف دیکھا تو آپ خاموش ہو گئے اور اس قول کو ترک کر دیا

یہ تو کچھ بھی نہ فرمایا ہم سمجھے تھے واقعاً علماء اسلام اپنے قول پر ثابت قدم رہیں گے لیکن شخص کی تبدیلی کیوجہ سے فوراً زبان قلم بدل گئی اور جس قدر عذر ممکن تھے وہ حضرت عمر کی طرف سے تراش دیئے گئے کیسی مذمت اور کیسا حکم قتل وہاں تو اس کا دفتر ہی الٹ دیا مگر انھوں نے بقول مدیر النجم ایسا کیا ہی نہ ہوتا تو وہ ان عذروں کے بجائے یہ فرما دیتے کہ کسی روایت میں ایسا نہیں لیکن سارے بیان میں عمر ہی کیجانب سے عذر و معذرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سوا کوئی اور اس وادی میں مجرم نہیں ہے وہو المطلوب اچھا اب ہم عبارت مذکورہ کا ترجمہ کرکے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ یہ سب یادرہوا باتیں ہیں اور بقول شارح عینی غیر مفید اور عبث باتیں ہیں۔

پہلا عذر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض قرائن سے اصحاب اس بات کو سمجھے ہوں کہ یہ حکم پیغمبر کی طرف سے حتمی نہ تھا بلکہ یہ ان کی اختیاری بات تھی چاہے وہ اس کو کرتے یا نہ کرتے اور بعضوں نے اس بات کو نہیں سمجھا تو انھوں نے کہا کہ اسی پیغمبر سے سمجھ لینا چاہیئے جب انھوں نے آپس میں اختلاف کیا تو پیغمبر اس سے باز رہا کیونکہ وہ امر حتمی نہ تھا اور اس لیئے بھی آپ اس سے باز رہے کہ انھوں نے خیال کر لیا تھا کہ عمر کی رائے صائب ہے۔

اس عذر تراشیدہ کا جواب یہ ہے کہ کلمۂ لا تضلون بعدی ابداً ایک قرینہ مقالیہ ہے جو نبوی بیداوہ کے ساتھ ساتھ ہے اس قرینہ مقالیہ کی موجودگی میں کوئی عاقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتا ہے کہ امر حتمی نہ تھا ضلالت ہی کے مٹانے کے لیئے تو پیغمبر آیا تھا اور نوشتہ کی

صفت اس نے یہ بیان کی تھی کہ وہ گمراہ نہ ہونے دے گا تو پھر ایسا ضروری نوشتہ جو پیغمبر کے وجود کا قائم مقام ہو کیونکر ممکن ہے کہ وہ ضروری خیال نہ کیا جائے اور اس کے سامان کے مہیا کرنے کا حکم حکم حتمی نہ ہو۔ لہذا اس عذر کے رد ہونے میں ہیں ذرہ برابر شک نہیں ہو سکتا رہ گئی یہ بات کہ عمر کی رائے اُن لوگوں کو صائب معلوم ہوئی تو یہ اہلسنت ہی کی جرأت ہے کہ حامل وحی کا قول صواب سے خالی ہو اور امتی صائب الرائے ہو۔

دوسرا عذر لنگ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عمر نے جو تعمیل حکم سے انکار کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے پیغمبر خدا کی تکلیف ایسی حالت مرض میں گوارا نہ کی اور سمجھی کہ اس نوشتہ کے لکھنے لکھوانے میں آپ کو شدید زحمت ہوگی جیسا کہ ان کے قول سے ظاہر ہے کہ ان النبی اشتد بہ الوجع یعنے پیغمبر کا مرض زیادہ ہو گیا ہے۔

یہ عذر پہلے سے بھی زیادہ رکیک اور مضحک ہے اولاً یہ احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ضلالت سے روکنے والی چیز کی تمنا ہر ہتدی اور طالب ہدایت کی دل میں ہوتی ہے اور اس صورت میں پیغمبر کی تکلیف کا خیال ایک عجیب خیال ہے کیونکہ اس کی حیثیت ہی اس لئے تھی کہ وہ ضلالت کی نفی کرے جہانتک ممکن ہو سکے اور جس قدر کسی امت میں ضلالت کم یا کم ہوگی اسی قدر پیغمبروں کی خوشی اور رضامندی زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر ضلالت امت کا خیال پیغمبر کے لئے تعب اور روح فرسا ہوتا ہے اس قدر کوئی چیز ان کی لئے الم انگیز نہیں ہوتی اس مطلب کا استفادہ آیہ کریمہ لعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا کیا ہے اے پیغمبر تم اپنی جان دیدو گے اس غم میں اگر وہ ایمان نہیں لائے ثابت ہوا کہ ضلالت کا ملال اس حد پر ہوتا تھا کہ جس سے آپ کی جان جانے کا خوف تھا جب یہ ایک حق مطلب ہے تو وہ نوشتہ جس کی صفت ہدایت اور جس کا لازم نفی ضلالت تھی اگر وہ نہیں ہوا تو اس نوشتہ کے ہونے میں پیغمبر کے تکلیف کا احتمال تھا یا نہ ہونے میں اس میں تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ اگر زندہ رہتے تو معلوم ہو جاتا لیکن اس غم و ملال نے کب زندہ رہنے دیا

دوسری بات یہ کہ پیغمبر نے چونکہ دوات و کاغذ کے لانے کا حکم دیا تھا اور تعمیل نہ کرنے میں آپ کی ایذا متیقن تھی تو اس بنا پر اگر تکلیف کا خیال حضرت عمر کو پیدا ہوا تھا تو آپ ہی سے مخاطب ہو کر عرض کرتا تھا کہ اشتد بک الوجع آپ کا مرض زیادہ ہو گیا ہے آپ کیوں ایسی تکلیف فرماتے ہیں پھر دیکھتے کہ پیشگاہ رسالتمآب سے کیا جواب ملتا لوگوں سے کہنے میں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرت اور دوں کو بھی امتثال نبی سے منع فرماتے تھے اور اشتد بہ الوجع کا مطلب اس وقت یہ تھا کہ یہ باتیں مریضوں کی باتوں سے زیادہ نہیں جن کے ہوش و حواس بجا نہیں رہتے - اس پر یہ مقبول گواہ موجود ہے کہ تکلیف رسالتمآب کا کوئی ذکر اس مجمع میں نہ تھا بلکہ ہذیان کی نسبت ذات گرامی کے جانب دی جاتی تھی یہ اشتد بہ الوجع کا مفسر جملہ تھا - اگر حضرت عمر کو تکلیف جناب رسالتمآب کا خیال تھا تو بیمار کے پاس شور و غل غوغا نہیں کیا جاتا اور اس شور و شغب سے بیماروں کو تکلیف ضرور ہوتی ہے غل شور کو روکدیا ہوتا تاکہ جناب کو تکلیف نہ ہوتی اس کی کیا ضرورت تھی کہ وہ باتیں کہی جائیں جن سے شور و شغب پیدا ہو اور اس سے پیغمبر کو تکلیف ہو - اس کے علاوہ جس مقام پر اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول موجود ہے اور قرآن اطاعت رسول کو واجب کر رہا ہو اور امر رسالتمآب ایتونی کی صورت میں موجود ہو اور چونکہ امر حقیقۃً وجوب کے لئے ثابت ہو خصوصاً جب اس کا سبب نفی ضلالت بیان کیا گیا ہو تو اب اس کی وجوب میں کون سا شک و شبہ رہ سکتا ہے ایسے وقت میں مکلف کا ذمہ تعمیل و امتثال کے ساتھ مشغول ہے وہ کسی عذر لنگ کی وجہ سے ہٹ نہیں سکتا اور لاریب کہ تارک واجب عاصی اور فاسق ہے خصوصاً جب پیغمبر ترک واجب کا عینی گواہ ہو اس مخالفت کے علاوہ ایک مہلک عظیم پیدا ہو گیا کہ حضرت کو ایذا پہونچی اور آپ نے اس سے متاذی ہو کر اصحاب کبار کو خروج کا حکم دیا جس کے بعد تقریب معلوم اعد اس ایذا دہی رسول کا جو حکم ہے وہ سورۂ احزاب کی اس آیت سے پوچھئے ان الذین یوذون اللہ ویوذون الرسول الخ -

ایک سخت مواخذہ

حضرت عمر کا اس وقت موجود ہونا قطعی اور یقینی ہے کیونکہ صحیح بخاری کے ساتون مقام مین اس بات کی تصریح موجود ہے کہ آپ وہان تشریف فرما تھے اور آپ ہی کی ذات سے اس وقت کے اختلاف کی نشوونما ہوئی اور اس مجمع مین یہ آواز بلند تھی کہ پیغمبر ہذیان کہہ رہے ہین اور اس مین مدیر النجم کے نزدیک بھی کوئی شبہ نہ ہوگا کہ ہذیان کی نسبت حضرت کی جانب دیگئی تو دو حال سے خالی نہین یا تو حضرت عمر ہی اس کلمہ کے قائل تھے تب تو مطلب ثابت ہے اور اگر آپ اس کلمہ کے قائل نہ تھے اور دوسرے بدتمیز لوگون کے موتھ سے یہ کلمہ نکل گیا تھا تو کیا وجہ کہ حضرت عمر نے اس بیہودہ گفتار سے کسی کو روکا نہین حالانکہ آپ کی حق شناسی اور فاروقیت کے شہرے اہل سنت کی افق مین گونج رہے ہین اس وقت آپ کی فاروقیت کدھر گئی تھی کہ آپ نے حق و باطل مین کچھ بھی فرق نہ کیا اور اگر آپ منع فرماتے تو ضرور وہ کلمہ نقل کیا جاتا کیونکہ حضرت عمر کی ذات سے نفی اتہام کی ضرورت تھی لیکن کوئی کلمہ منع اس مقام پر منقول نہین ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ اس بیہودہ نسبت پر راضی تھے لہذا جرم مشترک ہے۔

صحابہ پرستی اور تضییع پیغمبر

چوتھا عذر وہ پیش کیا گیا ہے جس سے ترجیح عمر حضرت پیغمبر پر آشکار ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر نے جو ضرور ایسا حکم مرحمت فرمایا تھا لیکن عمر کو اس بات کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو نوشتہ مین ایسی باتین لکھوا دین جس پر لوگ عمل کر نہ سکین اور اس کی وجہ سے یعنی مخالفت نبی سے مستحق عذاب مبتلا ہو جائین اور یہ بھی حضرت عمر کی رائے ہوئی کہ امت کے لیے آسانی اسی مین ہے کہ اجتہاد کی وسعت ان کے لیئے تجویز کی جائے اور لوگ مسائل مین غور کرین اور صواب کو طلب کرین تاکہ جو ٹھیک حکم دی وہ بھی ماجور رہے اور جو مسئلہ مین خطا کرے وہ بھی مثاب ہو اور یہ بات بھی تھی کہ حضرت عمر کو معلوم ہو چکا تھا کہ ملت مضبوط

ہو چکی اور شریعت مقرر ہو چکی اور پروردگار عالم کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل فرمائی اسکے
اب کوئی نیا حکم نہین رہا تاکہ اس کی تحریر اور نوشتہ کی ضرورت ہو۔ ان عبارتون مین
غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر جی توڑ کر اس بات مین کوشش کی جارہی ہے
اور کس طرح لغو اقوال کی توجیہین کی جارہی ہین تاکہ جلالت عمر مین فرق نہ آئے چاہے
افتخار نامہ رسالت کے پرزے اُڑ جائین اعاذنا اللہ من ہذا الضلال المبین یہ توجیہین
جو اتمل پر فاتحہ سے زیادہ وقیع نہین ہین کیون پیش کی جاتی ہین اور کس کے لیئے اگر ضلال
کے باقی رکھنے کے لیئے اور اس فریب مین طول دینے کے لیئے ہے تو خالی از عقل و ماغون کوان
بناوٹون کی بھی ضرورت نہین بس اتنا کہدیجیئے کہ حضرت عمر نے آنحضرت کو روکدیا تھا
معاذ اللہ حضرت اس لیئے خاموش ہو رہے کہ بے سمجھے بوجھے ایک بات کہدی تھی حضرت
عمر نے راستہ بتایا اور قول صائب پیش کردیا سب صحابہ بھی خوش ہوگئے پیغمبر بھی چپ ہوگئے
اور اگر یہ توجیہین اہل عقل کے سمجھانے کی لئے لکھی جاتی ہین تو بیکار ناصیئہ کاغذ پر اس
قسم کے ناگوار دھبہ لگائے جاتے ہین اور بلا سبب قلم میدان استدلال مین مسافر بنایا جاتا
یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ حدیث قرطاس کا متن تو حضرت عمر نے تیار کیا وہ متن بہت
صاف ہے اور جو صاحب شرح کا ارادہ کرتے ہین وہ متن سے زیادہ مغلق بات پیش
کرتے ہین جو کاہے کو کسی عاقل کی سمجھ مین آسکتی ہے۔ جتنے سننے والے ہین سمجھ گئے کہ
حضرت عمر نے پیغمبر کے حکم کی تعمیل نہ ہونے دی چاہے یہ صواب ہو یا خطا اب رہ گئی یہ
توجیہ کہ اس لیئے روکا کہ لوگ مخالفت پیغمبر مین نہ مبتلا ہو جائین اور وہ کہین دشوار باتین
نہ لکھوا دین " یہ آپنے اگر اہل اسلام سے فرمایا ہے جو اس کی عصمت کے قائل اور اس کے
اقوال کو عین وحی سمجھتے ہین وہ اس کی جواب مین کہدینگے کہ ہم اس وقت اس عذر کو تسلیم
کرینگے جب پیغمبر کو ہم خاطی قرار دین اور حضرت عمر کو مصیب اور یہ اسی طرح محال ہے
جیسے کوے کا سپید ہونا محال ہے۔ دوسرا نقص اس عذر مین یہ ہے کہ جو شخص اور دنگی

مخالفت پیغمبر سے ثابت ہو وہ اپنی مخالفت سے جو اقوال پیغمبر سے ہو کیونکر مخالف ہو گا پھر حضرت عمر نے لوگون کو تو مخالفت نبی سے بچایا اور سب کی طرف سے آپ تصدق ہو گئے یعنی پیغمبر کی ایسی کھلی ہوئی مخالفت کی جو قیامت تک عالم پر روشن رہے گی اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم (کیا لوگون کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسون کو بھول جاتے ہو) کی پوری مصداق ہو گئے۔ اچھا ہم نے مانا کہ یہی بات تھی لیکن وہ دلیل جسکی وجہ سے پیغمبر کی مخالفت ان کو جائز ہو گئی وہ عقلی ہے یا نقلی عقل اگر اس کی مساعدت کرتی تو وہ ایسی جرات کو نفرت کی نگاہ سے کیون دیکھتے اور نقل اگر موجود ہوتی تو پھر ان طبعزاد توجیہون کی کیا ضرورت ہے اچھا اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو یہ کون تسلیم کرے کہ امت تو رسالتماب کی اور پیغمبر اپنی امت کے ساتھ مدارا اور نرمی نہین کرتا حضرت عمر امت پر رحم فرماتے ہین حالانکہ حضرت عمر کی مشہور صفت فظ غلیظ القلب ہے اور جناب رسالتماب کی قرآنی صفت بالمومنین رؤف رحیم ہے ؎ صلاح حال کجا و من خراب کجا ؛ ببین تفاوت رہ از کجا تا بکجا یہ ہین یہ عذر کہ اجتہاد مین وسعت تھی اور تعیین احکام مین ضیق تھی لہذا اس ضیق کے وجہ سے حضرت عمر نے نہ لکھوانے دیا اور چاہا کہ مخطی اور مصیب دونون کو اجر ملے۔ یہ اس قدر حسین خیال ہے کہ اگر اس کو دنیا تسلیم کرے تو نبوت مصیبت ناک چیز ہے کیونکہ نبوت میں اس مذاق پر ضیق اور محدود ہونے کے سوائے اور کیا ہے اور اس اجتہاد کا کیا کہنا جس مین خطا اور صواب دونون پر اجر کے حصہ تجویز کیے گئے ہین۔

افسوس ہے کہ ان فقہائے عظام اور متکلمین اسلام کی دل و دماغ مین یہ بات نہین آئی کہ اجتہاد جب ہوتا ہے جب حکم واقعی حقیقی معلوم نہ ہو سکے اور اجتہاد اسی کی تحصیل کا ایک راستہ ہے لیکن حضرت عمر گویا ان جواب دینے والون کی رائے مین یہ چاہتے تھے کہ اگر حکم واقعی حقیقی معلوم ہو جاتا اسکو پھر معلوم ہو جاتی کیونکہ پھر خطا کا موقع نہ ملتا اور اجتہاد مین خطا کا موقع مل سکتا ہے لہذا یہ عاشق خطا ذات موقع خطا کو ہمیشہ ڈھونڈھتی تھی اور یہ سچ بھی ہے جیسا کہ خود نشہ

اگر لکھدیا جاتا تو صاف ظاہر ہے کہ گمراہی نہ ہوتی کیونکہ لن تضلوا ابدًا موجود تھا لیکن حضرت عمر
کو یہی بات تو بری معلوم ہوئی اور آپنے اسے نہ لکھوانے دیا تاکہ ضلالت کا موقع ملے اور
امت کے لیئے اس مین سہولت ہو سہ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

یہ بھی کہا جاتا ہے وقد علم عمر تقرر الشرع وتاسیس الملۃ یعنی یہ کہ حضرت عمر نے پیغمبر
کے حکم کی تعمیل اس لیئے نہ ہونے دی کہ عمر کو معلوم تھا کہ شریعت مین جو احکام آئے تھے وہ
آگئے اور ملت مؤسس ہوچکی اور الیوم اکملت لکم دینکم آچکا پھر کیا رہ گیا تھا جو لکھا جاتا اس لیئے
حضرت عمر نے روک دیا۔ کاش حضرت عمر نے یہ خیال سقیفہ کے صحبت کے دن کیا ہوتا اور اس
کا غیر ضروری ہونا اسی تقریر سے خیال کر لیتے خلیفہ اگر نہین مقرر ہوا تھا تو الیوم اکملت لکم
مین قدح فرماتے اور اگر معین ہوچکا تھا تو اس نو منعقد شدہ محفل کو خیرباد کہتے یہ کیا کہ جہان
خود مطلبی کا آئینہ کامیابی کی صورت دکھلاتا ہے وہان تو حضرت عمر اس کام کا ہونا ضروری
سمجھتے تھے اور جہان ایسا نہ تھا اور مخالفت مطلب بات ہوتی تھی وہان چاہے خدا کا قول
کیون نہ ہو لیکن آپ کی ذوق سلیم مین وہ رد کرنے کی قابل تھا۔ اچھا ہم نے مانا کہ شریعت
تمام وکمال نازل ہوچکی تھی اور کسی حکم جدید کے نازل ہونے کی ضرورت نہ تھی تو کیا
اطیعوا الرسول اطاعت کرو رسول کی } کے عموم مین اس بات کی قید لگی ہوئی ہے کہ جبتک
شریعت تمام نہ ہو اور جب شریعت تمام ہو جائے تو ہرگز اطاعت واجب نہین۔ اگر
اطیعوا الرسول سے یہی مراد ہے تو شاید اسی مذاق پر اطیعوا اللہ بھی کسی خاص وقت کے ساتھ
مخصوص ہو۔ و قول عمر حسبنا کتاب اللہ رد علی من نازعہ لا علی امر النبی قاضی عیاض صاحب
کے دل سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر کے قول کے مقابلہ مین یہ کہنا کہ حسبنا کتاب اللہ خدا
کی کتاب ہماری ہدایت کے لئے کافی ہے یعنی آپ کے تحریر اور نوشتہ [illegible] ضرورت نہین اور
پیغمبر کی مخالفت اور مقابلہ ہے لہٰذا آپ اس سوال کا جواب دیتے ہین کہ [illegible] رسول اللہ
کی رد نہین ہے بلکہ یہ اس کی رد ہے جس نے ان سے اس باب مین نزاع کی تھی } قاضی صاحب

وہ جو حضرت عمر سے نزاع کرنے والا تھا وہ کیا کہہ رہا تھا اور یہ کیا کہہ رہے تھے تاکہ نزاع کی تصویر تو ناظرین کے سامنے آجائے پیغمبر نے کہا دوات و قلم لاؤ تحریر لکھدوں حضرت عمر نے کہا نہیں یا تو ہذیان ہے یا غلبہ درد کی جہت سے غیر قابل التفات یا تین کر رہے ہیں کسی نے کہا نہیں نوشتہ ضرور ہونا چاہیئے جیسا کہ پیغمبر کہہ رہا ہے حضرت عمر نے کہا نہیں خدا کی کتاب ہمیں کافی ہے تو نزاع کرنیوالے کا قول وہی تھا نا جو پیغمبر کا قول تھا اور جب دونون متحد القول ہیں تو صاف آشکار ہے کہ حضرت عمر نے سب کی رد کی۔ وقد قیل ان عمر خشی تطرق المنافقین ومن فی قلبہ مرض لما کتب ذلک الکتاب فی الخلوۃ ایک سسکتا ہوا عذر اور پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس وجہ سے کہ یہ تحریر خلوت اور تخلیہ مین لکھی جاتی حضرت عمر کو ڈر معلوم ہوا کہ کہین منافقین نہ آجائین۔ اس لیے حضرت عمر نے منع کردیا۔ واہ کیا قوی عذر ہے منافقین تو وہین موجود تھی آجانے کا ڈر کس کا ہوتا ہان یہ خوف ہوا ہوگا کہ مومنین کا جمع قوی نہ ہو جائے اس کا سہل سا علاج یہ تھا کہ ایک منادی کے ذریعے سے بہت بڑا مجمع کر لیا جاتا اور اس مین پیغمبر سے تحریر لکھوائی جاتی۔ پھر تو تخلیہ نہ ہوتا بلکہ سازیون کی بھی کوئی حد ہے کہ مسلمین کے اجتماع سے دولتکدہ گرج رہا تھا اور حضرت عمر کے نزدیک تخلیہ تھا۔ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ مین بیعت کرنے مین منافقین کے آجانے کا ڈر نہ ہوا اور صاحب شریعت کی تحریر مین سب کچھ خوف تھا اس کے بعد قاضی صاحب قبل کی طرف سے بیان کرتے ہین وان یتقولوا فی ذلک الاقاویل کادعاء الرافضۃ الوصیۃ یعنے وہ لوگ اپنے اپنے مطلب کی بات بنالیتے اگر کوئی تحریر ہوجاتی جیسے رافضی لوگ ضرور کہتے کہ علی کو اپنا وصی مقرر کرنے کے متعلق تحریر تھی۔ ارباب فہم سمجھتے ہین کہ حضرت عمر کے نہ لکھنے دینے مین یہ احتمال قوی ہوگیا اور اگر نوشتہ ہوتا تو اس مین بعد کو کیا احتمال ہوتا قرآن کی طرح مسلمین اسے بھی محفوظ رکھتے کیمن مدیر النجم اگر سہیل ہین اور النجم مین یہ ہین میدان دامیان تحقیق حق مین آیا کیجیے اور نوشتہ ہوتا تو اور الفر [illegible] اس کو سامنے رکھکے دوسرے کو چپ کردیا کہان ہے کوئی طویل

نزاعین ہوتین اور کیون ایک گروہ نذر جہنم ہوتا حضرت عمر کا کیا ضرر تھا اگر وہ تحریر ہو جانے دیتے لیکن وہ ڈرے کہ اگر نوشتہ ہو گیا تو مین کہان اور تخت حکومت کہان - اس خطرہ مین جو کرنا تھا وہ کر گزرے -

معزز ناظرین

آپ نے دیکھا کہ اسلامی افق حضرت کی طرف سے عذر کر رہا ہے کہ انھون نے ایسا کیون کیا اس سے یقین ہو گیا کہ حضرت عمر ہی اس جرم شدید مین مبتلا ہوے تھے اور آپ ہی نے روکا بھی اور آپ ہی نے ہذیان کی نسبت دی ورنہ بہت آسان تھا کہ کہا جاتا کہ حضرت عمر نے نہ پیغمبر کو روکا نہ ہذیان کی نسبت دی لیکن ان کا فعل اس قدر یقینی ہے کہ کوئی انکار نہین کرتا بلکہ ان کی جانب سے عذر پیش کرتے ہین آخر حضرت عمر نہ خدا نہ رسول نہ معصوم پھر ان کے کھلے ہوئے کلام مین تاویل کرنے کی کیا ضرورت اور کون سی دلیل اس بات کی مقتضی ہے لیکن نمرودیون کے بقول الغرور التکلم اپنے خدا کی مدد

نقارخانہ مین طوطی

مدیر النجم - سہیل نے علاوہ شفا و تاریخ ابو الفدا کے سر العالمین اور مولوی شبلی مرحوم کے الف ورق کی عبارتین بھی پیش کی ہین ان دونون عبارتون مین البتہ بغیر حوالہ کسی روایت اور کسی کتاب کے فقط مذکور حضرت عمر کا مقولہ کہا گیا ہے - سہیل ۔ شفا کی عبارتین گزرین جو مدعا مین نص ہین اور تاریخ ابو الفدا مین تو ایک ایسی عبارت ہے جو پناہ بخدا حضرت کے ساتھ تمسخر پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس مین یہ عبارت ہے ولما اشتد بہ وجعہ قال ایتونی بدواۃ وبیضا فاکتب لکم کتابا لا تضلون بعدی ابدا فتنازعوا فقال قوموا عنی لاینبغی عند نبی تنازع فقالوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھجر فذھبوا یعیدون علیہ فقال دعونی مما انا فیہ خیر مما یدعونی الیہ - یعنے جب آپ کا مرض شدید ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کاغذ و دوات لاؤ تمھارے لیئے مین ایسا نوشتہ لکھدون جس کے سبب سے میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو اس

حکم کی تعمیل و عدم تعمیل مین نزاع شروع ہو گئی آپ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ کبھی پیغمبر کے حکم تعمیل و عدم تعمیل مین نزاع جائز نہین اور نہ اس کے پاس جھگڑنیکا موقع ہے اس وقت ان لوگون نے کہا کہ معاذ اللہ پیغمبر ہذیان کہہ رہا ہے اور یہی کہتے ہوئے بدا نہ ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ اچھا مین ایسا ہی سہی مگر تم میرے پاس سے چلے جاؤ مین جس حال مین ہون وہ اس سے بہتر ہے جو تم چاہتے ہو۔ ارباب علم و نظر اس تمام عبارت مین غور کر کے صورت حال کو اچھی طرح دریافت کر سکتے ہین کہ پہلے نزاع تعمیل اور عدم تعمیل مین ہوئی جب آپ نے نزاع کو منع کیا اور رفع اصوات کے حرام ہونے پر تنبیہ فرمایا تو کہا کہ معاذ اللہ ہذیان کہہ رہے ہین یہ پیغمبر کو نہین کہا بلکہ آیہ قرآنی یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو) کو ہذیان کہا پھر جب اس بدتہذیبی پر آپ نے اپنی بارگاہ سے نکلا لا تو اس شرمندگی کے مٹانے کے لیئے پھر حضرت کیجانب ان ہذیان گفتار لوگون نے ہذیان کی نسبت دی آپ نے پھر اپنی حالت کو ان کی مطلوب سے بہتر بتایا یہ راز کہ کہنے والے مبہم رکھے گئے اور ایک کا نام بھی سوائے حضرت عمر قائلون مین نہین لیا گیا یہ ارباب فہم سے مخفی نہ رہے گا کیونکہ حضرت عمر صدہا روایتون مین مخالف قول رسول تسلیم کر لیئے گئے ہین اور اگر کوئی اور اس طرح اس جرم شنیع پر نامزد ہو تو النجم کو چاہیئے کہ وہ اس قائل کا نام پیش کرے لیکن وہ ابد الاباد اس کو ہاتھ نہ آئیگا تو لا محالہ گرا آب و تاب سہرا جو معصیت خدا و رسول مین گندھا ہوا ہے حضرت عمر کے سر رہے گا"

"النجم۔ لیکن اول تو سر العالمین کا امام غزالی کی تصنیف سے ہونا مسلم نہین اگر بعض علما اسکو امام غزالی کی تصنیف مانتے ہین تو دوسرے اسکے منکر بھی ہین اور کتاب کو رکے مضامین انہین منکرین کی تائید کرتے ہین دوسرے یہ کہ اگر امام کی تصنیف ہو بھی بجائے تو زیادہ سے زیادہ کہا جائیگا کہ مولوی شبلی صاحب کی طرح امام غزالی کو بھی دھوکا ہوا۔

سہیل۔ جواب النجم کا کیا کہنا کہ سر العالمین کا امام غزالی کی تصنیف سے ہونا مسلم نہین مدیر کو اختیار تام حاصل ہے کہ جس کو چاہے تسلیم کرے جس کو چاہے نہ تسلیم کرے حسب موقع جس طرح بن پڑے مذہب اہلسنت کی ضعیف اور گرتی ہوئی دیوار کو روکے سنبھالے رہے کہ کہین یہ خود بھی اس دیوار کے نیچے دب نہ جائین عقد و قع طیبہ فما احسن

حیرت کی حد ہو گئی کہ جب ذہبی میزان الاعتدال مین کسی ایسے شخص کی قدح کر دیتا ہے جس کی
قدح سے انکا کام چلے تب تو اس کا نام محک رجال رکھتے ہین اور جب کوئی ایسی
بات کہتا ہے جس سے ان کی اصل مذہب کو صدمہ پہونچتا ہے تو بیچارے کی بات سنتے
تک نہین مولوی عبدالشکور صاحب - میزان الاعتدال اسی ذہبی کی ہے جس کو آپ
حضرات محک الرجال فرماتے ہین اسی ذہبی نے ترجمہ حسن بن صباح لکھتے لکھتے لکھا ہے قال ابو حامد الغزالی فی کتاب
سر العالمین شاہدت قصة الحسن بن الصباح الخ یعنی ابو حامد غزالی نے کتاب سر العالمین مین کہا ہے کہ مین نے قصہ
حسن بن صباح کا ملاحظہ کیا آپ نے دیکھا کہ اس نے کیونکر تصنیف غزالی سر العالمین کو مانا یوہین سبط ابن جوزی نے
تذکرہ خواص الامہ مین لکھا ہے - وذکر ابو حامد الغزالی فی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین الفاظا تشبہ ہذا فقال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ انھون نے بھی بات تسلیم کر لی کہ کتاب
سر العالمین تصنیف امام غزالی سے ہے اب ذہبی اور سبط ابن جوزی ایسے لوگون کے تسلیم کرنے
کے بعد مدیر حسن کی نسبت ان لوگون سے ۱/۱۰۰۰۰۰ ایک بٹا لاکھ بھی نہین ہمارا کیا حرج ہو سکتا
ہے اب یہ بات کہ اور علما نے اس کا انکار کیا ہے آپ نے فہرست پیش کی ہوتی کہ وہ
فلان فلان عالم ہین تاکہ دنیا ان کی جلالت قدر کا موازنہ ذہبی سے کرتی اور اس کے بعد پھر
فیصلہ کرنے کا موقع ملتا وہ آپ کو میسر کہان زائد سے زائد آپ صاحب تحفہ کا نام لیجیے گا
تو ان کی اکاذیب کو ان کے جواب دینے والون نے وہین طشت از بام کر دیا ہے جس
طرح ہم نے آپ کے دروغ بے فروغ کی قلعی سہیل مین کھولی ہے اب رہ گئی یہ بات کہ امام
غزالی کو بھی شبلی کی طرح دھوکا ہوا اور نہ ہوا تو آپ کو نہ ہوا کاش آپ سے اس
کلمہ کو سیوطی سنتا جس نے کتاب التنبئہ مین لکھا ہے - قال الشیخ عفیف الدین الیافعی فی الارشاد
قد قال جماعة من العلماء منھم الحافظ ابن عساکر فی الحدیث الوارد عن النبی صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ وسلم ان اللہ یبعث فی ہذہ الامة من یجدد لھا دینھا علی راس کل مائة سنة انہ کان
علی راس المائة الاولی عمر بن عبد العزیز وعلی راس الثانیة الامام الشافعی وعلی راس الثالثة

امام ابوالحسن الاشعری وعلی راس الرابعۃ ابوبکر باقلانی وعلی راس الخامسۃ الامام ابوحامد الغزالی

وذلک لتمیزہ بکثرۃ المصنفات البدیعات وغوصہ فی بحور العلم والجمع بین علوم الشریعۃ

والحقیقۃ والفروع والاصول والمعقول والمنقول والتدقیق والتحقیق والعلم والعمل حتے

قال بعض العلماء الاکابر الجامعین بین العلم الظاہر والباطن لو کان بعد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم نبی لکان الغزالی وانہ یحصل ثبوت معجزاتہ ببعض مصنفاتہ انتہے - یعنی شیخ عفیف الدین یافعی نے ارشاد میں بیان کیا ہے کہ ایک جماعت علما نے جن مین حافظ ابن عساکر بھی ہین - اس حدیث کے بیان میں جو پیغمبر سے صادر ہوئی ہے کہ خداوند عالم اس امت کے لیے ہر صدی کے اول مین ایک ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو اس کی دین کی تجدید کرتا ہے اور اس دین کو پھر از سر نو نیا کر دیتا ہے چنانچہ پہلی صدی کے شروع مین اس نے عمر بن عبد العزیز کو پیدا کیا (جس نے فدک کے حق کو تسلیم کر کے پھر اولاد سیدہ کو پھیر دیا) اور دوسری صدی مین اس نے امام شافعی کو پیدا کیا (جس کی محبت امیر المومنین سے مشہور ہے) اور تیسری صدی مین اس نے امام ابوالحسن النقوی کو پیدا کیا اور چوتھی صدی مین اس نے ابوبکر باقلانی کو پیدا کیا اور پانچوین صدی مین اس نے ابوحامد غزالی کو پیدا کیا کیونکہ امام غزالی اور علما سے اپنی تصنیفات بدیعہ اور تبحر علمی اور جامعیت طریقہ باطنی اور شریعۃ ظاہری اور جامعیت معقول و منقول اور علم و عمل کے اعتبار سے ممتاز ہین یہانتک کہ بعض علمائے اکابر نے فرمایا ہے کہ اگر پیغمبر کے بعد کوئی اور پیغمبر ہوتا تو وہ امام ابوحامد غزالی ہوتے انتہی -

یہ ناظرین کے غور کرنے کا مقام ہے کہ ارباب علم و عمل اس کو مجددین اور ہر صدی کی فرد فرید تسلیم کرین اور قابلیت نبوت ان مین مانین اور عبد الشکور صاحب ان کے لیے ایسے مقام پر دھوکا کھانا تجویز فرمائین کاش وہ یہ فرما دین کہ اس منصفانہ تحریر کے بعد جو امام نے سر العالمین مین تحریر کی ہے پھر حضرت عمر وغیرہ کا قابل منصب خلافت تجویز کرنا یہ دھوکا ہے مگر یہان تو آپ اسکے کے قائل نہین قائل وہان ہین جہان دھوکا کھانے کا

احتمال نہین یاد رکھیئے گا کہ انسان اپنے مذہب کے خلاف بات جب ہی کہہ سکتا ہے
جب اس کو ایسی قاہر دلیل ملجائے جو سر اُٹھانے کی قوت باقی نہ رکھے اس وجہ سے
معلوم ہوسکتا کہ یہ دھوکا کھانے کا مقام نہین مذہب خود ایسی مقام پر دھوکا کھانے
نہین دیتا لہذا جو کچھ علامۂ غزالی نے لکھا ہے وہ ثمرۂ شک نہین ہے بلکہ ثمرۂ یقین قطع ہے

الخ - اصل یہ ہے کہ شیعون نے اپنے بعض افترا پردازیون کو کچھ اس طرح شہرت دی اور عوام
مین اسقدر پھیلایا کہ اس عام شہرت سے بعض خواص بھی دہوکا کھاگئے جسکے بہت سے نظائر موجود
ہین متعہ کا امام مالک کے مذہب مین جائز ہونا اسقدر مشہور کیا گیا کہ آخر صاحب ہدایہ دھوکا کھاگئے
دہوکے مین آجانا کسی بڑے سے بڑے عالم کا کچھ مستبعد نہین۔

سہیل - ساعر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا مین - اب غریب کی سمجھ مین نہین آتا کہ وہ
امام غزالی کی تحریر کا کیا جواب دین تو رائے زرین یون ظاہر ہوئی کہ بس دہوکا کھاگئے
تھے اور یہ کوئی مستبعد بات نہین اب آج سے گویا یہ بات ذی علم مدیر نے طے کردی کہ
مقولات خصم سے استدلال کرنا جائز نہین کیونکہ ایسے مقامات پر وہ دہوکا کھاجاتا ہے
بندہ پرور قصور معاف جناب کے مذہب مین جب جناب ختمی مرتبت پر العیاذ باللہ
ہذیان کی تجویز بڑی سے بڑی بات نہین تو ایک بڑی سے بڑے عالم کا دھوکا
کھانا کونسی بڑی بات ہے - اچھا ہم تسلیم کیئے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ واقعاً ایسا ہوسکتا
ہے اور انسان ایسے عیوب سے بری نہین ہوسکتا جب کہ اہلسنت نے عقد جناب ام کلثوم
کو اس قدر بیجا شہرت دی اور اپنی سلطنت کے طاقتون سے اس قدر پھیلایا کہ آخر کو بعض
علمائے شیعہ بھی دہوکا کھاگئے اور انھون نے بھی اپنی کتابون مین اس کا تذکرہ کردیا -
اہلسنت کو نہایت شدید ضرورت پیش آئی ہے کیونکہ حضرت رسول کے حکم کی خلاف
ورزی اگر جائز سمجھی گئی تھی تو جیسا کہ حسبنا کتاب اللہ کے کہنے سے ظاہر ہے - تو
ارتداد مین ایسے شخص کے شک کرنا کسی مسلم کا کام نہین تو اب اسلام کیونکر پیدا کیا جاتا

لامحالہ یہ تجویز کیا گیا کہ بنی زادی سے نسبت جوڑی جائے اور یہ استدلال کیا جائے کہ اگر مسلم نہ تھے تو یہ شادی کیونکر ہوئی اس مطلب پر اتنا زور دیا کہ خواص شیعہ میں سے بعض دہوکا کھا گئے اور یہ کوئی مستبعد بات نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ ایسے احنفی خواص کو دہوکا ہوگیا کیوں جناب مدیر صاحب مین نے سچ عرض کیا تا؟ مگر دنیا مین سب کمزور دماغ کے لوگ اَبلہ نہین جو آپ کی بدحواسی کا ساتھ دین صاف ظاہر ہے کہ آپ دست پاچہ ہو رہے ہین اور آپ کو کوئی جواب بن نہین پڑتا آپ اگر میری بات کا یقین کرین تو مین بادب عرض کرونگا کہ ملا یعقوب لاہوری اور صاحب نسیم الریاض اور ابن اثیر جزری اور فاضل عکبری اور امام غزالی وغیرہ اس طرح کے لوگ نہین ہین جو دہوکا کھائین مگر انکو حجت نے مجبور کردیا ہے فاصبحا حیارے شاخصۃ العبارہم - وہ انکار کرکے آپ کی طرح اپنے کو ہنسوانا نہین چاہتے آپکے اگر مریدون کے پلٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو آپ بھی ان کے قلمون سے کرے مریدون سے ہم آواز ہوتے لیکن خود پرستی اور تعصب پرستی آپ کا دامن نہین چھوڑتی کہ آپ اقرار کرین وجحدوابہا واستیقنتہا انفسہم -

النجم امام غزالی کا محض کہدینا مولوی شبلی صاحب کا لکھدینا کوئی روایت نہین ہے یہ تو ہم کو پہلے سے بھی معلوم تھا کہ بعض علما کو شیعون کے پرزور کارروائیون سے دہوکا ہوگیا ہے - اس وجہ سے ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی معتبر روایت بسند صحیح پیش کرو -

سہیل - ہم نے پہلے وہ تمام باتین لکھدین جن سے روایات صحیحہ کا پتہ معلوم ہوسکتا ہے ایک بار ادہر ورق الٹ کر پھر دیکھ لیجئے اور اب بھی ہم تھوڑی خدمت کرنیکے لئے یہان بھی تیار ہین - آپ ارشاد کرتے ہین کہ امام غزالی کا محض کہدینا مولوی شبلی کا لکھدینا کوئی روایت نہین ہے، یعنی آپ کا یہ مقصود ہے کہ امام غزالی اور مولوی شبلی یہ دونون سوا دروغ بافی کے کچھ نہین جانتے تھے اور جو باتین روایتون مین موجود نہین ہین اُن کا ذکر کرتے ہین اور گویا کہ ایسے دیوانے ہین کہ اپنے مذہب کے خلاف باتون کا تذکرہ

نافہمی سے کر دیا کرتے ہین کاش آپ کے دماغ مین یہ سواد پیدا ہو کہ آپ خود اس بات کو سمجھ لین کہ ان کو روایات مین فضول بحث کرنے کا موقع نہین ملا جب تو انھون نے تفقہی طور سے اعتراف کر لیا ورنہ یہ متعصبین اہلسنت بھلا کہین قبولنے والے تھے آپ کا یہ فرمانا کہ یہ تو ہم کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ بعض علما کو شیعون کی بُرہنہ کا رروائیون سے دھوکا ہو گیا غلط ہے آپ خود رفتہ ہو کے باتین کر رہے ہین ہواس کو جمع کر لینے کے بعد کلام کیجئے تو آپکو معلوم ہو جائے کہ آپ کے علما بہت ہوشیاری سے کام کر رہے ہین کہنے والے اور ہذیان کی طرف نسبت دینے والے کا نام چھپا رہے ہین اور وہ بدلالت التزامی اور باعتراف خصم ظاہر ہو رہا ہے آپ ابن اثیر جزری کی عبارت دیکھین اور اس کا یہ کلمہ والقائل بذلک عمر ولا یظن بہ ذلک اور ہذیان کی جانب نسبت دینے والے حضرت عمر ہین اور ان کے طرف ایسا خیال نہین کیا جا سکتا آپ اس سے پوچھئے تو کہ تجھ کو کیونکر معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے کہا تھا حالانکہ روایت مین ان کا نام نہین ہے تاکہ وہ جھڑک کر جواب دے کہ مین نافہمون سے بات نہین کرتا یہ ابن اثیر اسد الغابہ کا مصنف ہے اور نہایہ کا مولف ہے وہ طبقات روایت کو آپ سے کہین بہتر جانتا ہے زبان عرب کو آپ سے بہتر جانتا ہو تو دنیا اس کے قول کا اعتبار کرے گی یا آپ کے قول کا صاحب نسیم الریاض شارح شفاے قاضی عیاض نے اپنی عبارت مین دعویٰ کیا ہے کہ اس مطلب پر روایات صحیحہ جمع کی تعبیر سے بیان کرتا ہے لہذا ہم اپنے ذمہ سے فارغ ہوے اب آپ ان سے سمجھ لیجئے۔

اقرار العقلاء علی انفسہم جائز

عاقلون کا اقرار اپنے نفس کے مضر صورت مین جائز ہے۔

جب ان تمام علما کے نزدیک حضرت عمر ہی اس مقولہ کبش کے قائل تھے تو ہم اس اقرار کو قبول کر کے ان کو الزام دیتے ہین یہ الزام ہمارا آپ کے انکار سے اٹھ نہین سکتا اور نہ اس بات سے رفع ہو سکتا ہے کہ آپ فرمائین کہ روایات مین کہین نام

نہین ہے کیونکہ اقرار کیوجہ سے فرد قرارداد جرم وامن حضرت عمر پر لگ چکی اب آپ کوئی صحیح روایت شیعون کی کتاب سے پیش کردیجئے بلکہ غیر صحیح ہی سہی جس مین اقرار ہو کہ حضرت عمر نے ایسا نہین کہا تھا بلکہ آپ اپنے ہی بیان سے ایک ایسی روایت پیش کیجئے جس مین اعتراف ہو کہ نہین نسبت ہذیان فلان شخص نے دی تھی حضرت عمر نے نہین دی تھی تب تو خیر ہم آپ کی جان چھوڑ دینگے ورنہ کاغذ کا میدان وشمن کے بودی تقریرون کے لہو سے برسون رنگین نظر آئے گا۔

الغرض مولوی شبلی صاحب مرحوم اگر زندہ ہوتے اور ان سے پوچھا جاتا کہ الفاروق مین جو آپ نے لکھا ہے کہ طرّہ یہ کہ بعض روایتون مین ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا (نعوذ باللہ) یہ روایت آپ نے کس کتاب مین دیکھی تو یقیناً وہ بھی جواب دیتے کہ مین نے کوئی روایت دیکھی نہین عام شہرت کے بنا پر مین نے ایسا لکھدیا ہے۔

سہیل مین آپ سے باادب عرض کرون گا کہ مولوی شبلی صاحب آپ سے زیادہ باران دیدہ تھے وہ ہرگز آپ کو یہ جواب نہ دیتے بلکہ وہ آپ سے کہتے کہ جو بات آپ کو معلوم نہ ہو اسمین دخل در معقولات نہ دیا کیجیے۔ آپ روایت کے معنے نہین سمجھے ورنہ آپ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ کوئی روایت صحیح حضرت عمر کے کہنے اور نسبت ہذیان دینے موجود نہین ہے۔ حقیقت روایتین دو طرح سے بیان ہوتی ہین ایک تو یون کہ اسناد کے سلسلہ کو پوری طرح ذکر کیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کل سند چھوڑ دی جائے یا بعض رجال سند چھوڑ دئیے جائین چاہے وہ اول کے رجال سند ہون یا وسط کے یا آخر کے لیکن صورت اول کہ کل سند چھوڑ دی جائے اس کے متعلق مقدمہ شیخ عبدالحق دہلوی مین ان کی یہ عبارت ہے۔ وقد یحذف تمام السند کما ہو عادۃ المصنفین یقولون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا التعلیقات کثیرۃ فی تراجم صحیح البخاری ولہا حکم الاتصال لانہ التزم فی ہذا الکتاب ان لا یاتی الا بالصحیح ولکنہا لیست فی مرتبۃ مسانیدہ الا ما ذکر منہا مسندا فی موضع

آخر من کتابہ وقد یفرق فیھا بان ما ذکر بصیغۃ الجزم والمعلوم کقولہ قال فلان او ذکر فلان دل علی ثبوت اسنادہ عندہ فھو صحیح قطعاً یعنے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام سند چھوڑ دیجاتی ہے جیسا کہ مصنفین کی ایسی ہی عادت ہے کہ دوسرے سے یہ کہدیتے ہین کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (جناب رسالتمآب نے ایسا کہا) اس قسم کی تعلیقین صحیح بخاری مین بہت ہین۔ مگر انکا سلسلہ سند متصل سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس کتاب مین التزام کرلیا ہے کہ صحیح کے سوا کسی چیز کا ذکر نہ کریگا اگر ایسی تعلیقات کا شمار مسانید مین نہین کیا جاسکتا (اگر اس کو صحیح بخاری مین اسناد سمیت کہین اور نہین ذکر کیا) اور کبھی یون فقرہ کیا جاتا ہے کہ جس کو علی سبیل الجزم راوی نے یہ کہدیا کہ فلان نے یون کہا تو قطعاً اسناد اسکی اس کے نزدیک ثابت ہے اور وہ قطعاً صحیح ہے اس بیان اعادت نشان سے صاف آشکار ہے کہ اگر یہ راویان حدیث کسی کے متعلق علی سبیل الجزم یہ کہدین کہ اس نے قطعاً یہ کہا تو ثابت ہوجائیگا کہ اس کا سلسلہ سند اس بیان کرنیوالے کے نزدیک قطعاً ثابت ہے اب جب یہ مطلب ثابت ہوگیا تو ابن اثیر جزری کا یہ کہنا کہ والقائل بذلک عمر ولا یظن بہ ذلک ایک قطعی نسبت ہے جس سے قطعاً ثابت ہے کہ اس کا سلسلہ سند ابن اثیر کے نزدیک قطعاً ثابت ہے اور یہ ایک صحیح روایت سمجھی جائیگی یا قاضی عیاض کا شفا مین یہ کہنا او ان یحمل قول القائل ہجر او اہجر دہشۃ من قائل ذلک وحیرۃ لعظیم ما شاہدہ من حال الرسول صلے اللہ علیہ وسلم وشدۃ وجعہ والمقام الذی اختلف فیہ علیہ والامر الذی ہم بالکتاب فیہ حتی لم یضبط ہذا القائل لفظہ واجری الہجر مجری شدۃ الوجع لا انہ اعتقد انہ یجوز علیہ الہجر محصل یہ ہے کہ ہجر کا کہنے والا مقام کے صعوبت اور شدت مرض مین کتابت کی ضرورت دیکھکے گھبراگیا اور متحیر ہوگیا اس سے ٹھیک تعبیر نہ ہوسکی اور لفظ مناسب اس کی قابو مین نہ آسکے یہان تک کہ اس نے بجائے اشتد علیہ الوجع ہجر کہہ ڈالا اس کی مراد یہ نہ تھی کہ حضرت پر معاذ اللہ ہذیان جائز ہے بلکہ یہ کلمہ گھبراہٹ مین اس کے منھ سے نکل گیا۔ اگر بہ قل غور کرے تو صاف سمجھ مین آتا ہے کہ حضرت عمر ہی کا یہ کلمہ تھا جو گھبراہٹ مین بہ قول ان حضرات کے نکل گیا

تھا مگر راویان حدیث نے نالائق لفظ کو لائق لفظ یعنی اشتد علیہ الوجع سے بدل دیا اب اس قول کی عینک لگاکر دیکھو تو کل صحیح بخاری کی ہر روایت مین حضرت عمر کا قول اہجر نظر آئیگا ابتو دلمین ٹھنڈک پڑی یا نہین جناب شیخ الشبلی؟

چور کی ڈاڑھی مین تنکا

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۴۶ھ مین ایک مضمون جناب مولوی عبدالحسین صاحب حسین آبادی کا شائع ہوا تھا جسکا عنوان "انعام والتفہیم للعتل الزنیم" تھا۔ النجم نے ۷ جمادی الاخری کے پرچہ مین "سہیل کی شر انگیز گالیان" کے عنوان سے ایک مضمون نکالا ہے جسمین بہت کچھ گالیان ساتھ مضمون اور مذہب اہل تشیع کو دی ہین۔ اس مضمون مین سوا گالیون کے اور کوئی جواب نہین، ہم نے یہ خیال کرکے کہ یہ درس وفا خلیفہ اول کا سکھایا ہوا ہے جنکے دریائے قدرت "نظر اللالات" کے مدیا وقت غضب موجزن ہوتے تھے، خاموشی اختیار کی اور چونکہ گالیون سے کوئی نتیجہ نہین لہذا ہم جو کچھ اس النجم والے مضمون مین قابل جواب بات ہے اسکا جواب دیتے ہین۔ لکھتا ہے۔۔

"علمائے اہل سنت کو زنیم (ولد الزنا) کہتے ہوئے سہیل اور اسکے تمام اسلاف و اخلاف کو شرمانا چاہیے زنیم وہ لوگ ہین جنکے یہان زنا حلال ہے جنھون نے زنا کی ایک قسم کو اتنی بڑی عبادت قرار دی ہے" الخ

اگرچہ مضمون نگار نے اہلسنت یا علمائے اہلسنت کو کہین بھی "زنیم" نہین کہا نہ اس لفظ سے مخاطبہ و خطاب کیا مگر مضمون نگار النجم نے ایک قلبی کھٹک اور ایک دلی خلش سے مجبور ہوکر "عتل زنیم" کی تشریح اپنے اور اپنے اسلاف کے لیے کر ہی لی، اسمین مضمون نگار سہیل بالکل بے قصور ہے کیونکہ اس نے کہین بھی ان الفاظ کی تشریح نہین کی، نہ اس سے کسی کو مراد لیا۔

مجھے نہین معلوم کہ اہلسنت جو دعویداران محبت قرآن مجید ہین وہ قرآن مین سورۂ قلم مین یہ آیۂ "عتل بعد ذلک زنیم" پڑھتے ہین یا نہین اور اگر پڑھتے ہین تو کیا پھر بھی انکی محبت قرآن سے باقی رہ جاتی ہے رہا انکا لیکہ معترین کے قلم اسکی تفسیر مین آنا و نظر آتے ہین۔ اہل تشیع تو ان الفاظ قرآنی کو استعمال کرتے ہین اور انکی تلاوت کرتے ہین اب اسکے معنے چاہے جہان منطبق

ہو جائیں اسکی نہ آیت ذمہ دار ہے اور نہ اس لفظ کا صرف کرنے والا - آپ اک ذرا ٹھنڈے دل سے تفاسیر اہلسنت کو ملاحظہ کریں دیکھیے وہ اس کے متعلق کیا لکھتے ہیں کیا آپ یہ کہیں گے کہ اللہ اور مفسرین اور ان کے اسلاف کو "زنیم" کا استعمال کرتے ہوئے شرمانا چاہیے جیسا آپ نے اہل تشیع کے لیے کہا مگر شاید آپ یوں ہی ہمیشہ کہے جائیں اور قرآن و مفسرین علی الرغم آپ کے "زنیم زنیم زنیم" پکارتے ہی جائینگے -

"عتل بعد ذلک زنیم" سورہ ن والقلم

واقعاً مفسرین کو شرمانا چاہیے

تفسیر امام رازی کی عبارت	تفسیر رازی کا مطلب
والحاصل ان الزنیم ولد الزنا الملحق فی القوم بالنسب ولیس منھم وکان الولید بن المغیرہ دعیا فی قریش ولیس من سنخھم ادعاہ ابوہ بعد ثمان عشرۃ من مولدہ وقیل بغت امہ ولم یعرف حتی نزلت الآیۃ	"زنیم" سے مراد ولد الزنا ہے جو نسباً قوم میں ملا لیا جائے حالانکہ سعد اس قوم کا ہو نہیں - ولید بن مغیرہ قریش میں حرامی مشہور تھا اور قریش میں داخل نہ تھا اسکے باپ نے اسکو اٹھارہ برس کے بعد اپنی طرف منسوب کیا - اور کہا گیا ہے کہ اسکی ماں نے حرامکاری (زنا) کی اور یہ زنا معلوم نہیں ہو سکا مگر اسوقت جب یہ آیت نازل ہوئی -
"بعد ذلک" معناہ انہ بعد ما عد لہ من النقائص والمثالب فھو عتل زنیم وھذا یدل علی ان ھذین الوصفین وھو کونہ عتلا زنیما اشد معائبہ لانہ اذا کان جافیا غلیظ الطبع قسا قلبہ واجترا علی کل معصیتہ ولان الغالب ان النطفۃ اذا خبثت خبث الولد ولھذا قال	عتل بعد ذلک زنیم - میں "بعد ذلک" کے معنی یہ ہیں کہ بعد ان عیوب اور نقائص کے - اور یہ اس بات پر دال ہے کہ یہ دونوں وصف یعنی "عتل" اور "زنیم" شدید ترین معائب ہیں اسلیے کہ جو ایسا ہوگا وہ معصیت خدا پر جری ہوگا اور اسلیے بھی کہ جب نطفہ خبیث ہوگا تو لڑکا بھی خبیث ہی پیدا ہوگا اسی لیے رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ - "جنت میں ولد الزنا نہ داخل ہوگا اور نہ اسکا لڑکا

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ ولد الزنا ولا ولدہ ولا ولد ولدہ

اور نہ اس لڑکے کا لڑکا"

تفسیر رازی جلد ہشتم مطبوعہ استنبول صفحہ ۲۶۶

"عبارت تفسیر خازن"

وھو ولید بن مغیرہ ادعاہ ابوہ بعد ثمان عشرۃ سنۃ۔ قال ابن قتیبۃ لا نعلم ان اللہ وصف احدا ولا ذکر من عیوبہ مثل ما ذکر من عیوب ولید بن مغیرہ فالحق بہ عارا لا یفارقہ فی الدنیا والآخرۃ۔

"مطلب عبارت"

(عتل و زنیم سے) مراد ولید بن مغیرہ ہے اسکے باپ نے اسکے پیدا ہونے کے بعد اٹھارہ برس گزر جانے پر اسکو اپنی طرف منسوب کیا۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا نے اس طرح سے کسی کے معائب کا تذکرہ کیا ہو یا کسی کے عیب کھولے ہوں جیسا ولید بن مغیرہ کے یہ وہ عار ہے جو اسکے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت میں رہے گا۔

خازن جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۷

عبارت تفسیر مدارک

والمراد الولید بن المغیرۃ عند الجمہور وکان الولید دعیا فی قریش لیس من سنخہم ادعاہ ابوہ بعد ثمان عشرۃ سنۃ من مولدہ وقیل بغت امہ ولم یعرف حتی نزلت ہذہ الآیۃ وروی انہ دخل علی امہ وقال ان محمدا وصفنی بعشر صفات وجدت تسعا فیّ فاما الزنیم فلا علم لی بہ فان اخبرتنی بحقیقتہ

مطلب عبارت مدارک

جمہور کے نزدیک "زنیم" سے مراد ولید بن مغیرہ ہے ولید قریش میں حرامی مشہور تھا اور اسکی اصل قریش سے نہ تھی اسکے باپ مغیرہ نے اسکو اٹھارہ برس کے بعد اپنے طرف منسوب کیا۔ اسکی ماں نے زنا کی اور جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی اسوقت تک اس زنا کا حال پوشیدہ رہا۔ ولید نے اپنی ماں سے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ نے مجھ میں دس عیب ثابت کیے ہیں جنمیں سے میں نو عیب پاتا ہوں رہ گیا حرامی ہونا تو تو اسے سچ سچ بتا ورنہ قتل کر دونگا اسکی ماں نے کہا

والا ضربت عنقك فقالت ان اباك	سنو تمہارا باپ مغیرہ نامرد اور عنین محض تھا میں نے اس
كان عنينا وخفت ان يموت فيصل ماله	خیال سے کہ کہین اسکا مال دوسرون کے قبضہ مین چلا جائے
الى غير ولده فدعوت راعيا الى	ایک چرواہے سے زنا کی اور تو اسی کا لڑکا ہے۔
نفسي فانت من ذلك الراعي	(معالم جلد ۴ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۷)

عبارت تفسیر نووی	مطلب عبارت نووی
قيل هو وليد بن المغيرة ادعاه المغيرة بعد	اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ مغیرہ نے ولید کو اٹھارہ برس
ثماني عشرة سنة من ولادته ونسبه لنفسه	بعد اپنی طرف منسوب کیا اسوقت جب ولید کے باپ کا کہین
بعد ما كان لا يعرف له اب ولما نزلت هذه	پتہ نہ تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید اپنی ماں کے
الاية قال لامه ان محمدا وصفني بتسع	پاس آیا اور کہا کہ نو عیب مجھ میں رسول نے بتائے ہین
صفات اعرفها غير التاسع منها فان لم	مین ان سب کو اپنے مین محسوس کرتا ہون مگر نویں عیب (حرامی
تصدقيني الخبر ضربت عنقك فقالت	ہونا) اسکو تو بتا۔ اس نے کہا ہان سچ ہے مغیرہ تیرا باپ
له ان اباك اي المغيرة عنين فخفت	عنین محض تھا مین نے اس خیال سے کہ اسکے مرنے کے
على المال فمكنت الراعي من نفسي وهذه	بعد اسکا مال دوسرے نہ لین ایک چرواہے سے زنا
الاية عند اكثر المفسرين نزلت في	کی اور تو اسی چرواہے کا لڑکا ہے۔
وليد بن المغيرة	نووی جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹۳)

جب یہانتک سلسلہ سخن پہونچا تو اب یہ امر ناظرین سے پوشیدہ نہین کہ خالد بن ولید جو سیف اللہ کہے جاتے ہین اور جن سے خلیفہ اول سے بید رسم اور خلیفہ ثانی سے بید بغض تھا، اور جسکے متعلق زبان خلیفہ ثانی نے زنا کی گواہی واقعہ مالک بن نویرہ مین دی، وہ اسی ولید بن مغیرہ کے صاحبزادے تھے جسکے لیے قرآن مجید "عتل و زنیم" کے الفاظ استعمال کرتا ہے، درحقیقت مفسرین اہلسنت اور ان کے اسلاف و اخلاف کو ایسے مقام پیان خبرون کے اظہار سے شرم

بتایا ہے وہ کیا کسی کو زنیم کہیں گے درانحالیکہ نص قرآن یہ سلسلہ زنیم تک پہونچتا ہے چنانچہ نسب کا سلسلہ بقول صاحب اصابہ و استیعاب یون جاتا ہے :-

خالد بن الولید المغیرہ بن عبد اللہ بن	خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن
عمرو بن مخزوم القرشی المخزومی امہ	مخزوم قرشی مخزومی ان کی ماں کا نام لبابہ
لبابۃ الصغریٰ بنت الحارث بن الحرب	صغریٰ بنت حارث بن حرب ہلالیہ ہے۔
الہلالیہ۔ استیعاب و اصابہ ص۴۱۲	

سیف اللہ کے باپ کی وہ سرگزشت تھی جو آیت کے ذیل تفسیر میں گزری رہگئیں آپکی والدہ انکے متعلق فاضل جلیل صاحب استیعاب نے یہ لکھا ہے :-

لبابۃ الصغریٰ بنت الحارث اخت	لبابہ صغریٰ بنت حارث لبابہ کبریٰ کی بہن اور ام
لبابۃ الکبریٰ وھی ام خالد ابن الولید۔	خالد بن ولید کی ماں ہیں ان کے اسلام و صحبت
فی صحبتھا و اسلامھا نظر۔ ص۴۷	میں نظر و شک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کافرہ تھیں اور ان کا اسلام متیقن نہ تھا اگرچہ یہ زمانہ عمر بن خطاب تک زندہ رہیں اور خالد کے جنازہ پر بین اور ماتم کیا۔

یہاں کی حالت ہے اور وہ باپ کا تذکرہ تھا رہگیا دادا کا ذکر خیر یعنی مغیرہ اسکے متعلق اتنا کافی ہے کہ ولید کی ماں نے انکے متعلق گواہی دی اور چرواہے کا واقعہ بیان کیا انکے نسب میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا صرف اتنا کہ صاحب اصابہ نے ابن سعد کے قول کو نقل کیا ہے اور اسمیں باپ کی جگہ "فلان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے ابوت مشکوک نظر آتی ہے نہ منصوص۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

المغیرہ بن فلان المخزومی من بنی مخزوم	مغیرہ فلاں کے بیٹے بنی مخزوم سے ہیں
	ص۲۸۳

لطیفہ یہ ہے کہ جن معتقدین نے اسکی عزت کو سراہا ہے وہ بھی کوئی نام نہیں لکھ سکے صرف عبداللہ

"استغفراللہ اہلسنت والجماعۃ کا سوا انبیا علیہم السلام کے ہرگز کسی کے عصمت پر اتفاق نہیں"

پنجتن پاک علیہم السلام کے عصمت کا قائل ہونا مدیر کے نزدیک گناہ ہے، کیونکہ اس سے اسکے گنہگار متبوعین کا پلہ سبک نظر آتا ہے اور ان کی تمام سوانح زندگی پیش نظر ہو جاتے ہیں اسلیے وہ استغفار کر رہا ہے مگر وہ اسکا دعویٰ کرتا ہے کہ اہلسنت والجماعت صرف انبیا کی عصمت کے قائل ہیں اور باتفاق قائل ہیں، لہذا ہم مدیر کے اس دعوے کو اسکی کتابوں سے جانچنا چاہتے ہیں اگر وہ ایسا درست کہتا ہے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہیں اور اگر وہ اپنے اسلاف کی طرح جھوٹ بولتا ہے تو یہی بات ہے اسکے تمام دعوؤں کو منطبق کرکے نتیجہ نکال لو۔

صحیح مسلم اور خطاے انبیا، کیا واقعاً اہلسنت کے نزدیک انبیا معصوم ہیں؟

عن قتادہ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ یجمع اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ فیھتمون لذلک فیقولون لو استشفعنا علی ربنا عزوجل حتی یریحنا من مکاننا ھذا قال فیاتون ادم فیقولون انت ادم ابو الخلق خلقک اللہ بیدہ ونفخ فیک من روحہ وامر الملئکۃ فسجدوا لک اشفع لنا عند ربک حتی یریحنا من مکاننا ھذا فیقول لست ھناکم فیذکر خطیئتہ التی اصاب فیستحیی ربہ منھا ولکن ائتوا نوحا اول رسول بعثہ اللہ تعالیٰ قال فیاتون نوحا فیقول لست ھناکم فیذکر خطیئتہ التی اصاب فیستحیی ربہ منھا ولکن ائتوا

سلسلۂ مذکور سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا خلائق کو روز قیامت جمع کرے گا وہ لوگ روز قیامت کی بلا خیزی سے نجات پانے کے لیے کسی شفیع کو ڈھونڈھینگے لہذا وہ آدم صفی اللہ کے پاس آئینگے اور کہیں گے کہ آپ ابو البشر ہیں اور خدا نے آپکو اپنے ہاتھ سے خلق کیا ہے (کیا خدا کے ہاتھ موجود ہیں؟) اور اپنی روح آپ میں پھونکی ہے اور ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا ہے ذرا ہماری سفارش اپنے خدا سے کر دیجیے آدمؑ کہیں گے میں اس عہدہ کے لائق نہیں اور ان خطاؤں کو جو ان سے سرزد ہو چکی ہیں، یاد کرکے شرمندہ ہو جائینگے اور کہیں گے تم لوگ نوحؑ کے پاس جاؤ یہ لوگ نوحؑ کے پاس جائینگے وہ بھی اس شفاعت کے کام سے دست بردار ہونگے اور اپنی خطاؤں کو یاد کرکے شرمائینگے یہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس جائینگے اور ان سے عرض حال

سے "فلان" کی تعبیر کردی ہے جیسا کہ خالد بن ولید کے سلسلۂ نسب میں پتہ چلتا ہے۔ خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ ؎

ایک اور لطف یہ ہے کہ باوجود اسکے کہ ولید بن مغیرہ کے متعلق مفسرین متفق ہیں کہ وہ قریشی نہ تھا مگر پھر بھی علمائے اہلسنت خالد بن ولید کے نام کے ساتھ "قریشی" ضرور لکھ دیتے ہیں۔ کیا کہنا ان جسارتوں کا۔

اب صاحبان بصیرت فیصلہ کریں کہ جو نص آیت و بقول مفسرین ہم مذہب "زنیم" ہو آیا اس کے اخلاف و اسلاف کو شرمانا چاہیے یا اسکو جو موافقت قرآنی میں یہ لفظ کہے۔ اسکو سوا تعصب مذہب کے کیا کہا جا سکتا ہے۔

اب ان تمام واقعات کے دیکھنے کے بعد آپ اس حدیث پر نظر کریں جو رازی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ لا یدخل الجنۃ ولد الزنا ولا ولدہ ولا ولد ولدہ "جنت میں نہ حرامی داخل ہوگا نہ اُسکی اولاد نہ اس اولاد کی اولاد"۔ اور خود نتیجہ نکال لیں۔

اب مضمون نگار النجم کو اگر واقعاً صداقت اور حق سے محبت ہے تو ان واقعات کو جو آپ کی کتابوں میں ہے غلط ثابت کردے، ورنہ اس بکواس سے کوئی نتیجہ نہیں، اور ان گیدڑ بھبکیوں سے کوئی فائدہ نہیں، النجم شوق سے زبان یا وہ گوئی تیز کرے ہم صحیح واقعات تمہارے افراد مذہب کے اسی طرح پیش کرتے جائینگے ہمیں گالی دینے کی ضرورت نہیں یہ ان کمزوروں کا شیوہ ہے جن کو ان کے متبوعین فراڈ کا سبق دے گئے ہیں۔

اسی مضمون کے بعض فقروں پر مدیر نے حاشیہ لکھا ہے چنانچہ مولوی عبد الحسین صاحب کے اس فقرہ پر "(پنجتن پاک) کی عصمت پر آیۂ تطہیر باتفاق کل علمائے اسلام شاہد عادل ہے" یہ حاشیہ لکھتا ہے:۔

نعوذ باللہ نعوذ باللہ اس بے بنیاد جھوٹ کا کوئی ٹھکانا ہے، کل علمائے اسلام کا پنجتن پاک کے معصوم ہونے پر اتفاق اور پھر آیہ تطہیر سے ثبوت عصمت پر اتفاق، استغفر اللہ

ابراهيم الذي اتخذه الله خليلا فياتون	کرینگے وہ بھی انکار کرینگے اور اپنے مسائل ... پھر
ابراهيم فيقول لست هناكم ويذكر	جھوٹون کو یاد کرکے شرمائینگے پھر یہ لوگ موسیٰ کے پاس
خطيئته فيستحيي من ربه تعالى منها ولكن	جائینگے جو صاحب توراۃ اور کلیم اللہ ہیں وہ بھی ان سے عذر
ائتوا موسى الذي كلمه الله واعطاه التوراة	کرینگے اور چونکہ خطاوار ہیں لہذا سفارش نہ کر سکینگے اور
قال فياتون موسى فيقول لست هناكم	اپنی خطاؤن کو یاد کرکے اپنے خدا سے شرمندہ نظر آئینگے۔
ويذكر خطيئته التي اصاب فيستحيي ربه	پھر یہ لوگ حسب حکم موسیٰ جناب عیسیٰ کے پاس جائینگے جو
تعالى منها ولكن ائتوا عيسى روح	کلمۃ اللہ ہیں مگر وہ بھی عذر کرینگے اور کہینگے تم لوگ جناب
الله وكلمته فيقول لست هناكم و	رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ وہ شفاعت
لكن ائتوا محمدا صلى الله عليه وسلم	کرینگے کیونکہ انکے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے گئے ہیں
عبدا قد غفر له ما تقدم من ذنبه	برخلاف ہم لوگون کے کہ ہم لوگ گنہگار ہیں [illegible] ہیں
وما تاخر مسلم جلد اول ص ۱۰۸	اور قابل شفاعت نہیں ہے۔ ...

مطلباً مدیر نے عصمت سے مراد خطالی ہے جب ہی تو کوئی نبی اس خطا سے نہیں بچا کیا واقعی اسی کا نام عصمت ہے اور یہی اعتقاد اہلسنت ہے اگر ایسا ہے تو وہ خلفائے ثلثہ کیا ہر بزرگ کو معصوم کہہ سکتے ہیں۔

صحیح بخاری اور خطائے انبیا

عن ابي هريرة قال لم يكذب ابراهيم الا	ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کہا کہ ابراہیم
ثلث كذبات ثنتين منهن في ذات الله	خلیل کبھی جھوٹ نہیں بولے مگر تین مرتبہ بولے دو خدا کے
عزوجل قوله اني سقيم وقوله بل فعله كبيرهم	بارے میں "انی سقیم" اور "بل فعله كبيرهم"
هذا وقال بينا هو ذات يوم وسارة اذ اتى	اور ایک اُس وقت جب بادشاہ جابر سے
على جبار من الجبابرة فقيل له ان ههنا	حضرت سارہ کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ کون
رجلا معه امرأة من احسن الناس فارسل	ہیں تو ابراہیم نے کہا میری بہن ہیں
اليه فسأله عنها فقال من هذه قال	اور پھر سارہ سے کہا کہ دیکھو

اختی فاتی بسارة قال یا سارة لیس علی وجه الارض مومن غیری وغیرک وان هذا سألنی عنک فاخبرته انک اختی فلا تکذبینی الخ بخاری ص۴۷۴

زمین پر سوا میرے اور تمہارے کوئی موحد نہین ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے ایسا پوچھا اور تمہارے بارے مین مین نے کہدیا کہ تم میری بہن ہو اب میری تکذیب نہ کرنا

صحیح ترمذی اور خطاے انبیا

عن ابی هریرة قال قال رسول الله لما خلق الله آدم مسح ظهره فسقط من ظهره کل نسمة هو خالقها من ذریته الی یوم القیمة وجعل بین عینی کل انسان منهم وبیصا من نور ثم عرضهم علی آدم فقال ای رب من هؤلاء قال ذریتک فرای رجلا منهم فاعجبه وبیص ما بین عینیه فقال ای رب من هذا قال هذا رجل من آخر الامم من ذریتک یقال له داؤد قال یا رب او کم جعلت عمره قال ستین سنة قال ای رب زده فی عمره من عمری اربعین سنة فلما انقضی عمر آدم جاءه ملک الموت فقال اولم یبق من عمری اربعون سنة قال اولم تعطها لابنک داؤد قال فجحد آدم فجحدت

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدم کو خلق کیا تو انکی پیٹھ پہ ہاتھ پھیرا اور پیٹھ سے ہر وہ ذات گری جو انکی ذریت مین قیامت تک پیدا ہونے والی تھی ان سب کے آنکھون کے درمیان ایک نور خدا نے قرار دیا پھر آدم کے سامنے پیش کیا آدم نے پوچھا اے خدا یہ کون ہین جواب ملا یہ سب تمہاری ذریت ہے آدم نے ان مین ایک شخص کو دیکھا جسکے نور کی چمک نے انکو تعجب مین ڈالدیا اور محو حیرت ہوگئے پوچھا کیون پروردگار یہ کون ہے جواب ملا یہ آخر امم مین تمہاری ذریت کا ایک شخص ہے جسکا نام داؤد ہے آدم نے پوچھا اسکی عمر کتنی ہے؟ جواب ملا ساٹھ برس کی آدم نے کہا اے اللہ تو میرے عمر کے چالیس برس داؤد کی عمر میں اور بڑھا دے جب آدم کی مدت عمر ختم ہونے کو آئی تو ملک الموت پہونچے آدم نے کہا کیا ابھی چالیس برس میری عمر کے باقی نہین؟ ملک الموت نے کہا اور وہ تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہین دیدیے تھے اس پر آدم نے انکار کیا لہذا آپکی ذریت میں بھی یہ انکار آیا، آدم بھولے لہذا انکی اولاد مین بھی بھول پیدا

فذریته ونسی آدم ونسیت ذریته و — بھولی آدم نے خطا کی لہٰذا ان کی ذریت بھی خطا کی
اخطی آدم فخطیت ذریته هذا حدیث — ہے - یہ حدیث حسن ہے - (روایت کا ہر لفظ قابل غور)
حسن غریب ترمذی ص۱۵۱ — مجرمانہ مقصود اس وقت عصمت انبیاء ہے - مدیر)

خطائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما — لیغفر لک اللہ الخ - یعنی رسول اللہ کے جو گناہ بخشے
تاخر ای جمیع ما فرط منک مما یصح ان — گئے جن پر خدا کا عتاب کرنا درست اور
یعاتب علیه - بیضاوی ص۳۰ — واجبی تھا۔

خدا کا انتظار اور خطائے رسول

وعندنا انه مامور بانتظار الوحی فیما لم — ہمارے نزدیک رسول انتظار وحی پر مامور تھے ان باتوں میں
یوح الیه الی ان یخاف الفوت ثم یجتهد — جن میں وحی نہ ہوتی ہو یعنی جب کوئی بات ہو تو رسول پر لازم
یجب ان ینتظر الوحی ولا یجیبها الی ثلثة — تھا کہ وہ جواب کے تین دن یا اس وقت تک جب فوت غرض
ایام او الی ان یخاف فوت الغرض ثم العمل — کا خوف ہو وحی کا انتظار کریں پھر عمل بالرائے کریں جب مدت
بالرای بعد انقضاء مدة الانتظار فان کان — انتظار وحی ختم ہو جائے اگر آپ کی رائے صائب ہوتی تھی
الاصاب فی الرای لم ینزل الوحی علیه فی — تو وحی نہیں اترتی تھی اس مخصوص واقعہ کے متعلق اور
تلک الحادثة وان کان اخطأ فی الرای — اگر رائے میں خطا ہوتی تھی تو وحی تنبیہا اترتی تھی تاکہ
ینزل الوحی التنبیه علی الخطاء ص۱۸۲ — وہ اس خطائے رسول کو ظاہر کرے - - - -

---

قال رسول اللہ انما انا بشر مثلکم اذا امرتکم — رسول نے کہا میں بھی تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں جب میں
بشئ من دینکم فخذوا به واذا امرتکم — تمہارے دین کے متعلق تمہیں کوئی امر کروں تو تم اسے مجھ سے لو اور اگر میں
بشئ من رائی فانما انا بشر وفی روایة — کسی اپنی رائے سے تمہیں کوئی حکم دوں تو سمجھ لو کہ میں بھی بس ایک
انتم اعلم بامر دنیاکم وفی حدیث — بشر ہوں یعنی وہ غلط یا صحیح ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا
انما ظننت ظنا فلا تؤاخذونی — کہ لوگوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات مجھ سے بہتر

یا علی سوق حدیث ابن عباس فقال — جانتے ہو ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اگر میں کسی بات میں اپنے
انما انا بشر مثلکم فما حدثتکم عن الله — گمان سے کام لوں تو مجھ سے اس میں بھی غلطی ہو سکتی ہے
فہو حق وما قلت فیہ من قبل نفسی — صحیح ہے کہ آپ نے فرماتے تھے کہ جو میں تم سے خدا کی طرف سے بیان کروں وہ
فانما انا بشر مثلکم۔ — حق ہے اور جو اپنی طرف سے کہتا ہوں تو بات یہ ہے میں بھی آدمی ہوں۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ناطق بالحق کا قول ہمیشہ حق نہیں ہوتا تھا بلکہ کبھی کبھی اپنے جی سے بھی کچھ کہدیا کرتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے رسول کے آخری الفاظ کو ہذیان سے تعبیر کی اور حسبنا کتاب اللہ فرمایا۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ کیا درحقیقت مدیر النجم کا قول صحیح ہے اور کیا یہ لوگ عصمت انبیا کے قائل ہیں اگر ایسا ہے تو کیا صحاح ستہ وغیرہ کی روایتیں غلط ہیں اگر غلط ہیں تو ان کا نام صحاح کہاں تک زیبا ہے انشاءاللہ آئندہ کبھی عصمت انبیا کے متعلق کافی بحث کی جائے گی اس سے پہلے سہیل بسلسلہ اس مطلب کو مفصل طور میں بیان کر چکا ہے جس کا کوئی جواب آج تک نہیں دیا گیا۔

کتاب لاجواب فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوۃ

افاضات سہیل

النجم، ۲۱ماہ رجب کے پرچہ مین عنوان "سوال از جمیع علماء شیعہ" کے ساتھ ایک مضمون دیکھا گیا جو ناظرین سہیل کے سامنے پیش ہے انہون نے نائبین آئمہ سے پوچھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس تاریک زمانہ مین وہ شمعین خاموش ہو چکی ہین کچھ ٹوٹے ہوے قلم رہگیے ہین جنکی عقدہ کشائیان قابل لحاظ ہین وللہ الحمد۔

عبارت النجم وسوال مجھے کتب شیعہ کے مطالعہ سے چند اصولی اشکال پیدا ہوئے ہین جنکو مین حضرات نائبین آئمہ کی خدمت مین پیش کرکے جواب کا خواستگار ہون امید ہے کہ حضرات نائبین آئمہ ان کا تحقیقی جواب دیکر ممنون فرمائین گے۔

سہیل کس نے کہا تھا کہ تھوڑی استعداد پر جناب کتب شیعہ کا مطالعہ فرمائین آپکو زیبا تھا کہ ان کتابون کو درساً پڑہتے اور استاد سے مشکلات حل کرتے جاتے آپ کی فرمائش سے جواب دیا جاتا ہے لیکن اگر جناب ان اشکالات کے آگ ایک ہی قلم کی رشحات سے بجھ جائے تو آپ اپنے اعتراف کو حوالہ النجم فرمائیے گا۔

مذکورہ الصدر سائل نے کتاب الروضہ کافی مین ایک حدیث دیکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اہلبیت نے اپنے ذوی الحقوق مقدسہ کو مستحق اکثر سہام خمس فرمایا ہے اور اپنا حصہ اپنے احباب کو ہبہ فرمایا ہے جو لوگ غاصب حقوق ہین انکو وہ حصے حرام ہین اگر مال خمس مین نکلے تب حرام اگر لونڈیان ہون جو ان حصون کی ہین وہ حرام اور ظاہر ہے کہ جب بطور غصب لونڈیون مین تصرف کیا جائیگا تو اولاد لامحالہ حرامی ہو گی۔

معارضہ

مین علمائے اہلسنت سے پوچھونگا کہ وہ خمس جو حق رسول ہے اگر لونڈیون کی صورت مین ہو

اس مین بغیر اجازت رسول کوئی صاحب تصرف فرمائین تو اس سے جو اولادین پیدا ہونگی
وہ حلالی ہونگی یا حرامی اگر وہ حلالی فرمائین تو آیت خمس کو کاٹ دیا اور اگر حرامی کہین تو
شیعون کی روایت کا کیا قصور۔

عبارت سائل النجم۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ شیعون کے سوا جتنے لوگ
ہین وہ سب حرامی ہین۔

سہیل۔ غلط ہے روایت سے یہ ثابت ہوا کہ جنھون نے مال خمس مین تصرف کیا اور اولادین
پیدا کین وہ اولادین حرامی ہین۔

دوسری روایت علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر مین لکھی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی
لفظ طبتم کی تفسیر مین یہ عبارت بیان کی ہے ای طابت موالیدکم لانہ لا یدخل الجنۃ
الا طیب المولد قال امیر المومنین ان فلانا و فلانا غصبونا حقنا و اشتروا بہ الاماء
و تزوجوا بہ النساء یعنی طبتم سے مراد یہ ہے کہ تمھاری پیدائشین پاکیزہ ہین کیونکہ جنت
مین سوائے طیب المولد یعنی حلال زادہ کے حرام زادہ داخل نہوگا امیر المومنین
نے فرمایا کہ فلان اور فلان نے میرا حق غصب کرکے لونڈیان خریدین اور عورتون سے
بیاہ کئے۔

سائل نے ایک " فلان " کا اضافہ اور کیا ہے متن حدیث مین یہ اضافہ موجود نہین سائل کا یہ
فرمانا کہ " اور ثابت ہوگیا کہ شیعون کے سوا تمام لوگ حرامی ہین اور اولاد زنا ہین " غلط ہے بلکہ وہی
اولادین جو حق مغصوب سے پیدا ہوئین اور اس مین کوئی شبہہ نہین۔

تیسری روایت۔ سائل کی نظر سے اور گزری جسکا محصل یہ ہے کہ کل زمین ملک امام
ہے اور اس مین یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہمارے دوستون کے لیے تو ان زمینون مین تصرف
حلال ہے اور ہمارے غیرون کو حرام " سائل کا یہ مطلب ہے کہ زمین کی تحصیل جب حرام ہوئے
اور اس سے مہر دیا گیا یا لونڈیان خریدی گئین تو اولاد لا محالہ حرامی ہو گی تو بجائے اسکے کہ

سائل ہم سے پوچھے غصب کرنے والوں سے پوچھتا تو اچھا تھا وہ بتا سکتے تھے کہ انھون نے تصرفات
ناجائز کیون کیے جس کے ایسے نتائج اسلام مین ظاہر ہوئے۔

ایک عجیب بات

سائل صاحب فرماتے ہین۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کو گالی دیگا تو وہ دوسرون کی گالیان بھی کھائے گا لہذا مذہب شیعہ قبول کرنے کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگ اسکو گالیان دین اور وہ برداشت کرے سبحان اللہ کیسا نفیس مذہب ہے"

سہیل۔ کیون سائل صاحب اگر کوئی شخص جناب سے کہے کہ اسلام کا ہر فرقہ اسے تسلیم کرتا ہے کہ جو بغیر عقد و ملک یمین کسی عورت پر تصرف کرے تو یہ تصرف حرام ہوگا اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرامی پیدا ہوگی لہذا اسلام کے ماسوا جتنے فرقہ ہونگے وہ سب حرامی ہون گے لہذا بتقریر ماسبق جو کسی کو گالیان دیگا وہ گالیان کھائیگا لہذا اسلام ایک بڑا نفیس مذہب نکلا سبحان اللہ

مین تو کہتا ہون کہ تمام عقلاے عالم عام اس سے کہ وہ مسلم ہون یا غیر مسلم اس بات پر متفق ہین کہ غیر کے چیز پر تصرف نہ کرنا چاہیے عام اس سے کہ وہ مال ہو یا عورت پھر اگر کوئی شخص ایسا تصرف کرے تو وہ سب کے نزدیک تصرف ناجائز ہوگا اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ سب کے نزدیک قطعاً حرامی ہوگی یہ اس مرتکب جرم کے جرائم مین اضافہ ہے کہ اس نے اپنی بدعملی سے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا جس سے ارتکاب جرائم کے سوا اور کچھ بھی نہو یہ حکم کی خرابی نہین ہے بلکہ اس مرتکب جرم کی خرابی ہے اب اگر سائل کو اس مین خرابی معلوم ہوتی ہو تو وہ اسکی اصلاح دو طرح پر کر سکتا ہے ایک تو یون کہ اہلبیت کو لفظ "ذوی القربیٰ" سے نکالدے تاکہ انکا حصہ خمس مین نہ رہے اور یون وہ قرآن مین ناجائز تصرف کرکے مقابلہ جناب باری مین آجاے اور یا وہ تسلیم کرے کہ جو ذوی القربیٰ کا حصہ تھا اگر انکو نہ دیا اور دوسرون نے اسکو غصب کرکے اپنے نشاط مین صرف فرمادیا تو لامحالہ اولاد حرامی ہوگی اگر آپ اس پر راضی نہین ہین وہ کسی وجہ سے سہی، تو آپ قرآن، سنت، عقل، اجماع کسی دلیل سے انکے حلالی

ہونے پر استدلال فرمائی ورنہ دافع فضول استبعادون سے سواے جہالت ثابت کرنے کی بدل نہین سکتا رہگیا یہ حسد کہ خمس مین ان کا حصہ کیون ہے اور زمین انکی کیون ہے یہ حسد حکم کو نہین بدل سکتا آیت ذوی القربے مین انکو حتماً داخل کرتے ہے اور آیہ لقد کتبنا فی الزبو من بعد الذکران الارض یرثہا عبادی الصالحون زبور مین ہینے ذکر کے بعد لکھدیا کہ زمین کے وارث میری بندگان صلح ہونگے، اگر جناب آل محمد کو خلفا نہین مانتے تو کیا آپ انکو بندگان صالح مین سے بھی شمار نہین کرتے بھلا جبھی جانین جب تعصب کے ڈینگ مین آکر اب اس ذریت طیبہ کو طالحین مین لکھدین اور یہ سواے کافر کسی اور کا کام نہین انن ایسا نبص قرآنی ثابت ہوگا کہ وہی زمین کے وارث ہین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

النجم۔ الغرض ان روایات سے مدلل طور پر ثابت ہوا کہ ائمہ شیعہ کے نزدیک نبص قرآنی شیعون کے سوا تمام لوگ حرامی ہین۔

سہیل کلمہ مدلل کے تصیح لغت کی کتابون سے دکھلائی۔ اور نبص قرآنی تمام لوگون کا حرامی ہونا اس کا دعوی ان رواتیون مین سے کسی روایت مین موجود نہین البتہ حصہ خمس اور زمین کی مالکیت نبص قرآنی اہل بیت کے لیے ثابت ہے اب رہ گیا غیر کے حصون مین تصرف کرنے سے جو نتائج بد حاصل ہوے ہین وہ تمام دنیا کے نزدیک حرامی ہین ممکن ہے کہ آپ اپنا استثنا فرمائین ورنہ تعزیرات ہند مین بھی زنا اور سرقہ کے لیے سزائین موجود ہین۔

النجم۔ دوسرا واقعہ یہ بات تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے اور شیعہ بھی اسکا انکار نہین کرسکتے کہ کوئی ایسا شخص جسکی پیدائش حرام سے ہوئی ہو صرف مذہب کے بدلنے سے حلالی نہین ہوسکتا۔

سہیل:۔ بیشک اگر آپ کسی ایسے شخص کو معین کر کے بتائین گے کہ اسکی پیدائش حقوق اہلبیت مین ناجائز تصرف کرنے سے ہوئی ہے تو مین اسکو دعوت الی الخیر نہ دونگا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ سواے طاہر المولد مستحق جنت کوئی اور نہین ہوسکتا اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کسی کو معین نہین کرسکتے

النجم۔ تیسرا واقعہ وادی و ثانیہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص پہلے کوئی اور مذہب رکھنے کی وجہ سے حرامی ہو مذہب شیعہ اختیار کر لینے سے حلالی نہین ہو سکتا "

سہیل۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ پہلے واقعہ سے (عجیب لفظ ہے) یعنی کتب حدیث شیعہ مین ان روایتون کے موجود ہونے سے جن مین یہ تذکرہ ہے کہ اہلبیت نے اپنے حقوق اپنے شیعون کو مباح کئے ہین غیرون کو مباح نہین کئے تو وہ غیر جنہون نے ان حصون مین ناجائز تصرف کئے ہین انکی اولادین حرامی ہونگی نہ اور مذہب رکھنے والون کی اولادین حرامی ہونگی سمجھے نا؟ تو چونکہ اور مذہب رکھنے والا حرامی نہین ہوتا بلکہ ناجائز حقوق مین تصرف کی وجہ سے پیدا ہونیوالا حرامی ہوتا ہے اسلیے ہم غیر مذہب والون کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے ہین۔

النجم۔ چوتھا واقعہ چونکہ کوئی حرامی مذہب شیعہ کے اختیار کر لینے سے حلالی نہین ہو سکتا اسلیے وہ مذہب شیعہ کی رو سے کوئی حرامی محب اہلبیت نہین ہو سکتا "

سہیل۔ حرامی معین کی مثال مین دیتا ہون تاکہ آپ کو بھی مسرت ہو اور مین بھی اپنے فریضہ سے ادا ہو جاؤن اور مطلب بھی واضح ہو جائے۔ مثلاً زیاد بن ابیہ یا عبیداللہ بن زیاد یا اور انکی مثال جنکے حرامی ہونے مین کوئی شبہہ نہین یہ لوگ کبھی نہ مذہب شیعہ اختیار کر سکتے ہین نہ محب اہلبیت ہو سکتے ہین نہ ہم ایسے غیر معلوم النسب کو تشیع کی دعوت دینگے اب رہگئے وہ لوگ جن مین صرف احتمال قائم ہو کہ ممکن ہے کہ یہ بھی حقوق اہلبیت مین تصرف کرنے سے پیدا ہوے ہون تو چونکہ افعال مسلمین محمول علی الصحۃ ہوتے ہین ہم انکو صحیح النسب ہے خیال کرینگے جب تک کہ ہمکو انکی زنازادگی کا قطع نہ حاصل ہو جائے ہان انکا شیعہ اور محب اہلبیت ہو جانا اس بات سے کاشف ہوگا کہ وہ حلالی قطعی ہین۔ چونکہ آپ احادیث کا مطلب ماشاء اللہ سمجھے تھے اس لیے اس سے بنے ہوئے جال پھندے مضبوط نہ نکلے وبیت العنکبوت کذلک۔

النجم پانچوان واقعہ الخ۔

سہیل ایک طویل عبارت محض فضول صفحہ سے زائد ذکر کی ہے جسکا محصل آخر یہ ہے کہ ولدالزنا

قابل حجت نہین اور کافر نجس العین ہے" پھر اسکا کس نے انکار کیا اب اسکے بعد یہ عبارت "خواہ تشیع کا مدعی ہو یا کسی اور مذہب کو مانتا ہے" اس شق ثانی مین اہلسنت کا مذہب بھی مندرج ہے بہرحال اس سے اتنا ثابت ہوا کہ کافر نجس العین اور بحیثیت کفر مین قابل دخول جنت نہین لیکن ادعاء تشیع مین اسکو داخل کرنا یہ غلطی ہے اسلیے کہ کافر منکر توحید یا اسکے ساتھ شریک کرنیوالا نام ہے یا اسکی آیت کے انکار کا نام ہے پہلے کی مثال ابوجہل یا حضرات خلفائے ثلثہ قبل اسلام دوسرے کی مثال نصاری و یہود تیسرے کی مثال وہ حضرات جو قرآن کو مانتے ہین اور اسکی آیتون کا انکار کرتے ہین مانند آیہ خمس و آیہ انفال وغیرہ اور اہل تشیع مین کسی قسم کی بات ان باتون مین سے نہین ہان زنازادگی کے لیے کوئی دعوی مفید نہین چاہے وہ کثیر مین داخل ہونا چاہے یا قلیل مین یہ ہمارے نزدیک ہے ورنہ سائل ایسے لوگ "ولا تزر وازرۃ وزر اخری" سے استدلال کرکے زنازادہ کو آنکھو پر بٹھانے کے لیے تیار رہین۔ افسوس ہے کہ انکی سمجھ مین آجتک یہ بات نہ آئی کہ زنازادہ سے اسکی مان باپ کا مواخذہ ہے تا کہ یہ "لا تزر وازرۃ" سے استدلال کرکے اسکی نفی فرمادین بلکہ یہ کہ اس بد اصل سے افعال خیر کا صادر ہونا محال ہے اس پاداش مین وہ مبتلا ہوگا جب اتنی موٹی بات سمجھ مین نہ آئے تو نکات احکام کا سمجھنا تو بڑا مشکل معاملہ ہے۔

النجم چھٹا واقعہ بغیۃ الطلاب مین جسکا اوپر حوالہ دیا گیا ہے یہ مضمون مذکور ہے جسکو اس مین احادیث شیعہ سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ مسائل کے باب مین تقیہ کیا کرتے تھے الخ"

سہیل۔ پھر تقیہ مین کیا حرج ہے جو دلیل عقل و نقل سے ثابت ہے تم شاید حدیث غار کے منکر ہو وہ فعل رسول و ابوبکر کیا تقیہ کے علاوہ کوئی چیز تھی جو رسول پر قابل انکار نہین وہ امام کیلیے کیون قابل انکار ہوگا سائل کے لیے بہتر ہوگا کہ سہیل مین مضمون تقیہ جو ہنوز ناتمام ہے اسکی ادلہ و براہین کو دیکھیے اور اسے دیکھ کر اعتراض کرنا چاہیے اور یہان تو اس ذکر کے چھیڑنے کا نہ محل ہے نہ موقع ایک ہانگ بے ہنگام ہے جسکا نہ کوئی ربط ہے نہ لگاؤ

بنیاد عمل سہیل جلد ۳

اب ان واقعات ستہ کے بعد جو آپ کے مزوریات ستہ تھے فرماتے ہین کہ "اب مین اشکالات بیان کرتا ہون" سہیل بسم اللہ بسم اللہ۔

قولہ" اشکال اول یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جو شیعہ ہو نجات حاصل کرنا چاہے تو اسکے لیے نجات حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مذہب شیعہ کے رو سے ولدالزنا کافر اور نجس العین اور شیعہ ہوکر حلالی اور مومن پاک اور محب اہلبیت نہین ہوسکتا اور ولدالزنا اور غیر محب اہل بیت کے لیے جنت کا دروازہ بند ہے تو پھر اب کون سی صورت ہے جس سے وہ نجات حاصل کرے۔"

سہیل۔ آپ کو راستہ چاہے نہ سوجھے لیکن ہر شخص کے سامنے راستہ صاف ہے چونکہ آئمہ نے ناجائز حقوق مین تصرف سے پیدا ہونے والون کو ولدالزنا کہا ہے لہذا اس شخص کی حرامزادگی محتمل ہوگی اور احتمال کچھ مضر نہین کیونکہ گزرچکا کہ افعال مسلمین تاوقتیکہ دلیل اسکی عدم صحت پر قائم نہو صحت پر محمول ہونگے لہذا ایسا طالب نجات حلالی اور پاک ہوگا اور جب وہ شیعہ اور محب اہلبیت ہوگا تو اسے معلوم ہوجائیگا کہ اسکی ماں نے اسکے باپ کی خیانت نہین کی اور بہر حال قابل دخول جنت ہوگا رگیا کافر اسکو کلمہ اسلام پاک کردیگا والذی جاھدوا فینا لنھدنیھم سبلنا۔

النجم دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب شیعہ مذہب کا یہ اصول ہے کہ جو شیعہ نہین وہ حرامی ہے۔"

سہیل یہ تو جناب کو پہلے ہی بتادیا گیا تھا کہ آپ سے نہین ثابت کرسکے تو اب فاسد بر کیون بنائے فاسد کررہے ہین غور کیجیے تو آپ کو بھی صاف دکھائی دینے لگے مدیر النجم کو تو اپنے پرچہ کے بھردینے سے مطلب ہے چاہے وہ گوڑا ہو۔ یا فضول اگر آپکو رائے دیدیتے کہ ایک ذرا پھر غور کرلیجیے تو انکا کیا حرج تھا مگر یہی کہ کوی مورد طعن ہو اور کوئی بستر آرام پڑا اونگھ رہا ہو۔ اک ذرا تقریر سابق کو پھر پڑھ لیجیے۔

النجم۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ آج کل یا پہلے کتنے ایسے لوگ ہین یا تھے

جد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے وقت سے ابًا عن جدٍ شیعہ ہیں میرے خیال مین شاید ہی کوئی ہو جو ابًا عن جدٍ شیعہ ہو ورنہ عام طور پر شیعہ وہی لوگ ہین جن کے باپ دادا پہلے سنی یا کوئی اور مذہب رکھتے تھے پس وہ کسی طرح اصول شیعہ کے رو سے محب اہلبیت اور مومن پاک نہین ہو سکتے۔

سہیل۔ یہ بھی وہی بنائے فاسد علی الفاسد ہے خشت اول چون نہد معمار کج۔ تا ثریا میرود دیوار کج۔ کبھی تمام مذہب والون کو ائمہ نے حرامی نہین کہا جسکو حرامی کہا اسے ہم کئی مرتبہ بتا آئے اب رہ گیا یہ امر کہ پہلے وہ کوئی اور مذہب رکھتے تھے تو جب حضرات خلفاء مین کوئی اور مذہب رکھنا قادح نہو اور عام مسلمین مین کچھ مضر نہو تو شیعونکا اس مین کون سا ضرر متصور ہے فتشکر۔

النجم چوتھا اشکال یہ ہے کہ جب آئمہ کی وہ حالت تھی جو واقعہ ششم مین بیان ہوئی تو شیعہ کس دلیل سے کہتے ہین کہ ہم جس مذہب پر ہین وہ آئمہ اہلبیت کا مذہب ہے۔

سہیل۔ جب شافعی حنفی مالکی حنبلی کے مسائل اور فتاوی مین اختلاف عظیم ہے اور ایک کا قول دوسرے پر مطابق نہین ہوتا تو سنی کس دلیل سے کہتے ہین کہ انکا مذہب وہی ہے جو رسول اللہ کا مذہب تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنے مذہب کے حالات سب کو معلوم ہوتے ہین اسکے اصول سے وہ واقف ہوتے ہین جب اسکے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے کہی گئی ہے اسکو ہر صاحب مذہب جانتا ہے۔

النجم۔ اگر علمائے شیعہ کے پاس ان اشکالات کا کوئی معقول جواب ہو تو وہ مہربانی فرما کر ہمین اس سے مستفید فرمائین۔

سہیل ہمنے آپ پر مہربانی کی اور آپ کے لاطائل تقریرون کا مقنع جواب حاضر کر دیا گیا اب استفادہ اور غیر استفادہ یہ جناب کے استعداد اور قابلیت پر موقوف ہے۔

النجم۔ ورنہ اس مذہب کو چھوڑ کر جو تمام دنیا کو حرامی کہتا ہے اور اسکو قبول کر لینے کیلیے

لیعد نجات کا ذمہ دار نہین بنتا . . . . سچے مذہب اسلام کو قبول کرین۔

سہیل ۔سمجھ کی غلطیون کا مذہب ذمہ دار نہین اور سچا اسلام یہی ہے جس پر ہم ہین نہ وہ جسنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اصحاب کی تصدیق کی کتاب باری کو جھٹلایا اسنے خمس کا حصہ ذوی القربےٰ کے لیے معین فرمایا تھا سچے اسلام نے اسکو ہرگز نہ دیا بلکہ نوش فرمانا اس کا صلاح سمجھا "انما یاکلون فی بطونھم نارًا" زنازادون کو جنت کا مہمان اسلام نہین کرتا نہ صاحب شریعت بلکہ کچھ اناڑی لوگ جن کو نہ جنت سے ربط نہ تعلق ضمانت کرتے ہین کون ایسا عقل باختہ ہے جو آپ کی ضمانت پر وثوق کرے اگر آپ سچے ہین تو پیغمبر کی حدیث یا قرآن کی آیت سے اس بات کو ثابت کیجیے کہ کافر نجس العین نہین اور زنازادہ بہشت مین جانے کے قابل ہے وہ زمین مطہر اد نے سے ترک اولیٰ پر آدم صفی اللہ کو اپنے سے نکال کر زمین مین بھیجتی ہے اور آپ ایسے سادہ لوح لوگ زنا زادہ کو جنت مین اپنی ضمانت پر چھیڑا لیجانے کا وعدہ کرتے ہین۔

سخن تکیہ

مولوی حبیب احمد صاحب کا سخن تکیہ یہانتک معلوم ہوا کہ لفظ "اصول" ہے آپ ہر مقام پر چاہے اسکا محل ہو یا نہو "اصول" کا لفظ برابر استعمال فرماتے ہین چنانچہ اسی روا روی مین آپ اپنے صدر کلام مین تحریر فرماتے ہین "مجھے کتب مذہب شیعہ کے مطالعہ سے چند اصولی اشکال پیدا ہوے ہین" مین ان اصولی اشکال کو ڈھونڈتا ہوا آخر تک پہونچ گیا مگر وہ مجھے نہ ملے کاش مدیر النجم اپنے صفحات کو نو مشقون کے لیے وقف نہ کرے اور کم سے کم ان نوواردون کو اصول وفروع سے تو آگاہ کردے اور یہ مجھپر احسان ہوگا کیونکہ مدیر صاحب کو تو کلام سمجھنے کی فرصت نہین اور ہمین جواب دینا ہوتا ہے لہذا ہمین ان نجستہ خیال لوگون کے کلام کے سمجھنے مین وہ مدد دے سکتا ہے۔

النجم ۔ ہدایت برا ے عجیب صاحبان۔

سہیل۔ قلم ٹھٹھک رہ گیا اور دل مین گفتگو نے چٹکیان لین اور تحریر مین گدگدی پیدا ہوئی لیکن ہمنے اس گندہ بحث مین حسب ہدایت حبیب احمد صاحب بڑی متانت و تہذیب سے کام لیا ہے ورنہ بحث وہ تھا کہ کاغذ نمونہ زعفران زار کشمیر ہوتا۔

مدیر سے چند منٹ مکالمہ

جناب کے خلاف امید یہ چند کلمات حاضر ہین اگر مولوی صاحب کیرانوی اسکور دنہ کرسکین تو جناب ہی اس کڑے وقت مین آڑے آئین۔ جو جواب آپنے دیا وہ تو گویا سائل کے لیے برق خرمن تھا اور آپ کے لیے فلک ایمان۔ کیونکہ جناب کے نزدیک خضر کی تمام باتین جناب کلیم اللہ سمجھے اور پھر پوچھا اگر وہان وہ جائز ہوا تو ائمہ کے احادیث مین کیون ستھرا کا موقع نکالا گیا اللہ یستھزی بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔

قولہ لیکن مجتہدین شیعہ اب چند روز سے نہ معلوم کیون اس جواب کو پیش کرتے ہو ئے شرماتے ہین۔

سہیل۔ جی کچھ نہین جب آپ ایسے با فہم پیدا ہوے تو ان ادلہ کے پیش کرنے کا کوئی موقع نرہا اور قرآن پاک نے بھی اعرض کا حکم دیا لہذا تعمیل کی گئی۔

مولوی حبیب احمد صاحب نے غالباً عربی عبارت پر اعراب نہین لگایا اسکی مدیر کو شکایت ہے اگر آئندہ زیر وزبر نہوئے تو آئندہ نظم طبع بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خود قاصر ہین۔

اعتذار:۔ باوجود کوشش بیحد بھی سہیل تیسرے ہفتہ مین نہ روانہ ہوسکا اور طباعت وغیرہ مین دیر ہوئی، صرف ایک ہفتہ کی دیر وعدہ اشاعت کے اعتبار سے ہوئی امید ہو کہ عذر قبول ہوگا اور قابل عفو سمجھا جائے گا۔

"سوط عذاب"

سال ہی میں ایک رسالہ پنجاب سے آیا ہے جسکا نام "آلہی عتاب بر دشمن ابو بکر و عمر" رکھا ہے یہ رسالہ مولوی لعل شاہ صاحب ساکن دوالیال ضلع جہلم کا ہے، واقعی مؤلف نے حق محبت ابو بکر و عثمان کو خاندان رسالت کے مقابلہ میں خوب ادا کیا ہے، اور ماشاءاللہ جودت طبع کو کام میں لا کے خوب خوب لعل شبچراغ اگلے ہیں

اس رسالہ کی خصوصیات سے چند باتیں ہیں جن پر بالاختصار روشنی ڈالتا ہوں اور میرا موضوع بحث اس مضمون میں صرف اتنا ہی ہوگا، رہگیا مضمون رسالہ کا جواب ترکی بہ ترکی وہ انشاءاللہ کسی آئندہ اشاعت میں دیا جائے گا،

پہلی خوبی اس رسالہ کی تحریف قرآن ہی جس سے یہ گروہ زبانی تو کوسوں بھاگتا ہے، مگر بغیر تحریف اسکا کام نہیں چلتا،

مثال کے طور پر اس رسالہ کا ٹائیٹل دیکھئے جس پر آیت قرآن مع اعراب اس طرح سے لکھی ہوئی ہے "الا ان حزبَ اللہ ھم الغالبون" اگرچہ قرآن میں "حزبَ اللہ" ہے ملکہ "حزب" کی "ب" ناصب کیوجہ سے مفتوح ہونی چاہیئے مگر ناصبیوں کو محبت صحابہ میں کسی حقیقی ناصب کے عمل کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود نصب کر لیتے ہیں،

دوسری تحریف صفحہ (۳۰) پر ہے، اور آیت قرآنی یوں لکھی گئی ہے "ولا یحیق المکر السیئی باھلہ، حالانکہ اصل آیت قرآنی یوں ہے، "ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ" اگر یہ کہا جائے کہ کاتب کی غلطی ہے تو اسکا یقین کیونکر ہو سکتا ہے درآنحالیکہ رسالہ میں بہت سی غلطیاں قلم سے بعد چھپنے کے بنائی گئی ہیں کیا صرف یہی دو غلطیاں گنہگار تھیں جن کو مصحح نے نظر انداز کر دیا،

یہی کھلی ہوئی تحریف کہلاتی ہے خواہ عمداً کیگئی ہو یا سہواً جسکی مثال دو طرح سے اوپر گزری جب آج کل ایسے تحریفات برابر ہوتی رہتی ہیں تو خلفا کے زمانہ میں حب حق پر پردہ ڈالنے کی کوشش بھی کون سا امر مانع تصور کیا جا سکتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آیۃ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" نے اسوقت ان دونوں مقامات مذکورہ پر کیوں اپنا وعدہ پورا نہیں کیا،

دوسری خصوصیت اس رسالہ کی یہ ہے، کہ مدح صحابہ کو جسنے کتب اہلسنت سے ثابت کیا ہے جو ہم پر کسی طرح حجت نہیں،

تیسرے سب سے بڑی خصوصیت اس رسالہ کی یہ ہے کہ جس عبارت کو دل چاہا "نہج البلاغہ" کی طرف منسوب کر دیا جسکی مثال آئندہ آئیگی،

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ تحریف کی عادت برقرار رکھی گئی اور عبارات نہج البلاغہ میں ترمیم و تنسیخ کر کے پیش کیا ہے،

پانچویں خصوصیت یہ، ہے کہ نہج البلاغہ کی عبارتیں قطع و برید کر کے صرف اسقدر رکھی ہیں جس سے مؤلف کا مطلب حاصل ہو جائے،

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ تحریف عبارات کے بعد ترجمہ بھی غلط کیا ہے اور اپنے مطلب کی موافقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے، چنانچہ مثالیں ملاحظہ ہوں،

قول مؤلف:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہج البلاغہ میں شیخین کے اوصاف بیان کر کے بصورت حضرت عثمان بایں الفاظ فرمائے، "ثم ذی النورین عثمان الذی استحی منہ الملئکۃ ولعمری ان مکانھم لعظیم فی ھم اللہ یعنی صاحب دو نوروں کا جس کا نام عثمان ہے وہ عثمان جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے اور مجھے اپنی عمر کی قسم ان خلفا کا مکان اسلام میں بہت بڑا ہے اللہ تعالی ان سب پر رحم کرے سو یہ مرحوم مقولہ ہے"

سہیل:- خواہ یہ مرحوم مقولہ ہو یا کوئی ڈھکوسلہ ہو یا ٹولی ہو، جو کچھ بھی ہو مگر مؤلف کی عبارت تعاقبہ

قدرہے، کہ جو عبارت نہج البلاغۃ میں نہیں اُسکو نہج البلاغہ کی طرف منسوب کرکے اور اتہام لگاکے عذاب دارین کا مستحق ہوتا ہے، خود عبارت بتاتی ہے کہ میں کسی ان پڑھ کی بنائی ہوئی ہوں، معاذ اللہ کجا درس امامت کے نکلے ہوئے کلمات اور کجا تم ذی النورین،، اچھا اگر یہ عبارت نہج البلاغہ کی تھی تو تم نے حوالہ صفحہ کیوں نہ دیا حالانکہ تم نے اور مقامات پر حوالہ دیا ہے مگر چونکہ یہ جھوٹ تھا لہذا تم خود صفحہ کا حوالہ اڑا گئے اس جھوٹ سے بجز مستحق لعنت بنتا ہے، اگر تم سچے ہو تو نہج البلاغہ میں عبارت مذکور کا ثبوت دو،

دوسری خیانت

اسی صفحہ ۱۴۴ پر لکھتا ہے

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں اُنکے پاس تشریف لائے اور آپکے اوصاف میں حضرت علی نے زبان درفشاں سے ذیل کے الفاظ کہے

انك لتعلم ما سبقناك الى شیء فنخبرك عنه ولا خلونا بشیء وقد رایت كما رأینا وسمعت كما سمعنا وما ابن ابی قحافة ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منك وانت اقرب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رحما منهما وقد نلت من صهره ما لم ینالا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس خطبہ میں اپنی مساوات حضرت عثمان سے کردی (خدا جہالت کی عمر دراز کرے اسیہل) یعنی جیسے میں علم رکھتا ہوں ویسی ہی تو بھی رکھتا ہے، میری سبقت کسی شئے میں تجھ سے بڑھکر نہیں کہ میں تجھکو خبر دوں اور مجھے کوئی امر پوشیدہ نہیں بتایا گیا کہ میں اُسکی تجھ کو خبر دوں جیسے پہلی شئے کو دیکھا ویسی ہی تو نے بھی دیکھا اور جیسے میں نے سنا دیسا تو نے بھی سُنا جیسا میں حضور کی صحبت میں بیٹھا ویسا تو بھی بیٹھا اور نہ ابوبکر اور نہ عمر بہتر تم سے ساتھ حق کے تھے اور تو بہت قریب تھے ساتھ رسول کے قرابت کے لحاظ سے (اتنا ہی قریب جیسے بولہبی خاندان کے دو کافر کیونکہ عثمان کی دونوں بیبیاں زینب اور رقیہ پہلے انھیں دو کافروں

کو بیاہی تھیں جب انھوں نے طلاق دی تو عثمان کو یکے بعد دیگرے بیاہ دی گئیں دیکھو کتاب استیعاب واصابہ (سہیل) اور تم نے جو درجہ دامادی حاصل کیا وہ ان کو میسر نہیں ہوا"

سہیل:۔ اس فریب ودغا، مکر وزور، بہتان وافترا کی کوئی حد نہیں کہ محل خطبہ سے جاہل مقام گفتگو سے ناواقف رہ کے مؤلف نے بعد تحریفات کلمات امیر المؤمنین اپنی طرف سے معنی اسکے لکھے جو سراسر غلط اور لغو ہیں جنہیں ذرا بھی بوئے صداقت نہیں میں ناظرین کے سامنے نہج البلاغہ سے اصل خطبہ مع ترجمہ پیش کرتا ہوں خود فیصلہ حق وباطل فرمالیں،

اصل خطبہ نہج البلاغہ صفحہ ۱۲۶

محض کلام یہ ہے کہ جب خلیفہ ثالث کے مظالم سے دنیا تنگ آ گئی

لما اجتمع الناس علیہ وشکوا ما نقموا	اور آتش انتقام لوگوں میں بھڑکی تو ان اصحاب رسول کا مجمع جو
علی عثمان وسالوہ مخاطبتہ عنھم	قتل عثمان پر کمربستہ تھا اس نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب
واستعتابہ لھم فدخل علیہ فقال	علیہ الصلواۃ والسلام کو اپنے اور عثمان کے درمیان سفیر بنایا تاکہ
ان الناس ورائی وقد استسفرونی بینک	معاملات حسب دلخواہ سلجھ جائیں اور حقوق واجبی ملیں ادا (عثمان)
وبینھم وواللہ ما ادری ما اقول لک	کو قتل کردیں اگر وہ اپنا طرز نہ چھوڑیں تو آپ سفیر قوم بنکر عثمان کے
ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علی	پاس آئے اور یوں فرمانے لگے لوگ میرے پس پشت ہیں اور انھوں
امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم ما	نے مجھے اس معاملہ میں سفیر بنا کر بھیجا ہے خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم
سبقناک الی شیٔ فنخبرک عنہ ولا	کہ میں اب تم سے کیا کہوں اور کیا سمجھاؤں کیونکہ ایک بار عہد شکنی کر چکے
خلونا بشیٔ فنبلغکہ وقد رایت کما	ہو کیونکہ جو معاملہ میں جانتا ہوں اس سے تم بھی واقف ہو میں
راینا وسمعت کما سمعنا وصحبت	اس چیز کی طرف تمہیں راہ نہیں بتا سکتا جس کو تم نہیں پہچانتے تم وہ سب
رسول اللہ کما صحبنا وما ابن ابی قحافہ	جانتے ہو جو میں جانتا ہوں (یعنی قوم کے مطالبات کیا ہیں اور وہ
ولا ابن الخطاب اولی بعمل الحق منک	تم سے کیوں ناراض ہیں) میں نے کسی ایسی چیز کو تم سے پہلے نہیں جانا کہ

وانت اقرب الی رسول الله	تمھیں خبر دوں اسکے کروں یا تمھیں اس واقعہ سے اطلاع دوں
وشیجة رحم منهما وقد نلت	بلکہ تم نے بھی واقعات کو ویسے ہی دیکھا ہے جیسے میں نے اور اسیطرح سن لیا ہے
من صهره ما لم ینالا فالله الله فی	جیسے میں نے، تم مصاحبت رسول کر چکے ہو (لہذا صحبت رسول ہوتے ہوئے
نفسك فانك والله ما تبصر	ابوبکر وعمر کو عمل حق کوشی میں تم سے بہتر نہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ تم علاوہ
من عمی ولا تعلم من جهل وان	مصاحبت رسول رشتہ دامادی (ان کیساہی رہا ہو) رکھتے ہو (مگر
الطرق لواضحة وان اعلام الدین	باوجود اس کمی کے ابوبکر وعمر سے اصحاب نبی اتنے برداشتہ خاطر نہ
لقائمة فاعلم ان افضل عباد	تھے اور باوجود تمھارے ان باتوں کے تم سے یہ سب ناراض اور تمہارے
عند الله امام عادل هدی	خون کے پیاسے ہیں۔ پھر آپ کچھ نصیحتاً فرماتے ہیں، دیکھو عثمان اپنے
وهدی........ وان شر الناس	نفس کے متعلق خدا سے ڈرو کیونکہ بخدا میں جانتا ہوں کہ تم اس معاملہ
عند الله امام جائر ضل وضل	میں جہالت اور نابینائی سے نہیں کام لے رہے ہو (بلکہ عمداً ایسا کر رہے
فامات سنة ماخوذة واحیا بدعة	ہو) دیکھو راہ عمل صاف ہے اور واضح ہے اور نشانات دین قائم ہیں
متروکة وانی سمعت رسول الله	خوب جان لو کہ بہترین عباد خدا کے نزدیک وہ رہبر ہے جو عادل
یقول یوتی یوم القیامة بالامام	ہو اور ہدایت دیتا ہو (مگر تمھارے موجودہ افعال ایسے نہیں) اور
الجائر ولیس معه نصیر ولا عاذر فیلقی	شریرترین مردم عند الله امام ظالم ہے جو گمراہ کرے اور گمراہ ہو جو سنت
فی نار جهنم فیدور فیها کما تدور	رسول کو مارے اور بدعت متروکہ کو جلائے اور میں نے رسول سے
الرحی ثم یرتبط فی قعرها فانی	سنا ہے (عثمان نے رسول سے نہیں سنا ورنہ کیوں فرماتے) کہ امام جائر
انشدك ان تکون امام هذه الامة	کو یوم قیامت اس حالت میں لائینگے کہ اسکا کوئی مددگار نہ ہوگا
المقتول، اسکے بعد فرماتے ہیں، فلا تکونن	اور کوئی اسکی طرف سے عذر کرنے والا نہ ہوگا اور جہنم میں ڈالدیا
لمروان سیقة یسوقك حیث	جائیگا اور یوں چکر دیا جائے گا جیسے چکی چلائی جاتی ہے،
شاء بعد جلال السن وتقضی	دیکھو عثمان میں تمھیں سمجھاتا ہوں کہ اس گروہ کے امام مقتول نہ ہو
العمر فقال له عثمان کلم الناس فی	(کیونکہ تمھارے افعال ایسے ہی ہیں) اور اپنے کو مروان کے قبضہ

ان یوجلونی حتی اخرج الیہم | میں نہ دو کہ وہ جب جا ہے اور جہاں چاہتے ہیں مجھ سے بعد اسکے کہ تمھارا
من مظالمہم فقال کان بالمدینۃ | سنا اب وہ نہیں رہا کہ تم اپنا اچھا برا نہ سمجھ سکو امیر عثمان نے کہا
فلا اجل فیہ وما غاب فاجلہ | تو اچھا مجھے کچھ دنوں کی مہلت دلوا دیجئے تاکہ میں انتظامات کر سکوں
وصول امرک الیہ | اور اصحاب کے مطالبات پورے کر سکوں تو آپ نے فرمایا جو مطالبات

مدینے سے متعلق ہیں انمیں مدت کی ضرورت نہیں رہگیا ان مقامات کے لیے جو مدینہ سے دور ہیں انکے لیے اتنی مدت کافی ہے کہ تمھارا امر ان تک پہونچے ،

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ امام زمانہ کس طرح اپنے دشمن اور غاصب حق کو سمجھا رہا ہے اور کیونکر چاہتا ہے کہ باوجود استحقاق انکا خون نہ بہایا جاوے اور کیونکر پیشگوئی قتل میں علم امامت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اپنے خطبہ کو جاہل مولف مدح عثمان میں تجویز کرتا ہے اور امیر المومنین کی مساوات عثمان سے قائم کرتا ہے جنکی عمر کا بڑا حصہ بت پرستی میں گزرا، اور سمعت ما سمعنا تم نے وہ سنا جو ہم نے سنا یعنی اس معاملہ خاص کے متعلق، اس سے مساوات پر دلیل لاتا ہے حالانکہ اس صحابت میں تمام مصریین شریک تھے اور تمام اصحاب کیونکہ سب ان اخبار سے باخبر تھے اور اس سے مساوات ہی مراد ہوتی تب بھی یہ فقرہ علی علیہ السلام واللہ انی سمعت من رسول اللہ الخ بات یہ تو ی گواہی کہ جو بات تھی جو عثمان نے نہیں سنی تھی ورنہ امیر المومنین کو کہنے کی کیا ضرورت اور اگر سنی تھی اور عامل نہ تھے تو استحقاق کلام ہی پر مدتی پڑتی ہے جس سے عثمان کا جور اور طغیان ہے

اس مداہنتی کی کوئی انتہا ہے کہ کلام کس محل پر کہا جا رہا ہے اور اسمیں تحریفات کرکے کس محل پر اسکے معنی کھینچ تان کر لائے جاتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

میں نے کہا کہ اس شخص کی جان بچانے اور اسکے گمراہی کے ہٹانے کے لیے کوشش میں جو اپنا حق لیے ہوئے ہے چنانچہ ایک خطبہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

لما عزموا علی بیعۃ عثمان - لقد | جب لوگوں نے بیعت عثمان کا قصد کیا تو آپ نے یوں فرمایا:-
علمتم انی احق الناس بہا من | تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں اس خلافت کا زیادہ تر مستحق ہوں

فغیری و والله لاسلمن ما سلمت	کہ میرا غیر (اگر خیر) خدا کی قسم میں تسلیم امر خلافت عثمان کی طرف کرتا
امور المسلمین ولم یکن فیها جور	ہوں تب تک کہ تسلیم مسلمین کے لیے غیر مضر ہے اور جب تک کہ سوائے میرے
الا علی خاصة التماساً لاجر ذلک	کام نہیں لیا جاتا ہے خاص کر میرے پر مظالم کی انتہا ہو جائے، میں
وفضله وزهداً فیما تنافستموه	یوں کرتا ہوں صرف اسلئے کہ خدا مجھے اسکا اجر دے اور تم جان لو
من زخرفه وزبرجه صفحہ، مطبوعہ مصر	کہ جس چیز میں تم اتنا جھگڑا کرتے ہو اُسکی آرائش مجھے اپنی طرف نہیں

کھینچ سکتی بلکہ میں اس سے برداشتہ خاطر ہوں،

یہیں سے معلوم ہو گیا کہ امیر المومنین کا حق واجبی دوسروں کے قبضہ غصب میں تھا اور آپ باوجود اس کے اپنے مکارم اخلاق سے کام لیتے تھے تاکہ اسلام پر کوئی صدمہ نہ پہونچے گر غاصب کو بھی خوب پہچانتے تھے اور اپنے مظالم کو محسوس کرتے تھے، مگر مؤلف رسالہ کے نزدیک یہ سب باتیں حضرت عثمان میں مدح پیدا کرتی ہیں، واہ ری عقل

تیسری خیانت

لکھتا ہے :-

علی کرم اللہ وجہہ نے جو یہ نقل فرمایا فان ید اللہ علی الجماعة وایاکم والفرقة اسمیں تو حضرت علی نے فیصلہ ہی کر دیا کہ بڑی جماعت سے ملنا اور قلیل فرقہ سے بچنا اس فیصلہ کے مستحق ہم لوگ اہل سنت والجماعت ہی ہیں نہ آپ لوگ شیعیان عالی بلد رسالہ مذکور صفحہ ۱۴

سہیل :- یہ طویل خطبہ خوارج سے متعلق ہے جس میں سے مؤلف نے ایک ایسی عبارت اخذ کی ہے جو اُسکے زعم میں اسکے مطالب کے موافق ہے حالانکہ وہ ہرگز ایسی نہیں بلکہ جس محل پر امیر المومنین علیہ السلام صرف فرما رہے ہیں وہی اسکا محل ہے میں چند سطریں اوپر سے اور چند سطریں اس عبارت مذکور کی بعد کی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں تاکہ مطلب واضح ہو جائے، خوارج سے یوں فرماتے ہیں

شر انتم شرار الناس ومن رمی به الشیطان	تم اے (گروہ خوارج) شریر ترین مردم ہو اور وہ ہو جنکے ساتھ
مرامیه وضرب به تیهه	شیطان کھل کھیلا اور عنکو خوب گمراہ کر دیا، دیکھو میرے بارے میں

فی صنفان محب مفرط یذھب	دو گروہ ہلاک ہونگے رہینگے ایک وہ جو غالی جو اپنی محبت کی
بہ الحب الی غیر الحق و مبغض	وجہ سے مجھے غیر حق تک پہونچا دے اور ایک وہ عدو سے جانی جو
مفرط یذھب بہ البغض الی	مجھے میرے مرتبہ سے کم کر دے (کیا بلیغ اشارہ ان لوگوں کی طرف
غیر الحق وخیر الناس فی حالا	ہے جو درجہ چہارم پر آپ کو خلیفہ مانتے ہیں) بہترین مردم وہ ہیں
النمط الاوسط فالزموہ السزموا	جو صراط مستقیم اور طریق متوسط کو نہیں چھوڑتے انکو تم بھی اختیار
السواد الاعظم فان ید اللہ علی	کرو اور سواد اعظم کی اتباع کرو کیونکہ اسی گروہ مومنین پر رحمت خدا
الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ	کا ہاتھ ہے اور خبردار جو اس سے الگ ہوگا وہ اسی طرح صید شیطان
من الناس للشیطان کما ان الشاذ	ہوگا جیسے بھیڑ اپنے گلہ سے نکلکر لقمہ دہن گرگ ہوتی ہے، پھر حکمین کی
من الغنم للذئب	مذمت فرماتے ہیں،
اسکے بعد آپ حکمیں کے لئے فرماتے ہیں	ان دونوں نے (ابو موسی و عمر و عاص) حق کو چھوڑ دیا درآنحالیکہ
وترکا الحق وھما یبصرانہ وکان	حق کو پہچانتے تھے اور ان دونوں کی خواہش ظلم کرنیکی تھی چنانچہ
الجور ھواھما فمضیا علیہ	انھوں نے ویسا ہی کیا،

مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۱

ظاہر ہے کہ اس خطبہ میں آپنے خوارج کو نصیحت فرمانی چاہی ہے اور یہ کہنا چاہا ہے کہ میری متابعت کرو کیونکہ میں حق پر ہوں اور میرا ساتھ دو کہ سواد اعظم ادھر ہی ہے جو کچھ مؤلف کو خوش فہمی ہے وہ اس بنا پر کہ وہ بیچارہ سواد اعظم سے کثرت مراد لیتا ہے اور کثرت اپنے افراد مذہب میں یا کرخود اپنے کو ممدوح امام فرض کرلیتا ہے حالانکہ سواد اعظم سے امیر المومنین کی مراد کثرت افراد نہ تھی بلکہ مومنین مراد تھے چاہے وہ ایک ہی ہو جیسا کہ خود آپنے ایک دوسرے مقام پر اسکی توضیح کی ہے دللواد بہ ای بالسواد الاعظم المومن ولو کان واحدا، یعنی سواد اعظم سے مومن مراد ہے چاہے وہ ایک ہی کیوں نہ ہو، اور خود نظر بصیر اس بات کو سمجھ سکتی ہے کہ اگر سواد اعظم سے کثرت افراد کا خیال ہوتا تو اسکے معنی یہ ہوتے کہ امیر المومنین معاویہ اور اسکے متبعین کو حق پر سمجھ

رہے تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکے پیرو اور اسکے مطیعوں کی تعداد بہ نسبت پیروان امیرالمومنین کے کہیں زیادہ تھی، پھر اگر ایسا تھا تو آپ معاویہ سے جنگ کیوں فرماتے تھے اسکے علاوہ اگر اتباع سواد اعظم سے یہی مراد ہوتی جو مؤلف کہہ رہا ہے تو فرعونی لشکر حق پر نظر آتا ہے اور موسوی گروہ باطل پر، یونہیں نوح کے متبعین "وما امن معہ الا قلیل"، معاذ اللہ باطل پر نظر آئینگے اور کافرین عہد نوح حق پر، یونہیں سالتمآب کی غزوات میں حق مؤلف کو ادھر ہی نظر آئے گا جدھر کفر ہوگا کیونکہ اسکے نزدیک سواد اعظم کثرت افراد کا نام ہے،

ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اسی خطبہ میں امیرالمومنین نے حکمین کی مذمت فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ دونوں سرتاج اہلسنت و پارہ جگر احناف ہیں یعنی عمرو عاص اور ابوموسیٰ تو اگر سواد اعظم سے اہلسنت ہی مراد ہوتے تو امیرالمومنین کیوں اسطرح کی مذمت ان دونوں کی فرماتے لہذا یہ بات تو یہیں سے معلوم ہوگئی کہ سواد اعظم سے وہ مراد نہیں جسکو مؤلف رسالہ نے سمجھا ہے اور نہ گروہ اہلسنت کے افراد مراد ہیں جو بزبان امام مطعون و ملعون ہیں، نہ غالی مراد ہیں جیسے نصیری نہ مبغض مراد ہیں جیسے دلدادگان خلفائے ثلثہ اور پرستاران معاویہ و یزید بلکہ "النمط الاوسط" کے راہ رو مراد ہیں جو "ما امن معہ الا قلیل" کی تفسیر کیطرف مشیر ہیں اور دامن پیغمبر سے وابستہ ہیں، اور وہ اہل تشیع کے سوا کوئی نہیں،

قلت انصار کی مدح یوں فرمائی ہے

ایھا الناس لا تستوحشوا فی طریق الھدی لقلۃ اھلہ فان الناس قد جمعوا علی مائدۃ شبعھا قصیر وجوعھا طویل ۔صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ مصر

اے گروہ مردم راہ ہدایت میں اگر اصحاب ہدایت کم ہوں تو وحشت و پریشانی نہ اختیار کرو گھبراؤ نہیں کیونکہ لوگ ایک ایسے دسترخوان پر (دنیا) جمع ہوے ہیں کہ جہاں سیری کم ہے اور بھوک زیادہ،

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق ہدایت میں قلت انصار ہی ہوتی ہے اور طریق ضلالت میں کثرت اعوان و انصار جس کا نام مولف سواد اعظم رکھتا ہے،

چوتھی خیانت اور جہالت

لکھتا ہے :-

اور شرح نہج البلاغہ کے جزو ۱۰ خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اصحاب محمد کی تعریف میں

ولقد علم المستحفظون من اصحاب محمد یمکن ان یعنی بالمستحفظین الخلفاء

الذین استحفظوا الاسلام ای جعلوا حافظین لہ وحارسین شریعتہ یعنی

اگر اس دین کی حفاظت اصحاب محمد نہ کرتے تو یہ دین ضرور معدوم ہوجاتا انکی محافظت سے

تم تک پہونچا ہمکو چاہیے کہ انکا شکریہ ادا کریں نہ کہ ان پر تبرا ۔ رسالہ مذکور صفحہ ۴۴

اول تو شرح سینہ میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ یہ ہے کہ امکان اس بات کا ہے کہ وہ صحابہ مراد لیئے جائیں جنھوں نے حفاظت اسلام کی اسکے معنی یہ ہیں کہ شارح کو خود یقین نہیں ۔ دیکھنا "یمکن" نہ کہتا دوسرے یہ کہ اگر امیر المومنین نے اپنے حقیت کے ثابت کرنے کے لیئے ان اصحاب کو گواہ بنایا ہے جو محافظ دین تھے تو ہمیں اس سے بالکل انکار نہیں وہ حقیقت ایسے اصحاب جو ہی تھے جنھوں نے حفاظت دین کی جناب سلمان کی مدد روز جنگ خندق یاد کرو عمار کی حرب صفین میں سمجھو یہ تھے محافظین اسلام، مگر اس سے خلفاء ثلثہ کی تعریف کہاں سے پیدا ہوئی کیا رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر احد کی چوٹی پر دم لینے والے اس امر کے کسی طرح مستحق ہیں کہ وہ محافظ اسلام کہے جائیں، کیا نبوت میں شک کرنے والے اسلام کے معنی سمجھتے تھے تاکہ وہ اسکی محافظت میں کد کریں کبھی نہیں اور ہرگز نہیں اور اگر اب بھی یقین نہو تو ایسی خطبہ کو شروع سے آخر تک پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ خلفاء ثلثہ کی اس خطبہ میں مذمت کیگئی ہے، یا مدح اور تم نے حق کو چھپایا ہے اور تحریف کو کار فرما بنا کر مطلب بیان کیا ہے، اصل خطبہ یوں ہے،

ولقد علم المستحفظون من اصحاب اصحاب محمد میں سے وہ لوگ جو یاد رکھنے والے ہیں یاد رکھتے ہونگے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ انی لم اور جانتے ہونگے کہ میں نے کبھی خدا اور رسول کے خلاف نہیں اردد علی اللہ ولا علی رسولہ ساعۃ کیا اور اپنے رسول کی جاں نثاری اسوقت میں کی جب بہادر اور

قط ولقد واسیتہ بنفسی فی المواطن التی تنکص فیھا الابطال وتتاخر فیھا الاقدام نجدۃ اکرمنی اللہ بھا ولقد قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وان راسہ لعلی صدری ولقد سالت نفسہ فی کفی فامررتھا علی وجھی ولقد ولیت غسلہ والملائکۃ اعوانی فضجت الدار والافنیۃ ملاء یھبط وملاء یعرج وما فارقت سمعی ھینمۃ منھم یصلون علیہ حتی واریناہ فی ضریحہ فمن ذا احق بہ منی حیا ومیتا فوالذی لا الہ الا ھو انی لعلی جادۃ الحق وانھم لعلی مزلۃ الباطل (صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر)

شجاع میدان جنگ چھوڑ رہے تھے اور قدم پیچھے ہٹ رہے تھے اس بہادری سے میں نے مقابلہ کفر کیا جو خدا کی طرف سے مجھے عنایت ہوئی تھی اور جب رسول نے وفات پائی تو انکا سر میرے سینہ پر تھا، رسول کے دہن سے جب وقت نزع لہو نکلا تو میں نے اسکو اپنے چہرہ پر ملا اور میں نے انتظام غسل وکفن رسول کیا ملائکہ میری مدد کر رہے تھے اور گھر میں ملائکہ کی آوازیں گونج رہی تھیں ایک گروہ اترتا تھا اور ایک آسمان پر چڑھتا تھا میں ہر وقت ایک دھیمی آواز کو سنتا رہا یہانتک کہ ملائکہ نے اور ہم نے نماز پڑھی اور رسول کو دفن کیا (اب کہئیے تمام کہ مجھ سے زیادہ کون حقدار ہی ہے نہ کوئی زندہ ہو یا مردہ) اسی خدا کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے کہ میں جادۂ حق پر ہوں اور میرے مخالف باطل کے اُس راستہ پر ہیں جن پر ان کے قدم پھسلتے ہیں یعنی گمراہ ہیں،

حضرت عثمان بنی امیہ میں سے تھے جس کی برائیاں اور مذمتیں خدا نے قرآن، رسول نے اپنی احادیث میں اور امام علی علیہ السلام نے اپنے خطب وکلمات میں بیان فرمائیں مگر دشمنان خدا ورسول و ائمہ ان سبکو نظر انداز کرتے ہیں اور مذمتوں کو تحریف کا جامہ پہنا کر مدح سے تعبیر کرتے ہیں،

عثمان کے مشیر کار کی مذمت یوں فرمائی ہے،

الا ان اخوف الفتن عندی علیکم — سب سے بڑا فتنہ جس سے میں تمہارے بابت ڈرتا ہوں اے گروہ مردم

فتنة بني امية فانها فتنة عمياء ڈر رہا ہوں وہ فتنہ بنی امیہ ہے جو ایک فتنہ عمیا ہے، جس کی بلا
مظلمة عمت خطتها وخصت بليتها عام ہے اور اہلبیت کے لیے مخصوص. صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ مصر

اُسکی توضیح شارح نہج البلاغہ یوں کرتا ہے

الخطة بالضم الامر اى شملت امورها لانها "خطہ" کے معنے یہاں حکومت کے ہیں اور خصوصیت بلا
رياسة عامة وخصت بليتها اهل البيت سے مراد غصب حق اہلبیت ہے،
لانها اغتصاب لحقهم

اولم يبايعني بعد قتل عثمان لا حاجة مروان کے متعلق فرماتے ہیں، کیا بعد قتل عثمان اس نے میری بیعت
لي في بيعته انها كف يهودية لو بايعني نہیں کی، مجھے اسکی بیعت کی ضرورت نہیں یقیناً یہ یہودیوں کا ہاتھ
بكفه لغدر بسبته وستلقى الامة جسکا شیوہ غدر و دغا ہے آج اگر اس نے بیعت کی تو کل نقض بیعت کریگا
منه ومن ولده يوما احمر اس سے اور اُسکی اولاد کے ہاتھ سے امت کو ایکدن خونی منظر قتل دیکھنا ہوگا

امیر المومنین کی پیشنگوئی درست ہوکے رہی اور امت نے یوم احمر دیکھا اور خونی مناظر پیش نظر ہوئے حجاج کے مظالم بھولنے کے قابل نہیں

یہ خطبہ امیر المومنین نے اسوقت ارشاد فرمایا تھا جب حسنین علیہم السلام نے مروان کی سفارش اپنے باپ سے کی تھی اس سفارش کا نتیجہ یہ تھا کہ اس نے اور اُسکی اولاد نے خاندان اہلبیت پر کیا کیا مظالم کیے جس سے دنیا واقف ہے،

مضمون طویل ہوتا جاتا ہے لہذا اُسے یہیں ختم کرتا ہوں اور انشاء اللہ آئندہ رسالوں میں اس رسالہ کی افترا اور کذب کی قلعی برابر کھولی جائیگی، ابھی تو نہج البلاغہ کے بہت سے غلط ترجمہ پر روشنی ڈالنی ہے، اور پھر اور کتابوں کے حوالہ جات پر جو محض جھوٹ ہیں انشاء اللہ نظر کیجائیگی

(باقی آئندہ)

نوٹ - خریداری کے لئے خط بھیجئے تو سال اور مہینہ بھی موقت کر دیجئے تاکہ اسی ماہ سے پرچہ جاری ہو۔

نقد و تبصرہ

سہیل کا حجم کم ہونے کی وجہ سے میں کبھی اس بار نقد و تبصرہ سے سبکدوش نہیں ہوتا جو نا لیفات جلد کیساتھ مجھپر عاید ہوتے ہیں، خیال کرتا ہوں کہ ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ لکھ دیا کروں مگر رسالہ میں، وسعت نظر آتی ہے نہ وقت میں گنجائش لہذا اسمیں دیر ہوتی ہے جسکا سبب میرا عدم التفات نہیں بلکہ ناموقع و محل ہے، جانتا ہوں کہ مصنفین و مؤلفین پر یہ بات گراں ہوگی، مگر کیا کروں مجبور ہوں اور مجبور رہتا ہوں، اب کی مرتبہ کوشاں ہوں کہ جس قدر ممکن ہو سکے ہر اس کتاب کے متعلق لکھوں جو دفتر میں وصول ہوئی ہے، اور اس بار سے سبکدوشی اختیار کروں،

تمدن خراسان عالیجناب حاجی نواب سید محمد مسعود الحسن صاحب کربلائی، مشہدی تعلقدار ریاست صفر آباد کی تصنیف لطیف ہے، اسمیں ممدوح نے تاریخ خراسان سے ایک بسیط بحث کی ہے اور تمام وہ چیزیں جو ضروری ہیں اسکے دامن میں موجود ہیں ذیل میں ان ابواب کی جو اس کتاب میں قائم کیے گئے ہیں ایک مختصر فہرست دیتا ہوں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کتاب نہایت مفید اور کارآمد ہے اور مصنف نے اپنا وقت عزیز ایک عزیز کام میں صرف کیا ہے

ابواب تمدن خراسان

مشہد مقدس، مشہد کی قدامت، خراسان میں ہارون کی آمد، امام کا مدینہ سے سفر بنائے حرم و حوادثات حرم، روسی گولہ باری امور خود روضۂ رضویہ مسجد گوہر شاد (مشہد و ایران کے دیگر زیارات مثلاً خواجہ ربیع ابن خثیم، خواجہ ابوصلت ہروی، شیخ طبرسی، شیخ بہاء الدین عاملی مولانا سید محمد، شاہزادہ عبدالعظیم معصومۂ قم علیہا السلام) اوقاف آستانۂ رضویہ جغرافیہ مشہد، مشہد کے محلات و کوچہ و بازار، مدارس مشہد، حمام مشہد، کاروانسرا، مشہد کے مختصر حالات (اسمیں مشہد کی تجارت و سیاست و عمارت وغیرہ کا ذکر ہے) مشہد کا محرم، ایرانیوں کا مذہب، ایرانیوں کا لباس، مشہد کی پیداوار، اہل مشہد کی غذا، مکانات و طریق رہائش، خانم ہائے

خراسان ، بچوں کی پرورش کا طریقہ ، مشہد کے راستے ، ایرانی بیابان ، اسکے علاوہ عکس روضۂ رضویہ بھی اسمیں موجود ہے اور اس وقت کا عکس بھی جبکہ ماتمی دستے روز عاشورہ حسین پر گریہ وزاری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ، بہرحال کتاب بے حد مفید ہے اور ۶۶ صفحات پر ختم ہوئی ہے

مؤلف نے سات سو جلدیں کتاب مذکور کی انجمن فیض رضویہ دزداب مشرقی ایران کو دیدیں ہیں اور جو کچھ روپیہ ان کتابوں کی فروخت سے وصول ہوگا وہ انجمن مذکور کی تعمیر مسجد و امام باڑہ میں صرف ہوگا ، جناب عبداللہ خاں صاحب آنریری سکریٹری انجمن فیض رضویہ دزداب مشرقی سے یہ قیمت ایک روپیہ دستیاب ہوسکتی ہے

راستی ایک ہفتہ وار اخبار ہے جو جناب سید حبیب حسن صاحب کے زیر ادارت نہایت آب و تاب سے دار المومنین جونپور سے شایع ہوتا ہے ، مدیر محترم چونکہ اپنے تجربیات ادارت و صحافت کے لحاظ سے ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں لہذا مجھے قوی امید ہے کہ انکی کوششیں اس اخبار کی ترقی میں کامیاب نظر آئینگی اور اخبار کبھی جادۂ حق و راستی کو جس پر اسکی اساس قائم کی گئی ہے نہ ترک کریگا ، اسکا سائز ہمدم اخبار کا سائز ہے آٹھ صفحوں پر اسکے مضامین دلکش ہوتے ہیں ، سالانہ قیمت للعہ ہے ، نمونہ کا پرچہ اس پتے سے طلب کیجئے ، مدیر اخبار راستی مفتی محلہ جونپور

سفیر بیوگان انجمن عقد بیوگان کا پہلا رسالہ ہے جو جناب سید ریاست حسین صاحب جعفری نے مرتب فرمایا ہے اور جو اپنے آغوش میں مفید مضامین لئے ہوئے ہے ، اس انجمن کے مقاصد اسکے نام سے ظاہر ہیں درحقیقت عالم اسلام کے لیئے ایک نہایت مفید اور متبع حق انجمن ہے ، جو یہ چاہتی ہے کہ وہ احکام قرآنی جو رواسم دنیا کی مضبوط مگر مہمل زنجیروں میں مقید ہو کر ناقابل عمل قرار دیدیے گئے ہیں وہ قابل عمل ہو جائیں ، کون ذی ہوش اس انجمن کے اغراض سے مخالفت کرسکتا ہے امید تو ہے کہ افق اسلام اس انجمن کے مقاصد و اغراض کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے گا اور اصلاح مفید میں حصہ لے گا ، یہ رسالہ آنریری سکریٹری انجمن عقد بیوگان سیتاپور سے طلب فرمایئے ،

اصلاح مراسم عزاداری ، خصائص ابوذر ، نقش سلیمانی ، اور سلطان احمدی ، یہ چار

رسالہ دفتر میں وصول ہوئے ہیں جنکے نام خود مضامین کی طرف مشیر ہیں یہ رسالے دارالاشاعت ہلور۔ ضلع بستی سے شایع ہوئے ہیں جو اپنی جگہ پر بہت مفید اور کارآمد ہیں چند ہمدردان قوم نے بغرض استحکام اسلام ایک دینی شعبہ دارالاشاعت کے نام سے ہلور میں قائم کیا ہے قومی ضرورتکا لحاظ کرتے ہوئے رسالہ لکھا جاتا ہے چندہ سالانہ صرف ایک روپیہ اور اعزازی چندہ دو روپیہ مقرر ہے سال میں بقدر استطاعت جتنے رسایل طبع ہوتے ہیں ممبران کیخدمت میں روانہ کردیے جاتے ہیں قوم کو اس مفید شعبہ کی جانب توجہ کرنی چاہیے ممبران کی تعداد زیادہ ہونے پر بڑی بڑی کتابیں طبع کی جائینگی ہمدردان قوم اگر کوئی مفید مختصر رسالہ تصنیف کرکے عطا فرمائینگے تو دارالاشاعت اُنکی قلمی امداد کا شکریہ ادا کرکے طبع کریگا مومنین بغرض ممبری حسب ذیل پتہ سے طلب فرمائیں، منیجر دارالاشاعت ہلور ضلع بستی،

معاد جناب عمدۃ الواعظین مولانا سید محسن علیشاہ صاحب سبزواری کی تالیف ہے اور جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب کا تینتالیسواں رسالہ ہے، اسمیں معاد کی متعلق نہایت خوش اسلوبی سے بحث فرمائی ہے اور نہایت دلکش پیرایہ میں ثابت کیا ہے رسالہ ڈہائی جز سے زیادہ ہے اور مفید وکارآمد، درحقیقت جعفریہ ایسوسی ایشن جو کام اسوقت کررہی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر فرد شیعی اسے نگاہ وقعت وعزت سے دیکھے اسنے متعدد رسالہ چھاپ کر دینی مدد کا بیڑا اُٹھایا ہے، خدا اسکے کارکن حضرات کو اجر جزیل مرحمت فرمائے اور ہمیں امداد کی توفیق، رسالہ جعفریہ ایسوسی ایشن لاہور سے طلب کیجئے،

خدانما جناب مرزا محمد مہدی صاحب کی تالیف ہے رسالہ بارہ صفحوں کا ہے خدا کی وحدت اور اُسکے صفات کمالیہ کو نہایت سلیس انداز میں ثابت کیا ہے رسالہ ادبی پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے، مصنف رسالہ امین آباد لکھنؤ سے طلب کیجئے

مطلع جناب مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے زیر ادارت نظیر آباد لکھنؤ سے ہر ماہ میں شایع ہوتا ہے یوں تو اُسکا ہر نمبر دلچسپ ہوتا ہے مگر اُسکا افسانہ نمبر جو اسوقت میرے پیش نظر ہے

بہت خوب ہے اسمیں مشاہیر مضمون نگار حضرات کے مضامین شایع ہوتے ہیں اور وہ سب اس مذاق میں لکھے جاتے ہیں جو آجکل دنیا کو پسند ہے اور عالم جسکا گردیدہ ہو رہا ہے، یعنی دماغ کو کسی اندیشہ علمی کی تکلیف نہ دیجائے نہ لکھنے والے کو اور نہ سمجھنے والے کو بلکہ ادبیات کو زبان کی سلاست سے زینت دیکر پیش گاہ ناظرین میں حاضر کردیا جائے، اور بس، اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں ممتاز افراد کی عکوس تحریر شایع ہوتے رہتے ہیں بہرحال رسالہ ایک امتیازی شان سے نکلتا ہے اور دلچسپ ہوتا ہے اس تبصرہ میں جو ایک حد تک سرسری ہے بینے تعمیل حکم مدیر محترم کی مگر افسوس ہے کہ گنجائش نہونے کی وجہ سے کافی نقد نہ کرسکا جیسا کہ میرا دل چاہتا تھا، رسالہ کا سالانہ چندہ صہ ہے، دفتر مرقع نظیر آباد لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

بشارت ایک ہفتہ وار رہر ماہ کی یکم-۸-۱۵-۲۲ کو شایع ہونے والا اخبار جو ملکی سیاست اور واقعات حاضرہ پر بے لوث بحث کرنے والا، علمی، ادبی، اخلاقی تمدنی، تاریخی طبی مضامین کا دلچسپ اور مفید مرقع ہے، جو ممالک اسلامیہ کے حالات کا مجموعہ شایع کرتا ہے، قیمت سالانہ ششاہی عہ ممالک غیر سے ہے نمونہ مفت،

المشتہر

مینیجر اخبار بشارت جلال پور جٹان گجرات (پنجاب)

قرطاس:- ایک ہفتہ وار شیعی اخبار ہے جو نہایت آب و تاب سے دارالمومنین امروہہ محلہ حقانی سے شایع ہوتا ہے حجم آٹھ صفحوں کا ہوتا ہے مضامین بھی عالی ہوتے ہیں خوب ہے اور اگر قوم متوجہ ہو تو جو بہتر ہوسکتا ہے، شریعت اور حق کا بالخصوص ہی خواہ ہے، جناب ولی حیدر صاحب کے زیر ادارت نکلتا ہے اور دفتر سہیل میں نہ معلوم کیوں گاہے گاہے آتا ہے بہر حال ہم اپنی ہمدردی سمت اسکے ساتھ ہیں اور اسکی ترقی کے خواہاں،

کلام السید سید الکلام

سید صاحب تعشق مرحوم کی ذات دنیائے شاعری و مرثیہ گوئی مین محتاج تعارف نہین، آپکی مرثیہ گوئی امتانت کلام، جدت مضامین، سلاست زبان، اور تصویر کشی مناظر غم کی وجہ سے، ممتاز تھی ہے، اور رہیگی۔ گو ممدوح کا سلسلۂ حیات منقطع ہو چکا اور صفحہ دہر پر یہ نقش ہستی ابھر کر مٹ چکا، مگر انکا نام آج بھی باقی ہے اور آئندہ بھی باقی رہیگا، یہ کیون اسلیے کہ دامن فانی دامان باقی سے وابستہ ہو چکا تھا، اور احیاے ذکر اہلبیت علیہم السلام مین قوت تخیل صرف کیجا چکی تھی، در حقیقت جو شے انکے نام کے بقا کی ذمہ دار ہے وہ یہی ہے۔ مین نے مرحوم کا کلام بارہا دیکھا بھی اور سنا بھی میرے نزدیک انکی خصوصیت کلام یہ ہے کہ جس منظر یا واقعہ کی تصویر مرحوم پیش کرتے ہین وہ نظر سامع مین کچھ ایسا سماتا ہے کہ حکایت اور محکی عنہ مین امتیاز گم ہو جاتا ہے، خصوصاً مناظر غم کی تصویر کشی تو مرحوم کا حصہ ہے جو ہمیشہ ایسے انداز و پیرایہ مین ادا کیا جاتا ہے کہ سننے والے اگر سر نہ ٹکرا دین تو کچھ عجب نہین۔
ہمارے مکرم دوست نواب سکندر آغا صاحب دام مجدہٗ کو مرحوم کے کلام سے ایک خاص اُنس ہی نہین بلکہ شغف ہے، آپ سید صاحب کا کلام غیر مطبوع، اگر مطبوع، ہر امکانی کوشش سے حاصل فرما کے مجلس مین پڑھتے ہین، ایک تو سید صاحب مرحوم کا کلام دوسرے ہمارے نواب صاحب کا خلوص و حسن عقیدت بس کچھ نہ پوچھیے کہ دل پر کیا اثر ہوتا ہے، گزشتہ مجلس مین جو نیا مرثیہ نواب صاحب نے سنایا وہ عجیب چیز تھا جسکا ایک بند ہم ناظرین سہیل کی خدمت مین پیش کرتے ہین جو ہمین یاد رہ سکا۔ در حقیقت اسکا چوتھا مصرعہ سلک نظم کا در یتیم ہے۔ "مجاہد اسلام جنگ مین مشغول ہے اور کائنات عالم اثر ہیبت سے مضطرب" فرماتے ہین:۔

دیکھکر تیغ علم چرخ بھی کیا کیا سمٹا ہوئی بیتاب زمین دامن صحرا سمٹا
مچھلیان مرگئین وٹ ب کے دریا سمٹا بن گیا نجم سر شام دن اتنا سمٹا

مہر مغرب کو تو مشرق کی طرف چھا دن چلی
دن ڈھلا دھوپ بھی صحرا سے دبے پاؤن چلی

مقتل سادات

معاویہ کی موت ۔ یزید کا فرمان بیعت ۔ ابن زبیر کی ہجرت ۔ نانا کی قبر سے نواسے کی رخصت ۔ مدینہ پر حسرت بھری نگاہ ۔ مکے کی کیفیت ۔ مولود کعبہ کے فرزند کی کعبہ سے رخصت ۔ حر اول مسلم کوفیوں میں ۔ یثرب کا بسیا جنگلوں جنگلوں ۔ یزید کے شیعہ ۔ شہادت ہانی و مسلم کے دلاورے بچوں کا قتل ۔ سیدۃ کی گود کا پالا صحرا کے بگولوں میں ۔ محمد کے چمن کے پھول ۔ دشت بلا میں پردیسیوں کی رات ۔ مدینے کے مسافر زمین نینوا پر ۔ قتل حسین اور ملک رے ۔ قحط آب اور آل رسالتمآب ۔ شب عاشور ۔ قیامت کی سحر ۔ رضا کاروں کی فدا کاریاں ۔ شمع امامت کے پروانوں کی قربانیاں ۔ یہ تمام تصویریں الفاظ میں کھنچی ہوئی مقتل سادات کے دامن میں دیکھئے ۔ قیمت ایک روپیہ ۔

تفسیر عمدۃ البیان

انوار السیدی

حرز المومنین

الفرق جلد ثانی

کاشف الکروب

کشف الغطا

عین البکاء

مودۃ الاسلام

احسن الدلائل

سفینۃ الشہداء

فضائل مرتضوی

اسنی المطالب

رسالہ سجادیہ

مخزونہ

وظائف الابرار

رسالہ جعفریہ

صحیفہ کاملہ

ذخیرہ مناقب

سفینۃ النجاۃ

مقتل ابی مخنف

کتاب النجاۃ

اشتہار ضروری

جہاں دنیا کے تمام امور میں عام نیت بگڑ گئی ہے اور جس کا اثر عالم پر ہویدا ہے وہاں بعض شیعہ تاجران کتب نے بھی مومنین کی دھوکہ بازی پر کمر کس کر حلال تجارت کو حرام کر لیا ہے ۔ یہاں تک کہ ہمارے ۴۰ سالہ شیعہ پبلک کی مقبول کتب کے نام سے دوسری کتب چھاپ لی ہیں جن کے مضامین بالکل مختلف ہیں جب ہماری کتب سے آپ ملائینگے تو لکھائی چھپائی ضخامت مضامین اور سوائے نام کے ہر چیز میں فرق پائینگے ۔ اسلئے انکے نام اور قیمتوں میں مناسبت کی دیکھکر دھوکہ کھا لیتے ۔ اگر انکو نام میسر نہیں آتے تھے تو وہ ہم سے دریافت کر سکتے تھے ۔ لیکن اس ایمان فروشی اور گندم نما جو فروشی سے کیا فائدہ تھا ۔ امید ہے کہ ایسے تجار طاقت ایمان کو کام فرما کر اب بھی راہ راست پر آجائینگے ۔ ورنہ زمانہ انقلاب کے تھپیڑے خود درست کر دینگے وما علینا الا البلاغ ۔ مومنین بائیس سے التجا ہے کہ ذخیرہ مناقب ۔ وظائف الابرار اور تحفۃ العوام جدید مصدقہ کی نسبت خصوصیت سے بالکل آگاہ رہیں ۔ کمیشن بیس فیصدی ۔ ۔ ۔ [illegible]

پتہ صرف ﴿ منیجر یوسفی پریس دہلی ﴾ لکھئے

الکاظم تاریخ امام موسی کاظم

علیہ السلام ۶

ہدم الاساس تحقیق

حدیث قرطاس ۵

تشریح الاحکام شرح میراث وصیت

شرائع الاسلام عہ

سہیل یمن جلد اول و دوم

کی اگر ضرورت ہو اور نئی مجلدات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجیے

مجلد	چار روپیہ لعہ
غیر مجلد	عہ

محصول ذمہ خریدار

سہیل یمن جلد اول

پہلا نمبر دفتر مین بالکل باقی نہین حضرات نوٹ کرلین ۔ اگر کوئی صاحب نمبر مذکور عنایت فرمانا چاہین تو وہ دفتر سے آنہ آنے کے ٹکٹ وصول فرماسکتے ہین ۔

نوٹ جو حضرات دو خریدار فراہم کرکے انکا چندہ دفتر مین بھیجدینگے انکو سہیل جلد اول بلا قیمت حاضر کیا جائیگا

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی اڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنو طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا۔
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی
(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴/ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۳/ اور ششماہی ۲/ رہوگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام ابو البراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن دکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہوگا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴/ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے
(۱۲) مضامین موصولہ ضروریا نضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض ومقاصد سہیل یمن

۱- ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲- معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع
۳- حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔
۴- علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵- حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	للعہ	دہیہ/	ستعہ/
چھ ماہ کیلئے	عـہ/	ستعہ/	معہ/
تین ماہ کیلئے	عـمہ/	سہ/	للعہ/
ایک ماہ کیلئے	صہ/	سہ/	عا/

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجایش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طی ہوسکتا ہے اجرت بہرحال پیشگی آنا چاہیے۔

مینجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

قیمت سالانہ [illegible]



اطلاع

یہ رسالہ محض حقائق کی نیت سے نکالا جس کا نتیجہ حفظ القرآن و مذہب ہے
کسی کی توہین کیلئے اگر کوئی اس دل آزار سے دیکھنے کیلئے شائع نہیں کیا

سہیل یمن

محبت شیر مرداں مجو ز بے پدری ❊ کہ دست شیر گرفت است پا دراز

جلد [illegible] | ماہ محرم الحرام سنہ [illegible] مطابق جون [illegible] | نمبر [illegible]

فہرست مضامین

منت و الذن

یہ جانتا ہوں کہ سہیل کی ترقیوں میں جتنی کارکنان سہیل کی محنتیں کام کرتی ہیں اس سے کہیں زائد خریداران سہیل کا احساس مذہبی اور انکی لطف آگیں توجہ اگرچہ یہ منتخب جماعت بہت کم افراد کی ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس قلت سے انکے وزن عزت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا، جب سے سہیل نکلا اکثر بہی خواہان مذاہب نے اپنے التفات سے کام لیا مگر میں نے انکا شکریہ بذریعہ سہیل نہیں ادا کیا بلکہ بذریعہ عریضہ اس فریضہ سے سبکدوش ہوتا رہا تھا یہ صرف اسلئے کہ مجھے انکا جوش مذہبی دیکھکر یہ احساس ہوا تھا کہ کہیں یہ اظہار طبیعت خلوص پر گراں نہ گذرے کیونکہ یہ کام محض خالصتہً لوجہ اللہ تھا اور انکی تحریریں لانرید منکم جزاء ولا شکورا کے پاکیزہ جذبات اور منزہ اشارات سے لبریز تھیں،

مگر میرے بعض احباب نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں معاونین سہیل کا شکریہ ہر مرتبہ یا کم از کم سال میں ایک دفعہ ضرور ادا کردیا کروں اگرچہ مجھے اپنا پہلا رویہ پسند تھا کیونکہ میری خاموشی ،، خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ،، کی مفسر تھی لیکن احباب کی خاطر بھی منظور ہوئی اور یہ بھی خیال ہوا کہ ممکن ہے یہ تذکرہ اور حضرات کو تقلید خیر کا سبق دیسکے ،، اسلئے لکھتا ہوں اور آئندہ لکھا کرونگا حسب ذیل حضرات نے سہیل کی امداد فرمائی اور خریداران میں اضافہ ہوا جو باعث صد شکر و امتنان ہے

(۱) جناب ہاشم عباس صاحب جونپور (۲) جناب نواب اظہر حسین صاحب رئیس سیریانواں (۳) جناب فتح حسین صاحب ضلع ارگوریا ستیاپور، (۴) جناب نذیر حسین صاحب قانون گو گورکھپور (۵) ابوالمشتاق جناب شیر محمد شاہ صاحب واعظ و ذاکر شادیوال پنجاب

با ھر کہ حرف دوستی اظہار می کنیم خوابیدہ دشمنی است کہ بیدار می کنیم

سال کے ختم ہونے کے پہلے آئندہ کے لیے عرض کیا گیا تھا کہ چندہ اپنے وقت معین تک آجانا چاہیئے اگر خریداری نامنظور ہو تو مطلع کیجیے ورنہ وی پی کا نقصان اٹھانا پڑے گا، یہ گویا اب تک ایک ایسی ہی التجا تھی جسکا سننا گناہ اور جس پر توجہ ایک عصیان سمجھا گیا خیر وی پی گئے اور ایک کافی تعداد پرچوں کی واپس آئی ع

"ہمچو یوسف کہ بدر رفت و بکنعاں آمد"

اس کا کسر اگرچہ ہو گیا، یعنی جتنے واپس ہوئے انمیں سے زیادہ تعداد انکاری نہیں، بلکہ موذات کلیمڈ"، کے طغرائے تغافل سے مزین ہے اسکے علاوہ وہ تعداد جو وصول کی گئی ہے بحمداللہ واپس شدہ رسالوں کی تعداد سے چوگنی ہو، مگر یہی شکایت کا محل ہے اور شکوہ عدم التفات کا موقع،

اب جب سہیل اپنے وطن میں مع الخیر واپس آیا تو خریداروں میں بیچینی بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور خطوط آ رہے ہیں کہ عدم وصول کی یہ وجہ ہوی کہ میں یہاں موجود نہ تھا بہر حال ایسے حضرات کیخدمت میں پہونچنے کیلئے سہیل بہ زحمت سفر کیلئے تیار ہے بشرطیکہ وہ پہلا نقصان دی پی مع اسکے سالانہ اعانت کے دفتر میں بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں،



مولوی علی داد صاحب ہلال لکھنوی نے ایک عجب طرح کا سوال بذریعہ سہیل کرنا چاہا ہے جسکے متعلق مجھے بالکل تحقیق نہیں جو صاحب آگاہ ہوں وہ مطلع فرمائیں،

سوال یہ ہے کہ وہ ذات جو ثقۃ الاسلام کے لقب سے ملقب ہے اور جس کا خطبہ "خطبہ مبارکہ" کے عنوان سے جامعہ حیدرآباد میں پڑھا گیا اور طبع ہو گیا، اور جو بحمداللہ قومی ترقیوں میں کافی حصہ لیتے ہیں انکا مذہب کیا ہے آیا یہ امامیہ فرقہ میں ہیں یا کسی اور فرقہ میں کیونکہ انکا خطبہ دیکھنے کے بعد جسمیں "ضلالت" وغیرہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور بجائے آیۂ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کے "تو لوالد قو لا لینا" لکھا گیا ہے اسکے بعد سرنامہ میں جہاں اہلبیت علیہم السلام

پر صلوات بھیجی گئی ہے وہاں خلفائے راشدین پر بھی درود بھیجا گیا ہے اور آیہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم، کا لطیف ربط اور اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم کی بلیغ مگر نامضبوط کڑی سے ارتباط پیدا کیا گیا ہے،

کیا حجۃ الاسلام اور ثقۃ الاسلام کے نزدیک حدیث مذکور صحیح ہے کیا آیت مذکور خلفائے راشدین ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اگر ایسا ہے تو کسی اخبار کے ذریعہ سے ثابت فرماکر اس کشمکش، ولا الی ہولا . ، سے نجات دیجئے،

منافع نذ در گاہ شہید ثالث علیہ الرحمۃ آگرہ

جناب سید مظفر علی صاحب ڈپٹی ایڈیٹر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہیں کہ آج ۹۹ فیصدی اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں جائے شکر ہے کہ حکیم منے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بینا کر دینے کی سعی کی ہے مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے کہ اس سرمہ کی دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت سے کحل میں نہیں کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بجد مفید ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ سلائی مفت تین شیشی کے خریدار کو محصولڈاک معاف،

حب مقوی اعضاء رئیسہ و باہ کو بے حد قوی کرتی ہے اور بعد ایک گولی کھانے سے ضائع شدہ کمی کو پورا کرتی ہے، قیمت فی شیشی ایک روپیہ، سہیل کا حوالہ دیجئے

المشتہر

حکیم سید منے نواب بیت الشفاء گیا

سُہیل ماتم دار اور ہلال محرّم

شرب بباد رفت بتعبیر ملک شام   لبہا خراب شد بہ تمنائے ملک رے

جب سے سہیل نے لباس وجود پہنا ہے برابر اس عظیم ماتم میں روتا آیا ہے اور پھر اسے سال کا ماہ ۲ چاند نظر آیا ہے اور پھر وہ اپنے فریضہ کیلئے تیار ہے اگر وہ واقعاً ستارہ ہے تو اسے آفتاب امامت کا غم کرنا چاہیے ورنہ وہ نہ فلکی اجرام میں ہے نہ فلکی طینت - وہ ان آوازوں کو نہیں سننا چاہتا جو ہنسی کے شوق میں رونے سے نفرت کرتے ہیں اور اسے بدعت کہہ کے بدعت کرتے ہیں انسان پر جو خود مصیبتیں پڑتی ہیں اور حوادث دل وجگر میں شگاف دیتے ہیں تو یہی رونا جسکا نام ناجائز رکھا جاتا ہے جائز بلکہ واجب ہو جاتا ہے مگر جب پیغمبر کے مواساۃ اور غمخواری اور تعزیت کا وقت آتا ہے تو جفا کار امت بدعت کہہ کے منھ پھیرتی ہے یا تو یہ لوگ اپنے پیغمبر کو مُردہ سمجھکر غافل اور غیر مطلع سمجھتے ہیں اور یا یہ خیال ہے کہ حسینؑ سے معاذ اللہ پیغمبر کو ایسی الفت نہ تھی جس سے وہ اس واقعہ ہائلہ سے متاثر ہوتے یا وہ سرکردہ رسل کو قابل تعزیت نہیں خیال کرتے ہر شق باطل ہے۔ پہلی اسلیے کہ اسکی موت اگر زندگی ہو تو شہدائے راہ خدا اس سے گوئے سبقت لیجائیں اور یہ محال ہے کیونکہ ذریعہ حیات اسی پیغمبر کی متابعت اور پیروی ہے یہاں کم سے کم ایسے بیخبر حضرات کو حضرت عمر کے قول سے مدد لینی چاہیے جو باوصف وجود آیہ انک میت وانھم میتون وفات نبی کے قائل نہ تھے، اسکے علاوہ اگر اطلاع نہ ہوتی تو ابن عباس اور ام سلمہ بعد شہادت امام علیہ السلام خواب میں پیغمبر کو خاک بسر اور نوحہ گر کیوں دیکھتے امر دوم اسلیے باطل ہے کہ اولاد سے انسان کو محبت فطری ہوتی ہے اسکو ہر شخص جانتا ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ پیغمبر اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہو پھر روایات صحیحہ میں یہ مضمون مندرج ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے یونہیں صحاح ستہ میں مندرج ہے کہ عبداللہ بن عمر سے ایک عراقی نے مچھر کے لہو سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ یہ سوال کرتے ہو اور فرزند رسولؐ کا لہو بہا دیا جسکے متعلق پیغمبر فرماتے تھے کہ وہ میرا پھول ہے تیسری بات بالبداہت باطل ہے کیونکہ جب ہر مومن کے متعلق مواسات چاہیے تو پیغمبر کے متعلق کیا خیال کرنا چاہیے - خیر یہ اپنا اپنا عمل ہے عقل پر جو ایرادات واقع ہوتے ہیں ان کا جواب وہ خود دے لیگی - عالم کون وفساد ہمارا ہم آواز ہو یا نہو لیکن ہمیں معلوم ہے کہ تمام ساکنین ملأ اعلیٰ بلکہ وہ تمام مخلوقات جو طہارت ضمیر میں شریک طبقہ اعلےٰ ہیں وہ سب کے سب ہمارے ہم آواز اور ہم آہنگ ہیں آنسو ایسی چیز نہیں جو نور دیدہ رسولؐ سے عزیز کیے جائیں اور نہ ان کا گرنا اس شہید کے لہو کے گرنے سے زیادہ حیرتناک ہے اگرچہ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں جنھوں نے اس پانی کو بھی روکا ہے۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں   خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

عبد مناف بن قصی

سے جب سلسلۂ نسب آگے بڑھا تو عمود نسب حضرت خاتم النبیین پر ہاشم کی ولادت ہوئی
انکے علاوہ غیر عمود نسب پر تین فرزند اور بھی پیدا ہوئے۔ عبدشمس مطلب نوفل عبدشمس سے امیہ
پیدا ہوا اور تمام بنی امیہ کے خاندان کا جدّا علیٰ یہی تھا اور اسکی طرف تمام امویین کا انتساب ہے
قرآن میں شجرۂ ملعونہ کی تعبیر اسی شجرۂ نسب سے ہے جو امویین کا شجرہ ہے بنی امیہ کے مشہور
اشخاص یہ ہیں عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ۔ معاویہ بن ابو سفیان بن حرب بن امیہ۔
سعید بن العاص بن امیہ۔ عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس
ہند بنت عتبہ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں مباینت اور مخالفت ہمیشہ سے رہی دنیاوی مناصب
میں بنی امیہ کا نام لیا جاتا تھا اور وہ باعتبار تعداد بہت زیادہ تھی لیکن جب خداوند عزوجل نے
قرعہ انتخاب بنی ہاشم پر ڈالا اور پیغمبر کو ان میں سے مبعوث کیا تو یہ امر بنی امیہ پر نہایت گراں گزرا
کیونکہ یہ فخر ایک لازوال فخر تھا۔ تو بنی امیہ نے پہلی کوشش یہ کی کہ نبوت و رسالت جمایۂ
ناز بنی ہاشم ہے وہی مٹ جائے اسلیے تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جسقدر بنی امیہ
نے نبوت کے مٹانے میں کوشش کی اسقدر کسی اور عرب کے قبیلہ نے سعی نہیں کی بلکہ انکی
کوشش اس امر میں بھی بوجہ اتم ہوئی کہ پیغمبر ہی زندہ نہ رہے نبوت کے مٹانے کے لیے
یہی بات کافی تھی جب بنی امیہ کی کوشش نبوت کے ناپید کرنے میں بارآور نہ ہوئی تو انھوں نے
وہ تدبیریں سوچیں جنسے یا تو پیغمبر قتل ہو جائے یا اسے مکہ چھوڑنا پڑے آخر کار اس امر میں
انھیں کامیابی ہوئی اور پیغمبر نے مکہ چھوڑ دیا۔ مدینہ میں تشریف لانے کے بعد انصار نے آپکی
امداد کی جو بنی قحطان میں سے تھے یہانتک کہ آپ کی تبلیغ تکمیل کو پہونچ گئی۔ اس نصرت کا زخم
بھی ہمیشہ بنی امیہ کے دل میں تازہ رہتا تھا یہانتک کہ ایک روز معویہ کے پاس آکر حاجب نے
انصار کے آنے کی اجازت چاہی جسکی وجہ سے عمرو عاص کو اس لقب انصار سے ملال پیدا ہوا

اور معویہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ لقب کیسا لوگوں کو ان کے نسب کے اعتبار سے پکارنا چاہیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اموی دربار میں پیغمبر کی عظمت کا لحاظ کچھ بھی نہیں کیا جاتا تھا حمزہ عم رسالتمآب کے ساتھ جو اس خاندان کی ایک فاجرہ عورت نے کیا وہ قابل انکار نہیں اس ملعونہ نے بنی ہاشم کے شہدا کے ساتھ جو جو شنیع حرکتیں کیں وہ زبان زد اہل تواریخ و سیر ہے مردوں کے اعضا جدا نہیں کیے جاتے تھے لیکن ہند معویہ کی ماں نے اسکو بھی روا رکھا ابو سفیان بن حرب نے پیغمبر کے استیصال میں اپنی بلیغ کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور حفظ و حمایت الٰہی آپ کو محفوظ رکھتی رہی چنانچہ بدر و احد و احزاب وغیرہ ان کوششوں کے مقبول شاہد ہیں فتح مکہ میں جب ابو سفیان مغلوب ہوا اور اس نے امن کی خواستگاری کی تو پیغمبر نے اسکی جان بخشی فرمائی اب فتح مکہ کے بعد ابو سفیان کو اور اسکی اولاد کو کوئی چارہ نہ رہا تو اسلام قبول کیا اور انکو پیغمبر نے مولفۃ القلوب کے حصوں میں سے حصہ دیا تاکہ اسی طمع سے اسلام پر قائم رہیں یہ سب سلوک کر کے فرمایا اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم آزاد کیے گئے اسمیں معویہ وغیرہ سب موجود تھے بڑے تعجب کی بات ہے کہ لوگوں نے طلقا اور دشمنان خدا و رسول میں خلافت کو جگہ دی بلکہ اس سے بالاتر باتیں کیں جنکو کبھی کبھی سہیل اپنے صفحات پر پیش کرتا رہا ہے۔ اصحاب صفہ جو معدود بین کتاب عزیز میں داخل ہیں ابو سفیان کی سلامتی پر نہایت متاسف تھے وہ اسکو زندہ دیکھکر کہا کرتے تھے لیت السیوف اخذت ماخذھا من عنق عدو اللہ کاش اس دشمن خدا کی گردن سے تلواریں اپنے حصے لے لیتیں۔ لیکن حضرت عمر اپنے عہد سلطنت میں ان دونوں (ہند اور ابو سفیان) کی بڑی قدریں کیا کرتے تھے چنانچہ آپ پاس غالیچہ تھا جو تہ کیا ہوا رکھا رہا کرتا تھا اور دو ہی صورتوں میں بچھایا جایا کرتا تھا یا تو عباس کے لیے اور یا ابو سفیان کے لیے اس انحصار سے قو ثابت ہوتا تھا کہ آل رسول ان کی بارگاہ میں اس تعظیم کے مستحق نہ تھے جس تعظیم کا مستحق ابو سفیان تھا۔ حضرت عمر ہی کی عنایات کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے معویہ کو شام میں راسخ کر دیا چنانچہ اس نے شام میں بیالیس برس حکومت کی۔ حضرت عمر کی معدلت پناہی پر مورخین اہلسنت نہایت

دور دیا کرتے ہیں کہ وہ اپنے عمال سے شدید محاسبہ کیا کرتے تھے لیکن ہند اور ابوسفیان معویہ کے پاس سے
خزینوں میں دینار و درہم کے انبار لاتے تھے اور حضرت عمر کوئی تعرض نہ کرتے تھے جس سے صاف
ہو جاتا ہے کہ دشمن پیغمبر کو حضرت عمر اپنا دشمن نہیں سمجھتے تھے۔

عقد فرید۔ بہرحال اسمیں کوئی شک نہیں کہ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے خاص عداوت تھی اور پیغمبر
بھی بنی ہاشم میں سے تھا اب یہ بات لحاظ کرنے کی ہے کہ امیر المومنین چونکہ بنی ہاشم میں سے تھے اور
ناصران جناب رسالتمآب میں سب سے سابق تھے اور امویوں کے قاتل بھی تھے اسلیے آپ کی عداوت
بنی امیہ کے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی شرح کے جزو اول میں
یہ عبارت لکھی ہے وکان معویۃ علی اس الدھر مبغضا لعلی علیہ السلام شدید الانحراف
عنہ وکیف لا یبغضہ وقد قتل اخاہ حنظلۃ یوم بدر وخالہ الولید بن عتبہ وشرک اما
فی جدہ وھو عتبہ او فی عمہ وھو شیبۃ علی اختلاف الروایۃ وقتل من بنی عبد شمس نفرا
کثیرا من اعیانھم واماثلھم ثم جاءت الطامۃ الکبری فنسبھا کلھا الیہ لشبھۃ امساکہ عنہ
وانضواء کثیر من قتلتہ الیہ فتاکدت البغضۃ وثارت الاحقاد وتذکرت تلک الترات
الاولی حتی افضی الامر الی ما افضی الیہ یعنی ہمیشہ معویہ دشمن امیر المومنین علی بن ابیطالب رہا
اور اسکا انحراف آپ سے شدید حیثیت میں رہا اور کیونکر وہ آپ کو دشمن نہ رکھتا حالانکہ امیر المومنین نے
معویہ کے بھائی حنظلہ کو یوم بدر قتل کیا اور اسکے ماموں ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور یا معویہ کے نانا
عتبہ کے خون میں شرکت کی یا اسکے چچا شیبہ کے لہو میں کیونکہ روایتیں اس باب میں مختلف ہیں
انکے علاوہ عبد شمس کی اولاد سے ایک کثیر جماعت کو قتل کیا ان لوگوں میں سے جو سربرآوردہ لوگ
تھے اسکے بعد ہی وہ مصیبت نازل ہوئی جسے واقعہ قتل عثمان کہتے ہیں معویہ نے اس تمام واقعہ کو
حضرت ہی کی طرف منسوب کر دیا اور شبہ یہ ظاہر کیا کہ عثمان کے قاتل آپ ہی کی طرف رجوع
کرتے ہیں اور یہ کہ آپ نے عثمان کی نصرت نہ کی۔ کچھ تو کینے پہلے ہی سے دلوں میں تھے اور اسکے
بعد وہ تمام کینوں کی آگ بھڑک اٹھی اور عداوتیں دلوں میں جم گئیں اور اگلی عداوتوں کا خیال

جو کچھ ہوا وہ ہوا جس روایت کو ابن ابی الحدید نے اختلاف روایات کی وجہ سے اپنے بیان میں ظاہر کیا ہے اسکو خطبۂ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے جو کتاب مستطاب نہج البلاغہ میں موجود ہے دفع کرنا چاہیے تاکہ اشتباہ مرتفع ہو جائے اور وہ یہ ہے ومتی کنتم یامعویۃ ساسۃ الرعیۃ وولاۃ امر الامۃ بغیر قدم سابق ولا شرف باسق ونعوذ باللہ من لزوم سوابق الشقاء واحذرک ان تکون متمادیا فی غرۃ الامنیۃ مختلف العلانیۃ والسریرۃ۔

وقد دعوت الی الحرب فدع الناس جانبا واخرج الیّ واعف الفریقین من القتال لیعلم اینا المرین علی قلبہ والمغطی علی بصرہ فانا ابوحسن قاتل جدک وخالک واخیک شدخا یوم بدر وذلک السیف معی وبذلک القلب القی عدوی ما استبدلت دینا ولا استحدثت نبیا وانی لعلی المنہاج الذی ترکتموہ طائعین ودخلتم فیہ مکرہین وزعمت انک جئت ثائرا بعثمان ولقد علمت حیث وقع دم عثمان فاطلبہ من ہناک ان کنت طالبا فکانی رأیتک تضج من الحرب اذا عضتک ضجیج الجمال بالاثقال وکانی بجماعتک تدعونی جزعا من الضرب المتتابع والقضاء الواقع ومصارع بعد مصارع الی کتاب اللہ وہی کافرۃ جاحدۃ او مبایعۃ حائدۃ ترجمہ اے معویہ تم لوگ (آل ابوسفیان) کب رعیت کی سیاست کرنے والوں میں گنے جاتے تھے اور کب تم والی امت مرحومہ بننے کے لائق تھے نہ تم میں کوئی فضیلت اور سابقہ اسلامی نہ کوئی شرف نامی خدا شقاوت بخت کے لازم سے محفوظ رکھے میں تجھے اس بات سے ڈراتا ہوں کہ آرزو کے دھوکے کی طوالت میں نہ پڑ اور اپنے ظاہر و باطن کے اختلاف سے بچتا رہ (یہ نفاق معویہ کی طرف اشارہ ہے) اور میں تجھے جنگ کی طرف دعوت دے رہا ہوں لوگوں کو ایک کنارے رہنے دے اور تو خود لڑنے کے لیے میرے سامنے آ اور دونوں فریقوں کو جنگ کے مصائب سے راحت دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس کے دل پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور کس کی آنکھوں پر حجاب ہے کیونکہ میں ابوالحسن ہوں جسنے تیرے نانا (عتبہ) اور ماموں (ولید بن عتبہ) اور بھائی (حنظلہ) کو تلوار کی چوٹ دیکر قتل کیا ہے

اور وہی تلوار آج بھی میرے ساتھ ہے اور وہی دل میرے پاس موجود ہے اور اسی دل سے
میں اپنے دشمن سے ملاقات کرتا ہوں میں نے کوئی نیا دین نہیں بدلا اور نہ میں نے کوئی نیا نبی
اپنے لیے قرار دیا ہے اور میں اُسی اسلامی ڈھرے پر ہوں جبکہ تم نے رضا و رغبت سے چھوڑا ہے
اور جسمیں تم مجبوری سے داخل ہوئے۔ تجھے یہ خیال ہے کہ تو خون عثمان کا بدلا لینے آیا ہے اور تجھے
معلوم ہے کہ عثمان کا خون کہاں ہے وہیں اسکا انتقام اور بدلا ڈھونڈھنا چاہیے اگر تو اسکا طالب
ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جنگ سے اسطرح چیخ رہا ہے جیسے بوجھ سے اونٹ چیخنے ہیں اور
گویا میں تیرے ساتھ کے مجمع کو دیکھ رہا ہوں کہ پے در پے ضربِ شمشیر کی وجہ سے اور حکم باری کے
نفاذ اور پے در پے شکست کے سبب سے مجھے کتاب خدا کی طرف بُلا رہا ہے حالانکہ وہ کتاب
خدا کے ساتھ کافر اور اسکا منکر ہے اور بیعت شکنی اسکا شیوہ ہے" اس کلام میں چند امور کی تصریح
ہے یہ کہ آپ عتبہ کے قاتل تھے اور یہ کہ معویہ مرتدین میں شامل تھا اور یہ کہ اسکا اسلام طوعاً
نہ تھا بلکہ کرہاً تھا اسیطرح چند اخبار غیوب بھی ہیں جو انبیاء و اوصیا کے خواص کہے جا سکتے ہیں۔
یوں ہی ایک دوسرے مکتوب بلاغت اسلوب میں ہے وذكرت انك زائري في المهاجرين
والانصار وقد انقطعت الهجرة يوم اسر اخوك فان كان فيه عجل فاسترفه فاني ان ازرك
فذلك جدير ان يكون الله انما بعثني للنقمة منك وان تزرني فكما قال اخو بني اسد
مستقبلين رياح الصيف تضربهم بحاصب بين اغوار وجلمود - وعندي السيف الذي
اعضضته بجدك وخالك واخيك في مقام واحد اے معویہ تجھے خیال ہے کہ تو مہاجرین
و انصار کو لے کر میرے ساتھ جنگ کرنے آئے گا ہجرت تو اُسی دن ختم ہو گئی جس دن تیرا بھائی عمرو بن
ابی سفیان بدر میں قید کیا گیا اگر اسمیں تعجیل ہو تو ابھی آرام کر کیونکہ اگر میں تیرے پاس آؤں تو
یہ بہر حال سزا وار ہے کیونکہ خدا نے تیرے عذاب کے لیے مجھے بھیجا ہے اور اگر تو میرے پاس آیا
تو ویسے ہی حال ہو گا جیسا کہ ایک اسدی شخص نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ وہ لوگ باد سموم گرما
کی طرف منھ کیے ہوئے آ رہے ہیں جو ان کو غاروں اور پتھروں کے درمیان چھوڑ کے اور یہی سے ۔

میرے پاس وہی تلوار ہے جس نے ایک ہی دن تیرے نانا اور ماموں اور بھائی کو کاٹا تھا۔ یہ سب درست ہے کہ امیرالمومنین کے دست و بازو اور ضرب شمشیر سے جہاں اسلامی معمورات میں چراغ جلے وہاں دیار کفر میں اندھیرا تو تھا ہی سناٹا چھا گیا لیکن اس قسم کے قتل و قتال کا بغض کسی طرح عقلاً نقلاً جائز نہیں اسلیے کہ جو افراد حضرت کے ہاتھ سے مقتول ہوئے وہ فرمان اسلام سے مقتول ہوئے تھے قرآنی آیتیں حکمران تھیں پیغمبر مبلغ اور داعی تھا اور امیرالمومنین اسکے امتثال کرنے والے تھے یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص تلوار سے دشمنی رکھے اور ہاتھ کے محبت کا دعویٰ کرے در حقیقت ہاتھ ہی کے متحرک ہونے سے تلوار میں جنبش آئی ورنہ وہ کیوں چلتی یوہیں خیال کرنا چاہیے کہ امیرالمومنین ایک شمشیر یزدانی تھے جو خدا و رسول کے ہاتھ میں تھے۔ اگر وہ نہ چاہتے تو یہ تلوار کا فرد ہی نہ چلتی پھر ایسے وقت میں علیؑ سے بغض خدا اور رسول سے بغض ہے جو موجب کفر و الحاد ہے اور وہ تمام دشمنان امیرالمومنین میں عیب مشترک ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ جو لوگ دشمنان امیرالمومنین تھے وہ دشمنان خدا اور رسول بھی تھے گو وہ دشمنی خدا و رسول کا اقرار اپنے مصالح سے نہ کر سکتے ہوں چنانچہ معویہ جسے بہت سے سادہ لوح صحابی سمجھ کر واجب التعظیم سمجھتے ہیں بہت سے محققین اسکو وجہ مذکور کی وجہ سے کافر بلکہ اس سے بدتر خیال کرتے ہیں چنانچہ خارج معتزلی اپنے شرح نہج البلاغہ جزو خامس مطبوعہ ایران میں خوارج اور معویہ میں فرق ظاہر کرتے ہوئے رقمطراز ہے

وهكذا قال النبي عنهم يستحقر صلوة احدكم في جنب صلوتهم وصيام احدكم في جنب صيامهم ومعلوم ان معوية ومن بعده من بني امية لم تكن هذه الطريقة طريقتهم ولا من السنة سنتهم وانهم كانوا اهل دنيا واصحاب لهو وطرب وانغماس في اللذات وغفلة عما لا تعلق له بالدين ومنهم من هو

یہاں حال خوارج میں بیان کرتا ہے کہ پیغمبر نے یوں ہی کہا تھا کہ تمہاری نمازیں انکے نمازوں کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہونگی یوں ہی تمہارے روزے انکے روزوں کے سامنے ذلیل نظر آئینگی اور معلوم ہے کہ معویہ اور اسکے بعد والے لوگ بنی امیہ میں سے ایسے نہ تھے جنکی عبادتوں کا حال بظاہر نظر ہی میں کیوں نہ ایسا ہو بلکہ تمام یہ لوگ بڑے اہل دنیا میں سے تھے اور یہی کھیل کود اور لذات میں

بالزندقة والالحاد وقد طعن كثير من
اصحابنا فی دین معوية ولم يقتصروا
علی تفسيقه وقالوا عنه انه كان ملحداً
لا يعتقد النبوة ونقلوا عنه فی فلتات كلامه
وسقطات الفاظه ما يدل علی ذلك وروی
الزبير بن بكار فی الموفقيات وهو متهم
علی معوية ولا منسوب الی اعتقاد الشيعة
لما هو معلوم من حاله من مجانبة علی ع
والانحراف عنه قال المطرف بن المغيرة
بن شعبة دخلت مع ابی علی معوية
فكان ابی ياتيه فيتحدث معه ثم ينصرف
الی فيذكر معوية وعقله ويعجب منه
اذ جاء ذات ليلة فامسك عن العشاء
ورايته مغتما فانتظرته ساعة وظننت
انه لامر حدث فينا فقلت مالی اراك
مغتما منذ الليلة فقال يا بنی جئت من
من عند اكفر الناس واخبثهم قلت
وما ذاك قال قلت له وقد خلوت به انك
قد بلغت سنا يا امير المومنين فلو
اظهرت عدلا وبسطت خيرا قد كبرت ولو
نظرت الی اخوتك من بنی هاشم فوصلت

غرق رہنا ان کا شعار اور ان کا طریقہ تھا انکو دین کی کوئی
پروانہ تھی اور بعض ان میں ایسے بھی تھے جو زندیق اور کافر کہے
جاتے تھے ہمارے اصحاب معتزلہ میں سے بہت سے لوگوں نے
معویہ کے دین کو مطعون قرار دیا ہے اور صرف فاسق ہی نہیں
سمجھا بلکہ یہ کہا ہے کہ وہ ایک ملحد شخص تھا جسکو نبوت کا
اعتقاد نہ تھا اور یہ طعن انھوں نے اسی کے منھ کی باتوں سے
ثابت کیا ہے چنانچہ زبیر بن بکار نے موفقیات میں ذکر کیا ہے
(اور یہ شخص معویہ کی محبت میں متہم ہے شیعوں کے اعتقاد سے
اسکو کوئی مطلب نہیں کیونکہ امیرالمومنین علیہ السلام سے اسکا
انحراف معلوم ہے) کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ کہتا تھا کہ میں
اپنے باپ کے ساتھ معویہ پاس آیا میرا باپ اکثر اوقات معویہ
کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور اس سے وہ باتیں کیا کرتا تھا
اور اسکی صحبت سے پلٹ کر مجھ سے معویہ کی زیرکی اور تیزی کا ذکر
کیا کرتا تھا اور اسکی باتوں سے تعجب کیا کرتا تھا ایک رات
جب وہ پلٹ کر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ نہایت کبیدہ خاطر اور محزون
ہے یہانتک کہ اس نے رات کا کھانا بھی ترک کر دیا کچھ دیر تو
میں نے اسکا انتظار کیا کہ شاید یہ راز خود ہی کھلجائے آخرکار میں نے
یہ سوچا کہ کوئی بات ہمارے ہی متعلق پیدا ہوئی ہے تو میں نے
پوچھا کہ آج آپ کو میں کیوں متغیر اور غضبناک پاتا ہوں تو اس نے
جواب دیا کہ بیٹا میں آج کافر ترین مردم اور خبیث ترین مردم کے
پاس سے آرہا ہوں میں نے کہا کہ آخر کیا ہوا کہا کہ آج صحبت میں

ارحامهم فوالله ما عندهم اليوم شئ
تخافه وان ذلك مما يبقى لك ذكره وثوابه
فقال هيهات هيهات اى ذكر ارجو بقاءه ملك
اخوتيم فعدل وفعل ما فعل فما عدا ان
هلك حتى هلك ذكره الا ان يقول قائل
ابوبكر ثم ملك اخو عدى فاجتهد وشمر
سنين فما عدا ان هلك حتى هلك ذكره
الا ان يقول قائل عمر وان ابن ابى كبشة
ليصاح به كل يوم خمس مرات اشهد ان
محمدا رسول الله فاى عمل يبقى واى
ذكر يدوم بعد هذا لا ابا لك لا والله الا
دفنا دفنا واما افعاله المجانبة للعدالة
فظاهرة من لبسه الحرير وشربه فى انية
الذهب والفضة حتى انكر عليه ذلك
ابو الدرداء فقال له انى سمعت رسول
الله يقول ان الشارب فيهما ليجرجر فى جوفه
نار جهنم قال معوية اما انا فلا ارى بذلك
باسا فقال ابو الدرداء من عذيرى من معوية
انا اخبره عن الرسول وهو يخبرنى عن رايه
لا اساكنك بارض ابدا نقل هذا الخبر
المحدثون والفقهاء فى كتبهم فى باب

تخلیہ تھا تو جینے کہا کہ اے امیرالمؤمنین اب تو آپ کا سن آگیا اگر آپ
کچھ عدالت سے کام لیتے اور خیر گستری کرتے تو اچھا ہوتا یہ لوگ
بنی ہاشم میں سے تمہارے بھائی ہوتے ہیں اگر انکی جانب نظر رحمت
ہوجاتی اور انکا صلۂ رحم ہوجاتا تو بہت خوب تھا کیونکہ خدا کی
قسم اب انکے ہاتھ میں قابل خوف وبیم کوئی چیز باقی نہیں ہے
اور یہ ایک ایسا عمل خیر ہوگا جسکا ذکر اور ثواب تمہارے لیے
باقی اور پائندہ رہیگا۔ اس معروضہ کے جواب میں اس نے کہا کہ
یہ خیال تمہارا بہت دور ہے کس ذکر کی میں امید کروں کہ دیر
تک رہیگا ابوبکر نے سلطنت پائی عدل گستری کے کام کیے آخر
کو موت آگئی اور کچھ بھی نہوا اسکے بعد عمر نے زمام سلطنت اپنے
ہاتھ میں لی تمام سعی وکوشش کی آخرکار انکا انجام بھی وہی ہوا
اور کوئی ذکر نہ رہ گیا حالانکہ انھوں نے دس برس کام کیا بس اتنا کوئی کہتا
ہے کہ عمرؓ ذکر یہ ہے کہ ابن ابی کبشہ جناب (رسالتمآب) کا نام لیکر
پانچوں وقت پکارا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اشہد ان محمدا رسول
اللہ پھر اب کون سی ذکر کی امید واری کروں کہ میرے لیے
باقی رہ جائیگا کوئی امید نہیں مگرچہ بیٹوں کیلئے ہوا وہی کیے رہیے
بھی ہونا باقی ہے۔ یہ تو اسکے اقوال تھے اب رہگئے افعال جو
مخالف عدالت ہیں وہ حریر کے لباس پہننے سے اور چاندی
کے ظروف اور سونے کے برتنوں میں پانی پینے سے ظاہر ہیں حالانکہ
ابودرداء صحابی نے اسکو برا سمجھا اور کہا کہ میں نے پیغمبر کو کہتے ہوئے
سنا کہ جو شخص سونے اور چاندی کے ظروف میں پانی پیتا ہے وہ

الا احتياجهم على ان خبر الواحد معمول عليه في الشرع وهذا الخبر يقدح في عدالته وقدح ايضاً في عقيدته لان من قال في مقابلة خبر روى عن رسول الله اما انا لا ارى باساً فيما حرمه رسول الله ليس بصحيح العقيدة ومن المعلوم ايضاً من حاله استيثاره بمال الفئ وضربه من لا حد عليه واسقاط الحد عمن يستحق اقامة الحد عليه وحكمه برايه في رعيته وفي دين الله واستلحاقه زياداً وهو يعلم قول رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر وقتله حجر بن عدي واصحابه ولم يجب عليهم القتل ومهانته لابي ذر الغفاري وجبهه وشتمه واشخاصه الى المدينة على قتب بغير وطاء لانكاره عليه ولعنه

جہنم کو اپنے پیٹ میں کھینچتا ہو اس نقل حدیث کے بعد معویہ نے یہ جواب دیا کہ میں تو ان دونوں ظرفوں میں پانی پینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ابو درداء یہ جواب لغو سنکر پریشان ہو گئے اور کہا کہ لعنتی معویہ مجھے تجھ سے کون معذور رکھے میں تو پیغمبر کی حدیث بیان کرتا ہوں اور معویہ مجھے اپنی رائے بتلا رہا ہے میں اس زمین پر نہ رہونگا جہاں معویہ ہوگا" اس خبر کو محدثین اور فقہا نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کے احتجاج میں پیش کیا ہے کہ خبر واحد شرع میں عمل کیے جانے کے قابل ہے اور یہ خبر قادح معویہ ہے عدالت معویہ میں بھی قدح کرتی ہے اور عقیدہ معویہ میں بھی کیونکہ اسنے مقابلہ خبر رسول میں یہ کہدیا کہ میرے نزدیک اس بات میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے حالانکہ پیغمبر نے اسے حرام بتایا تھا یہ صحیح العقیدہ شخص کا کلام نہیں ہو سکتا پھر معویہ کے حال سے یہ بھی معلوم ہے کہ اسنے مال فئی پر اپنا قبضہ کر لیا اور حد اسپر جاری کی جسپر کوئی حد نہ تھی اور حد اس شخص سے ساقط کر دی جو مستحق حد تھا اور اپنی رائے سے رعیت میں حکمرانی کرتا تھا اور دین خدا میں بھی اپنی رائے کو دخل دیتا تھا اور زیاد کو اس نے اپنے خاندان سے ملا لیا حالانکہ وہ پیغمبر کے اس قول کو جانتا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ لڑکا جو عورت کے شوہر سے ملحق ہوگا اور زانی کے لیے پتھر ہے اور حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو اس نے قتل کر دیا حالانکہ ان لوگوں پر قتل واجب نہ تھا اور ابوذر غفاری کی اسنے توہین کی اور انکو جبر کہا اور گالیاں دیں اور انکو مدینہ کیطرف اس اونٹ پر چڑھا کر جو پالان تک سے بھی خالی تھا

علیاً و حسناً و حسیناً و عبد اللہ بن عباس علی منابر الاسلام و عهده الخلافة الی ابنه یزید مع ظهور فسقه و شربه المسکر جهاراً و لعبه بالنرد و نومه بین القیان المغنیات و اصطباحه معهن و لعبه بالطنبور بینهن و تطریقه بنی امیة الوثوب علی مقام رسول اللہ و خلافته حتی افضت الی یزید بن عبد الملک و الولید بن یزید المفتضحین الفاسقین صاحب حبابه و سلامه و الآخر رامی المصحف بالسهام و صاحب الاشعار فی الزندقة و الالحاد و لا ریب ان الخوارج انما برئ اهل الدین و الحق منهم لانهم فارقوا علیاً و برئوا منه و ما عدا ذلک من عقائدهم المنقول

خطا یہ تھی کہ انھوں نے اسکی منکرات کا انکار کیا تھا یوں ہی حضرت امیر المومنین اور سبطین رسول اور ابن عباس کو اسلامی منبروں پر العیاذ باللہ لعن کی نسبت کرتا تھا اور یزید فاسق کو خلافت کے لیے اپنے ولیعہد مقرر کیا تھا باوجودیکہ اسکا فسق حجاب میں نہ تھا کیونکہ وہ علانیہ شرب خمر اور گوٹیوں کے کھیل کا مرتکب تھا اور گانے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھکر طنبور سے کھیلا کرتا تھا اور اسی معویہ نے بنی امیہ کے فساق کو مقام رسالت آب پر جست کرنے کا راستہ دیا اور پیغمبر کی خلافت پر انکو متصرف کیا یہانتک کہ یزید بن عبد الملک اور ولید بن یزید تک خلافت پہونچی جو فسق و فضیحت میں مشہور ہیں ایک انمیں حبابہ و سلامہ کا مصاحب ہے اور دوسرا وہ ہے جسنے قرآن پر تیر مارے اور زندقہ و الحاد میں شعر کہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ خوارج سے جو اہل دین نے برائت کی تو صرف اسی لیے کہ انھوں نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے علیحدگی اور برائت اختیار کی اسکے سوا جو خوارج کے عقائد ہیں جیسے یہ کہ فاسق مخلد فی النار ہے یا یہ کہ حاکم ظالم پر خروج واجب ہے اور اسکے علاوہ عقائد بھی ایسے ہیں کہ اکثر اصحاب معتزلہ نے بھی انھیں اعتقاد کیا ہے تو اب کوئی چیز خوارج میں برائت کرنے کے قابل نہیں مگر یہی کہ انھوں نے امیر المومنین سے برائت کی اور معویہ تو حضرت امیر المومنین پر مکہ اور مدینہ اور تمام اسلامی شہروں جمعوں میں اور عیدوں میں منابر اسلامیہ پر العیاذ باللہ لعن کرتا تھا تو خوارج اور افعال میں دیندار نظر آتے تھے اور معویہ سے اور معویہ انکا اس امر مکروہ میں شریک تھا لہذا نتیجہ نکلا کہ یہ خوارج سے بدتر تھا) انتہی ما اردناہ اب جو کچھ بھی ریحانۂ رسول حسین ابن علی

بتخليد الفاسق في النار
والقول بالخروج على امراء
الجور وغير ذلك من اقاويلهم
فان اصحابنا يقولون بها و
يذهبون اليها فلم يبق
ما يقتضي البرائة منهم
الا برائتهم من على وقد
كان معوية يلعنه على
رؤس الاشهاد وعلى المنابر في
الجمع والاعياد في مدينة
ومكة وفي سائر مدن
الاسلام فقد شارك
الخوارج في الامر المكروه
وامتازوا عليه باظهار
الدين والتلزم لقوانين
الشريعة والاجتهاد في
العبادة وانكار المنكرات وكان
احق بان ينصروا عليه من ان ينصروا عليهم
فوضح بذلك قول امير المؤمنين
لاتقاتلوا الخوارج بعدي يعني
في ملك معوية +

علیہا السلام کے قتل کے اسباب تھے وہ اسی بدسرشت کے
پیدا کیے ہوئے تھے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے یزید سے یہ
کہدیا تھا کہ امام حسینؑ سے بہ نیکی پیش آنا یہ حکایت کہانتک صحیح
سمجھی جا سکتی ہے امام حسنؑ کو زہر دلوانے کے بعد اور وفات امام
دوم کے جشن میں نعرہ خفر امیز تکبیر کہنے کے بعد اور سب ولعن میں
دونوں نوردیدہ رسالتمآب کو شریک کرنے کے بعد کوئی عاقل
بھی اس نقل وحکایت کو صحیح مان سکتا ہے ایسا فرزند نحس و
کافر تخت خلافت نبی طاہر پر متمکن ہوا جسنے اپنے غلبہ سلطنت کی وجہ
سے پیغمبر کے افراد تبلیغ کو بالکل زمانہ سے روپوش کر دیا تھا اتنا ہی
نہ تھا بلکہ اسنے پیغمبر خدا سے انتقام لینے کی کوشش کی بدر واحد
واحزاب کے تمام کینے کربلا میں ابل پڑے جو فوجوں کے سواد کی صورت
میں نمایاں ہوئے اور نبی زادے کو مدینہ رسول سے باصرار بلوایا گیا
اُن تکلیفوں کے ساتھ جنکا بیان اس سنہ ہجری تک زمانہ نے ختم نہیں
ہو سکا اور نہ تا نفخ صور ختم ہوگا امام کو گھیرا اور جو بات پیغمبر نے اور
امیر المومنینؑ نے کبھی بنی امیہ کے ساتھ نہیں کی تھی اسکا منافہ
مصیبتوں میں کیا گیا یعنی آب رواں جو نہر علقمی میں تھا نہر
یزیدی میں نہیں وہ ذریت رسول پر بند کیا گیا مگر ان تمام
تکلیفوں اور فوجوں کے دباؤ نے امام پر یہ اثر نہ ڈالا کہ اس رجس
نجس کی بیعت کا آپ اقرار فرماتے ہ

سر داد نہ داد دست بر دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

الفاسم دیوبند اور سہیل

ظالموں کو اپنے ظلم چھپانے کی کوشش ہے

نیش عقرب نہ از پئے کیں است ✻ مقتضائے طبیعتش ایں است

القاسم دیوبندی اگرچہ صلح کل ہونے کا بزعم خود مدعی ہے مگر اہل تشیع پر جس سے انکو کوئی سروکار نہیں سالانہ کچھ باتیں جو ساغر دل کی بغض و حسد سے پر ہو جانے پر دلیل ہوتی ہیں لکھا کرتا ہے اور سہیل اس ہرزہ درائی کا اپنا فرض اسلامی سمجھ کے جواب دیتا ہے جس کا جواب الجواب دیوبندی رسالہ کے فرشتوں سے بھی محال ہوا کرتا ہے ،

اس مرتبہ بھی اس نے خود نہیں لکہ شکوری ایجنٹ بنکر ایک مضمون مدتاریخ تعزیہ کے عنوان سے شایع کیا ہے اور اسمیں دشمنان اہلبیت و رسول کو عزاداری سے یہ کہکے منع کیا ہے کہ یہ دوستان اہلبیت کا کام ہے تم کیوں اسکو کرتی ہو درمیان تحریر میں اہل تشیع پر ناجائز اور نہایت بزدلانہ حملے کیے گئے ہیں جنکا جواب ناظرین سہیل کے سامنے آئے گا ،

درحقیقت مجرم کا حق ہے اور فطرتاً اسکا فریضہ ہے کہ وہ اخفاے جرم ظلم میں ان تھک کوشش کرے تاکہ دنیا کے اوراق اُسکے مظالم کے کارنامے نہ پیش کرسکیں یہ ایک حد تک درست ہے مگر افسوس کہ فرزند رسول کا قتل اور خاندان اہلبیت کی عداوت ایسی چیز نہیں جو چھپائی جاسکے اور یہ جرم وہ نہیں جس پر دولت کے زرروزی پردے ڈال کر حقیقت بین نگاہوں کو نابینائی کا درس دیا جائے ،

القاسم تو خیر بیچارہ ہے کس شمار میں اموی دولتیں اور عباسی خزائن اسی امید ہی میں صرف کردیے گئے کہ بغض اہلبیت کے عام کرنے کے لیے معائب گڑھے گئے اور فضائل مٹائے گئے مگر تو بہ کیجیے کہیں خدائی نور پھونکنے سے بجھتا ہے ؟

وہ مظالم جو نور نظر رسول پر توڑے گئے اونکی چھپانے کی کوشش ۶۱ھ ہجری سے آجتک

ہو رہی ہے اور ہوتی جائیگی کیونکہ یہ تمام مظالم خلفا کی چوکھٹ پر یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے منتہی ہوتے ہیں ؎

"خون شہدا تمام برگردن او"

مگر اس کدوکاوش کا نتیجہ یہ ہے کہ جتنی کوشش اس کے اطفا کی کیجاتی ہے اتنا ہی اور چمکتا ہے اور جتنا ان مظالم پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور ظاہر ہوتی ہے،

چھڑائے سے نہ چھوٹے کا ارے قاتل بن لڑکا شہیدان وفا کا خون کیا دھبہ ہے کیچڑ کا

آپ ان کوششوں پر غور کریں تو آپ کو پتہ چلیگا کہ صحابہ پرست طبقے نے دنیا پرستی کے لیئے کیا کیا اور غزالی سے بھولے امام نے عزاداری کے متعلق کس ارزدے بیجا کی پر کوشش کی اور کیوں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ اپنے مظالم کی چھپانے کے لیے کیا کر رہے تھے اور کیا کر رہے ہیں، ہم پر بے جا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ شیعہ معاذاللہ خود قتل حسین کا باعث ہوے اچھا اگر ایسا تھا تو امام غزالی نے یہ عبارت جو میں پیش کرتا ہوں کیوں لکھی اسے تو چاہیئے تھا کہ وہ اور عزاداری کی موافقت کرتا تاکہ شیعوں کی کمزوریاں اور ظاہر ہوتیں مگر غضب تو یہ ہے کہ شیعوں کا فعل بھی صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جن سے شیعہ بیچارے ہمیشہ تبرا کرتے رہے، چنانچہ امام غزالی فتوی لکھتے ہیں، در صواعق ابن حجر کی میں یہ مندرج ہے:

وقال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ روایۃ مقتل الحسین والحسن وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ والتشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم"	غزالی نے کہا ہے کہ واعظ پر حسین و حسن کے قتل کا قصہ بیان کرنا یا ان جھگڑوں کا ذکر کرنا جو بین اصحاب ہوئے حرام ہے کیونکہ یہ باتیں بغض و عداوت صحابہ کا سبب ہوتی ہیں، اور ان میں طعن کا موقع ملتا ہے

اس عبارت کو دیکھو تو ظلم پرستی کی حد نظر آتی ہے اور قاتل کا پتہ چلتا ہے تمہارے

الزام سے دامن تشیع پر کوئی دھبہ نہیں آ سکتا غزالی کے اقرار اور اقوال سے صحابہ کا دامن اور اہل سنت کا گریبان رنگین نظر آتا ہے یہیں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ خاندان اہلبیت اور خانوادہ رسول کی قدر و منزلت صحابہ پرست جماعت کی نگاہوں میں کتنی تھی اور کتنی ہے، خدا کی شان جن لوگوں کی وجہ سے صحابہ صحابہ کہلائے وہی لوگ چھوڑے جاتے ہیں اور صحابہ کے دامن وصف اضافی سے تمسک کیا جاتا ہے یہ ہے وہ کور باطنی جسکے لیے جہنم ھل من مزید کے نعرہ لگا رہا ہے،

امام غزالی کے قول سے یہ بھی سمجھو کہ مجلس کی بنا آج سے نہیں بلکہ امام غزالی کے عہد میں بھی تھی جس سے نجات نہ تھی پھر جب امام غزالی کا فتویٰ گوزشتر عالشقہ سمجھا گیا تو آپکے کلام کی کیا وقعت ہو سکتی ہے،

عبارت القاسم :-

صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے حسینؑ رونا نہ پیٹنا نہ چیخنا نہ چلانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے بال نوچنا اور پریشان ہونا نہ سینہ کوٹنا نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا نہ اجتماع و اہتمام اور جزع و فزع کی ضرورت ہے نہ میت کے مدح و ذم بیان کرنے کی حاجت جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے :-

سہیل :- گو کہ سہیل نے محرم نمبر جلد (۱) و محرم و صفر نمبر جلد (۳) میں بالاستیعاب فعال و اقوال و مسلمین سے ان تمام باتوں کو ثابت کر دکھایا ہے جس پر "القاسم" کی بھی نگاہ ضروری ہو گی مگر افسوس کہ اسمیں آج تک کوئی قدح نہیں کی گئی اور پھر وہی بحث بے سود چھیڑ دی گئی جو بار ہا کی فرسودہ ہے، جن حضرات کو اسکے متعلق معلومات میں اضافہ منظور ہو اونھیں چاہیے کہ وہ سہیل کے محرم نمبر دونوں سال کے دیکھیں مگر خیر پھر بھی اسلیے کہ القاسم کی مضمون نگار کی قلعی کھول جائے اور وہ بغض اہلبیت جو ان دلوں میں جاگزیں

ہے جس پر منافقت نے حجاب ڈال رکھے ہیں ظاہر کیا جائے میں آج یہاں بھی کچھ لکھتا ہوں تعزیت کے جو معنی سمجھائے گئے ہیں اسمیں ہی منافقت کی بو آتی ہے یعنی مصیبت کا کوئی اثر نہ لینا چاہیئے صرف تین روز تک زبان سے کچھ کہدینا چاہیئے چاہے دل میں اسکے خلاف خوشی ہی کیوں نہ پوشیدہ ہو۔

دوسرے یہ بتایا گیا ہے کہ رونا نہ چاہیے ہے حالانکہ حضرت عمر کے انداز گریہ و بکا مع نوحہ و ماتم ابو شحمہ ایسے شرابی کے میت پر کتب تاریخ وغیرہ میں مندرج ہیں اور انکی ہی منع بھی ساتھ ہی ساتھ مندرج ہے حضرت عائشہ نے جب اپنے باپ کے موت پر صف ماتم بچھائی بھی تو حضرت عمر کا کوڑا اپنا کام کر رہا تھا اور جبرا ام المومنین رو کی گئی تھیں اور انھوں نے اس فعل عمر سے برا اثر لیا تھا در حقیقت اہلسنت کے مذہب کا گورکھدھندا سمجھ میں آنے کی بات نہیں آپ ملاحظہ کریں کہ اگر رسول نے کبھی اس فعل کو منع کیا ہوتا تو کیا اہلسنت کو توقع تھی یا کہ حضرت عائشہ ابوبکر کے صف ماتم بچھانے پر آمادہ ہوجائیں اگر حضرت عمر کا روکنا کچھ ایسا موثر تھا کہ یہاں ام المومنین کا فعل قابل اتباع نہیں قرار دیا جاتا اور حضرت عمر کا حکم قابل تتبع مانا جاتا ہے، حالانکہ خود حضرت عمر ابو شحمہ، زید بن الخطاب نعمان وغیرہ پر سینہ کوبی جبین کوبی مع اشک مسلسل فرما چکے تھے،

ہمیں یہ معلوم ہے کہ رونے والوں کو منع کرنا یہ محض حضرت عمر کا اجتہاد تھا جس طرح آپ اور چیزیں اپنے دل سے گڑھ کے اپنی طباعی کا ثبوت دیتے تھے جیسے رسول کے مرنے کا انکار جیسے قرآن کے الفاظ کو اور قول باری کو "تکلف" سے تعبیر کرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح منع گریہ و بکا میں بھی آپکی شقاوت قلب اور قساوت دل کا فی حصہ لیتی تھی اصحاب نبی آپ کو فظا غلیظ القلب کہا ہی کرتے تھے پھر ایسی صورت میں بھلا آپ رقت قلب کے آثار کب متحمل ہو سکتے تھے،،

آپ رسول کی موجودگی میں اپنے اجتہاد سے کام لیا کرتے تھے حالانکہ رسالتمآب ہمیشہ آپ کے اقوال و افعال کی رد فرمادیا کرتے تھے مگر آپ کی انتہائے غیرت کا یہ تقاضا تھا کہ بغیر

دخل در معقولات کیئے آپ کا کہنا ہضم نہیں ہوتا تھا چنانچہ اسی گریہ و بکائے میت کے متعلق مشکوۃ کے صفحہ ۱۴۴ اور نسائی جلد اول کے صفحہ ۲۶۱ پر یہ عبارت ہے،،

قال سمعت باھریرہ قال مات المیت	میں نے ابوہریرہ سے سنا کہ آل رسول میں سے کوئی
من ال الرسول فاجتمع نساء یبکین	مرگیا تھا تو عورتیں ماتم پرسے کو جمع تھیں اور رونا شروع
علیہ فقام عمر ینھاھن ویطردھن فقال	کیا عمر اٹھے اور انھوں نے اس رونے کو منع کیا تو رسول
رسول اللہ دعھن یا عمر فان العین	نے فرمایا عمر ایسا نہ کرو کیونکہ آنکھ گریاں ہے قلب غمزدہ
دامعۃ والقلب مصاب والعھد قریب	ہے اور زمانہ غم ابھی ابھی گزرا ہے یعنی مصیبت کو تھوڑا

ہی زمانہ گزرا ہے،

یہ میت آل رسول میں سے تھی جس پر رونے کے لیے عورتوں کا اجتماع ہوا رسول کا عہد بھی تھا رونا بھی تھا اور اجتماع بھی تھا تعزیت یوں ادا کیجا رہی تھی، مگر قبل اسکے کہ رسول کچھ فرمائیں بھلا حضرت عمر سے کب یہ باتیں دیکھی جاسکتی تھیں آپنے منع گریہ میں کوشش شروع کی اور رسول نے روکدیا،

ایسے واقعات روز ہی پیش آتے رہے اور ابوبکر کے مرنے کے بعد بھی بعینہ یہی واقعہ پیش ہوا جس کو طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے مگر باوجود اسکے کہ عہد رسول میں حضرت عمر کو اس حرکت پر روکا گیا تھا اور خود رسول نے روکا تھا مگر پھر آپنے اپنی طباعی اور قساوت قلب سے کام لیکر ام المومنین کو منع کرہی دیا اور انکو مجمع عورات کو متفرق کرنا پڑا یہ تھی حکم رسول کی متابعت اور یہ تھا صحابی خاص کا عمل جو زندگی رسول میں تو پورا نہیں ہوسکا کیونکہ رسول رد کرنے کے لیئے موجود تھا مگر انکے بعد پھر وہی کام شروع کردیا گیا اور صحابہ پرست طبقہ آج تک اسی پر عامل نظر آتا ہے،

جب آل رسول پر رونا زندگی رسالتمآب میں حضرت عمر کے نزدیک جائز نہ تھا تو فرزند رسول نور دیدہ بوتراب پر گریہ و ماتم بعد رسول اس فرقہ کے نزدیک کیونکر درست ہوسکتا ہے

ورنہ ساتھ ایسے ظالم کے ظلم کا اظہار بھی اس ماتم میں ہو،

(مجلس ماتم کی بنا رسول کی ذاکری، عورتوں کا گریہ و بکا، اجتماعی تعزیت)

وکانت امرأة سعد حازمة صنعت طعاما	سعد کی بی بی حازمہ نے کھانا تیار کیا اور رسول
ثم وجهت لرسول الله خبزا ولحما	کی لئے روٹی اور گوشت منگایا، وہ کہتی ہیں کہ ہم لوگ
..... فبینا نحن جلوس ونذکر واقعة	بیٹھے ہوئے واقعہ اُحد کا تذکرہ کر رہے تھے، اور ان مسلمین کو
احد ومن قتل من المسلمین ونذکر	یاد کر رہے تھے جو وہاں قتل ہوئے اور سعد بن ابی
سعد بن ربیع الی ان قال رسول الله	ربیع کا ذکر کر رہے تھے، یہاں تک کہ رسول نے ہم سب سے
قوموا بنا فقمنا معه ونحن عشرون	کہا کہ اٹھو ہم سب اُٹھے کوئی بیس آدمی تھے یہاں
رجلا حتی اتینا الی الاسواف فدخل	تک کہ "اسواف" تک پہونچے ہم رسول کے ہمراہ
رسول الله ودخلنا معه ..... قال	داخل ہوئے اور بغیر کسی فرش کے بیٹھ گئے اور رسول
جابر بن عبد الله والله ما ثم وسادة	نے سعد بن ربیع کا ذکر کرنا شروع کیا اور اُنکے لیئے
ولا بساط فجلسنا ورسول الله یحدثنا	دعائے رحمت فرمائی شروع کی، لوگ اُنکا ذکر کرتے
عن سعد بن ربیع ویترحم علیه ویقول	جاتے تھے اور میدان جنگ کا نقشہ اپنے بیان میں
لقد رأیت الاسنة شرعت الیه یومئذ	کھینچتے تھے اور کہہ رہے تھے کہ نیزوں کی نوکیں آج
حتی قتل فلما سمعن ذلك النسوة بکین	کے دن اُسکی طرف بلند ہوئیں یہاں تک کہ وہ قتل
فدمعت عینا رسول الله وما نهاهن	ہو گیا جب عورتوں نے اس واقعہ کو سنا تو روئیں اور خود
عن شیء من البکاء (کتاب المغازی فتوح الشام صفحہ ۱۰۸)	رسول بھی روئے اور عورتوں کو رونے سے منع نہیں فرمایا،

جناب صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ کی بکا اور قبر پدر پر مرثیہ

وخرجت فاطمة وقعدت تندب	جناب فاطمہ دولت سرا سے نکلیں باپ کی قبر پر بین فرماتی
علی قبر ابیها وتقول وا ابتاه وا رسول	تھیں اور کہتی تھیں ہائے بابا ہائے اے رسول خدا
الله وا نبی الرحمة الآن لا یاتی الوحی	اور نبی رحمت اب آج سے وحی نہ آئیگی آج سے جبرئیل

الا انقطع عنا جبرئیل للہم الحق | کا انا منقطع ہوا لے خدا تو میری روح کو رسول کی
روحی بروحہ واخذت تربۃ من | روح سے متصل کردے پھر اسکے بعد آپنے قبر رسول
تراب رسول للہ فشمتہ ثم انشات | اللہ کی مٹی لی اور اسکو سونگھا اور یہ مرثیہ فرط غم میں پڑھا
ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم | رسول کی قبر کی مٹی سونگھنے والی کو خوشبودار چیزوں کے
مدی الزمان غوالیا، | سونگھنے کی ضرورت تمام عمر نہیں

صبت علی مصائبٌ لوانھا | مجھ پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر دنوں پر
صبت علی الایام صرن لیالیا | پڑتے تو وہ سیاہ ہوکے راتسے بدل جاتے

(تاریخ اخبار الاول و آثار الاول صفحہ ۱۹۲)

حضرات اہلسنت نے جسطرح قران میں غلط فہمی سے کام لیا ہو ویسی ہی احادیث میں

جو کچھ رونے کی ممانعت کیجاتی ہے اور جس حدیث پر ان حضرات کا دارمدار ہے وہ ذیل کی حدیث ہے جو حضرت ابوہریرہ سے منقول ہو، ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ "میت پر اگر اعزہ روئیں تو عذاب ہوتا ہے سبحان اللہ قرآن کی آیت تو یوں کہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری" اور رسول کی حدیث یہ بتلائے کہ رونیوالوں کی معصیت گریہ کا بار میت پر پڑیگا اور اسکی عذاب میں اضافہ ہوگا، اسی کے معنی ہیں کہ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ خیر آباد"

حقیقت یہ ہے کہ راویان حدیث نے اپنی ذہانت کو کچھ اسطرح بیجا صرف کیا ہے اور ایسے سطحی معنوں پر نگاہ کی ہے جو کبھی رسالت مآب کا مطلب نہ تھا عرب کے بدو سے جنکو سوائے شراب نوشی اور بت پرستی کے کچھ آتا نہ تھا وہ الٰہی کلام یا نبوی اقوال کو کیا سمجھ سکتے تھے جسکا جو دل چاہا اس نے بیان کر دیا اور آج ہزاروں کی تعداد میں حدیثیں ترویج کی ہوئی نظر آتی ہیں، راویوں کو نہ موقع و محل دیکھنے کی ضرورت ہوئی نہ وقت و اقتضائے حدیث پر کبھی کوئی نظر ڈالی بس جو سنا تھا وہ بیان کر دیا، اور لوگوں نے اپنے مطلوب کے مطابق اسکا سے معانی اخذ کر لیئے اب اگر حدیث من و عن نقل کیگئی تو خیر کچھ غنیمت ہے مگر غضب

تو یہ ہے کہ دنیادار زمانوں کے ڈاکوؤں نے کافی مال و متاع حدیث کو اپنے خزانہ میں رکھا اور جھوٹے موتی اسکے قائم مقام رکھکر بازار اسلام میں بھیجدیا، یہ وہ دھوکہ ہے جس میں ایک دنیائے اسلام مبتلا ہے اور زیادہ تر وہ جرائی تارک فیکم الثقلین کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں، میں ان کے متعلق کچھ نہ کہوں گا آپ خود دیکھیں کہ اس حدیث ابوہریرہ پر خود ام المومنین نے کیونکر جرح فرمائی ہے،

في لغة الفرس عن عائشة ففي مسند
ابي داؤد الطيالسي انه قيل لها ان
ابا هريرة يقول قال رسول الله صلعم
الشوم في ثلاثة المرأة والدار والفرس
فقالت عائشة لم يحفظ ابوهريرة
لانه دخل ورسول الله يقول قاتل
الله اليهود يقولون الشوم في ثلاثة
المرأة والدار والفرس فسمع اخر الحديث
ولم يسمع اوله وهذا النظير ما اتفق
في قوله صلعم ان الميت ليعذب ببكاء
اهله عليه وهو في الصحيحين لكن
قالت عائشة انما مر رسول الله على
يهودية وهم يبكون عليها فقال صلعم
انهم يبكون وانها لتعذب ببكاء اهلها
عليها (حيوة الحيوان جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)

(فرس کا ذکر کرتے ہوئے) عائشہ سے روایت ہے کہ
ایسے کہا گیا کہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ "نحوست تین چیزوں
میں رسول نے بیان کی ہے عورت، گھر، اور گھوڑا" عائشہ
نے کہا ابوہریرہ کو یاد نہیں رہا کیونکہ رسول نے ایک
دن یہ فرمایا تھا کہ خدا یہودیوں پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں
کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت، گھر اور گھوڑا شاید
ابوہریرہ نے حدیث کا جزو آخر سُنا اور جزو اول نہیں
سُنا اور یہ واقعہ بالکل اس واقعہ کی نظیر ہے جسکو آپنے
فرمایا کہ میت معذب ہوتی ہے اگر اُسکے رشتہ دار اس پر
ماتم کرتے ہیں" اور یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے لیکن حضرت
عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول ایک دفعہ گزرے، ایک
یہودی عورت مر گئی تھی اور لوگ اسپر روتے
تھے تو آپنے کہا کہ یہ لوگ روتے ہیں اور اُسپر
عذاب میں شدت ہو رہی ہے،

وفی مسند ابی داؤد الطیالسی من حدیث الشعبی عن علقمۃ قال کنا عند عائشۃ ومعنا ابو ھریرۃ فقالت یا ابا ھریرۃ انت الذی تحدث عن رسول اللہ ان امرأۃ عذبت بالنار من اجل ھرۃ قال نعم سمعتہ عن رسول اللہ فقالت عائشۃ المومن اکرم علی اللہ من ان یعذبہ من اجل ھرۃ انما کانت المرأۃ مع ذلک کافرۃ یا ابا ھریرۃ اذا حدثت عن رسول اللہ فانظر کیف تحدث،	اور مسند ابو داؤد طیالسی میں حدیث شعبی سے علقمہ نے روایت کی ہے کہ ہم عائشہ کے پاس تھے اور ابو ہریرہ بھی تھے تو عائشہ نے ابو ہریرہ سے کہا کہ کیوں تم رسول سے یہ حدیث بیان کرتے ہو کہ ایک عورت ایک بلی کیوجہ سے جہنم میں ڈالی گئی کہا ہاں میں نے رسول سے سنا ہے، عائشہ نے کہا مومن اس سے کہیں اکرم و افضل ہے کہ اس پر ایک بلی کیوجہ سے عذاب آئے یہ بھی تو بیان کیا کرو کہ یہ معذب کافرہ بھی دیکھو ابو ہریرہ ذرا حدیث رسول بیان کرتے ہوئے خوب دیکھ بھال کر لیا کرو

(حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۴۹ م)

عن عمرۃ بنت عبد الرحمن انھا قالت سمعت عائشۃ وذکرلھا ان عبد اللہ بن عمر یقول ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ فقول یغفر اللہ لابی عبد الرحمن اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی او اخطاء انما مر رسول اللہ علی یھودیۃ یبکی علیھا فقال انھم لیبکون علیھا و انھا لتعذب فی قبرھا ھذا	عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت ہے وہ کہتی ہو کہ میں نے عائشہ کو کہتے ہوئے سنا جب اسنے یہ تذکرہ کیا گیا کہ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میت پر اسکے رشتہ داروں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے) خدا اُنکی مغفرت کرے وہ جھوٹ تو نہیں بولے مگر بیان کرنے میں یا تو بھول گئے اور یا خطا کی بیشک رسول نے ایک یہودی عورت پر یہودیوں کو روتا ہوا دیکھا کہا تھا کہ یہ روتے ہیں اور وہ عذاب میں مبتلا ہے

متفق علیہ وعن عبداللہ بن ملیکہ
قال توفیت بنت لعثمان بن عفان
بمکۃ فجئنا لنشھدھا وحضرھا ابن
عمر وابن عباس فانی جالس بینھما
فقال عبداللہ ابن عمر لعمرو ابن
عثمان الا تنھی عن البکاء فان
رسول اللہ قال ان المیت لیعذب
ببکاء اھلہ علیہ فقال ابن عباس
قد کان عمر یقول بعض ذلک
ثم حدث فقال صدرت مع
عمر من مکۃ حتی اذا کنا بالبیداء اذا
ھو برکب تحت ظل سمرۃ فقال
اذھب فانظر من ھؤلاء الرکب
فنظرت فاذا ھو صہیب قال فاخبرتہ
فقال ادعہ لی فرجعت الی صہیب فقلت
ارتحل فالحق الامیر فلما ان
اصیب عمر دخل صہیب یبکی
ویقول وا اخاہ وا صاحباہ فقال
عمر یا صہیب تبکی علی وقد قال
رسول اللہ ان المیت لیعذب
ببعض بکاء اھلہ علیہ فقال ابن

یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور عبداللہ بن ملیکہ نے
بیان کیا کہ عثمان بن عفان کی ایک صاحبزادی
مکہ میں مرگئیں ہم سب لوگ رسم تعزیت کے لیے آئے
اور ابن عباس و ابن عمر بھی تھے اور میں ان دونوں
کے درمیان بیٹھا ہوا تھا تو عبداللہ ابن عمر اور ابن
عثمان نے کہا کہ اب روتے جاؤ گے حالانکہ حدیث
رسول ہے کہ میت پر رونے سے عذاب ہوتا ہے
اس پر ابن عباس نے کہا ہاں عمر بھی کچھ ایسی ہی
کہا کرتے تھے پھر یہ واقعہ بیان کیا کہ میں عمر کے ساتھ
مکہ سے نکلا یہاں تک کہ جب میں صحرا میں پہونچا تو ایک
شخص دکھائی دیا عمر نے کہا دیکھو تو یہ کون ہے میں نے
جب دیکھا تو صہیب تھے میں نے خبر دی انھوں نے
انکو بلوایا میں نے آکے صہیب سے کہا وہ آئے جب عمر کے
خنجر لگا تو یہی صہیب روتے داخل ہوئے اور زور
زور روکے کہتے تھے ہائے میرا بھائی ہائے میرا دوست
جس پر عمر نے کہا کیوں صہیب روتے ہو حالانکہ میت
پر رونے سے عذاب ہوتا ہے ابن عباس کہتے ہیں
کہ جب عمر مرگئے تو میں نے یہ قصہ عائشہ سے کہا انھوں
نے کہا خدا عمر پر رحمت نازل کرے خدا کی قسم رسول
نے کبھی ایسی حدیث نہیں بیان فرمائی مگر ہاں یہ
کہا ہے کہ کافر کا عذاب اسکے رشتہ داروں کے

عباس فلما مات عمر ذکرت
ذلک لعائشۃ فقالت یرحم اللہ
عمر لا واللہ ما حدث رسول
اللہ ان المیت یعذب ببکاء اہلہ
علیہ ولکن ان اللہ یزید الکافر
عذابا ببکاء اہلہ علیہ وقالت
عائشۃ حسبکم القرآن لا تزر وازرۃ
وزر اخری قال ابن ملیکہ فما
قال ابن عمر شیئا (مشکوۃ کتاب الجنائز صفحہ ۱۴۳)

گریہ وبکا سے زیادہ ہوتا ہے اور کہا کہ تمھیں قرآن
کافی ہے اور قرآن میں یہ آیت ہے ایک کا
بار دوسرا نہیں اٹھاتا ابن ملیکہ کہتے ہیں
کہ ابن عباس سے ابن عمر نے یہ واقعہ
سنا مگر بولے نہیں نہ اسکی رد کی

ان روایات سے روشن ہے کہ یہ حدیث جس پر بھروسہ کر کے حضرات اہلسنت گریہ وبکا کو منع فرماتے ہیں نہ خود انکے یہاں کی کتب سے مجروح نظر آتی ہے بلکہ نگاہ منقد جناب عائشہ حضرت عمر وابوہریرہ وغیرہ کو اسمیں مجرم غلط فہمی قرار دیتی تھی حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ حسبکم کتاب اللہ حضرت عمر کے "حسبنا کتاب اللہ" کہنے کی یاد تازہ کرتا ہے اور کم از کم اتنا ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت عمر کو اس حدیث کے بیان کرتے وقت یہ آیت "لا تزر وازرۃ وزر اخری" ہرگز یاد نہ تھی اور یا اگر یاد تھی تو قوت استنباط بالکل گم تھی یا کم از کم اتنی نہ تھی کہ جتنی حضرت عائشہ میں موجود تھی،

ایک اور روایت ملاحظہ ہو جس سے معلوم ہوگا کہ عمر نے عورتوں کو گھر سے نکالا اور گریہ وبکا کی آواز رسالتمآب کی یاد میں بلند ہوئی،

روی ابن عساکر عن بلال لما نزل
بداریا من ادخل الشام رای النبی
وھو یقول ما ھذہ الجفوۃ یا

ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ بلال کہتے ہیں کہ
انھوں نے نبی کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ کیوں
بلال تم میری زیارت کیوں نہیں کرتے بلال کہتے

بلال ما لک ان تزورنی فیتنبہ	ہیں کہ میں نے یہ خواب دیکھکر مدینہ کا سفر کیا اور قبر رسول
خوبیا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ	پر آیا اور مرقد مطہر پر اپنے رخساروں کو ملنے لگا کہ حسنین
فاتی قبر النبی فجعل تمرغ خدہ علیہ	علیہم السلام آئے میں نے انکو کلیجہ سے لگایا اور بوسہ
فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمہم	دیا انھوں نے فرمایا بلال ہم تیری اذان کے
ویقبلہما فقالا نشتھی ان نسمع	مشتاق ہیں جو تو عہد رسول میں کہا کرتا تھا بلال
اذانک کنت تؤذن لرسول اللہ	یہ سنکر گلدستہ اذان پر گئے جب انھوں نے اللہ
فی المسجد فعلی سطح المسجد ووقف	اکبر کہا تو مدینہ ہل گیا اور جب اشہد ان لا الہ
موقفہ الذی کان یقف علیہ	الا اللہ کہا تو اور زیادہ اثر طاری ہوا جب اشہد
فلما قال اللہ اکبر ارتجت المدینۃ	ان محمداً رسول اللہ کہا تو سن رسیدہ عورتیں
فلما قال اشہد ان لا الہ الا اللہ	پردوں سے نکل پڑیں اور ایسا گریہ رسول
ازدادت رجتہا فلما قال اشہد	کی یاد میں ہوا کہ آج تک مدینہ میں نہ ہوا
ان محمدا رسول اللہ خرجت	تھا، (حسین کے ماتم میں عورتوں کا نکلنا بدعت
العواتق من النساء من خدورہن	ہے مگر یہاں نہیں)
وقالوا بعث رسول اللہ فما رئی	سیعلم الذین ظلموا ای منقلب
یکون فیہ البکاء اکثر من ذلک الیوم	ینقلبون،

(تنویر الایمان)

اب ناظرین ملاحظہ کریں کہ کیا اذاں ہوتی نہ رہی ہوگی اور کیا۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا نہ جاتا رہا ہوگا مگر بلال کے اذاں کہنے میں رسول کی یاد نے کچھ اور ہی اثر کیا کہ مدینہ میں کہرام برپا ہوگیا یہ حسرت اسلئے کہ بلال کی ذات دامن قرب رسول سے وابستہ تھی لہٰذا وہ ذکر رسول ہوگی لہٰذا رسول یاد آگئے اور میت پر ماتم ہوا عورتیں گھروں سے نکل پڑیں اور رسم تعزیت ادا ہونے لگی، ایسے کہا جائے کور باطنوں سے جن کی آنکھوں پر جہالت

اہلبیت اور دشمنی رسول نے پردے ڈال رکھے ہیں کہ کیا رسول جنت میں نہ تھے کیا وہ جنت میں زندہ نہیں ہیں پھر یہ کاہیکا رونا دھونا یہ کاہیکی بے صبری۔ اگر اس واقعے بدعت تھی تو خلیفہ وقت نے اپنا کوڑا کیوں نہیں اٹھایا جیسا کہ انکا معمول تھا مگر معلوم ہے کہ یہ واقعات اسوقت کے ہیں کہ جب خلفا کے مظالم کی نیو رکھی جارہی تھی اور آثار نہ مرتب نہیں ہوے تھے اور قتل حسین علیہ السلام کا تذکرہ انکے مظالم کی تمام قلعیاں کھولتا ہے لہذا اسکا ذکر بھی حرام ہے اور اسکا ذکر کرکے رونا بھی بدعت ہے،

حضرت عثمان پر ماتم

کان اهل الشام لما قدم علیهم النعمان بن بشیر بقمیص عثمان الذی قتل فیه مخضوبا بالدم باصابع زوجته نائلة اصبعان منها وشیء من الکف واصبعان مقطوعتان من اصولها ونصف الابهام وضع معاویة القمیص علی المنبر وجمع الاجناد الیه فبکوا علی القمیص مدة وهو علی المنبر والاصابع معلقة فیه	جب نعمان بن بشیر عثمان کا کرتہ جو خون آلود تھا اور انکی بی بی کی کٹی ہوئی انگلیاں اور انکا کچھ حصہ دست وغیرہ جو چیزیں کٹ گئی تھیں آدھے انگوٹھے کے ساتھ شام میں لیکر آیا تو معاویہ نے ان تمام چیزوں کو منبر پر رکھوایا اور لشکر اہل شام کو جمع کیا یہ لوگ ایک مدت تک ان چیزوں کو دیکھکر عثمان کا ماتم اور ان پر گریہ وبکا کرتے رہے، یہ کرتہ اور وہ کٹی انگلیاں مدتوں تک لٹکی رہیں
(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)	غالبًا حضرت عثمان کے لیے جنت کا یقین نہ تھا ورنہ جنت والوں پر رونا کیا؟

اب اہل نظر فیصلہ کریں کہ فرزند رسول کے عریانی جسم پر نوحہ وبکا کرنا بدعت قرار دیا جاتا ہے خاندان رسول کے قتل پر فقط اہتمام کہا جاتا ہے فرزند رسول کا سر کٹ جائے مگر نہ روؤ اور ایک اسی عورت کی انگلیاں جن خلیفہ زادوں اور اصحاب نبی کے ہاتھوں جدا ہو جائیں انپر رویا جاسے اور اسکے لیئے کرتی نتو اسے بدعت نہیں نکلتا یہ ہے بغض وعداوت خاندان

رسالت جو چھٹا ہے نہیں چھٹتا عثمان سے شخص کی قمیص پر ماتم اور بدعت نہ کہا جائے اور حسین سے مظلوم پر بکا ہو اور گناہ سمجھا جائے"

عثمان کے ازواج کی بدعت

القاسم کا کوتاہ بین نامہ نگار لکھتا ہے کہ مصیبت میں منہ پر تھپڑ مارنا اور گریہ و ماتم عورتوں کا کرنا یہ عوام کالانعام کا طریقہ ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اس مضمون نگار کے خلاف تاریخ اسلام شہادت پیش کر رہی ہے اس واقعہ سے کون شخص لاعلم ہوگا جس میں خلیفۂ ثالث کا خون اصحاب نبی نے بہایا اور عثمان کے خلاف حق عمل کا جواب تیغ سے یا اسوقت جب وہ قتل ہوئے ہیں تو نائلہ زوجۂ عثمان جو ماشاء اللہ خلیفہ کی بی بی تھیں وفراز عالم دیکھے احادیث رسول کی حافظ عمر کا عہد جھیلے ہوئے عائشہ کے صحبت فیض آثار سے مستفیض، گریہ و بکا کے نہی سے واقف، مصیبت میں منہ پیٹنے کے معاملے با خبر انکے متعلق اور اُنکے ساتھ ہی ساتھ اور عورتوں کے متعلق جو عثمان سے وابستہ تھیں، ابن ابی الحدید اپنی شرح میں صفحہ ۱۷۹ پر یہ عبارت لکھتا ہے

ولما ارادوا قطع راسہ فوقع علیہ وجتا	یعنی جب ان لوگوں نے اُنکے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اُنکی
نائلہ بنت الفرافصہ وام البنین	دونوں بیبیاں نائلہ دختر فرافصہ اور ام البنین بنت عیینہ
ابنۃ عیینہ فصحن وضربن الوجوہ	انکی اوپر گر پڑیں اور چیخیں اور اپنے منہ پیٹے

حضرت عائشہ کا گریہ اور تصویر تعزیت

ولما قتل محمد و وصل خبرہ الی	جب محمد بن ابی بکر قتل کر دیے گئے، اور اُنکی خبر موت
المدینہ مع مولاہ سالم و معہ	مدینہ پہونچی تو سالم غلام انکا کرتہ لیکر آیا تھا جب
قمیصہ و دخل بہ دارہ اجتمع	اُنکے گھر گیا تو عورتیں اور مرد تعزیت کے لیے جمع
رجال و نساء فامرت ام حبیبہ	ہوئے ام حبیبہ بنت ابو سفیان نے ایک مینڈھا بھنوایا
بنت ابی سفیان زوجہ النبی بکبش	اور عائشہ کو بھیجا یعنی اپنی سوت کو اور کہلا بھیجا

فشوی وبعثت به عائشہ وقالت	کہ تمہارا بھائی یونہیں آگ میں بھونا گیا ہے اس وجہ سے
هکذا اقد شوی اخوك فلم تاکل عائشہ	بعد سے عائشہ نے پھر کبھی بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا
بعد ذلك شواء حتی ماتت وقالت	یہاں تک کہ مر گئیں،
هند بنت الحضرمی رایت نائلة امراة	ہند بنت حضرمی کہتی ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ نائلہ
عثمان تقبل رجل معوية بن حدیج	زوجہ عثمان معویہ بن حدیج کے پاؤں چومتی تھیں اور
وتقول بك ادرکت ثاری ولما مهمت	کہتی تھیں کہ تو نے میرا انتقام لیا،
ام اسماء بنت عمیس بقتله کظمت	جب اسماء بنت عمیس والدہ محمد بن ابی بکر نے انکے
الغیظ حتی شبعت تدیاها دما و	قتل کی خبر سنی تو بہت روئیں اور سینہ کو اتنا
وجد علیه علی ابن ابی طالب جلاً	کوٹا کہ خون نکل آیا خود امیر المومنین نے بھی محمد
عظیما الخ (فی لفظهما)	کے مرنے کا بیحد غم کیا،

(حیوۃ الحیوان دمیری جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

ان تمام روایات سے گریہ و بکا کا جواز روز روشن کی طرح روشن ہے مگر کور باطن اور شپرہ چشم ہستیوں کو نہیں نظر آتا اس روایت دمیری میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں، ایک تو یہ کہ حضرت عائشہ خاص زوجہ رسول نے اپنے بھائی کا غم کیا، دوسرے یہ کہ صاحب تعزیت کو کھانا بھیجا گیا، تیسرے یہ کہ بھنا ہوا گوشت جو عائشہ نے دیکھا تو بھائی کے جسم کا بھنا ہوا گوشت ایاد آگیا اور پھر تمام عمر گوشت نہیں کھایا،

درحقیقت مصیبت کے لئے ایک مذکر کی ضرورت ہے حضرت عائشہ کے غم کا تازہ کرنیوالا یہ بھنا ہوا گوشت تھا ان افعال سے ایک اچھا خاصہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر دماغ میں عقل ہو اور عداوت اہل بیت دلوں کو کور نہ کردے،

چوتھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت عثمان کی پاکدامن زوجہ نے معاویہ بن خدیج کے پاؤں کا بوسہ لیکر اپنی انتہائی خوشی وسرور کا اظہار کیا، نہ معلوم یہ بوسہ کس کی شرع میں جائز

تھا اور خدا جانے کیونکر انکو جسارت ہوئی اس سے الملک کے عفت پر روشنی ضرور پڑتی ہے
چاہے آنچ نہ آسے وقت قتل عثمان بھی نہ معلوم کیوں لوگوں کو آپکے ؛........ پر دست
درازی کی ضرورت ہوئی اصحاب نبی کی یہ جسارت قابل نظر ضرور ہے ،
اب بنیا انصاف کرے کہ جب جناب ویہ بن خدیج ایسے خارجی کے پاؤں اس قابل ٹھہرے کہ
زوجہ عثمان احترا ما اسکو بوسہ دیں اور اسکی تقبیل فرمائیں ، جب قبور والدین و مسلمین اس قابل
ٹھہرے کہ ان پر بوسہ دینا جائز قرار دیا گیا جیسا کہ باب زیارۃ القبور میں بخاری اور اسکی شرح
فتح الباری میں درج ہے ، تو خدا کے لئے بتلایئے کہ جگر گوشہ رسول کی مرقد پر بوسہ دینے
سے کہاں کی بدعت آجائیگی ، افسوس نابیناؤں کو کفش پرستی اور قدم پرستی میں بدعت نظر
نہیں آتی چاہے وہ غیر محرم کے پاؤں کیوں نہوں اور تعزیہ کی تقبیل میں بدعت نظر آتی ہے
ماتم اور سینہ زنی محمد بن ابی بکر کی ماں حضرت ابو بکر کی بی بی نے خلیفۂ اول سے صحابی سے
سبق آموختہ نے بیٹے کے غم میں چھاتیاں کوٹیں یہاں تک کہ انکی چھاتیوں سے خون جاری ہو گئیں ، درحقیقت غم
اگر ہوتا ہے تو ایسی ہی ہوتا ہے ، ان لوگوں کو جو سنگدل ہوں اور جن کے عہد میں
رسول الثقلین کا جنازہ بے غسل و کفن چھوڑ دیا گیا اور سقیفہ میں تجدید بیعت پر مسرت کے نعرے
لگائے گئے اور ایسے شفیق اور رحمۃ للعالمین کا ماتم نہ کیا گیا تو ایسے لوگ انکے فرزند کا ماتم
کیوں کرنے لگے کاش یہ تمھارے یہاں کی روایات ہی تمھیں کچھ غیرت دین اور تم اپنے
گریبان میں منہ ڈال سکو ،

القاسم :۔ "نہ میت کے مدح و ذم کی حاجت "

سہیل :۔ اس جملہ کے لکھنے نے اس بات کو بتایا ہے کہ مرثیہ گوئی نہ کرنی چاہیے وہی
غزالی کے حکم کی تقلید اور صحابہ کے مظالم کے چھپانے کی کوشش ، مگر افسوس یہ غبار کا حکم
اسوقت نافذ تھا جب رسول کا مرثیہ صحابہ نے خود اور امیر المومنین نے کہا جو آج تک انکے
دیوان میں موجود ہے نہ اسوقت جب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا مرثیہ ہوا ... آیت

نے کہا اور پڑھا، اور سب سے زیادہ تو اسوقت کو سمجھئے حیث ادیم ممزق، پر نوحہ پڑھا جاتا تھا اور حضرت عثمان کے شگاف بطن کا مرثیہ "حسان بن ثابت" ما خواجہ سرا الاپ رہا تھا، ایسے میت کے لیئے ایسا ہی مرثیہ خوان ہونا بھی چاہیئے تھا،

اب میت کے لیئے انکے مدح وذم وغیرہ کے بیانات مرثیہ کے اعتبار سے لاحظہ کیجیئے، سید عالم کا نوحہ اوپر کی روایت میں گذرا، خیر یہ ہمارے متبوعین ہیں ہم انکا تذکرہ کیوں کریں۔ آپ حضرات کے لیڈروں کا ذکر ہونا چاہیئے تاکہ آپ کی غیرت آپکو خاموشی کا درس دے،

خفاف بن ندبہ سلمی کا ابو بکر پر گریہ او نوحہ

حضرت ابو بکر پر نوحہ خوانی — قبل اسکے کہ نوحہ خوانی کا تذکرہ کروں یہ بات قابل غور ہے کہ اہلسنت کو نزدیک میت پر ماتم کرنا گریہ و بکا کرنا بدعت ہے اور اسوقت یہ غم اور بدعت ہو جاتا ہے جب میت کے واسطے جنت یقینی اور حتمی ہو جبھی تو ایک کرباطن نے لکھا ہے اور القاسم نے چھاپا ہے۔

حسین زندہ ہیں جنت میں چین کرتے ہیں — حسد ہے انسے جنھیں اشور وشین کرتے ہیں
خوشی سے انکی جو خوش ہیں وہ غم کرتے ہیں ادا — جو اس سے جلتے ہیں وہ ان پہ بین کرتے ہیں

اب اس سے قطعہ کے بعد اس بات پر غور کیجیئے کہ بھلا رسول کے جنتی ہونے میں کسکو شبہ ہو سکتا ہے اور ان کے شاد کام ہونے میں کسکو شک ہو سکتا ہے پھر باوجود اس یقین کے حضرت ابو بکر کا غم موت رسول پر ملاحظہ کیجیئے ایسا غم فرمایا کہ خود بھی جان بحق تسلیم ہو گئے چنانچہ جلال الدین سیوطی اپنے تاریخ کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں،

قال کان سبب موت ابی بکر وفاۃ رسول — مورخین نے کہا کہ ابو بکر کے مرنے کا سبب محسن اللہ نما زال حبیبہ یجزی حتی مات — وفات رسول تھی یہ اسی غم میں گھل گھل کے مر گئے

بھلا آپ ہی بتایئے احد سے جو شخص رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر فرار کرے اور اپنی جان بچائے وہ رسول کے مرنے سے اتنا غمگین ہو کہ انتقال کر جائے،

مرا بادہ رطمی آبرو روئے اعتقاد

اب تو صرف ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳

قال خفاف بن ندبہ السلمی یبکی یا بکر — خفاف بن ندبہ سلمی ابو بکر پر روتے ہیں

لیس لحیٍ فاعلمنہ بقاء — وکل دنیا امرھا للفناء

کسی زندہ کے لئے دنیا میں بقا نہیں اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے

ان ابا بکر ھو الغیث اذا — لم تزرع الجوزاء بقلا بماء الخ

ابو بکر کی مثال ابر باراں کی ہے اسوقت جب آسمان پانی سے بخل کرے

یہ متعدد شعر ہیں طول کلام کی وجہ سے ترک کرتا ہوں اگر مدح یا ذم میت بدعت تھی تو حضرت عمر تو ماشاء اللہ بقید حیات تھے کیوں نہ اس مرثیہ کو کو روکا،

عاتکہ بنت زید کا ماتم اور مرثیہ عمر کے لئے

یا عین جودی بعبرۃ — ولا تملی علی الامام النجیب — اے آنکھ رو اور چیخ کر آنسو بہا اور امام مصلوب یعنی عمر پر رونے سے نہ تھک، ہمکو موت نے

فجعتنی المنون بالفارس المعلم — یوم الھیاج والتانیب — اسکے متعلق صدمہ دیا جو میدان جنگ کا بہادر تھا (کیا کہنا احد وغیرہ میں کیسے کیسے کارنامے دکھائے) یہ شخص دین کی مددگار مصیبت زدہ لوگوں

عصمۃ الدین والمعین علی الدھر — غیث الملھوف والمکروب — کا فریاد رس تھا صاحبان مصیبت اب کہدو کہ وہ مرجائیں کیونکہ موت نے پیپالہ پلایا اور اہل مصیبت کے لئے کوئی مددگار نہ رہا،

قل لاھل الضراء والبؤس موتوا — اذ سقتنا المنون کاس شعوب

یہ مرثیہ عمر کی بھتیجی کا ہے اسمیں گریہ وزاری کا عالم، مدح میت وغیرہ کا تذکرہ ہے جو حضرات اہلسنت خصوصاً اس مرزاپوری کے نزدیک بدعت ہے،

یوہیں عثمان بن عفان کے مراثی ہیں جنکو کتب سیر و تاریخ نے لکھا ہے جنمیں کا سب سے بہترین مرثیہ کعب بن مالک کا ہے جیسا کہ جلال الدین سیوطی نے صفحہ ۱۶۳ بھی ذکر کیا ہے جسمیں کا یہ شعر ہے؛

فکف یدہ یدہ ثم اغلق بابہ وایقن ان اللہ لیس بغافل

اس نے اپنا ہاتھ روکا اندر دروازہ بند کرلیا اور اسکا یقین کیا کہ خدا غافل نہیں

القاسم:۔ تیسرا شخص معزالدولہ ہے جس نے اٹھارہویں ذوالحجہ کو عید غدیر منانے کا عام حکم دیا،،

سہیل:۔ پہلا وہ شخص جس نے عید غدیر منانے کا عام حکم صحابہ و تابعین کو دیا وہ شیعہ ہے جسکا نام محمد مصطفےٰ اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ہے سنیوں نے رسول کے خلاف شروع ہی سے کوششیں کیں اور آج تک کرتے چلے آتے ہیں۔ اس مفصل بحث کو سہیل جلد ایک دو دو تین غدیر منبر میں دیکھو اگر کچھ جواب ہو تو لاؤ ورنہ

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند سگ را بگو کہ خشم تو با ماہتاب چیست

القاسم:۔ پھر اس کے بعد حکم دیا کہ یہ لوگ غم حسین میں دوکانیں بند کریں، خرید و فروخت سے باز رہیں، سوگ کے کپڑے پہنیں، زور سے واویلا کریں عورتیں بال کھولیں، منھ پر خاک ملیں کپڑے چاک کریں، منھ پر طمانچے ماریں لوگوں نے اسکی تعمیل کی اور اہل سنت اسکی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا،

سہیل:۔ کیوں جناب اس بدعت سیئہ کے مٹانے میں آخر اہل سنت نے کیوں کوشش نہ کی شیعہ اگر غالب تھے تو اہلسنت نے حق پر لڑ کے جان کیوں نہ دیدی، خیر اصل مقصود تو اسوقت یہ ہے کہ جناب کے نزدیک جو کچھ احکام معزالدولہ نے غم حسین میں جاری کئے وہ ناجائز تھے اور خلاف شرع و اسلام تھے مگر اگر جناب عربی عبارت کی کوئی سطر پڑھ سکے تو آپ کو نظر آئے گا کہ جو کام شیعوں نے فرزند رسول کے لیئے عزاداری کے اعتبار سے کیا ہے وہی بات سنیوں نے امتیوں کے لیئے کی یہاں ہم نص رسول و قرآن ایسا کرتے ہیں مگر اہل سنت اپنے لئے کوئی تمسک نہیں ثابت کرسکتے، المختصر ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۳ احوال مسترشد باللہ خلیفہ سنیاں،

سنیوں کا ماتم سینہ زنی انکی عورتوں کا غم میں باسر نکلنا منھ پر طمانچہ مارنا بال نوچنا سینہ کوٹنا منھ پر خاک اڑانا وغیرہ وغیرہ

ثم وقعت الوحشة بين الخليفة ومسعود فخرج بقتاله فالتقى الجمعان وغدر بالخليفة اكثر عسكره فظفر به مسعود واسر الخليفة وخواصه فحبسهم بقلعة بقرب همدان فبلغ اهل بغداد ذلك فحثوا في الاسواق التراب على رؤسهم وبكوا وضجوا وخرج النساء حاسرات يندبن الخليفة ومنعوا الصلواة والخطبة

اسکے بعد خلیفہ و مسعود کی کدورتیں بڑھیں اور مسعود مجادلہ کے لیئے نکلا لشکر آپس میں لڑے اور خلیفہ کے لشکر والوں نے ان سے دغا کی (جیسا کہ سنیوں کا قاعدہ ہے) لہذا خلیفہ کو شکست ہوی اور مسعود نے اسے اور اسکے مقربین کو قید کرلیا جب اہل بغداد کو یہ خبر پہونچی تو ان لوگوں نے سر بازار سروں پر خاک ڈالی اور ماتم و نوحہ و بکا شروع کیا عورتیں برہنہ سر نکل پڑیں اور خلیفہ پر ڈارھیں مار کر رو رہی تھیں، صلوۃ وخطبہ بھی اس غم میں بند ہوگیا تھا،

اب ذرا دیکھنے والے انصاف کریں کہ ایک نام نہاد خلیفہ اور امتی کے لیے اہلسنت اور انکی عورتوں نے سر کھولے خاک اڑائی ماتم کیا اور پھر صرف خلیفہ قید کرلیا گیا تھا قتل عمل میں نہیں آیا تھا، اور شیعہ جب فرزند رسول کے قتل پر غم کرتے ہیں یا مراسم عزاداری بجالاتے ہیں تو بدعت کہا جاتا ہے اور سالانہ مضامین شایع ہوتے ہیں۔ یہ سب ہے بغض اہلبیت رسول وخاندان رسول جو سنیوں کے دلوں میں کفر کی طرح مضمر ہے،

فهجموا على الخليفة في خيمته فقتلوه وقتلوا معه جماعة من اصحابه فما شعر بهم العسكر الا وقد فرغوا من شغلهم فاخذوهم فقتلوهم وجلس السلطان للعزاء واظهر المساءة بذلك فوقع النحيب و

خلیفہ پر اسکے خیمہ میں لوگوں نے حملہ کیا اور اسکو قتل کیا اسکے ساتھ ہی اسکے اصحاب کو بھی اس واقعہ کا علم لشکر کو نہیں ہوا مگر اس وقت جب دشمن اپنے شغل سے فارغ ہوا غرضکہ انکا قتل و قمع ہوا اور بادشاہ تعزیت کے لیئے او

والبکاء وجاء الخبر الی بغداد فاشتد ماتم پرسے کے لیئے بیٹھا گر یہ و بکا کا شور بلند ہوا
ذلک علی الناس وخرجوا حفاۃ مخزونین اور بغداد میں یہ خبر پہونچی یہ امر لوگوں کے لیئے بہت
ثیابھم والنساء ناشرات الشعور یلطمن رنج دہ ہوا ایسا کہ اس غم میں وہ برہنہ پا اپنے کپڑے
ویقلن المراثی لان المسترشد کان محببا فیھم پھاڑتے ہوئے نکل پڑے اور عورتیں سر برہنہ بال
کھولے ہوئے نکلیں اپنے رخساروں پر طمانچے مار رہی تھیں اور مرثیہ پڑھ رہی تھیں کیونکہ مسترشد
اللہ خلیفہ بہت محبوب تھا ۔ یہ ہے وہ بدعۃ جو سنیوں کے یہاں جائز ہے ۔

اب تو یہ بات بالکل آشکار ہے کہ اہلسنت کو چونکہ خاندان رسالت سے عناد ہے اور چونکہ
اس عزاداری سے مظالم خلفا کا اظہار ہوتا ہے لہذا وہ فرزند رسول کے لیئے عزاداری جائز
نہیں مان سکتے اور خلفاء کے لیئے کرتے ہیں جیسا کہ اوپر گذرا ۔

شکر ہے کہ ان سب کے جواب قولاً و فعلاً انھیں کی کتابوں سے ظاہر کر دیئے گئے
اور نتیجہ ارباب بصیرت کو پتہ چل گیا کہ سنیوں کی کارروائیاں عداوت اہلبیت
پر مبنی ہیں

یہ ماتم جو مسترشد باللہ کا ہوا اگر بقول مخاطب یہ چیزیں بدعت تھیں یا خلاف اسلام تھیں تو
اسوقت کے موجودہ علما نے بتاسی خلافتاب حضرت خلیفۂ ثانی کیوں نہیں روکا حالانکہ ایک
کثیر تعداد حسب ذیل علمائے اہلسنت کی اسوقت موجود تھی ۔

(۱) شمس الائمہ ابو الفضل امام الحنیفہ (۲) ابو الوفا ابن عقیل حنبلی (۳) قاضی القضاۃ ابو الحسن
دامغانی (۴) ابن طبیبۃ المقری (۵) ابو علی الصدفی الحافظ (۶) ابو نصر قشیری (۷) ابن
القطاع اللغوی (۸) محیی السنہ بغوی (۹) حریری صاحب المقامات (۱۰) میدانی صاحب
الامثال (۱۱) ابو الولید بن رشد المالکی (۱۲) امام ابو بکر طرطوسی (۱۳) ابو علی الفارقی الشافعی
(۱۴) ابن الطراح نحوی وغیرہ وغیرہ

ہم تاریخ میں رونے اور منہ پیٹنے کے واقعات تو دیکھتے ہیں مگر ان علما کا فتوائے بدعت نہیں

کہیں نظر نہیں آتا کیا جسوقت کسی کا ماتم کیا جاتا ہے تو بدعت رخصت ہو جاتی ہے اور جب فرزند رسول کا ماتم کیا جاتا ہے تو بدعت آجاتی ہے۔ اللّٰھم عاد من عاداھم ہمیں معلوم ہے کہ تم یہ ہو کہ اگر کبھی تم نے فضائل اہلبیت کا نشر اپنے فائدہ کے لیئے چاہا بھی ہے تو تمہیں حق پرستی نے روکا اور ناحق کوشی نے منع کیا جسکی شہادت ذیل کا واقعہ دے گا،

وفیھا عزم المعتضد علی لعن معاویہ اس سن میں معتضد نے لعن معاویہ کے نشر کا قصد
علی المنابر فخوفہ عبد اللہ الوزیر من اضطراب کیا کہ وہ منبروں پر پڑھا جائے عبید اللہ وزیر نے منع کیا اور
العامۃ فلم یلتفت وکتب کتابا فی ذلک کہا کہ اس سے عام لوگ بگڑ جائینگے معتضد نے یہ
ذکر فیہ کثیرا من مناقب علی ومثالب بھی کیا تھا کہ مناقب علی علیہ السلام اور معائب معاویہ
معاویہ فقال القاضی یوسف نا سمع کو لکھوایا تھا قاضی یوسف نے کہا جب لوگ اس طرح
الناس ھذا من فضائل اھلبیت کانوا سنیں گے تو وہ انکی طرف مائل ہو جائینگے یہ بات
الیھم امیل فامسک المعتضد عن ذلک معتضد سمجھا اور اپنے اس فعل سے باز رہا،

اس سے معلوم ہوا کہ فضائل اہلبیت چھپانے کی وجہ یہی تھی کہ دنیا انکی طرف مائل نہو جائے اور انکا حق انکو مل جائے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاویہ پر صرف اہل تشیع ہی لعنت نہیں کرتے

اس طویل مضمون سے ثابت ہوا کہ میت پر رونا نوحہ و بکا کرنا فعل مرسلین بھی تھا اور فعل اصحاب خلفا بھی جنکی تفصیل میں دے چکا، رہگیا دلدل، علم وہ بھی انھیں تبرکات کی شبیہ ہے، جب عائشہ کا پردار گھوڑا اور انکی گڑیاں اور نقل محمل عائشہ جن میں باجا بجتا ہوا جاتا ہے اور مصر سے مکہ آتا ہے قابل خوردہ گیری نہیں تو تم کس منھ سے ان عزاداری کی چیزوں پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ اسکے لیئے شواہد ونصوص احادیث بھی موجود ہیں یوہیں اگر اپنے اولیاء اللہ کے مزاروں پر عرس شریف کو دیکھو تو تمھیں خوشی کی بدعتیں دکھائی دیں جہاں بقول تمھارے سوا پاکدامن کسبیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا

اب تھا مایہ اعتراض کہ مجلس سید الشہداء پہلے پہل یزید کے محل میں ہوئی اور عزاداری نے یزید کے گھر میں جنم لیا، یہ اسقدر لغو اور بیہودہ اور تعصب میں بھرا ہوا اعتراض ہے جسکو اہل عقل مضحکہ کے سوا یا سفاہت کے علاوہ کچھ خیال نہیں کرتے

عزاداری کے لیے گھر کی تو کوئی خصوصیت نہیں، اس امر کو دیکھو کہ عزاداری کرنیوالے کون تھے وہی تھے جو پروردۂ آغوش رسول و امام تھے کیا آسیہ کا فرعون کے گھر مین توحید قبول کرنے سے توحید اس قابل ہو جائیگی کہ اسکی طرف معترض سا سفیہ نگاہ ذلت سے دیکھے، کیا اسلام کو اس لیے ترک کر دینا چاہیے کہ وہ کافروں کے گھر میں پہلے اترا کیونکہ بقول آپکے سب سے پہلے حضرت ابوبکر سے ... پر عرض کیا گیا اور اسکے بعد حضرت عمر کی بہن جو کافرہ تھیں اور اسکے بعد عمر جو اسلام اور بانی اسلام کے سب سے زیادہ دشمن تھے شرم کرو شرم لو، خدا سے ڈرو دیکھو کہ جس گھرانے کے تم دشمن ہو وہ خدا کی نگاہوں میں محبوب ترین ہے

گریہ رسول کی روایت

شبلی نعمانی سیرۃ النبی صفحہ ۳۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے بعد آپ جب مدینہ میں تشریف لائے تو گھر گھر شہیدوں کا ماتم برپا تھا، مستورات اپنے اپنے شہیدوں پر نوحہ کر رہی تھیں یہ دیکھکر آپکا دل بھر آیا اور فرمایا (حمزہ) عم رسول اللہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں،

ایک بار ایک صحابی اپنی ایک جاہلیت کا قصہ بیان کر رہے تھے، کہ میری ایک چھوٹی لڑکی تھی، عرب میں لڑکیوں کے مار ڈالنے کا کہیں دستور رہتا تھا میں بھی اپنی لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیا، وہ ابا ابا کہکے پکار رہی تھی اور میں اُس پر مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا، اس بیدردی کو سنکر آنحضرت صلعم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، آپنے فرمایا کہ اس قصہ کو پھر دہراؤ ان صحابی سے نے یہ دردناک واقعہ پھر بیان کیا آپ بے اختیار رو دیے، یہاں تک کہ روتے روتے محاسن مبارک تر ہو گئی،

(نوٹ)، غالباً یہ صحابی حضرت عمر ہیں جنکا نام چھپا لیا گیا ہے،

ماہ محرم وصفر کے لئے کارآمد کتب کا بہترین ذخیرہ

مقتل سادات

اُن انصار حسینی اور جانباز پروانوں کی مکمل سرگذشت جنہوں نے دوپہر میں شمع امامت پر اپنے آپ کو قربان کرکے گنج شہیداں کو پُر کردیا۔ الفاظ میں زندہ جاوید تصویریں دیکھئے۔ تمام ہندوستان میں اپنی شان کی پہلی کتاب۔ ہدیہ صرف عہ

چمنستان محمد پر خزاں

انصار کے بعد اہل بیت فاطمہ کی وہ عالیشان قربانیاں جن میں سے ایک ایک قربانی ذبح عظیم کی مصداق ہے اس پر بھی عام شیعیان ہند کا فتویٰ ہے کہ اسوقت تک ہندوستان اور اپنے رنگ میں پہلی کتاب ہے ہدیہ صرف عہ

مجلدات مراثی

مراثی انیس جلد اول عہ دوم عہ سوم عہ چہارم عہ ششم عہ
مراثی دبیر جلد اول عہ دوم عہ سوم عہ چہارم عہ ششم عہ ہفتم عہ نہم عہ
مراثی مونس اول عہ دوم عہ سوم عہ چہارم عہ پنجم عہ ششم عہ مراثی نگار عہ
جدید مرثیے بے نقط مرثیہ عہ انتخاب المراثی ۵ر خوان رحمت عہ

اشک غم

عام طور پر سوز خوانی اور خصوصیت سے مجالس زنانی کے لئے بے بہا نسخہ۔ اور جگر خراش مراثی کا مجموعہ مرتب کیا گیا ہے قیمت ۱۰ر

قلزم غم

ذوالفقار ماتم اور معراج النثر وغیرہ کتب کی طرز پر نظم ونثر میں حدیث خوانی کی بہترین کتاب قیمت ایک روپیہ

سفینۃ الشہدا

نظم ونثر کی کتب میں یہ کتاب لاجواب اپنا مثل ونظیر صفحۂ عالم پر نہیں رکھتی اگرچہ اس کے مصنف نے سلک غم وغیرہ کئی کتابیں لکھیں لیکن اس کی خوبی صرف اسی میں ہے کہ نثر کا ہر فقرہ ایک جوہر آبدار اور نظم کا ہر شعر در شاہوار ہے مراثی کے بند جہاں آگئے ہیں ان میں ایسا انتخاب کیا ہے کہ کوئی سامع خراج تحسین لئے بغیر نہیں رہتا۔ کاغذ لکھائی چھپائی ہر چیز اس کی شایان شان رکھی ہے۔ ضخامت ۴۰۰ صفحات قیمت صرف ۱۰ر

تذکرۃ الطاہرین

مصائب خامسِ آل عبا میں تحقیقی روایات کا وہ مجموعہ جو تقاریظ ودستخطہائے علماء سے مزین ہے قیمت عہ

ثبوت شہادت

منکرین عزائے امام مظلوم کے عقیدۂ باطلہ کے خلاف کتب صحیحین سے جناب رسالت مآب کا اس غم میں قبل از وقت رونا اور غمو پریشان ہونا وغیرہ ثابت کیا گیا ہے قیمت ۵ر

امت یزید

کچھ عرصہ سے نجدی پروپگنڈا کے زیر اثر ہندوستان میں یزیدیوں کی نسل سگ وخوک کی طرح نشو ونما پا رہی ہے اور طاعونی جراثیم کی طرح پھیلتی جا رہی ہے اس رسالہ میں اسی ملعون فرقے کے اعتراضات اور اعتقادات کا اس طرح رد کیا گیا ہے کہ اس شجر ملعونہ کی کما حقہ بیخکنی ہو جائے اور پھر کوئی نئی کونپل اس میں پھوٹنے نہ پائے قیمت ۵ر

عین البکا چہل مجلس وہ مجالس

نواب مستطاب عالیجاہ سرکار السید عطاء اللہ خان صاحب مرحوم ومغفور اعلی اللہ مقامہ رئیس اعظم دہلی کی یہ وہ پُرخلوص کتاب ہے جس کی ضرورت متعدد بار چھپنے پر بھی آجتک ملک میں اسی طرح باقی ہے جس طرح روز اول تھی۔ ہر مجلس کے شروع میں ایک منثور ثنا اور آخر میں حسب حال ایک دو مرثیے درج ہے قیمت ۱ر

مجموعہ رباعیات

جیبی تقطیع پر آٹھ سو انتخابی رباعیات کا وہ مجموعہ ہے جس میں ہر قسم کی مختلف اور جدید رباعیاں درج ہیں یہ مجموعہ مرثیہ خوانوں کی جان ہے قیمت

مجموعہ مخمسات

یہ مجموعہ ان شاعرانہ جذبات وروایات بزم عزا وبزم ماتم کا مرقع ہے جو ایک طرف اہل بزم میں صدائے احسنت کا غل شور پیدا کردیتی ہیں اور دوسری طرف جواہرات اشک غم حسین سے رومال سیدۂ عالم کو بھر دیتی ہیں قیمت ۱۲ر

یہ اور جملہ کتب مطلوبہ

مینیجر مطبع یوسفی دہلی سے منگایئے

سفوف مسیحا دافع جریان ضعف و مقوی اعصاب

چونکہ عوام جریان سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہمکو یہ بتانا ضرور ہے کہ جریان کیا چیز ہے اور اس سے کیسے مہلک امراض تک نوبت پہونچتی ہے تاکہ جن حضرات کو یہ مرض بدہو وہ ایک بکس سفوف مسیحا ہم سے طلب کر کے استعمال کریں۔ جریان کو عربی میں سیلان اور ہندی میں پرمیہ یا پرموت اور دھات بہنا کہتے ہیں اور دھات ایک جوہر نفیس ہے جس کا ہر قطرہ خون کے دس قطروں سے بنتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کو انسان کا جوہر راست کہنا زیبا ہے کیونکہ یہی تمام خواہشوں کا بادشاہ جسمانی طاقت کا نگہبان دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ تمام حسینوں میں حسن اسی کی بدولت حسین ثبت ہوئے ہیں اور جسقدر اس میں نقص ہوتا ہے اسی قدر رنگ روغن چہرہ رونق طبیعت میں بشاشت دلکی فرحت میں فرق آجاتا ہے علامات جریان حسب ذیل ہیں۔ بعد پیشاب اور کبھی قبل پیشاب اور کبھی پیشاب کیساتھ یا حالت قبض میں دھات کا خارج ہونا۔ دھات کا پتلا ہوجانا اور کبھی کبھی احتلام مگر جب خواہش نفسانی سے حرکات بیہودہ [illegible] وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو اول مثانہ کی حالت بگڑ جاتی ہے یعنی حالت بول (پیشاب کرتے میں) گرمی اور رنگ کا معلوم ہونا پیشاب میں سوزش بار بار پیشاب کا ہونا سرعت انزال کی لذت نوش ہو کر ٹھہر کر زائل ہو جانا۔ درد کمر ہتھیلیوں اور تلووں کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا کمزور پیدا ہونا پنڈلیوں کا کھنچنا دوران سر سستی کاہلی۔ بندش کی مرض بڑھتے بڑھتے سخت امراض مثل مرگی لقوہ فالج۔ گٹھیا۔ جنون تپ شدید وغیرہ لاحق ہو جانا پہنچاتی ہے ہم نے بغرض رفاہ عام یہ سفوف صرف ہندوستانی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہے معدنیات سے بالکل پاک ہے جس سے جزو بدن [illegible] نقصان نہیں یہ سفوف جریان کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا [illegible] تمام اعضاء رئیسیہ کی خرابیوں کو رفع کرنا اور ان کے فعل کو قوی کرنا۔ عضو مخصوص کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے منصبی کام کے لئے آمادہ کرنا۔ نامردی ضعف مثانہ ضعف اعصاب ضعف دماغ۔ جگر و معدہ [illegible] اصلاح قلب کیلئے بمنزلہ تریاق ہے۔ طاقت جوانی پیدا کرنے کے لئے اکسیر ہے [illegible] استعمال کیلئے نہ کسی موسم کی قید نہ زیادہ پرہیز کی ضرورت۔ قیمت فی بکس بتیس خوراک تین روپیہ ۳ /

فہرست کارخانہ حسب الطلب روانہ کی جاتی ہے

المشتہر مرزا سجاد حسین عطار مالک دواخانہ معین العلاج نئی کوٹھی وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

الکاظم تاریخ امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام ۶ /

ہدم الاساس تحقیق

حدیث قرطاس ۵ /

تشریح الاحکام شرح میراث و ہبہ و وصیت

شرایع الاسلام عمر

سہیل یمن جلد اول و دوم

کی اگر ضرورت ہو اور دینی مجاہدات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجئے

مجلد چار روپیہ للعہ

غیر مجلد سے

محصول بذمہ خریدار

سہیل یمن جلد اول

پہلا نمبر دفتر میں بالکل باقی نہیں حضرات نوٹ کر لیں۔ اگر کوئی صاحب نمبر مذکور عنایت فرمانا چاہیں تو وہ دفتر سے آٹھ آنے کے ٹکٹ وصول فرما سکتے ہیں۔

نوٹ جو حضرات دو خریدار فراہم کر کے انکا چندہ دفتر میں بھیجدینگے انکو سہیل جلد اول بلا قیمت حاضر کیا جائیگا

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ایڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل من وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنو طبع کردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ ہجری کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہ ہوگی
(۳) سہیل جملہ خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریداروں کے پاس کسی وجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ [illegible] تک دفتر میں اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جائیگا اسکے بعد ۴ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال عہ [illegible] ششماہی [illegible]
(۶) بلہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام [illegible] مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل [illegible] لکھنو ہونا چاہیئے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر [illegible] سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار [illegible] تو بصد امتنان شائع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ ایسے کام میں [illegible] حمایت اور مذہبی وقومی [illegible] توسیع [illegible] کرنا ہے لہذا وہ بغیر قیمت [illegible] حاضر خدمت نہوگا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) [illegible] وقت [illegible] ناممکن [illegible]
(۱۱) جو طلب ہو رسید [illegible] کا ٹکٹ آنا چاہیئے
(۱۲) مضامین [illegible] طبع ہونے [illegible] اڈیٹر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض مقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲۔ معاندین اسلام [illegible] مخالفین مذہب شیعہ کے [illegible] کا جواب
۳۔ تبلیغ اخلاق اسلامی کا نشر
۴۔ مسلمانوں [illegible] مذہبی اور [illegible] ملکی معاملات پر جو [illegible] متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵۔ حضرات [illegible] معصومین علیہم السلام کے علاوہ [illegible] سوانح کا نشر۔

مشتہرین

[illegible] رسالہ میں [illegible] ملاحظہ فرمائیں

تعداد اشاعت	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلیے	للعہ	[illegible]	[illegible]
چھ ماہ کیلیے	عہ	عہ	معہ
تین ماہ کیلیے	عہ	سے	للعہ
ایک ماہ کیلیے	صہ	سے	عا

[illegible] صاحب کی [illegible] کی [illegible] صفحات [illegible] ذکتابت [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] پیشگی آنا چاہیے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بہرہ عمری کہ بے یاد علی نفس بہ نفس گوشہ نشین شد [illegible]

نیرت اللہ [illegible] [illegible]



اطلاع

یہ رسالہ محض احقاق حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جسکا نتیجہ حفظ افراد مذہب ہے

کسی کی توہین کیلئے اگر کبھی کسی کو اس سے دل آزاری کا خیال ہو تو اسکے دیکھنے کیلئے یہ شائع نہیں کیا گیا

سہیل یمن

محبت شہ مردان مجو ز بے پدری ✲ کہ دست غیر گرفت است پائے مادر را

جلد ۳ ◯ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۶ھ مطابق جون ۱۹۲۸ء ◯ نمبر ۳

فہرست مضامین

معرکۃ القلم

دشمن رسول کا ہذیان

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو سہیل نمبر ۱ و ۲ جلد ۳

عبارت، النجم سہیل نے اسکے بعد چند کتابوں کے نام گنائے ہیں کہ ان میں شیعوں کا یہ افترا موجود ہے،

سہیل (جھوٹے پر لعنت) بلکہ یہ لکھا ہے کہ ان کتابوں میں شیعوں کا یہ اعتراف موجود ہے تقیہ سے تو آپ گھبراتے ہیں کہ جھوٹ ہے لیکن صریح جھوٹ کا سونھ پر غازہ لگانے میں شرم نہیں آتی،

عبارت النجم، ان کتابوں میں صحیح بخاری کا نام بھی نہیں ہے مجھے تعجب ہے کہ سہیل نے بجائے مسلم کے بخاری کی روایت کیوں نہ نقل کی،

سہیل صرف اسلیئے کہ حکایت اسلامی تھی اور یہ برسلے نام مسلم تھا شاید اسلامیوں کے نزدیک اسکی روایت مسلم ہو، اور بخاری میں اتنی بات بھی نہ تھی لیکن اگر آپ بخاری ہی کی روایتوں سے خوش ہیں تو میں اسے بھی اس صحیفہ تابندہ میں لکھتا ہوں فانظر الی ما قال ونقول،

کتاب العلم میں ہے حدثنا یحییٰ بن	ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے
سلیمان قال حدثنی ابن وھب قال	وہب نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ مجھسے یونس نے
اخبرنی یونس عن ابن شھاب عن	ابن شہاب سے روایت کی انھوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ
عبید اللہ بن عباس قال لما اشتد	بن عباس سے روایت کی وہ کہتے ہیں جب پیغمبر کا مرض
بالنبی وجعہ قال ایتونی بکتاب اکتب	شدید ہوا تو آپنے فرمایا کہ مجھے کاغذ دو تو میں تمھارے
لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان	لیئے ایک ایسا نوشتہ لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ نہو عمر نے

النبی علیہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا الخ

کہا کہ پیغمبر پر شدت مرض نے غلبہ کیا ہے اور ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے وہ ہمیں کافی ہے بس اتنا کہنے سے صحابہ میں اختلاف ہوگیا، الخ

مقام ششم

کتاب المرضیٰ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر الخ

چھٹا مقام

کتاب المرضیٰ میں عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب جناب رسالت مآبؐ کا وقت رحلت قریب آیا اور گھر میں کچھ لوگ موجود تھے جنمیں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے پیغمبر نے فرمایا لاؤ میں تمھیں ایک نوشتہ لکھ دوں جسکے بعد تم گمراہ نہو عمر نے کہا کہ پیغمبر پر مرض نے غلبہ کیا ہے اور تمھارے پاس قرآن موجود ہے اور خدا کی کتاب ہمیں کافی ہے واسکے بعد لوگ، جو گھر میں حاضر تھے مختلف ہوگئے کوئی کہتا تھا کہ جو کچھ فرمایا اسکی تعمیل کرو تمھارے لیے پیغمبر نوشتہ لکھدیں جسکی وجہ سے گمراہ نہو اور کوئی وہی کہتا تھا جو عمر نے کہا تھا

مقام ہفتم

کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ عن ابن عباس قال حضر النبی وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب فقال ھلم اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی غلبہ الوجع وعندکم القرآن فحسبنا کتاب اللہ واختلف

ساتواں مقام

کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت کا وقت، وفات قریب آیا اور گھر میں کچھ لوگ موجود تھے جنمیں حضرت عمر بھی تھے تو آپنے فرمایا کہ لاؤ میں تمھیں ایک نوشتہ لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ نہو عمر نے کہا کہ پیغمبر پر مرض نے غلبہ کیا ہے اور تمھارے پاس قرآن ہے تو ہمیں خدا

اھل البیت واختصموا فمنھم من	کی کتاب کافی ہے اور گھر میں جو لوگ موجود تھے انہیں
یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ	اختلاف پیدا ہوگیا اور باہم جھگڑنے لگے کوئی تو کہتا تھا
کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول	کہ رسول اللہ کو نوشتہ لکھنے دو اور کوئی وہی کہتا تھا جو حضرت
ما قال عمر الخ	عمر نے کہا، الخ

مقام پنجم | پانچواں مقام

باب مرض النبیؐ	باب مرض نبی میں)
عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ	ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں جب حضرت
وفی البیت رجال فقال النبی صلی اللہ	کا وقت رحلت قریب آیا اور گھر میں لوگ جمع تھے تو پیغمبر نے
علیہ وسلم ھلموا اکتب لکم کتابا لا تضلوا	فرمایا کہ لاؤ میں تمہارے لیے ایک نوشتہ لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ
بعدہ فقال بعضھم ان رسول اللہ قد	نہو یہ سنکر بعضوں نے کہا کہ پیغمبر پر شدت مرض کی ہے اور
غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب	تمہارے پاس قرآن موجود ہے ہمیں خدا کی کتاب کافی ہے
اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم	اس کہنے کے بعد گھر میں موجود لوگوں میں اختلاف پیدا
من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لن تضلوا	ہوگیا کوئی کہتا تھا کہ نوشتہ لکھنے دو تاکہ گمراہ نہو اور کچھ لوگ
بعدہ ومنھم من قال غیر ذلک الخ	اسکے علاوہ بات کہتے تھے،

تنبیہ تین روایتیں پے در پے گزریں جو اس باب کی تصریح کر چکیں کہ حضرت عمر نے خدمت رسول میں یہ بدتہذیبی کی اور جب صحیح روایتوں سے اس بدتہذیبی کا اثبات قطعی حیثیت سے ہو چکا تو بعضھم کے اجمال سے بخاری کا کوئی فائدہ نہ نکلا،

وہ حدیثیں جنمیں حضرت عمر کا نام نہیں ہے

دوم

کتاب الجہاد، حدثنا قبیصہ قال حدثنا	کتاب جہاد) ابن عباس سے بسلسلہ مذکور روایت ہے
ابن عیینہ عن سلیمان الاحول عن سعید	کہ وہ یوم وفات رسول کو یعنی پنجشنبہ کو اکثر یاد کر کے

بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم
الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی
خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول
اللہ وجعہ یوم الخمیس فقال ایتونی
بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ
ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع
فقالوا ھجر ھجر رسول اللہ قال دعونی الخ

اتنا روتے تھے کہ زمین تر ہو جاتی تھی اور فرماتے تھے کہ جب
رسول کا مرض سخت ہوا تو آپ نے کاغذ مانگا اور فرمایا کہ
لاؤ میں تمہارے لیئے ایک ایسا نوشتہ لکھدوں کہ جس کے
بعد تم کبھی گمراہ نہو، جس پر لوگوں نے جھگڑا کرنا شروع کیا
حالانکہ نبی کے پاس تنازع درست نہیں اور انھوں نے
کہا کہ رسول معاذ اللہ ہذیان بک رہے ہیں، جس پر رسول
نے فرمایا کہ جاؤ مجھے چھوڑ دو،

سوم

کتاب الجہاد باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب
حدثنا محمد قال حدثنا ابن عیینہ
عن سلیمن بن ابی مسلم سمع سعید
بن جبیر سمع ابن عباس یقول یوم الخمیس
ما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ
الحصی قلت لابن عباس وما یوم الخمیس
قال اشتد برسول اللہ وجعہ فقال
ایتونی بکتف اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ
ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع
فقالوا ما لہ اھجر استفھموہ فقال ذرونی

کتاب الخمس نکالا جانا یہود کا جزیرہ عرب سے،
سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے، وہ کہتے
ہیں کہ ابن عباس پنجشنبہ کے دن کو یاد کر کے اتنا روتے
تھے کہ انکی آنسو زمین تر کر دیتے تھے میں نے انسے پوچھا کہ
یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ آج کے دن مرض رسول میں شدت
ہوئی اور رسول نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک
نوشتہ لکھدوں کہ کبھی گمراہ نہو لوگوں نے یہ سنکر جھگڑا کرنا
شروع کر دیا حالانکہ نبی کے پاس ایسے جھگڑے نہونے چاہیں
بہر حال نبی نے کہا جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو "

چہارم

باب مرض النبی الخ عن سلیمن الاحول
عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم

ابن عباس کا یہی قریب قریب مطلب ہے
جو اوپر کی روایت کا مطلب ہے،

الخمیس اشتد برسول اللہ وجعہ فقال	یعنی یوم پنجشنبہ رسول کا مرض شدید ہوا تو آپ نے
ایتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ	فرمایا کہ مجھے کاغذ دوات دو تاکہ میں تمہارے لئے ایک
ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی	ایسا نوشتہ لکھدوں جو تمھیں گمراہی سے بچائے اسپر
تنازع فقالوا اشبائنہ اھجر استفھموہ	لوگوں نے نزاع کرنی شروع کی حالانکہ ایک رسول کے پاس ایسی
فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی الخ	گفتگو نہ ہونی چاہیئے تھی آخر رسول نے کہا تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ

فہم حدیث کے متعلق چند باتیں

بخاری کی یہ ساتوں روایتیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جو سعید بن جبیر سے منقول ہیں دوسرے وہ جو عبداللہ بن عباس سے بواسطہ عبیداللہ بن عباس ہیں یا بطور تعلیق مذکور ہیں بہرحال ہر ایک روایت اسمیں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے اور یہ وہ شخص ہے جو واقعہ کا شاہد تھا خدا انکو جزائے خیر دے جنکی وجہ سے یہ کارآمد راز فاش ہوا پھر جب ایک ہی شخص راوی واقعہ اور شاہد حال ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ مختلف صورت واقعہ بیان کرے لامحالہ جو کچھ اختلافات ہیں وہ خارج سے پیدا ہو رہا ہے اب یا تو سعید بن جبیر نے بلا وجہ ایک ایسا ثقیل کلمہ کہدیا جو تمام اصحاب کو مشتبہ کرتا ہے کیونکہ ان تینوں روایتوں میں وہی ہذیان ہے کی نسبت مرقوم ہے اور یا عبیداللہ نے کچھ اپنی طرف سے الفاظ کی تبدیلی کرکے بہارتی کو لکھا گیا ہے اور جب وہ ہماری لکھا ہو چکا تو انھوں نے حضرت عمر کا نام لے دیا اور چونکہ سعید بن جبیر کی روایت میں نہایت منافی اسلام الفاظ مذکور ہیں اسلئے حضرت عمر کا نام صریحاً اسمیں مرقوم نہیں بہرحال جمعرات کے روز کا واقعہ قطعاً ہے اور وہی ایک واقعہ ہے جو مختلف صورتوں میں بیان کیا گیا اب ایک احتمال اور رہا وہ یہ کہ ابن عباس نے بیٹے سے کچھ اور کہا اور سعید بن جبیر سے کچھ اور کہا اور یہ ابن عباس ایسے جلیل القدر صحابی کے شان کے ہرگز لائق نہیں پھر لامحالہ ایک ہے تعبیر حق معلوم ہوتی ہے اور وہ وہی ہے جو سعید بن جبیر کی روایت میں منقول ہے اور وہ کہنے والے یقیناً حضرت عمر تھے کیونکہ نووی شارح مسلم اس حدیث کے تشریح معنی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اھجر ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل ما بہ من

المرض ولا یجعل اخبار افیکون من الفحش والهذیان والقائل عمر ولا یظن بمرد لمث
یعنی اہجر اسکے معنی یہ ہوے کہ کیا آپکے کلام میں اختلاف مرض کی حیثیت سے پیدا ہو گیا یعنی کسی قسم کا اجمال
مرض کی جہت سے پیدا ہو گیا یہ استفہام کی صورت میں ادا کیا جاے اور اس جملہ کو جملہ خبریہ سمجھا جاے
ورنہ اسکی معنی ہذیان گوئی کے ہو جائینگے اور اس کلمہ کے کہنے والے حضرت عمر تھے اور عمر سے یہ گمان نہیں
کیا جاسکتا کہ وہ پیشگاہ حضرت نبوی پر ایسی گستاخی کریں آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ کس یقین کے ساتھ انہوں
نے حضرت عمر کا نام لے دیا، یہ حسن ظن جو عمر کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے وہ تو عصمت عمر کے تسلیم کرنے کے
بعد کام آسکتا ہے ورنہ تلاث کلمۃ یستحیی منها با قل ولا یجری علیها عاقل اسکا موید بلکہ اس
سے صریح تر وہ مقالہ ہے جو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں الثالث ان الذی
وقع فی مرضہ کان من اهون الاشیاء وابینها فانہ قد ثبت فی الصحیحین انہ قال لعائشہ
فی مرضہ ادعی لی اباك واخاك حتی اکتب لابی بکر کتابا لا یختلف علیہ الناس من
بعدی ثم قال یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر فلما کان یوم الخمیس ھم ان یکتب کتابا
فقال لہ عمر مالہ اھجر فشك عمر ھل ھذا القول من ھجو الحمی فکان ھذا مما خفی
علی عمر کما خفی علیہ موت النبی بل نکرہ تیسرے وہ واقعہ جو آپکے مرض میں واقع
ہوا وہ تو بہت ہی سہل اور بہت ظاہر واقعہ ہے (یعنی واقعہ طلب قرطاس) کیونکہ صحیحین میں یہ بات
ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت نے اپنی مرض میں حضرت عائشہ سے کہا تھا کہ اپنے باپ بھائی کو بلا لو تو
میں ابو بکر کے لیئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ انہیں لوگوں کو کوئی اختلاف نہو پھر فرمایا کہ خدا اور
اہل ایمان اس امر کے لیئے ابو بکر کے سوا سب سے انکار رکھتے ہیں پھر جب پنجشنبہ کا دن آیا تو پھر آپنے
ارادہ کیا کہ وہ نوشتہ لکھوں تو حضرت عمر نے کہا کہ رسول کو کیا ہو گیا ہے کیا ہذیان ہو گیا ہے تو عمر
کو شک ہو گیا کہ یہ قول کہیں ہذیان تپ میں سے تو نہیں یہ بات عمر پر اسطرح مخفی رہی جیسے پیغمبر
کی موت انپر مخفی رہی بلکہ اسکا تو انکار ہی کر دیا، آپنے دیکھا کیونکر حضرت عمر کی جانب ہذیان پیغمبر
کے شک کو منسوب کر دیا ابن تیمیہ کو صاف کہہ دینا چاہیے تھا کہ چونکہ شک نبوت میں بروز شنبہ

ہو چکا تو ہذیان کے ہونے کا یقین کیونکر ہو۔ الغرض شک اپنے محل پر رہتا، اور ہمارے مخاطب کے نظر سے کوئی صحیح روایت نہیں گزری ؎

گر نبیند بروز شب پرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

بہرحال جو کلمہ سعید بن جبیر کی روایت میں درج ہے اصلی وہی معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس روایت کے صحت میں کوئی کلام نہیں کیا گیا اگر اسمیں کچھ کیا گیا ہے تو اتنا کہ حضرت عمر کا نام نکال ڈالا گیا ہے اگرچہ وہ سب کے نزدیک معلوم ہیں لیکن تاہم دونوں روایتیں یعنی عبداللہ والی روایت اور سعید بن جبیر والی روایت) دونوں نے حضرت عمر کا عہد دولت مہد طے کرکے زمان متقبل کی طرف قدم بڑہایا ہے پھر کیا یہ بھی مجال تھی کہ بغیر تصرف ذات شریف اسکو صاف صاف بیان کر سکتے اسیوجہ سے عبداللہ والی روایت میں تغلیہ درج کو اختیار کرکے حضرت عمر کا نام لیا گیا اور سعید بن جبیر کی روایت میں اصلی قول نقل کیا گیا لیکن حضرت عمر کا نام حذف کر دیا گیا یہ سعید بن جبیر وہ ہیں جنپر ابن عباس کو کمال وثوق تھا چنانچہ ایکدن ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا کہ تم حدیث بیان کرو سعید نے جواب دیا کہ بھلا میں کیا حدیث بیان کروں جب آپ یہاں موجود ہیں ابن عباس نے اس بات کا یہ جواب دیا کہ یہ خدا کی نعمت تمہاری اوپر کیا نہوگی کہ تم حدیث بیان کرو اور میں موجود ہوں اگر تم درست بیان کروگے تو بہتر ہے اور اگر ایسا نہوگا تو میں بتادونگا اور وہ ضبط حدیث میں اسقدر اہتمام کرتے تھے کہ بسا اوقات ابن عباس سے حدیثوں کو سنکر اپنی صحیفوں کو بھر لیتے تھے اور جب وہ ختم ہوجاتے تھے تو جوتیوں کے چمڑوں پر لکھتے تھے اور جب وہ بھی بھر جاتے تھے تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر لکھتے تھے، ابن عباس کو سعید بن جبیر کے کثیر الحفظ ہونے کا اعتراف تھا چنانچہ طبقات میں ہے،

اخبرنا عبدالوهاب بن مقطاء	راوی اسناد مذکورہ سے روایت کرتا ہے کہ میں
قال اخبرنا عمرو بن ابی المقدام	ایک روز ابن عباس کے پاس گیا وہ تکیہ لگائے
عن موذن نبی وادعہ قال دخلت	ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انکے پیروں کے

علی عبد اللہ بن عباس وھو متکی	پاس سعید بن جبیر تھے اور ابن عباس کہہ رہے تھے کہ دیکھیں
علی مرفقۃ من حریر وسعید بن	تم کیونکر مجھ سے حدیثیں بیان کرتے ہو کیونکہ تم نے
جبیر عند رجلیہ وھو یقول لہ	بہت سے احادیث مجھ سے لیے ہیں
کیف تحدث عنی فانک قد حفظت	
عنی حدیثا کثیرا	

اور ربما و قعات ابن عباس سعید بن جبیر کو اپنے بیٹے پر ترجیح دیا کرتے تھے چنانچہ اسی طبقات میں ہے،

قال خبرنا عمرو بن عاصم قال	سعید جبیر سے بسلسلۂ مذکور روایت ہے کہ ایک
حدثنا ھمام قال حدثنا قتادۃ عن	عورت نے ابن عباس کے پاس انکی آنکھیں جانے
ابی حسان عن سعید بن جبیر ان امرأۃ	کے بعد ایک تحریر بھیجی وہ تحریر ابن عباس نے اپنے
کتبت الی ابن عباس بعد ما ذھب	بیٹے کے سپرد کی اسمیں انھوں پڑھتے وقت تلبیس کردی
بصرہ قال فدفع الکتاب الی ابنہ فلبس	اسکے بعد وہ تحریر مجھے سپرد کی گئی اور میں نے اُسے پڑھا
قال فدفع الصحیفۃ الی فقرأتھا	اسپر ابن عباس نے بیٹے سے کہا کیوں نہ اسطرح صاف
علیہ فقال لابنہ الا ھذرمتھا کما	پڑھا جس طرح اس مصری لڑکے یعنی سعید بن جبیر نے
ھذرمھا الغلام المصری	پڑھا،

پھر طبقات میں ایک روایت ہے جو بتاتی ہے کہ آخر عمر میں وہ طالبان احادیث کو سعید کا پتا بتایا کرتے تھے چنانچہ صہ ۱۷۹ میں ہے

قال خبرنا احمد بن عبد اللہ بن یونس	جعفر بن مغیرہ سے بسلسلہ مذکور روایت ہے کہ جب
قال حدثنا یعقوب القمی عن جعفر	ابن عباس کی آنکھیں جاتی رہیں تو جب اہل کوفہ اپنے
بن ابی مغیرۃ قال کان ابن عباس بعد	مسائل پوچھنے آتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ تم مجھ سے
ما عمی اذا اتاہ اھل الکوفۃ یسئلونہ	آگے پوچھتے ہو حالانکہ دو ابن رسما یعنی سعید بن جبیر

فال سیئلونی وفیکم ابن الدھماء تم میں موجود ہیں،

ان باتوں سے ثابت ہے کہ سعید بن جبیر ابن عباس سے بلا واسطہ روایت کرتے تھے اور ان کی حفظ وضبط میں کمال اہتمام کرتے تھے۔ اگر سعید مدینہ میں برابر رہتے تو شاید واقعات کو یوں بلا کم وکاست نہ بیان کر سکتے جیسا کہ عبداللہ نے مصالح میں مبتلا ہو کر تبدیلیاں کر دیں لیکن سعید کے کوفہ وغیرہ میں قیام کرنے سے ان کو بہت کچھ وسعتیں ملیں جو عبداللہ کے لیے مدینہ میں قیام کرنیکی وجہ سے ناممکن ہوئیں، اب اگر مدیر النجم میں دم ہے تو ان ہمارے باتوں کا جواب دیکر حدیث قرطاس کے دھبہ کو مٹا دینگے، وانی لہ ذلك الا ان یوب الجمل اویلج الجمل فی سم الخیاط

منافع نذر درگاہ شہید ثالث علیہ الرحمہ آگرہ

جناب سید منظر علی صاحب ندوی ایڈیٹر اخبار البشیر تحریر فرماتے ہیں کہ آج فیصدی ۹۹ اشخاص عینک کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں جائے شکر ہے کہ حکیم سید ننھے نواب صاحب نے کحل الجواہر تیار فرما کر عینک سے بینیاز کر دینے کی سعی کی ہے مریضان چشم کو مشورہ دیتے ہیں کہ اکسیر سرمہ سے فائدہ اٹھائیں ہم نے خود تجربہ کیا ہے، کہ اس سرمہ کی دو سلائیوں میں قدرت بینائی کی جو طاقت ہے وہ بہت سے کحل ہیں نہیں، اس کحل الجواہر کے متعلق ہماری ضمانت ہے کہ بیحد مفید ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ سلائی مفت تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف،

حب مقوی اعضاء رئیسہ وباہ کو بے حد قوی کرتی ہے، اور بعد فراغت ایک گولی کھانے سے ضایع شدہ کمی کو پورا کرتی ہے، قیمت فی شیشی ایک روپیہ، سہیل کا حوالہ دیجئے،

المشتہر حکیم سید ننھے نواب بیت الشفا گیا

نکہتِ ذکر

قصیدہ منقبت در شان امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام

میری زبان ہے منہمک حمد میں کردگار کی
مدح جناب سے سنو قلزم بے کنار کی

پردہ سا ایک اٹھ گیا راز سا ایک کھل گیا
کن میں نہاں تھیں ہستیاں عالم نور و نار کی

روح لطیف بن گیا صانع بے بدل کا حکم
تودۂ خاک نے جو شکل جسم کی اختیار کی

جسم کے صدر میں بچھی مسند عز و جاہ دل
عقل مشیر بن گئی قلب کے تاجدار کی

دل سے بلند تر بچھی کرسیٔ زرنگار عقل
جلوہ گری دماغ میں عقل نے اختیار کی

پنج سلاح بن گئے پانچ حواس مستعد
پانچ عجیب صنعتیں صانع روزگار کی

قوت ذائقہ نے کی نفس و زباں سے آشتی
دل کو تمیز ہو گئی ناخوش و خوشگوار کی

بزم جمال میں کھلی قوت باصرہ سے آنکھ
شمع کمال بن گئی عالم تنگ و تار کی

صورت جسم و جاں ہوئے ظلمت و نور متحد
قید نگہ میں سیر کی گلشن روزگار کی

تاروں بھری شبیں کبھی صبح کا منظر لطیف
آنکھ نے دل سے شرح کی صنعت کردگار کی

آنکھ بھی معترف ہوئی دل کا سبق بھی یہی
کیفیتیں ہیں دیدنی گلشن روزگار کی

اس کے کرم سے ہو گیا جسم کا جب کہ تکملہ
اور بڑھائی منزلت پیکر باوقار کی

روح و ملک کا اجتماع بہر خلافت خدا
روح یہ آدمی میں ہو عزت و اقتدار کی

دیکھے بشر کو یہ شرف صاحب اختیار نے
اسما کا علم دے دیا قوتیں اختیار کی

پیکر بو البشر ہوا حامل نور مصطفےٰ
خاک سے پاک ہو گیا شان ہے کردگار کی

گلشن بے خزاں سے جب آئے زمیں پہ اور نو
دہر میں آ گئی بہار جنت پر بہار کی

آئے ہزار ہا نبی تا بہ مسیح ذی شرف سب ہی دکھا گئے جھلک قدرت کردگار کی
اُس پہ ہوئی پر انتہا جس پہ کمال ختم تھا مہر لگی جس کی پشت پر دو خاتمۂ بہار کی
نور خدا کی روشنی عالم تنگ و تار میں جس کا ہر ایک حکم روح رحمت خوشگوار کی
فرش زمیں کجا، کجا صدر نشین بزم عرش رزم ہوا بدل گئی گلشن روزگار کی
رحمت حق کے ساتھ ساتھ آئیں ہزار رحمتیں گنگ زبان خلق ہے تاب کہاں شمار کی
نعمت و دین لازوال ہو گئے اکمل و اتم نص خلافت علیؑ اُس نے جو آشکار کی
خم غدیر پر بجھی دین کے میکشوں کی پیاس دشت میں نہر بہہ گئی بادۂ خوشگوار کی
برج کمال میں ہوئے جمع یہ آفتاب دو ہو گئی آبرو دو چند منبر مستعار کی
کعبہ میں زیب دوش تھے ہاتھ میں آج ہاتھ ہے پائیں ہیں دستگیر سے قوتیں اختیار کی
لب وہ ملے رسول کے لو وہ علی ہوئے وصی آئی وہ جانفزا صدا مرسل کردگار کی
جوش ولا ہے دل میں رزم مطلع جانفزا سنا آج دکھا دے شوخیاں طبع خجستہ کار کی

مطلع

صبح میں روشنی ترے جلوہ پر بہار کی شام میں ہے فزا تری زلف خلیل دار کی
رونق گلشن جناں زینت بزم آسماں تو ہے بہار دو جہاں روح ہے تو بہار کی
وارث خلت خلیل حامی ملت جلیل ساقی نہر سلسبیل جان ہے بادہ خوار کی
صاحب وسعت نظر مثل رسول باخبر شان ہے تجھ میں سر بسر مرسل کردگار کی
زیر نگیں ہیں نہ فلک تابع حکم کل ملک حد نہیں ختم یاں تلک قوت اختیار کی
تیغ کی ہیں روانیاں یا کہ فنا کی آندھیاں قہر خدا ہیں تیوریاں حامل ذوالفقار کی
نازش ہر نماز تو تجھ سے وضو کی آبرو تجھ میں ادا ہے ہو بہو مرسل کردگار کی
بنت اسد کا دلربا شوہر بنت مصطفےٰ گھر ہے نبی کا گھر ترا حد بھی ہے اقتدار کی

ناز دعا تری دعا جان وفا تری وفا — تری رضا ہے جو رضا ہے تری کردگار کی
نغمہ حیات بنگئی دین کی بات بن گئی — راہ نجات بن گئی راہ جو اختیار کی
لفظ اصول بن گئے حسن قبول بن گئے — علم کے پھول بن گئے جان بنے بہار کی

مطلع

طبع رسا کے میں فدا مطلع نو عطا کیا — جوش دالا سوا ہوا آئی ہوا بہار کی
عالم آب وخاک میں دہوم ہے اقتدار کی — عالم نور و نار بھی حد میں ہیں اختیار کی
ذکر سے ترے جان سی مردہ دلوں میں آ گئی — بات ہے تیری آبروئے علیسی با وقار کی
نفس پرست و نفس،، تھے ایک ہی ضرب میں فنا — تونے نہاں و آشکار دہر میں کارزار کی
اسکے کلام کے رموز فہم بشر سے ہیں بلند — روح رواں جو بن گیا مصحف کردگار کی
خلق رسول پاک کی تیرے کرم میں لذتیں — تیری زبان میں برکتیں مصحف کردگار کی
سینۂ غیر میں کہاں علم زمین و آسماں — تیرے ہی دل میں تھی جگہ دولت بے شمار کی
مائل لطف ہوں اگر جلوہ نمائیاں تیری — ایک گھڑی ہو ایک عمر حالت احتضار کی
اہل جہاں کی تحتیاں نرم نہ کر سکیں تجھے — بات وہی اصول کی شان وہی شعار کی
راکب دوش مصطفیٰ مہر نبی ہے زیر پا — کتنی بلند ہو گئیں منزلیں افتخار کی

مدح سے تیری لگیا دو جہان کا مزہ
ہیچ بہار ہو گئی جنت پر بہار کی



اہلسنت کے مذہب کی بنا مخالفت امیرالمومنین پر ہے

رسول کی یہ حدیث کہ یا علی حبک ایمان و بغضک کفر و نفاق، اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض کفر و نفاق ہے متفق علیہ ہے اور ایسی کہ کتب فریقین نے اسکو لکھا ہے اور اس پر کسی قسم کا اعتراض آج تک نہیں کیا گیا، اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم مذہب اہلسنت پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں سوا مخالفت امیرالمومنین نفس رسول کے کوئی دوسری چیز نہیں ملتی اور یہی وہ چیز نظر آتی ہے جس پر اس مذہب کی اساس قائم کیگئی ہے،

اہلسنت والجماعت کے دو بڑے گروہ ایک اشاعرہ اور دوسرا معتزلہ اسقدر معروف ہیں کہ اپنے انکا تعارف ایک حد تک تحصیل حاصل ہے، فرقہ اشاعرہ کے متعلق بعض چیزیں سہیل میں آچکی ہیں اسوقت فرقہ معتزلہ کے متعلق چند باتیں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں، یہ فرقہ کیونکر پیدا ہوا اور کیوں اسکا نام معتزلہ رکھا گیا اسکے متعلق مؤرخ ابوالفدا کو ملاحظہ فرمائیے

جب قتل عثمان کے بعد لوگوں نے امیرالمومنین کو مجبور کیا اور انکی بیعت کی تو اسوقت طلحہ و زبیر جو عشرہ مبشرہ میں ہیں انھوں نے امیرالمومنین کی بیعت میں پیش قدمی کی اور تقیہ کرتے ہوئے جس سے مدیر النجم بیحد خفا ہے اپنا ہاتھ بڑھایا اس جگہ کی عبارت ملاحظہ ہو،

وقیل انہما قالا بعد ذلک انما بایعنا خشینۃ علی نفوسنا ثم ہربا الی مکۃ بعد مبایعۃ علی بار بعۃ اشہر وکذلک تاخر عن البیعۃ عبد اللہ بن عمر وبایعہ الانصار الا نفرا قلیلا منہم حسان بن ثابت کعب بن مالک، مسلمۃ بن مخلد و النعمان ابن بشیر و محمد بن مسلمہ

اور یہ کہا گیا ہے کہ طلحہ و زبیر نے بیعت کے متعلق یہ کہا کہ ہمنے جان بچانے کی غرض سے ڈر کر علی کی بیعت کر لی (سبحان اللہ عشرہ مبشرہ کا ایک رکن شجاع و بہادر یوں تقیہ کرتا ہے اور مدیر النجم خاموش سنتا ہے،) اسکے بعد دونوں طلحہ و زبیر مکہ بھاگ گئے یونہیں جن لوگوں نے امیرالمومنین کی بیعت نہیں کی وہ حسب ذیل ہیں عبد اللہ بن عمر (یہ کیوں بیعت کرنے لگے تھے باپ کے بعد حق انکا تھا نہ علی کا) حسان بن ثابت کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، نعمان بن بشیر، محمد بن مسلمہ، فضالہ

وفضالة بن عبيدة، وكعب بن عجرة
وزيد بن ثابت وكان هولاء وقد
ولاهم عثمان على الصدقات و
غيرها وكذلك لم يبايع عليا سعيد
بن زيد عبد الله بن سلام وصهيب
بن سنان وقدامة بن مظعون
والمغيرة بن شعبة وسموا هولاء
المعتزلة لاعتزالهم بيعة علي وسار
النعمان بن بشير الى الشام ومعه ثوب
عثمان الملطخ بالدم فكان معاويه
يعلق قميص عثمان على منبر ليحرض
اهل الشام على قتال علي،

ابن عبید، کعب بن عجرہ، زید بن ثابت یہ وہ لوگ تھے جو عثمان کیطرف سے
صدقات وغیرہ پر والی معین کیے جاچکے تھے (لہٰذا یہ عہدہ جو دولت
کا ذمہ دار تھا اور اموی جتہا یہ دونوں چیزیں مانع ہوئیں،
یوہیں جن لوگوں نے ترک بیعت کیا اسمیں سعید بن زید
تھے عمر کے بہنوئی، عبداللہ بن سلام، صہیب بن سنان آئی
وہ تھے جن سے عمر سے بہت رسم تھے اور انھوں نے وصیت بھی
کی تھی کہ جب تک شوری نہو جائے اسوقت تک نماز بھی پڑھائیں
خود عمر کی نماز جنازہ بھی انھیں نے پڑھی تھی) قدامہ بن مظعون
(یہ عمر کے بہنوئی تھے) اور مغیرہ بن شعبہ جنگی مکاریاں عرب میں
مشہور ہے اور جنکا وجود سیاسی سلطنت کے لیے
بہت ضروری تھا، ان لوگوں کا نام معتزلہ رکھا گیا کیونکہ
انھوں نے علی کی بیعت نہیں کی، عثمان کے قتل کے بعد
نعمان بن بشیر حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ لیکے شام کو گیا اور معاویہ نے وہ کرتہ منبر پر لٹکایا تاکہ اہل شام
علی کے قتال پر آمادہ ہوں اور جذبات انتقام میں تحریک پیدا ہو،

جن لوگوں کے نام ابوالفدا نے بتائے یہی لوگ گویا معتزلی فرقہ کے سرگروہ ہیں اور یہی
وہ لوگ ہیں جو مذہب اہلسنت کے بانی کہے جاسکتے ہیں کیونکہ اسلام میں تفرقہ کیصورت یہیں سے
پیدا ہوئی اور مذہب اسلام جو رسول کے عہد میں تھا، اسوقت اس سے انحراف برتا گیا تو اب
ایسی صورت میں یہ بھی کہنے کا موقع ہے کہ اہلسنت صرف خلفائے ثلثہ کو مانتے ہیں اور وہ امیر
المومنین کو خلیفہ رابع بھی نہیں تسلیم کرتے، گویا اسکا اظہار جو آجکل کیا جاتا ہے وہ یا تو تقیہ ہے اور یا
صریحی جھوٹ ہے اچھا اب ہم اس گروہ کے ہر فرد کے متعلق کتب رجال سے کچھ نہ کچھ نقل کرتے
ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ لوگ جو امیر المومنین ؑ کی بیعت سے کنارہ کش تھے وہ کیسے تھے، اسب

پہلا نام اس میں حسان بن ثابت کا ہے، آپ اگرچہ شاعر رسول تھے اور جاہلیت و اسلام کے نشیب و فراز سے خوب واقف تھے مگر آپ میں جذبہ نسائیت بہت غالب تھا چنانچہ آپکے مختصر حالات ہم درج سہیل کرتے ہیں

حسان بن ثابت وقال کثیر اھل الاخبار والسیر ان حسان کان من اجبن الناس وذکروا من جبنہ اشیاء کرھت ذکرھا لنکارتھا ومن ذکرھا قال ان حسان لم یشھد مع رسول اللہ شیئا من مشاھدہ لجبنہ وقیل انما اصابہ ذلک الجبن منذ ضربہ صفوان المعطل بالسیف (اصابہ مطبوعہ مصر ۳۲۶)

اکثر صاحبان تاریخ وسیر نے لکھا ہے کہ حسان بن ثابت بہت بودے ڈرپوک اور نامرد تھے اسکے علاوہ ان اہل تاریخ نے چند واقعات بھی انکے بودے پن کے لکھے ہیں جنکو انکی رکاکت کیوجہ سے ترک کرتا ہوں، حسان ابن ثابت اپنے بزدلی کی وجہ سے رسول کے کسی غزوہ میں نہیں شریک ہوئے بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بودا پن انہیں اس وقت سے پیدا ہوا جب سے صفوان بن معطل نے ان پر تلوار لگائی،



حسان کی بہادری کا ایک واقعہ عن ابن الزبیر عن ابیہ قال کانت صفیہ بنت عبد المطلب فی حصن قالت وکان حسان بن ثابت معنا فیہ مع النساء والصبیان فمر بنا رجل یھودی فجعل یطوف بالحصن فقالت لہ صفیہ .. انزل الیہ واقتلہ فقال یغفر اللہ لک یا بنت عبد المطلب لقد عرفت ما انا بصاحب ھذا فالت صفیہ فاخذت

ابن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ صفیہ بنت عبد مطلب قلعہ میں تھیں وہ کہتی ہیں کہ ہمارے ساتھ عورتوں بچوں میں حسان بھی تھے ناگاہ ہمنے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کے گرد چکر کاٹ رہا ہے صفیہ کہتی ہیں کہ میں نے حسان سے کہا اترو اور اسکو قتل کرو کیونکہ مجھے اس یہودی سے خوف ہے حسان نے کہا، صفیہ خدا تمہاری مغفرت کرے، تم تو جانتی ہو کہ میں اس کام کا نہیں صفیہ اسکے بعد خود ایک عمود لیکے اتریں اور اس سے اس یہودی کو قتل کر ڈالا اسکے بعد حسان سے کہا

عمود او نزلت من الحصن حتی — اب جاؤ اسکے کپڑے ہی آثار لو حسان نے اس سے بھی
تنلت الیھودی فغلت یا حسان — انکار کیا،
انزل فاسلبہ فقال مالی بسلبہٖ حاجتہ

استیعاب صفحہ ۳۲۶

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشجع عرب کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے والے وہی تھے جو شجاع ضد کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المومنین سے عداوت رکھنے والے ایسے ہی لوگ تھے جن سے فضائل گم تھے اور جہاں معائب کا انبار تھا ایسی صورت میں انکا بغض و حسد بجا تہا، اسکی تفسیر غزوات رسول بدرجہ اولی کرینگے، جن ہاتھوں پر بیعت کی جا چکی تھی انکے اثرات بیعت کرنے والے میں نمایاں تھے،

حسان کے لیئے رسول کی دعا

اسی کتاب استیعاب واصابہ میں یہ حدیث حسان کے متعلق نقل کی گئی ہے، اللھم ایدہ بروح القدس، خداوندا تو حسان کی تائید روح القدس سے فرما یہ بھی کہ رسول نے کہا اھجہم وجبرئیل معک ان کافرین کی ہجو کر اور جبریل ترا ساتھ دینگے، اگر سچ ہے تو وہ لعنت اور وہ ہجو جو ابوسفیان وغیرہ کے لیئے گیں اس میں جبریل شریک تھے اور جب ملک شریک تہا تو خدا بھی شریک تھا حسان کا مطلع ہجو ابوسفیان اور معاویہ کے والدہ کے لیئے یہ تہا،

لعن الالٰہ وزوجھا معھا — ھند الھنود طویلۃ البظر

خدا ابوسفیان اور اسکی زوجہ طویلہ .... پر لعنت کرے

پھر خدا معلوم خلاف خدا رسول وملک مدیر النجم مدح سرائی ابوسفیان ومعاویہ میں کیوں مشغول نظر آتا ہے۔

تہنیت غدیری

یہ روز انبساط ہے دل زمانہ شاد ہے نتیجۂ رسالت رسول خوش نہاد ہے
ہر ایک نامراد بھی خوشی سے بامراد ہے نبی نے آج جو کہا تھا ہم کو خوب یاد ہے
خدا کے حکم سے علی وصی مصطفیٰ ہوئے

حدیث غدیر کے متعلق مؤرخین کی عبارتیں

حبیب السیر کی عبارت

در آخر روز سہ شنبہ کہ آخر ایام تشریق است بموضع محصب کہ آنرا بطح نیز خوانند تشریف برد و شب چہارشنبہ انجا بیتوتہ کرد چہار شنبہ باد بکہ رفت و پیش از طلوع صبح طواف وداع نمودہ از طرف اسفل کہ بیرون حسرا میدو متوجہ مدینہ گشتہ طی مسافت میفرمود تا بمنزل غدیر خم کہ نواحی جحفہ است رسید در کشف الغمہ مسطور است کہ حضرت شفیع الامہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصول بغدیر خم دراں موضع کہ بسبب فقدان آب و علف قابلیت نزول نداشت فرود آمد و اہل اسلام لوازم متابعت بتقدیم رسانیدند سبب نزول دراں منزل آں بود کہ قبل ازاں حضرت مقدس نبوی بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب فرماید و آنحضرت اظہار ایں صورت را جہت دریافت وقتیکہ از اختلاف مامون باشد در عقدہ تاخیر انداختہ بود چوں بموضع غدیر خم رسید و معلوم گردید کہ بعض از تجاوز ازاں مکان طوائف انسان از موکب ہمایوں جدا شدہ بطرف منازل خود خواہند رفت و اراده اولی مقتضی آں بود کہ تامی آں مردم ازیں معنی باخبر باشند ایں آیہ نازل شد کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی فی استخلاف

علی و النص علیہ بالامۃ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس

وچوں بنا بر مدلول کریمۂ مذکورہ وجوب نصب امیرالمومنین بخلافت متحقق گشت حضرت

رسالت دراں موضع منزل گزید فرمود تا سایۂ بعضے از اشجار آں حوالی را صفا دادن

و پالاں شتراں را جمع ساختہ بر زبر یکدیگر نہادند و بلال باشارت آنحضرت ندا کرد کہ الصلوٰۃ

جامعۃ و بروایتے آواز برآورد کہ حی علی خیر العمل و خلائق مجتمع گشتہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بر بالائے آں پالانہا بر آمد و علی مرتضیٰ نیز بفرمودہ آنحضرت بالا

رفتہ بر یمین سید المرسلین بایستاد و آں سرور بعد ادائے حمد و ثنائے باری تعالیٰ از

انتقال خویش بعالم بقا مردم را آگاہ گردانید و فرمود کہ من درمیان شما دو امر عظیم می گزارم کہ اگر

دست دراں زنید گمراہ نشوید و یکی ازاں دو بزرگتر است از دیگرے و آں دو چیز گرانمایہ

قرآن است و اہلبیت من و ایں ہر دو از یکدیگر جدا نشوند تا در لب حوض کوثر بمن رسند

پس فرمود کہ یا ایہا الناس الست اولیٰ بکم من انفسکم ایا میستم من اولی بشما از نفسہائے

شما از اطراف و جوانب آواز برآمد کہ بلی آنحضرت فرمود کہ ہر کہ من اولی ام باو از نفس

او علی بدو اولے است از نفس او آنگاہ دست ولایت شاہ ولایت پناہ را گرفتہ

گفت من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ و

انصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث کان پس امیرالمومنین کرم اللہ

وجہہ بموجب فرمودہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق

بلا تفتیش رفتہ لوازم تہنیت تقدیم رسانیدند و از جملہ اصحاب امیرالمومنین عمر بن الخطاب رض

جناب ولایت مآب را گفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولی کل مومن

و مومنۃ یعنی خوشا حال تو ای پسر ابوطالب بامداد کردی در وقتیکہ مولای من و مولائے

ہر مومن و مومنہ بودی بعد ازاں امہات مومنین بر حسب اشارت سید المرسلین

بخیمۂ امیرالمومنین رفتہ شرط تہنیت بجائے آوردند و بروایت علمائے مذہب امامیہ

آیۂ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا در یں روز نازل گشت وحضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ فرمود کہ اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالاتی والولایۃ لعلی ابن ابی طالب

روضۃ الاحباب کی عبارت

ص ۳۶۴

و در اثنائے مراجعت چوں بمنزل غدیر خم کہ از نواحی جحفہ است رسید نماز پیشین را اول وقت گزارد و بعد ازاں روبسوے یاران کرد و فرمود الست اولی بالمومنین من انفسہم یعنی آیا نیستم من اولی بمومنان از نفسہائے ایشان در وایتے آنکہ فرمود گوئیا مرا بعالم بقا خوانند ومن اجابت نمودم بدانید کہ من درمیان شما دو امر عظیم میگزارم یکی از دیگر بزرگتر کتاب قرآن و اہلبیت من ببینید و احتیاط کنید بعد از من کہ با آں دو امر چگونہ سلوک خواہید نمود در رعایت حقوق انہا بچہ کیفیت خواہید کرد وآں دو امر از یکدیگر جدا نخواہند شد تا در لب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود بدرستیکہ خدائتعالی مولائے من است ومن مولائے جمیع مومنانم بعد ازاں دست علی بگرفت و فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادر الحق معہ حیث کان و مرویست کہ قدوۂ اصحاب عمر خطاب گفت ای علی بادا مولوکروی و مولای ہر مومن و مومنہ بولا بعلے سر دین خویش تاجی ساز ز خاک پاے جوانمرد وال من والاہ دل از عداوت او دور دار تا نخوری ز تیغ لفظ بنی زخم عاد من عاداہ گواہ پاکی اصلت ولاے میری داں کہ برکمال معالیش بل اسقا است گواہ

عبارت مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۵۲

وصل در اثنائے طریق مراجعت بمنزل غدیر خم رسید کہ از نواحی جحفہ درمیان مکہ و مدینہ مطہرہ است روئے مبارک سوئے یاران کرد و فرمود الستم تعلمون انی اولی بالمومنین

من انفسهم آیا نمیدانید شما که من نزدیکتر و دوست ترم بمومنان از ذاتهاے ایشان چنانچه
در قرآن مجید ہم مذکور است که النبی اولی بالمومنین من انفسهم و در روایتے آمدہ است
که سه بار فرمود این لفظ را و معنی آں است که من امر میکنم مومناں را بآنچه صلاح و
نجات و خیریت دنیا و آخرت ایشاں دراں باشد بخلاف نفوس ایشاں که گاہے
بشر و فساد نیز میخواہند قالوا بلی گفتند صحابه آرے تو نزدیک ترین و دوست ترین
بمومناں ہستی از نفوس ایشاں و در روایتے آمدہ است که فرمود گویا مرا آنقالم خواندند
و من اجابت نمودم بدانید که من در میان شما دو امر عظیم میگزارم و یکے از دیگرے بزرگتر است قرآن و اہلبیت من بنگرید
و احتیاط کنید که بعد از من با این دو امر چگونه سلوک خواہید کرد و رعایت حقوق آنہا بچه کیفیت خواہید نمود و ایں
دو امر بعد از من از یکدیگر ہرگز جدا نخواہند شد تا بر حوض کوثر برسند بمن بعد ازاں فرمود خداے مولاے من و من مولاے جمیع مومنانم بعد ازاں
دست علی را گرفت و فرمود اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه خداوندا کسیکه
من مولاے اویم پس علی مولاے اوست اللهم وال من والاه و عاد من عاداه
خداوندا دوست دار کسی را که دوست دارد علی را و دشمن دار کسی را که دشمن دارد علی را و در بعضے روایتے
ایں زیادہ آمدہ وانصر من نصره واخذل من خذله یاری دہ کسیرا که یاری دہد
علی را و یاری مدہ کسیرا که نگزارد یاری ندہد علی را و ادر الحق حیث دار و بگرداں
حق را با علی بہر سو که بگردد و آمدہ است که ملاقات کرد علی را عمر رضی الله عنه بعد
ازیں حکایات و گفت گوارندہ باش و شاد باش اے پسر ابی طالب که صبح کردی و شام
کردی و گشتی مولای ہر مومن و مومنه روایت کردہ است ایں حدیث را احمد از براء بن
عازب و زید بن ارقم کذا فی المشکوٰۃ بدانکه ازیں حدیث غایت فضل و تکریم است
مر مرتضیٰ علی کرم الله وجہه و تحریض و ترغیب است مر مومنان را بر محبت و موالات
او و اجتناب و احتراز از بغض و عداوت او چنانکه در حدیث دیگر آمدہ است که دوست
ندارد علی را مگر مومن و دشمن ندارد او را مگر منافق +

محدثین ثقاۃ کی روایتیں

(امام احمد بن حنبل) کی روایت مسند میں

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا ابو عوانة عن المغیرة عن ابی عبید عن میمون ابی عبد اللہ قال قال زید بن ارقم وانا اسمع نزلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بواد یقال وادی خم فامر بالصلوٰۃ فصلاھا بہجیر قال فخطبنا وظلل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بثوب علی شجرۃ سمرۃ من الشمس فقال الستم تشہدون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلی قال فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ

بسند مذکور میمون ابی عبد اللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن ارقم نے بیان کیا اور میں سن رہا تھا کہ ہم رسالتمآب کے ساتھ مقام وادی خم میں اترے پس آپ نے نماز پڑھنی کا حکم دیا اور نماز جلتی دوپہر میں پڑھی اسکے بعد حضرت نے ہم سے خطبہ میں خطاب کیا حالانکہ آپکے لیئے درخت سمرہ پر ایک کپڑا سایہ کے لیے تان دیا گیا تھا آپنے فرمایا کیا تم اسبات کے شاہد نہیں ہو کہ میں ہر مومن کے نفس سے اولیٰ ہوں اسکے ساتھ، لوگوں نے کہا کیوں نہیں، تو آپنے فرمایا کہ جسکا میں مولیٰ ہوں اسکے علی مولیٰ ہیں بارالہا محبت رکھ اس سے جو علی سے محبت رکھے اور عداوت رکھ اس سے جو علی سے عداوت رکھے

مناقب میں

حدثنا عفان قال حدثنا حماد بن سلمة قال حدثنا زید بن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فنزلنا بغدیر خم ونودی فینا الصلوٰۃ جامعة وکسح لرسول اللہ بین شجرتین فصلی

ترجمہ

براء بن عازب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسالت مآب کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم سب مقام غدیر خم میں اترے اور خم میں الصلوٰۃ جامعۃ کہکے پکارا گیا اور دو درختوں کے درمیان میں جناب رسالت مآب کے لیئے مقام صاف کیا گیا اور آپنے نماز ظہر ادا کی اور امیر المومنین علی السلام کا ہاتھ پکڑکے فرمایا کیا تم نہیں جانتے

الظهر واخذ بيد علي فقال ألستم
تعلمون اني ولي بالمؤمنين من انفسهم
قالوا بلى قال ألستم تعلمون اني ولي
بكل مؤمن من نفسه قالوا بلى فاخذ بيد
علي فقال اللهم من كنت مولاه فعلي
مولاه اللهم وال من والاه وعاد من
عاداه قال فلقيه عمر فقال هنيئا
لك يا ابن ابي طالب اصبحت مولى كل
مؤمن ومؤمنة ؎

کہ میں اہل ایمان کے ساتھ اُنکے نفسوں سے اولیٰ تر
ہوں لوگوں نے کہا کیوں نہیں اسکے بعد آپنے فرمایا
کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں ہر مومن کے ساتھ اُسکے
نفس سے اولیٰ ہوں لوگوں نے کہا کیوں نہیں پس آپنے
امیر المومنین کا ہاتھ پکڑا اور کہا بارالہا جس شخص کا میں مولیٰ
ہوں اُسکے علی مولیٰ ہیں پروردگار محبت رکھ اُس سے جو
علی سے محبت رکھے اور دشمن رکھ اُسے جو علی سے دشمنی رکھے
براء کا بیان ہے کہ عمر نے امیر المومنین سے ملاقات کی اور کہا
کہ مبارک ہو آپکو اے فرزند ابی طالب آپ ہر مومن و مومنہ
کے مولے قرار پائے،

ایضاً مسند میں

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے،

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا حسين
بن محمد وابو نعيم قالا ثنا فطر عن
ابي الطفيل قال جمع علي الناس في
الرحبة ثم قال لهم انشد الله كل
امرء مسلم سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوم غدير خم ما سمع لما قام فقام
ثلثون من الناس قال ابو نعيم فقام
ناس كثير فشهدوا حين اخذ بيده
فقال اتعلمون اني اولى بالمؤمنين من
انفسهم قالوا نعم يا رسول الله قال من

ابو الطفیل سے بسند مذکور روایت ہے کہ امیر المومنین نے
صحن مسجد میں لوگوں کو جمع کیا اسکے بعد آپنے خدا کا واسطہ
دیکر لوگوں سے پوچھا کہ مقام غدیر خم میں جسنے پیغمبر کو
کہتے ہوئے سُنا ہو اپنی مقام سے اٹھکر کھڑا ہو جائے اس
مناشدہ کو سنکر تیس آدمی اپنے مقام سے اٹھ کھڑے
ہوئے ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ بہت سے لوگ
اٹھ کھڑے ہوئے اور اُنھوں اس بات کی گواہی دی کہ پیغمبر نے
امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں مومنین کی نسبت
(تصرف کرنے میں) اُنکے نفسوں سے بہتر ہوں لوگوں نے
کہا ہاں اے خدا کے رسول تب آپنے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ

كنت مولاه فهذا مولاه اللهم وال
من والاه وعاد من عاداه قال فخرجت
وكان في نفسي شئ فلقيت زيد بن
ارقم فقلت له اني سمعت عليا رضى الله
عنه يقول كذا وكذا قال فما تنكر قد
سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول ذلك له

ہوں پس یہ (علی) اسکے مولیٰ ہیں بارالہا محبت کر اس سے
جو علی سے محبت رکھے اور عداوت رکھ اُس سے جو علی
سے عداوت رکھے ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں وہاں سے
نکلا اور آنحالیکہ میرے دلمیں کچھ تھا (یعنی شک) زید بن
ارقم سے ملاقات ہوئی تو مینے کہا کہ مینے علی علیہ السلام کو یوں
کہتے ہوسے سُنا، زید نے کہا کہ پھر تم کس چیز کا انکار کرتے
ہو مینے خود پیغمبر کو یہی کہتے ہوسے سنا کہ آپ علی کیلئے یہی کہتے تھے

ابن ماجہ سنن میں

سنن ابن ماجہ میں ہے

حدثنا علي بن محمد ثنا ابو معوية
ثنا موسى بن مسلم عن ابن سابط وهو
عبد الرحمن عن سعد بن ابي وقاص
قال قدم معوية في بعض حجاته فدخل
عليه سعد فذكروا عليا فنال منه
فغضب سعد وقال تقول
هذا الرجل سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول من كنت مولاه
فعلي مولاه وسمعته يقول انت مني
بمنزلة هرون من موسى الا انه لا
نبي بعدي وسمعته يقول لاعطين
الراية اليوم رجلا يحب الله ورسوله الخ

سلسلۂ مذکورہ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے
کہ انھوں نے بیان کیا ہے کہ معویہ حج کرنیکے لیے آیا
سعد بھی معویہ کے پاس گیا لوگوں نے علی علیہ السلام کا
تذکرہ کیا معویہ نے بدگوئیاں شروع کردیں سعد کو غصہ
آیا اور کہا کہ تم ایسے شخص کے بارے میں کہہ رہے ہو
جسکی باب میں مینے پیغمبر کو کہتے ہوسے سنا کہ جسکا میں
مولیٰ ہوں اسکے علی مولیٰ ہیں اور مینے نہیں یہ کہتے ہوسے سنا
کہ یا علی تم مجھسے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ سے
تھے اور مینے یہ کہتے ہوسے سُنا کہ قسم بخدا آج نشان
فوج میں ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسول
کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اُسکو
دوست رکھتے ہیں،



(النسائی خصائص میں)

ابنانا قتیبہ بن سعید قال ثنا ابن
ابی عدی عن عوف عن میمون
ابی عبداللہ قال قال زید بن ارقم
قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال الستم
تعلمون انی اولی بکل مومن ومومنۃ
من نفسہ قالوا بلی نشہد لانت اولی بکل
مومن من نفسہ قال صلی اللہ علیہ وسلم فانی من
کنت مولاہ فہذا مولاہ واخذ بید علی

(خصائص نسائی میں ہے)

میمون ابو عبداللہ کا بیان ہے کہ زید بن ارقم نے
کہا کہ پیغمبر خدا نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی
پھر فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن و مومنہ
کے نفس سے زیادہ اسکے ساتھ اولی بالتصرف ہوں
لوگوں نے کہا کیوں نہیں ہم شاہد ہیں کہ آپ ہر مومن
کے ساتھ اسکے نفس سے اولی ہیں حضرت نے فرمایا
کہ جس کا میں مولی ہوں اسکے یہ مولی ہیں اور حضرت
علی کا ہاتھ آپنے تھام لیا،



ابو عیسی محمد بن عیسی صحیح — ترمذی میں

حدثنا محمد بن بشار نا محمد بن
جعفر نا شعبہ عن سلمۃ بن کہیل
قال سمعت ابا الطفیل یحدث عن
ابی سریحۃ او زید بن ارقم شک شعبۃ
عن النبی قال من کنت مولاہ فعلی
مولاہ وہذا حدیث حسن غریب
وروی شعبۃ ہذا الحدیث عن میمون
ابی عبداللہ عن زید بن ارقم عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ وابو سریحۃ
ہو حذیفۃ بن اسید صاحب النبی

صحیح ترمذی میں ابو عیسی بن عیسی نے درج کیا ہے
کہ شعبہ نے سلمہ بن کہیل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے
کہ میں نے ابو الطفیل کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنی
یا ابو سریحہ سے یا زید بن ارقم سے (یہ شعبہ کا شک ہے)
بہر حال جناب رسالتمآب سے روایت کی کہ آپ
فرماتے تھے جسکا میں مولی ہوں اسکے علی مولی ہیں اور
یہ حدیث حسن غریب ہے اور شعبہ نے اس حدیث کی روایت
میمون ابو عبداللہ سے کی ہے انھوں نے زید بن ارقم
سے اور زید نے رسالتمآب سے مثل حدیث مذکور کے روایت
کی ہے، اور ابو سریحہ حذیفہ بن اسید صاحب نبی ہیں،

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کتاب الامامة میں

ذكروا ان رجلاً من همدان يقال له برد قدم على معوية فسمع عمراً يقع في علي فقال له يا عمرو ان اشياخنا سمعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من كنت مولاه فعلي مولاه فحق ذلك ام باطل فقال عمرو حق وانا ازيدك انه ليس احد من صحابة رسول الله له مناقب مثل مناقب علي ففزع الفتى فقال عمرو يا ابن اخي انه افسدها امره في عثمان فقال برد هل امر او قتل قال لا ولكنه آوى ومنع قال فهل بايعه الناس عليها قال نعم قال فما اخرجك من بيعته قال اتهامي اياه في عثمن قال وانت ايضاً قد اتهمت قال صدقت فيها خرجت الى فلسطين فرجع الفتى الى قومه فقال انا اتينا قوما فاخذنا بالحجة عليهم من افواههم علي على الحق

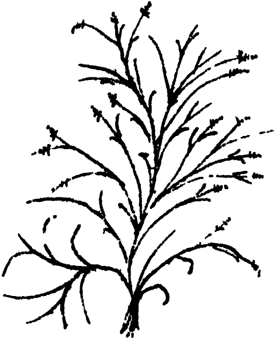
لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قبیلہ ہمدان کا ایک آدمی جسکا نام برد تھا معویہ پاس آیا اُسنے سنا کہ عمرو عاص علی علیہ السلام کے متعلق ناگوار باتیں کہہ رہا ہے برد نے کہا کہ اے عمرو ہمارے بزرگوں نے رسول کو کہتے ہوئے سنا کہ میں جسکا مولی ہوں اسکے علی مولی ہیں یہ حق ہے یا باطل عمرو نے کہا یہ تو حق ہے بلکہ میں تجھ سے زیادہ بیان کرتا ہوں جیسے علی کے فضائل ہیں اصحاب پیغمبر میں سے کسی ایک کے ویسے فضائل نہیں یہ سنکر وہ جوان متحیر ہوگیا عمرو نے اُسکا تعجب زائل کرنیکے لیئے کہا کہ عثمن والے واقعہ نے ان مناقب کو خراب کردیا برد نے کہا کہ حضرت نے عثمان کو قتل کا حکم دیا تھا یا خود قتل کردیا تھا عمرو نے کہا نہیں مگر قتل کرنیوالوں کو پناہ دی اور اُنکی حمایت کی کہا کہ اس صفت پر بھی آپ سے لوگوں نے بیعت کی عمرو نے کہا ہاں اُسنے کہا تمکو کس چیز نے اُنکی بیعت سے نکالا عمرو نے کہا صرف اس بات نے کہ میں عثمن کے بارے میں علی کی ذات کو متہم قرار دیتا ہوں اُسنے کہا کہ اتہام سے تو تم بھی بری نہیں ہو عمرو نے کہا کہ سچ ہے کیونکہ میں اسوقت فلسطین چلا گیا تھا وہ جوان اپنے قوم کی طرف پلٹا اور کہا کہ ہم ایک قوم کے پاس پہونچے اور ہمنے انکے موہنہ سے ان پر حجت قائم کی بیشک امیر المومنین علی علیہ السلام حق پر ہیں،

(حاکم مستدرک میں)
حدثنا ابو الحسین محمد بن احمد
بن تمیم الحنظلی ببغداد ثنا ابو قلابۃ
عبد الملک بن محمد الرقاشی ثنا
یحیی بن حماد وحدثنی ابو بکر
محمد بن احمد بن بالویہ وابو بکر
احمد بن جعفر البزاز قالا ثنا عبد اللہ
بن حنبل حدثنی ابی ثنا یحیی بن حماد
وثنا ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ
ببخارا ثنا صالح بن محمد الحافظ
البغدادی ثنا خلف بن سالم المخرمی ثنا
یحیی بن حماد ثنا ابو عوانۃ عن سلیمان الاعمش قال
ثنا حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل
عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال
لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم
امر بدوحات فقممن قال کانی دعیت
فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین
احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ وعترتی
فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانھما
لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ثم

مستدرک حاکم میں بہ
ان سلسلوں سے (جو متعدد ہیں) زید بن ارقم سے روایت
ہے کہ جب جناب رسالتمآب حجۃ الوداع سے پلٹے اور غدیر
خم میں اترے چند درختوں کی لیے الحکم دیا کہ اکھاڑ ڈالے
جائیں تب آپ نے فرمایا کہ جیسے میں بلایا گیا اور میں نے خدا
کی دعوت پر لبیک کہی ہے (قرب انتقال کی تعبیر ہے)
میں نے تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑی ہیں جو ایک دوسرے
سے بڑی ہیں خدا کی کتاب اور اپنی عترت دیکھو کہ
تم میرے بعد انکے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو کیونکہ ان
دونوں آپس سے جدا نہونگی جب تک میرے پاس
حوض کوثر نہ پہونچیں پھر فرمایا کہ خدائے عزیز و جلیل
میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر
آپ نے امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جسکا میں
ولی ہوں اُسکے ولی علی ہیں
بار الہا جو علی سے محبت رکھے اُس سے تو بھی
محبت کر۔ اور پورے طویل حدیث کو اُسنے
بیان کیا، یہ حدیث صحیح ہے اور جو صحیح کی شرط
مسلم اور بخاری کے نزدیک ہے اسی شرط پر
یہ صحیح ہے لیکن بخاری اور مسلم دونوں نے بلوصف
وجود شرائط اس روایت کو نہیں لکھا اسکا شاہد حدیث
سلمہ بن کہیل ہے جس کی روایت اُنھوں نے

فقال اللہ عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی رضی اللہ عنہ فقال من کنت ولیہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وذکر الحدیث بطولہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بطولہ شاھدہ حدیث سلمہ بن کھیل عن ابی الطفیل ایضا صحیح علی شرطھما،

ابو الطفیل سے کی ہے وہ بھی صحیح اور شرط شیخین پر صحیح ہے :-



ثعلبی تفسیر کشف و بیانمیں.

اخبرنا ابو القاسم یعقوب بن احمد بن السّری انا ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد حدثنا ابو مسلم ابراھیم بن عبداللہ الکجی نا حجاج بن منھال نا حماد عن علی بن زید عن عدی بن ثابت عن البراء قال لما نزلنا مع رسول اللہ ص فی حجۃ الوداع کنا بغدیر خم فنادے ان الصلوۃ جامعۃ وکسح للنبی تحت شجرتین فاخذ بید علی فقال الست اولی بالمومنین من

تفسیر ثعلبی میں ہے

بسلسلۂ مذکورہ براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب سفر حجۃ الوداع سے پلٹکر ہم لوگ پیغمبر کے ساتھ مقام غدیر خم میں اترے تو الصلوۃ جامعۃ کہکے پکارا گیا اور پیغمبر کے لیئے دو درختوں کے نیچے صاف کیا گیا تب آپنے امیر المومنین علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ کیا میں مومنوں کے ساتھ اُنکے نفسوں سے زیادہ اولے نہیں ہوں لوگوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا کہ علے اُسکے مولی ہیں جسکا میں مولی ہوں بار الہا محبت رکھہ اُس سے جو علے سے محبت رکھے اور دشمن رکھہ اُسے جو علے سے

انفسهم قالوا بلی یا رسول الله قال الست اولی	دشمنی رکھے راوی بیان کرتا ہے کہ امیر
بکل مومن من نفسہ قالوا بلی قال هذا مولی	المومنین سے عمر نے بوقت ملاقات کہا کہ
من انا مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقیہ	مبارک ہو تمہیں اے فرزند ابو طالب کہ آپ
فلقیہ عمر فقال هنیئاً لك یا ابن ابی طالب اصبحت	ہر مومن اور مومنہ کے مولے ہو گئے
مولیٰ کل مومن ومومنة	

عبدالحق دہلوی از رجال مشکوۃ میں	عبدالحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں بیان کیا ہے
وقد جاء بروایات کثیرة وطرق متعددة	کہ بہت سی روایتیں بہت سے طریقوں سے اس مضمون
قوله صلی الله علیہ وسلم من کنت مولاه	کی آئی ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا کہ جسکا میں مولیٰ ہوں اسکے
فعلی مولاه رواه کثیر من الصحابة	علی مولیٰ ہیں اسکی روایت بہت سے اصحاب کی ہے
وفی اکثرها زیادة اللهم وال من والاه وعاد	اور بہت سی روایتوں میں اللهم وال من والاه وعاد
من عاداه وقد هناه عمر رضی الله عنہ	من عاداه بھی ہے اور عمر نے یہ کہکے حضرت امیر کو تہنیت
صبیحة یوم غدیر هنیئاً لك یا ابن ابی طالب	دی تھی کہ آپ کو مبارک اے پسر ابو طالب کہ آپ ہر
صبحت مولی المسلمین	مومن ومومنہ کے مولیٰ ہو گئے ،

یہ دس روایتیں ہیں جو ہمنے شرف ذکر حاصل کرنیکے لیئے تحریر کیں ورنہ اگر عالم حشر اموات دیکھنا منظور ہو تو علامۃ علی الاطلاق کی کتاب عبقات دیکھنا چاہیئے جسمیں علماء محدثین وارباب سیر ومورخین وصحابہ وتابعین کا ایک جم غفیر پیغمبر سے روایت حدیث غدیر میں مشغول نظر آتا ہے فجزاه الله عن الایمان والسلام خیر ما یجری به الحامون عن الدین والمجاهد وف فی سبیل الیقین آمین ،

اس حدیث میں علمائے اہل سنن کو بھی کوئی شبہہ نہیں اسکے گواہ یہ چند لوگ پیش کرتا ہوں کیونکہ استیعاب میں تطویل ہے

(۱) شاہ عبدالحق دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں رقمطراز ہیں ،

وھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ وقد اخرجہ	یہ حدیث صحیح ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں
جماعۃ کالترمذی والنسائی واحمد وطرقہ کثیرۃ	ہے اور اسکو ایک جماعت نے ذکر کیا ہے جیسے
جدا رواہ ستۃ عشر صحابیا وفی روایۃ لاحمد انہ	ترمذی اور نسائی اور احمد اسکے طریقہ بہت
سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون	زیادہ ہیں اسکی روایت سولہ صحابیوں نے
صحابیا وشہدوا بہ لعلی رضی اللہ عنہ	کی ہے اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اسکو
لما نوزع ایام خلافتہ کثیر من اسانیدہ صحاح	پیغمبر سے تیس صحابیوں نے سنا اور جسوقت امیر المومنین
وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ	سے ایام خلافت میں نزاع کی گئی تو ان تیسوں نے
ولا الی قول بعضھم	آپ کی مولائیت کی شہادت دی ہے،
ان زیادۃ اللھم وال من والاہ الی آخرہ	اس حدیث مبارک کے بہت سی سندیں صحیح اور حسن
موضوع فقد ورد ذلک من طرق صحح	ہیں اور وہ شخص قابل التفات نہیں جو اس حدیث
الذھبی کثیرا منھا کذا قال الشیخ ابن	میں قدح کرے اور اسکی صحت سے انکار کرے اور نہ
حجر فی الصواعق المحرقہ	وہ شخص قابل توجہ ہے جو کہتا ہے کہ اللھم وال

من والاہ موضوع ہے کیونکہ یہ زیادتی ایسے طریقوں سے وارد ہوئی ہے جنہیں سے بہت سے طریقوں کو ذہبی نے صحیح کہا ہے شیخ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یوہیں بیان کیا ہے،

(۲) احمد بن الفضل وسیلۃ المآل میں	ترجمہ
وھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ ولا شک	یہ حدیث صحیح ہے جسمیں کوئی شک نہیں ہوسکتا جو
ینافیہ د روی عن الجم الغفیر من الصحابۃ	اسکے منافی ہو یہ حدیث صحابہ کے ایک کثیر التعداد گروہ
وشاع واشتھر ونا ھیک بمجمع حجۃ	سے مروی ہے اور یہ شائع اور مشہور حدیث ہے جسکی
الوداع	لیے مجمع حجۃ الوداع کافی سمجھا جا سکتا ہے،
(۳) ابن حجر صواعق میں)	ترجمہ
بیانہ انہ حدیث صحیح لا ریب فیہ	اسکا بیان یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جسمیں کسی

قد اخرجہ جماعۃ کالترمذی والنسائی واحمد فطرقہ کثیرۃ جدا ومن ثم رواہ ستۃ عشر صحابیا وفی روایۃ لاحمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون صحابیا وشہدوا بہ لما نوزع ایام خلافتہ کمامر

قسم کا شبہہ نہیں ہے اُسکو ایک جماعت نے بیان کیا ہے جیسے ترمذی اور نسائی اور احمد پس اسکے طریقہ نہایت زیادہ ہیں اور اسیوجہ سے سولہ صحابی اسکے راوی ہیں اور روایت احمد میں ہے کہ پیغمبر سے تیس صحابہ نے یہ حدیث سنی اور اُنھوں نے وقت نزاع ایام خلافت امیرالمومنین کے لیئے گواہی دی جیساکہ گذرا،

(۴) ملا علی قاری مرقاۃ میں

والحاصل ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا اذ فی روایۃ لاحمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون صحابیا وشہدوا بہ لعلی لما نوزع ایام خلافتہ

ترجمہ

حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جسمیں شک نہیں ہو سکتا بلکہ بعض حفاظ نے اُسکو متواترات میں شمار کیا ہے کیونکہ روایت احمد میں ہے کہ اسے پیغمبر سے تیس صحابہ نے سُنا اور جب امیرالمومنین کے زمانہ خلافت میں آپسے نزاع کیگئی تو ان اصحاب نے حضرت کی موافقت میں گواہیاں دیں،

(۵) مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نزل الابرار میں)

ھذا حدیث صحیح مشہور ولم یتکلم فی صحتہ الا متعصب جاحد لا اعتبار لقولہ فان الحدیث کثیر الطرق جدا

ترجمہ

یہ حدیث صحیح مشہور ہے اسکے صحت کی متعلق شک کرنے والا سوائے متعصب منکر کے جسکے قول کا کوئی اعتبار نہیں) کوئی اور نہیں اسلیئے کہ حدیث کے طریقہ بہت زیادہ ہیں

(۶) شمس الدین محمد بن محمد جزری کتاب اسنی المطالب میں

ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم

ترجمہ

حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کا ارادہ کرنے والا وہی شخص ہو سکتا ہے جسے علم حدیث میں کوئی اطلاع نہیں اسکا کوئی اعتبار نہیں،

(۷) ابوالحسن علی بن محمد الخطیب المعروف بابن المغازلی مناقب میں	ترجمہ
قال ابوالقاسم الفضل بن محمد هذا حدیث	ابوالقاسم فضل بن محمد نے کہا ہے کہ جناب رسالتمآب
صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ	سے یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث غدیر خم کی روایت
وسلم وقد روی حدیث غدیر خم	جناب رسالتمآب سے سو آدمیوں سنے کی ہی جن ہوا نمیں
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں یہ حدیث حدیث ثابت
نحو مائۃ نفس منہم العشرۃ وھو حدیث	ہے میں اسمیں کسی خرابی کو نہیں جانتا اس فضیلت میں
ثابت لا اعرف لہ علۃ تفرد بہ ی رضی اللہ	امیر المومنین علیہ السلام متفرد ہیں جسمیں کوئی شریک
عنہ بهذه الفضیلۃ لم یشرکہ احد انتهی	نہیں :-

حدیث غدیر متواتر ہے

سیوطی نے رسالہ ازہار متناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں اس حدیث مبارک کو درج کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اُنکے نزدیک متواترات میں سے ہے جیساکہ نام سے ظاہر و باہر ہے چنانچہ احادیث مناقب امیر المومنین میں قمطراز ہیں،

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ	حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اسکو
اخرجہ الترمذی عن زید بن ارقم و	ترمذی نے زید بن ارقم سے اور احمد نے علی اور ابو
احمد عن علی وابی ایوب الانصاری	ایوب انصاری سے اور بزاز نے ابو ہریرہ
والبزاز عن ابی ھریرۃ وطلحہ وعمارۃ وابن	اور طلحۃ اور عمارۃ وابن عباس و بریدہ سے
عباس وبریدۃ والطبرانی عن ابن عمر	اور طبرانی نے ابن عمر اور مالک بن حویرث اور
ومالک بن الحویرث وحبشی بن جنادۃ	حبشی بن جنادہ اور حوشب اور سعد بن ابی
وحوشب وسعد بن ابی وقاص وابی	وقاص اور ابو سعید خدری اور انس سے
سعید الخدری وانس وابونعیم عن	اور ابونعیم نے خدیج انصاری سے روایت کی
حذیفۃ الانصاری واخرجہ ابن عساکر	ہے اور ابن عساکر نے اُسکی تخریج عمر بن عبدالعزیز

عن بن عبد العزیز قال حدثنی عدۃ
انهم سمعوا رسول الله یقول من کنت
مولاہ فعلی مولاہ

سے کی ہے اُنہی کہا کہ مجھ سے متعدد راویوں نے
بیان کیا کہ انہوں نے رسول کو کہتے سنا کہ من کنت
مولاہ فعلی مولاہ،

ابن جزری کتاب اسنی المطالب میں

اخبرنا ابو حفص عمر بن الحسن المراغی
فیما شافهنی به عن ابی الفتح یوسف
بن یعقوب الشیبانی اخبرنا ابو الیمن
زید بن الحسن الکندی اخبرنا ابو منصور
القزاز اخبرنا ابو بکر بن ثابت الحافظ
اخبرنا محمد بن عمر بن بکر اخبرنا
ابو عمر الاخباری حدثنا ابو جعفر
احمد بن محمد الضبعی حدثنا الاشج
حدثنا العلاء بن سالم عن یزید بن ابی
زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال
سمعت علیا رضی الله عنه بالرحبة
ینشد الناس من سمع النبی صلی
الله علیه وسلم یقول من کنت مولاہ
فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد
من عاداہ فقام اثنا عشر بدریا فشهدوا
انهم سمعوا رسول الله صلی الله علیه
وسلم یقول ذلك هذا حدیث

ترجمہ

سلسلۂ مذکورہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت
کی ہے کہ میں نے علی کو صحن مسجد میں سنا کہ
آپ لوگوں سے پوچھ رہے تھے کہ کس نے کس نے
پیغمبر کو کہتے سنا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ اس کے
جواب میں بارہ شخص جو اہل بدر میں سے تھے اٹھ
کھڑے ہوئے اور انھوں نے اس بات کی گواہی
دی کہ ہمنے پیغمبر کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ حدیث
اس طریقہ پر حسن ہے اور بہت سے طریقوں
سے صحیح ہے امیر المومنین سے یہ خبر متواتر ہے اور
پیغمبر سے بھی یہ روایت متواتر ہے جم غفیر
نے اس حدیث کو جم غفیر سے روایت کی ہے
اور کوئی اعتبار اس شخص کا نہیں جسنے اس حدیث
کی تضعیف کرنے کا قصد کیا ہے وہ ان لوگوں میں
سے ہوگا جسکو علم حدیث میں کوئی اطلاع نہیں
کیونکہ یہ حدیث بطریق مرفوع (یعنی رسالتمآب
تک پہونچادی گئی ہے) ابو بکر صدیق اور عمر بن

حسن من هذا الوجه صحيح من وجوه كثيرة ثوائر عن امير المومنين على رضى الله عنه وهو متواتر ايضاً عن النبى رواه الجم الغفير عن الجم الغفير ولا عبرة بمن حاول تضعيفه ممن لا اطلاع له فى هذا العلم فقد ورد مرفوعاً عن ابى بكر الصديق وعمر بن الخطاب وطلحة بن عبدالله والزبير بن العوام وسعد بن ابى وقاص وعبدالرحمن بن عوف والعباس بن عبدالمطلب وزيد بن ارقم والبراء بن عازب وبريدة بن الحصيب وابى هريرة وابى سعيد الخدرى وجابر بن عبدالله وعبدالله بن عباس وحبشى بن جنادة وعبدالله بن مسعود وعمران بن حصين وعبدالله بن عمر وعمار بن ياسر وابى ذر الغفارى وسلمان الفارسى واسعد بن زرارة وخزيمة بن ثابت وابى ايوب الانصارى وسهل بن حنيف وحذيفة بن اليمان وسمرة بن جندب وزيد بن ثابت وانس بن مالك وغيرهم من الصحابة رضوان الله عليهم وصح عن جماعة منهم ممن يحصل القطع بخبرهم وثبت ايضاً ان هذا القول كان

خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف اور عباس بن عبد المطلب اور زید بن ارقم اور براء بن عازب اور بریدۃ بن حصیب اور ابو ھریرہ اور ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباس اور حبشی بن جنادہ اور عبد اللہ بن مسعود اور عمران بن حصین اور عبد اللہ بن عمر اور عمار بن یاسر اور ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی اور اسعد بن زرارہ اور خزیمہ بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور سہل بن حنیف اور حذیفہ بن یمان اور سمرۃ بن جندب اور زید بن ثابت اور انس بن مالک اور اُنکے علاوہ اور صحابیوں سے بھی روایت کی ہے اور یہ حدیث بطریق صحیح اس جماعت سے ثابت ہے جسکی خبر سے قطع و یقین حاصل ہوتا ہو اور یہ بھی ثابت ہے کہ پیغمبر نے یہ حدیث یوم غدیر خم فرمائی

منہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم،

(۳) ابن کثیر شامی نے کلام ذہبی کو نقل کیا ہے جسمیں تواتر حدیث غدیر کا اعتراف مذکور ہے چنانچہ تاریخ ابن کثیر میں ہے:-

فاما الحدیث الذی رواہ ضمرة عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شھر بن حوشب عن ابی ھریرة قال لما اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علی قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فانزل اللہ عز وجل الیوم اکملت لکم دینکم قال ابو ھریرة وھو یوم غدیر خم من صام یوم ثمانی عشر من ذی الحجة کتب لہ صیام ستین شھرا فانہ حدیث منکر جدا بل کذب لمخالفتہ مما ثبت فی الصحیحین عن امیر المومنین عمر بن الخطاب ان ھذہ الایة نزلت فی یوم الجمعة یوم عرفہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف بھا کما قدمنا وکذا قولہ ان صیام یوم الثامن عشر من ذی الحجة وھو یوم غدیر خم یعدل صیام ستین شھرا لا یصح لانہ قد ثبت ما معناہ فی الصحیح ان صیام شھر رمضان بعشرة اشھر فکیف یکون صیام واحد یعدل ستین شھرا ھذا باطل وقد قال شیخنا الحافظ ابو عبداللہ الذھبی بعد ایراد ھذا الحدیث منکر جدا رواہ حبشون الخلال واحمد بن عبداللہ بن احمد النیری وھما صدوقان عن علی بن سعید الرملی عن ضمرة قال ویروی ھذا الحدیث من حدیث

ترجمہ

لیکن وہ حدیث جسکو ضمرۃ نے ابن شوذب سے انھوں نے مطر وراق سے انھوں نے شہر بن حوشب سے انھوں نے ابو ھریرہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ علی کا ہاتھ پکڑا تو کہا کہ جسکا مولی میں ہوں اُسکے علی مولی ہیں تو خدا نے یہ آیت اُتاری الیوم اکملت لکم دینکم ابو ہریرہ نے کہا کہ جسدن پیغمبر نے یہ کہا وہ یوم غدیر خم تھا جو شخص روزہ رکھے اٹھارہ یوم غدیر کو تو اسکے لیے ساٹھ مہینہ کے روزہ کا ثواب لکھا جائے گا یہ حدیث قابل انکار ہے بلکہ دروغ ہی کیونکہ صحیحین میں عمر بن خطاب سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ آیت روز جمعہ یوم عرفہ نازل ہوئی اور پیغمبر مقام عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا اور یونہیں ابو ہریرہ کا یہ قول کہ اٹھارہ ذالحجہ کا روزہ ساٹھ مہینوں کے برابر ہوتا ہے صحیح نہیں کیونکہ صحیح میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ماہ صیام کا روزہ دس مہینوں کے روزوں کی برابر ہے تو کیونکر ممکن ہے

عمر بن الخطاب ومالك بن الحويرث وانس بن مالك
وابي سعيد وغيرهم باسانيد واهية قال وصدر
الحديث متواتر اتيقن ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قاله واما اللهم وال من والاه فزيادة قوية الاسناد
واما هذا الصوم فليس بصحيح ولا والله
نزلت الآية يوم عرفة قبل غدير خم بايام والله اعلم

کہ ایک روزہ ساٹھ مہینوں کے برابر ہو یہ باطل ہے اسلئے کہ
شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی نے اس حدیث کے ذکر
کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث قابل انکار ہے اسکی روایت
حبشون خلال اور احمد بن عبداللہ بن احمد نیریزی نے
کی ہے یہ دونوں سچے ہیں علی بن سعید رملی سے اور
انھوں نے ضمرہ سے روایت کی ہے اور انکی روایت عمر
بن الخطاب اور مالک بن حویرث اور انس بن مالک اور ابو سعید وغیرہم سے ضعیف سندوں سے بھی کیگئی ہے ذہبی کا
قول ہے کہ ابتدائے حدیث یعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ تو متواتر ہے مجھے یقین ہے کہ پیغمبر نے ایسا کہا ہے رہگیا جملہ اللہم
وال من والاہ یہ ایک ایسی زیادتی ہے جسکی اسناد قوی ہے رہگیا روزہ تو وہ صحیح نہیں ہے اور نہ آیہ اکملت لکم دینکم الخ

جمال الدین محدث اربعین مناقب میں — ترجمہ

الحديث الثالث عشر عن جعفر بن محمد عن آبائه
الكرام عليهم السلام ان رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم لما كان بغدير خم نادى الناس فاجتمعوا فاخذ
بيد علي وقال من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره
واخذل من خذله وادر الحق معه حيث دار و
في رواية اللهم اعنه واعن به وارحمه وارحم به و
انصره وانصر به فشاع ذلك وطار في البلاد فبلغ ذلك
الحارث بن النعمان الفهري فاتى رسول الله صلى
الله عليه وآله على ناقة له فنزل بالابطح عن ناقته
واناخها فقال يا محمد [illegible] نا عن الله ان نشهد

تیرہویں حدیث جناب امام جعفر صادق علیہ
السلام نے اپنے آبا کرام سے روایت کی کہ پیغمبر
جب غدیر خم میں تشریف لائے تو آپنے لوگوں میں منادی
کرائی پس وہ جمع ہوئے آپنے علی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا
من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد
من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر
الحق معہ حیث دار اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بھی
فرمایا کہ اے خدا تو انکی اعانت کر اور انکے سبب سے
اعانت کر اور انپر رحم کر اور انکی سبب سے رحم کر اور
انکی مدد کر اور سبب سے انکی مدد کر یہ خبر شایع ہوئی
اور تمام شہروں میں پہونچی یہانتک کہ حارث

ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ فقبلناہ منک	بن نعمان فہری تک بھی پہونچی وہ پیغمبر کے پاس
وامرتنا ان نصلی خمسا فقبلناہ منک وامرتنا بالزکوٰۃ	اپنے ناقہ پر سوار ہوکر ابطح میں پہونچکر اپنے ناقہ سے
فقبلناہ منک ثم امرتنا ان نصوم فقبلناہ منک ثم امرتنا	اترا اور ناقہ کو بٹھایا اور جناب رسالتمآب سے دگستاخانہ) کہا کہ
بالحج فقبلناہ منک ثم لم ترض بھذا حتی رفعت بضبعی ابن عمک تفضلہ	آپنے خدا کی طرف سے حکم دیا کہ ہم لا الہ الا اللہ کی شہادت دا کریں اور
علینا وقلت من کنت مولاہ فعلی مولاہ فھذا شئی	آپکی رسالت کی گواہی دیں ہمنے اس حکم کو قبول کیا اور ایسا ہی کیا
منک ام من اللہ عز وجل فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ	آپنے یہ حکم دیا کہ پانچوں وقت کی نماز ادا کیا کریں ہمنے یہ بھی قبول کیا اور
وسلم والذی لا الہ الا ھو ان ھذا من اللہ فولی	آپنے زکوٰۃ کا حکم دیا ہمنے اسکی بھی تعمیل کی پھر آپنے روزہ کا حکم دیا
الحارث بن النعمان وھو یرید راحلتہ وھو یقول	ہمنے اسے بھی قبول کیا پھر اپنے حج کرنے کا حکم دیا ہمنے
ان کان ما یقول محمد حقا فامطر علینا حجارۃ	اسکو بھی مانا پھر بھی آپ راضی نہوئے جبتک کہ آپنے اپنے ابن عم
من السماء او ائتنا بعذاب الیم فما وصل الی راحلتہ	کو ہمپر فضیلت دینے کیلئے بلند نہیں کیا اور آپنے کہدیا
حتی رماہ اللہ عز وجل بحجر فسقط علی ھامتہ	کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ آپکی طرف کی بات
وخرج من دبرہ فقتلہ وانزل اللہ عز وجل سئل	تھی یا خدا کے جانب کی پیغمبر نے قسم یاد کرکے فرمایا کہ یہ
سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع اقول	خدا ہی کیطرف کا حکم تھا حارث اپنی سواری کیطرف یہ
ھذا الحدیث سوی قصۃ الحارث تواتر عن	کہتا ہوا پلٹا کہ اگر جو کچھ (محمد) کہتے ہیں یہ حق ہے
امیر المومنین علیہ السلام وھو متواتر عن النبی صلی	تو ہمپر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی عذاب الیم
اللہ علیہ والہ وسلم ایضا رواہ جمع کثیر وجم غفیر	ہمپر نازل کر تو خدا نے ایک پتھر سے مارا جو سر پر
من الصحابۃ	گرا اور اسفل سے نکل گیا وہ ملعون ہلاک ہوگیا

اور خدا نے یہ آیت نازل کی جسکا ترجمہ یہ ہوا کہ ایک سوال کرنے والے نے عذاب واقع کا سوال کیا جو کافروں کے کے لئے ہے جسکا کوئی دفع کرنے والا نہیں، میں کہتا ہوں (جمال الدین محدث) یہ حدیث سوائے قصہ حارث کے امیر المومنین سے متواتر ہے اور رسالتمآب سے بھی متواتر ہے ایک بڑی جماعت اور جم غفیر نے صحابہ میں سے اسکی روایت کی ہے :-

صالح بن مہدی مقبلی کتاب ابحاث مسددہ میں

ومن اوضحه معنى واشهره رواية حديث
من كنت مولاه فعلي مولاه وفي بعض روايات
زيادة اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وفي
بعضها زيادة وانصر من نصره واخذل من
خذله وطرقه كثيرة جدا ولذا ذهب بعضهم
الى انه متواتر لفظا فضلا عن المعنى وعزاه
السيوطي في الجامع الكبير الى احمد بن حنبل
والحاكم وابن ابي شيبة والطبراني وابن ماجه
والترمذي والنسائي وابن ابي عاصم والشيرازي
وابي نعيم وابن عقدة وابن حبان والخطيب بعضهم من
رواية صحابي وبعضهم من اثنين وبعضهم من اكثر من
ذلك وذلك من حديث ابن عباس وبريدة بن
الحصيب والبراء بن عازب وجرير البجلي وجندب
الانصاري وحبشي بن جنادة وابي الطفيل و
زيد بن ارقم وزيد بن ثابت وحذيفة بن اسيد
الغفاري وابي ايوب الانصاري وزيد بن شراحيل
الانصاري وعلي بن ابي طالب وابن عمر وابي هريرة
وطلحة وعمرو بن مرة وفي بعض روايات احمد
عن علي وثلاثة عشر رجلا وفي رواية له وللضياء
المقدسي عن ابي الطفيل [illegible] من الصحابة

ترجمہ

اور پیغمبر کی حدیثوں میں سب سے زیادہ واضح
المعنی اور مشہور ترین روایات حدیث من کنت مولاہ
فعلی مولاہ ہے اور بعض میں اللہم وال من والاہ وعاد من
عاداہ کی زیادتی ہے اور بعض میں وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ کی
زیادتی ہے اور اسکے طریقے بہت زیادہ ہیں اسی وجہ سے بعض کا مذہب ہے
کہ یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے بھی متواتر ہے چہ جائیکہ اسکی
معنی سے بحث کیجائے جامع کبیر میں سیوطی نے
اسکی روایت کو احمد بن حنبل اور حاکم اور ابن ابی شیبہ
اور طبرانی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور نسائی اور
ابن ابی عاصم اور شیرازی اور ابو نعیم اور ابن عقدہ
اور ابن حبان اور خطیب کی جانب منسوب کیا ہے
انمیں سے بعضوں نے ایک صحابی سے روایت کی
اور بعضوں نے دو سے اور بعضوں نے دو سے زیادہ سے
اور یہ اسلئے کہ ان لوگوں نے اصحاب میں سے اسکی روایت
پیغمبر سے کی ہے ابن عباس و بریدہ بن الحصیب و براء
بن عازب و جریر بجلی اور جندب انصاری اور حبشی
بن جنادہ اور ابو الطفیل اور زید بن ارقم اور زید بن
ثابت اور حذیفہ بن اسید غفاری اور ابو ایوب انصاری
اور زید بن شراحیل انصاری اور علی بن ابی طالب اور ابن
عمر اور ابو ہریرہ اور طلحہ اور عمرو بن مرۃ تو ممکن ہے

وفی روایۃ لابن ابی شیبۃ وفیھا اللھم وال من
والاہ الخ عن ابی ھریرۃ واثنی عشر من الصحابۃ
وفی روایۃ احمد والطبرانی والمقدسی عن علی
وزید بن ارقم وثلثین رجلاً من اصحابہ م
فانکان مثل ھذا معلوماً والا فمافی الدنیا
معلوم،

کہ انمیں سے ایک کی روایت بیان کیجا سے
یا دو دو کی یا اس سے زائد کی) اور بعض روایات
میں علی علیہ السلام اور تیرہ آدمیوں سے ہے اور
ایک روایت احمد اور ضیائی مقدسی میں بواسطہ
اور ایک جماعت صحابہ سے ہے اور ایک روایت
میں جو ابن شیبہ سے ہے جسمیں اللہم وال من والاہ ہے
ابوہریرہ اور بارہ صحابیوں سے ہے اور روایت احمد اور طبرانی اور مقدسی میں علی ؑ اور زید بن ارقم اور تیس صحابی پیغمبر سے
ہے پس با وصف اس کثرت طرق کے) اگر حدیث غدیر معلوم کہی جائے تو خیر ورنہ دنیا میں پھر کوئی معلوم ہی نہیں،
(ماخوذ از عبقات)

باب النتائج

ابتک جو کچھ بیان ہوا ان حدیث غدیر کا وجود تہا اور اسکا دنیائے اسلام میں بغیر ریب و شک
تسلیم ہونا اور اسکے ساتھ ہی ساتھ اسکا متواتر ہونا جو مفید قطع و یقین ہوتا ہے ان باتوں کا اعتراف علمائے
محققین و محدثین اہلسنت کی زبان سے سابقاً بیان کر دیا گیا اور وہ نہ تنہا بیان ہے بلکہ اسطرح
آشکار ہے جسطرح آفتاب وسط آسمان میں محتاج اعتراف مبصرین نہیں ہے حد ہوگئی کہ اسبات کا دعویٰ
کر دیا گیا کہ اگر یہ معلوم نہیں تو دنیا میں کوئی چیز معلوم نہیں اس سے زائد طاقتور حدیث فہرست احادیث
نبوی میں مشکل سے ملیگی بلکہ نہ ملیگی اسکی آواز پیغمبر کی منادی اور وحی کی طاقت کیوجہ سے اسقدر
دشت و در بلکہ درجات زمین اغبرا اور بام فلک اخضر میں گونجی ہوئی ہے جس سے زیادہ کوئی آواز دنیا کی نہیں پھیلی
ہوئی ایک تو وحی باری دوسری تبلیغ پیغمبر تیسرے مجمع حجۃ الوداع چوتھے نصف النہار خم پانچویں تاکید
پیغمبر چھٹے یہ آواز کہ الا فلیبلغ الشاہد الغائب (جو حاضر ہیں وہ غائب تک پہونچا دیں) یہ تمام چیزیں
ملکر جس شے کے اظہار میں کوشش کرینگے اسمیں پوشیدگی اور حجاب کو راستہ مل نہیں سکتا مجمع
حجۃ الوداع کے متعلق محدثین کے تصریحات موجود ہیں کہ عصر موجود نبی میں جتنے لوگوں کا نام
فہرست اصحاب در تعریف صحابی میں داخل ہو سکتا تہا وہ سب موجود تھے اور اسی وجہ سے پیغمبر

نے چاہا تھا کہ یہ حدیث ایسے مقام پر بیان کیجائی جہاں پورا مجمع موجود رہے اور لوگ متفرق نہ ہونے پائیں اور ایسا مقام صرف غدیر خم تھا جیسا کہ تاریخ حبیب السیر میں مرقوم ہے جلتی دوپہر میں حدیث بیان کیگئی ہر ہر جلسہ پر اپنی تبلیغ کی شہادت چاہی لیکن گمراہ ہونیوالوں نے تمام اہتماموں پر پانی پھیر دیا،

تعجب خیز مسلمین کا رویہ

کوئی خبر اور کوئی اثر خلافت خلفائے کے متعلق موجود نہیں مگر وہ صلابت اسکے قبول میں ہے کہ جسکی حد نہیں اور ایسی یقینی خبر جسکی طاقت کی حد نہیں درمیان میں موجود ہے اور اسپر عمل نہ کرنیکی وہ کوشش ہے کہ توبہ،

اطیعوا الرسول کی تنسیخ

قران بھرا ہوا ہے اس امر سے کہ رسول کی اطاعت فرض ہے بلکہ اطاعت کیے جانیکی غرض سے رسول بھیجی ہی جاتے ہیں لیکن وہ حدیث جسکو بڑے اہتمام سے بیان کیا تھا اسلام کے دعویداروں نے ضایع کر دیا اور پھر دعوی ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والے ہم اسکی تصدیق کرنے والا ہم اسپر عمل کرنے والے ہم۔ یہ یاد رہے کہ جسقدر حدیث میں طاقت ہے اُسیقدر اسکے منکر کے ادعاے اسلام میں ضعف ہے کیونکہ تنہا حدیث ہی نہیں چھوڑی گئی بلکہ قرآن بھی چھوڑا گیا،

تعجب بالائے تعجب

یہ اعتراف ہے کہ اس حدیث میں کوئی شک نہیں جیسا کہ ناظرین نے سابق میں ملاحظہ فرمایا، اس اعتراف کے بعد اس حدیث سے وہی برتاؤ کیا گیا جو مشکوک سے کیا جاتا ہے بلکہ جو حدیث منکر سے کیا جاتا ہے اور جب یہ خبر یقینی ہے تو اسکا تارک یقینی تارک قول نبی اور قول رسول سے جان بوجھ کر انکار ویسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کا انکار اور منکر قرآن مسلم کیونکر کہا جاسکتا ہے،

دوسرا عنوان تقریر

جب خبر نبی یقینی ہے تو لاریب کہ ادنی کی سرداری مقابل یقین ہے لہذا ناقابل انکار

ہوگی پھر خلافت خلفا حق نہوگی بلکہ محض باطل،

تیسری تقریر

یوں ادا ہو سکتی ہے کہ خلافت خلفائے ثلثہ جب صحیح ہو سکتی ہے جب حدیث غدیر معاذ اللہ دروغ ہو حالانکہ وہ یقینی ہے لہذا دعوائے صحت خلافت دروغ بے فروغ ہے،

چوتھی تعبیر

معتقدین خلافت خلفا جب مسلم کیے جا سکتے ہیں جب حدیث غدیر نہو کیونکہ خلافت مصطلحہ جبھی صحیح ہو سکتی ہے جب رد تکذیب رسول پر موقوف نہو حالانکہ وہ اسی تکذیب پر موقوف ہے اور تکذیب قول نبی کفر ہے لہذا اساس خلافت کفر پر قائم ہوگی،

پانچویں عبارت

خبر غدیر یقینی ہے اور خلافت خلفا کی حقیت مشکوک ہے لہذا کسیوقت میں شک یقین کا مقابلہ نکر سکے گا اور یقین کے ہوتے ہوے مشکوک کی طرف جانا بے عقلی ہے

تعجبات پر اضافہ

ایک تو اسی بات کا اعتراف تہا کہ اس حدیث میں کوئی شک نہیں اور اگر یہ معلوم نہیں تو دنیا میں کوئی معلوم نہیں پھر اُسپر اتمام حجت خدا کے لیئے یہ اعتراف بھی کر لیا گیا کہ خبر متواترہ ہے مستکتب شہادت تہم انکی گواہیاں لکھہ لی جائنگی، پھر اب کوئی پوچھے کہ خبر یقینی اور متواتر اور دستور العمل قیامت تک کے لیئے تہا پھر اگر کوئی بصیرت قادر اس امر میں غور کرکے تو کرادیا ان حدیث غدیر اور مسئلہ سیر علی کو تہنیت دینے والے کسطرح سقیفہ میں صورت دکھانیکی قابل ہوے اور کیونکر مولی خود بن بیٹھے یہ بیعت جو حدیث غدیر کی بعد کسیکی ہاتھہ پر ہوئی کیونکر جائز ہو سکتی تہی جب قول قطعی رسول اسکا قطعی مخالف تھا،

کوئی جاہل حیلہ جو یہ نہیں کہہ سکتا

کہ خبر تو یقینی اور متواتر اور قطعی ہے لیکن اسکے معنی وہ نہیں ہیں جو تم سمجھے ہو کیونکہ ہم

لکھتے ہیں کہ مقام تبلیغ میں ایسی چیز بیان نہ کرنی چاہیئے جو حاضرین کے سمجھ میں نہ آسے اور جو کچھ حضرات اہلسنت واہی احتمالات بیان کرتے ہیں کہ مولی مختلف معنوں میں آیا ہے لہذا وہ معنی مراد نہیں ہو سکتے جسپر شیعہ اساس امامت قائم کرتے ہیں اگر ایسا تھا کہ لفظ مشترک بولی گئی اور اس سے مراد رسول حاضرین پر مشتبہ ہوگئی تھی تو مکلفین پر حضرت رسالتمآب سے سوال واجب تھا لیکن سوال ایک نے بھی نہ کیا کہ آپ کی مراد لفظ مولی سے کیا ہے اور جب سوال نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ قرائن قطعی موجود تھی جس کے بعد سوال کا موقع نہ تھا اور اتنا جلی مفہوم تھا کہ وہ شخص جو سب سے زیادہ بطئی الفہم تھا اور مراد کلام واباً ہی نہیں سمجھا وہ بھی مراد رسول کو مقام خم کی الفاظ سے سمجھ گیا اور اسی تہنیت اداکی اور تہنیت جن معنوں پر ہو سکتی ہے وہ یہی معنی ہیں جسکو شیعہ پیش کرتے ہیں نہ وہ جو سنی حفظ خلافت باطلہ کے لیئے تراشتے ہیں اور جس طرح قرائن قطعیہ جلیہ اثبات پر نص کر رہے ہیں کہ وہی معنی کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ میں مراد ہیں جو مفید امامت امیر المومنین ہیں اسی طرح وہ قرائن اثبات پر بھی دال ہیں کہ جو کچھ حضرات اہلسنت مولی کے معنی بیان کرتے ہیں وہ ہرگز مراد نہیں ہیں،

اگر کوئی کہے کہ وہ قرائن کیا تھے؟

تو ہم کہیں گے کہ حضرت کے کلام سے صاف آشکار ہے کہ حضرت رسالتمآب اپنے وفات کے بعد کا انتظام کر رہے تھے کیونکہ تمام تبلیغوں کا حفظ جبھی ہو سکتا تھا اور صلاح جمیع امت تبھی تھی جب وفات کا زمانہ بھی جہالت سے اسیطرح محفوظ ہو جسطرح حیات نبی کا زمانہ محفوظ تھا اور یہ امر نص خلافت پر منحصر تھا جو کی گئی

اگر کوئی کہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت اپنے وفات کے بعد کا انتظام کر رہے تھے

تو ہم کہینگے کہ وہ فقرات حضرت کے متن حدیث میں مذکور ہیں جن سے صاف آشکار ہے کہ آپ بعد کا انتظام کر رہے ہیں چنانچہ نور الدین ابوالحسن علی بن عبداللہ السمہودی نے جواہر العقدین

میں یوں روایت کی ہے ،

عن ابی الطفیل ان علیا رضی اللہ عنہ قام فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال انشد اللہ من شہد یوم غدیر خم الا قام ولا یقوم رجل یقول انی نبئت او بلغنی الا رجل سمعت اذناہ و وعاہ قلبہ فقام سبعۃ عشر رجلاً منہم خزیمۃ بن ثابت وسہل بن سعد وعدی بن حاتم وعقبۃ بن عامر وابو ایوب الانصاری وابو سعید الخدری وابو شریح الخزاعی وابو لیلی وابو الھیثم بن التیہان ورجال من قریش فقال علی رضی اللہ عنہ وعنہم ھاتوا ما سمعتم فقالوا نشھد انا اقبلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع حتی اذا کان الظہر خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بشجرات فشذبن والقی علیہ ثوب ثم نادی بالصلوٰۃ فخرجنا فصلینا ثم قام فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال یا ایہا الناس ما انتم

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام ایک دن کہڑے ہوے اور آپنے خدا کی حمد وثنا ادا کی پہر فرمایا کہ میں خدا کا واسطہ دیکر اس شخص سے پوچھتا ہوں جو روز غدیر خم حاضر تھا کہ وہ اُٹھ کہڑا ہو وہ نہ اُٹھے جو یہ کہتا ہو کہ مجھے خبر پہونچی یا مجھے خبر دیگئی مگر وہ اُٹھے جسکے دونوں کانوں نے سُنا ہو اور اُسکے قلب نے اسے محفوظ رکہا ہو حضرت کے اس کہنے پر سترہ آدمی اٹھ کہڑے ہوے انہیں سے خزیمہ بن ثابت اور سہل بن سعد اور عدی بن حاتم اور عقبہ بن عامر اور ابو ایوب انصاری اور ابو سعید خدری اور ابو شریح خزاعی اور ابو قدامہ انصاری اور ابو لیلےٰ اور ابوالہیثم بن تیہان تھے اور دوسرے لوگ قریش کے قبیلہ سے تھے حضرت امیر نے فرمایا کہ جو کچھ تمنے سُنا ہو بیان کرو انھوں نے کہا کہ ہم اسبات کی شہادت دیتے ہیں کہ ہم پیغمبر خدا کے ساتھ حجۃ الوداع سے پلٹ کر آسے تھے یہانتک کہ جب ظہر کا وقت آیا تو رسالتمآب نکلی اور آپنے درختوں کے چھانٹ دینے کا حکم دیا ایسا کیا گیا اور اُسپر سایہ کے لیئے کپڑا اُڑادیا گیا اسکی بعد نماز کی منادی کی گئی اور ہمنے رسالتمآب کی ساتھ نماز ادا کی، پیغمبر خدا نے نماز کے، بعد کہڑے ہوکر حمد وثنائے الٰہی ادا کی پہر فرمایا کہ اے لوگو تم (میرے متعلق) کیا کہتے ہو لوگوں نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں

فائلون قالوا قد بلغت فقال اللهم	کہ آپ نے تبلیغ کی پیغمبر نے تین مرتبہ فرمایا کہ پروردگار تو گواہ
اشهد ثلث مرات فقال انی اوشك	رہنا، پھر فرمایا کہ میں عنقریب بلایا جاؤں گا تو ضرور میں اس
ان ادعی فاجیب وانی مسئول و	دعوت پر لبیک کہوں گا مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور
انتم مسئولون ثم قال لان دماءکم	تم سے بھی پوچھا جائیگا پھر فرمایا تمہاری خون اور تمہاری
واموالکم حرام کحرمة یومکم هذا	اموال اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا آج کا دن اور تمہارا یہ
وحرمة شهرکم هذا اوصیکم بالنساء	مہینہ محترم اور حرام ہے میں تمھیں عورتوں کے ساتھ
اوصیکم بالجار اوصیکم بالممالیك اوصیکم	وصیت کرتا ہوں اور ہمسایہ کے ساتھ وصیت کرتا
بالعدل والاحسان ثم قال یا ایها الناس	ہوں اور بندوں کے ساتھ وصیت کرتا ہوں اور
انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و	عدل و احسان کے ساتھ وصیت کرتا ہوں پھر فرمایا
عترتی اهلبیتی فانهما لن یفترقا	کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں خدا کی کتاب اور
حتی یردا علی الحوض نبانی ذلك العلیم	اپنی عترت یہ دونوں آپس میں جدا نہونگی جب تک
الخبیر وذکر الحدیث فی قوله صلی	میرے پاس حوض کوثر پر پہونچ جائیں مجھے اس بات کی
الله علیه وسلم من کنت مولاه فعلی	خبر خدائے عالم و دانا نے دی ہے اسی گفتگو میں حضرت
مولاه فقال علی صدقتم وانا علی	نے حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه، فرمائی امیر المومنین
ذلك من الشاهدین،	نے فرمایا کہ تمنے سچ کہا میں بھی اس امر کا گواہ ہوں،

یہ فقرہ کہ میں عنقریب درگاہ باری میں بلایا جاؤں گا یۂ اسبات کی قطعی دلیل ہے کہ آپنے اپنے وفات کے بعد کا انتظام کرنا چاہا تھا اور وہ سوائے تعیین خلیفہ کے اور کچھ نہتا اور جواہر العقدین کی اس روایت میں جو حمزہ اسلمی سے منقول ہے فقال مابعد ایها الناس انی مقبوض وشك ان ادعی فاجیب یہ عبارت موجود ہے جسکا محصل ہے کہ میرا وقت انتقال قریب ہے ایسے ہی روایت محمد بن علی بن الحسین حکیم ترمذی میں بھی یہ مطلب اس عبارت میں مذکور ہے،

ان رسول اللہ خطب بغدیر خم تحت شجرۃ فقال ایہا الناس انی قد نبانی اللطیف الخبیر انہ لم یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی یوشک ان ادعی فاجیب و انی مسئول وانکم مسئولون فما ذا انتم قائلون قالوا نشہد انک قد بلغت وجہدت ونصحت فجزاک اللہ خیرا فقال الیس تشہدون ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان جنتہ حق ونارہ حق وان الموت حق وان البعث حق بعد الموت وان الساعۃ اتیۃ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور قالوا بلی نشہد بذلک قال اللہم اشہد ثم قال یا ایہا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بہم من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۔

یعنے پیغمبر نے ظہر غدیر خم میں زیر شجر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم مجھے جناب باری نے خبر دی ہے کہ ہر نبی کی زندگی اس نبی کے زندگی کی آدہی ہوتی ہے جو اس سے پہلے گزرا ہے اور میں عنقریب درگاہ باری میں بلایا جاؤنگا اور میں اس دعوت پر لبیک کہوں گا اور مجھسے بھی پوچھا جائے گا اور تمسے بھی پوچھا جائیگا تو تم کیا کہتے ہو لوگوں نے کہا کہ ہم اسبات پر شاہد ہیں کہ آپنے تبلیغ فرمائی اور تبلیغ میں کوشش کی اور نصیحت کی خدا آپ کو جزاے خیر دے فرمایا کہ کیا تم اسی بات کی شہادت نہیں دیتے کہ خدا کی سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اسکا بندہ ہے اور اس بات کی کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے اور موت حق ہے اور حشر حق ہے اور قیامت آئیگی اسمیں کوئی شک نہیں اور خدا قبر والوں کو محشور کریگا لوگوں نے کہا کیوں نہیں ہم ان سب باتوں کی شہادت ادا کرتے ہیں کہا کہ بارالہا تو گواہ رہنا فرمایا کہ اے گروہ مردم خدا میرا مولی ہے اور میں مولاے مومنین ہوں اور انکے ساتھ ان کے نفسوں سے اولی ہوں پس میں جسکا مولی ہوں اُسکے علی مولی ہیں اے خدا تو اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے عداوت کر جو علے سے عداوت کرے صاف ظاہر ہے کہ بعد موت کا انتظام منظور تھا

اور اپنا قائم مقام معین کرنا مقصود تہا وہی کیا اور بتادیا کہ جسطرح میں مولاے مومنین تھا اُونکے

نفسوں سے انکی ساتھ اولیٰ ہوں اسی طرح علی بھی ہیں اسکے بعد موالی کو دعا دیکر اور عدو کیلئے دشمنی یادی کی بد دعا کرکے علی کے مولا ماننے کی ترغیب (نظم متمم) اور ترہیب کی اب بھی اگر سوجھائی نہ دے تو میں اور ہر متکلم مجبور ہے،

کہانتک اب بلاؤں یاد، اے حبیب دلنواز ۔۔۔ سحر ہوئی ہے نور دیکھ کھول چشم نیم باز

تجھے تو بھولنے سے ہے ہمیشہ ارتباط و ساز ۔۔۔ مقام خم سے کم آتی ہے صدائے شاہ سرفراز

علی ولی مومنیں ہے اور میرا وزیر ہے

یہی مفاد اجتماع مجمع غدیر ہے

کہانتلک بیاں کروں کہ داستاں طول ہے ۔۔۔ نتیجہ بے نقاب ہیں نزاع بھی فضول ہے

تحیر اہل ہوش کا محیر العقول ہے ۔۔۔ سقیفہ میں ہیں امتی غدیر میں رسول ہے

ادہر ہے وحی ایزدی نبی حق کے ساتھ ساتھ ہے

ادہر خدا کا ہاتھ ہے ادہر عمر کا ہاتھ ہے

وہ بیعت سقیفہ جو عمر کے ہاتھ سے ہوئی ۔۔۔ بڑے غضب کی چیز تھی خلاف وحی ایزدی

اساس دیں زمانہ میں اسکی وجہ سے گری ۔۔۔ وگرنہ نص مصطفیٰ سے ہو چکی علی ولی

ہمیں کسی سے کام کیا ہمیں نبی سے کام ہے

نبی کے بعد مرتضیٰ زمانہ کا امام ہے

بنی کی بات مٹ گئی غضب کی بات ہو گئی ۔۔۔ سنور کے بن کے پھر تباہ کائنات ہو گئی

کتاب حق کے برخلاف واردات ہو گئی ۔۔۔ نبی نے آنکھ بند کی جہاں میں رات ہو گئی

جو رہنمائے دہر تھا وہ قرص نور چھپ گیا
غبار دل نکل پڑا چراغ طور چھپ گیا

اٹھایا بستر اک طرف دلوں کے اتحاد نے بدل لیا لباس کو بنی ہوئے وداد نے
نقاب خوف اوڑھ لی ہدایت و رشاد نے سمیٹا دامن وسیع دین نامراد نے
یہی غدیر میں گیا تھا نقطۂ کمال تک
یہی اتر کے آگیا مدینہ میں زوال تک

اندھیرا پھیلتا چلا ضیا نے اپنی راہ لی بدل کے نیتوں نے سب متاع عز و جاہ لی
قدم بڑھے تو اس طرح کہ سرحد گناہ لی جہاں سے شرع آئی تھی اسی جگہ پناہ لی
خواص تھے حریص طمع جو رحرص عام تھا
سوائے چند اہل دل کہیں نہ دین کا نام تھا

مہاجریں ادھر چلے جدھر کی تھیں ہجرتیں پھرا رہی تھیں اپنے مونہہ بھی ناصر کی نصرتیں
حدیثیں یاد تھیں کسی کسے تھیں یاد آیتیں مڑی ہوئی تھیں گردنیں بدل گئی تھیں صورتیں
گئیں خدا پرستیاں جناب مصطفیٰ کے ساتھ
سفینہ تہ نشیں ہوا وفات ناخدا کے ساتھ

ابھی یہ کل کی بات ہے کہ تھا طلوع آفتاب غدیر خم میں جمع تھے رسول اور ابوتراب
ابل رہی تھی شیشۂ فلک سے وحی کی شراب تھا پہلوئے مدینۂ علوم میں قیام باب
جو حسن تھا حدیث کا وہ کب رہا نقاب میں
غدیر کی شراب تھی ایاغ آفتاب میں

چمنستانِ محمدؐ پر خزاں

یہ مقتل سادات کا دوسرا حصہ ہے جس میں انصار کی فداکاریوں سے آگے ان جوانانِ بنی ہاشم۔ ۱۸ ابنائے فاطمہؑ علیؑ و بتولؑ کی گود کی گود کے پالوں اور دلبن ماہوش گیسوؤں والوں کے شوق شہادت، رخصت۔ رجز۔ جہاد اور شہادت کے واقعات درج ہیں جو اپنی شجاعت۔ اپنی وفا۔ اپنی طاقتِ ایمان اور اپنے خون کے انمٹ چھاپے صفحۂ زمین کربلا پر لگا کر شط فرات پر پیاسے ذبح ہو گئے

مختصر فہرست حسب ذیل ہے

پہلا پھول عبد اللہ ابن مسلم۔ بیوہ کا بچہ۔ عبد اللہ کی رجز خوانی۔ فلسفۂ شجاعت۔ جنگ اور شہادت۔ مجاہد کی صف ماتم۔ بھائی کی لاش پر یتیم بچے ہیں۔ بیوہ ماں کا زخم جگر۔ **دوسرا پھول**۔ محمد ابن مسلم۔ چچا بھتیجے کی رخصت۔ بھانجے اور بھتیجے کا خلوص۔ اذن جنگ۔ محمد کا رجز۔ بچے کی جانبازی۔ عمر سعد کا فوج کو اغوا **تیسرا پھول**۔ عون ابن عبد اللہ **چوتھا پھول**۔ محمد ابن عبد اللہ۔ زینبؑ کے لاڈلے۔ غم نصیب بہن کی قربانیاں۔ غازیوں کی سواری۔ عون و محمد کا رجز۔ پسر سعد کا غروج۔ شغالان زرد کی گیدڑ بھبکیاں اسد اللہ کے شیروں کا جہاد۔ بہن کو بھائی اور بھتیجے کا خیال۔ خاتون جناں ماں کی آواز۔ شیر خدا کے نواسے فوج کے حصار میں طلب ظفر۔ ماں کے دلخراش بین۔ **پانچواں پھول** جعفر ابن عقیل۔ اذنِ وغا کی تمہید۔ جعفر کا رجز اور جانبازی۔ شہادت اور لاش پر مظلوم کی آمد **چھٹا پھول**۔ عبد الرحمان بن عقیل۔ حسن طلب اذن جنگ۔ ہمہمۂ شیرانہ۔ جنگ اور شہادت **آٹھواں پھول** عبد اللہ بن عقیل **نواں پھول**۔ موسیٰ ابن عقیل۔ موسیٰ کی جلالت اور شہادت **دسواں پھول** یا گُل نوشگفتہ۔ بن بیاہا دولہا۔ کنگنا سہرا مہندی۔ تعویذ کی حقیقت۔ وصیت کا اثر۔ بھائیوں کا راز و نیاز۔ حضرت قاسم کا حصول اذن۔ نوشاہ بنانے کی حسرت۔ بغیر سلاح کا سپاہی میدان قتال میں حسنی جلوہ۔ جناب قاسم کا رجز۔ مظلوم کربلا اور خیمہ کی حالت۔ آخری جنگ اور شہادت۔ پُر ارمان کی لاش۔ **گیارہواں پھول** عبد اللہ الاکبر ابن حسن **بارہواں پھول** احمد ابن حسن۔ شیر خدا کے بیٹوں کا رن **تیرہواں پھول** عبد اللہ ابن علیؑ **چودھواں پھول** جعفر ابن علیؑ **پندرہواں پھول** عثمان ابن علیؑ۔ **سولہواں پھول** عون ابن علیؑ۔ صلح اور برابر سیاہ سے جنگ **سترہواں پھول** عباس ابن علیؑ۔ کنیت و القاب۔ ماہ بنی ہاشم علمدار۔ سقائے سکینہؑ۔ وقت کی تصویر بہشتی کا داخلہ پیاسوں کے خیمہ میں۔ پانی کی سبیل۔ رجز اور ابن صدیقہ سے جنگ۔ اسپ وفا پہ علمدار کی آخری رخصت سپر پھیری والیکا دوسرا حملہ۔ عباس کا روئے سخن کٹے ہوئے بازو۔ مشک و علم۔ شہادت نادر جناب عباس جعفر طیار کی منزلت شیر کی چہک **اٹھارہواں پھول** اٹھارہ برس والا اُم لیلیٰ کی گود کا پالا علی ابن حسینؑ۔ ہمشبیہ رسول دشمن کی نگاہ میں خصوصیا۔ یزید سے قرابت۔ ابراہیم خلیل کی قربانی۔ خواب کی تعبیر کربلا میں خیمۂ عصمت میں تلاطم۔ باپ بیٹے کی رخصت۔ قربانی حج سے مشابہت۔ استغاثہ بدرگاہ احدیت۔ عمر سعد سے مخاطبہ۔ ہمشکل نبی کی سواری۔ علی کا پہلا رجز۔ جنگ صفین کا نمونہ۔ زخمی شیر کی واپسی۔ باپ بیٹے کا روح افزا مکالمہ۔ زبان امام کا اثر۔ رن کو مراجعت۔ فرزند کی آواز۔ کڑیل جوان کا احتضار۔ اٹھارہ برس کا ماتم۔ ایک اور گل ناشگفتہ۔ شہربانو کی نسبت مغالطہ۔ **چمنستانِ محمد کا گُل سر سبد** قرۃ العین نبی حسین ابن علیؑ۔ صحیفۂ حقانیت۔ پہلا مخاطبہ جنوں کا مدد پیش کرنا۔ بیمار کربلا کا عزم میدان امام کا الوداعی سلام۔ باپ بیٹی کا جانگزا مکالمہ۔ زبان امام پر نجد کا ذکر۔ اصحاب اور ام لیلیٰ کو امر بہ صبر۔ بہنوں کی رخصت بھائی سے۔ فاطمہ کبریٰ کو وصیت۔ جامۂ کہنہ کی طلب۔ اہل حرم سے رخصت۔ ذوالفقار اور ذوالجناح۔ امام کی سواری۔ اعجاز امام۔ شہداء سے مخاطبہ۔ استغاثۂ امام کا اثر **چمنستانِ محمدؐ** کی منہ بند کلی علی (اصغر) ابن الحسینؑ۔ بچے پر قرآن کا دھوکا۔ ششماہے مجاہد کا رجز۔ جہاد اور شہادت۔ ناقۂ صالح سے تشبیہ۔ ہاتف کی ندا اور بچے کا دفن۔ نماز میت۔ حیدرؑ کرار کے بیٹے کا رجز خطبۂ امام۔ عمر ابن سعد کا جواب۔ تمیم بن قحطبہ ملعون۔ جابر تمیمی لعین۔ بدر ابن سہیل یمنی۔ امام کا دوسرا خطبہ۔ یکہ و تنہا کی جنگ۔ ساقیٔ کوثر کا پیاسا فرات پر خون میں نہایا علی کا جایا۔ فوج ناری کا ہجوم۔ ہاتف غیبی کی دوسری آواز۔ فرش برزمین اُفتاد۔ ایک **گُل نورس**۔ عبد اللہ بن حسنؑ۔ بانوئے بیکس کی سواری۔ دحیہ کلبی کی شکل میں جبرئیل امین۔ ورود روح رسولؐ۔ علی کا جلوہ کربلا میں۔ ید فرشتے کی حاضری اور روح طیبہ کی تحریک عمر سعد کی نماز۔ بوسہ گاہ رسول پر بارہ فیر میں۔ شفق اور سیاہ آندھی۔ معہ رنگین سرورق۔ قیمت ایک روپیہ (عہ ر)

حصۂ اول **مقتل سادات** کی قیمت بھی ایک روپیہ

فرمائش میں جلدی کیجئے ورنہ دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا

منیجر لوسفر ... ۸۰۰ ...

بنارس کے حاذق حکیم

عالیجناب مصدق حاج الحرمین الشریفین رئیس الحکما حضرت مولانا عرشی دام ظلہ العالی کی خاص ایجاد

"کمونی"

اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا

جگر کی کامل اصلاح کرنیوالی ورم طحال کو جڑ سے کھو دینے والی ریاح البواسیر کی بیخ و بن ست برابر کرنیوالی دستوں کو آہستہ آہستہ
کھونیوالی اور روکنے والی بھوک بڑھا کر خواہش کے ساتھ پوری غذا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی۔ نفخ باؤ گولہ۔ درد شکم
قراقر وغیرہ کو چٹکیوں میں ہوا کر دینیوالی ثقیل سے ثقیل غذا کو ہضم کر دینے والی متلی اور قے کو بالخاصہ روکنے والی معدہ کی تمام شکایتیں دور کرکے
قوت ہاضمہ کو بڑھانیوالی ہضم صحیح کے ساتھ خون صاف پیدا کرکے مادۂ تولید و قوت تناسل میں اچھا خاصہ اضافہ کرنیوالی گردوں میں خاص حرارت
پیدا کرکے طاقت مردانگی کو ابھارنے والی عورتوں کے ایام کی بے قاعدگی کو ٹھیک کرکے باقاعدہ لانے والی ہر مزاج ہر عمر والے
آدمی کو موافق آنیوالی بچوں لڑکوں جوانوں بوڑھوں مردوں اور عورتوں کی تندرستی قائم رکھنے والی اکیلی اور کامیاب دوا ہی ہے جو اپنے
اکسیری کرشموں اور عجائب تاثیرات کی وجہ سے ہر کنبہ والے گھر میں رائج اور طبقۂ ذکور و اناث میں پورا پورا اثر جماتی رہی ہے خوش مزہ
ایسی ہے کہ بچے تک شوق سے مانگ مانگ کر کھاتے ہیں۔ عورتیں تندرستی کی پوڑیہ کہنے لگی ہیں۔
مرد سفر میں حضر میں حرز جان بنا کر ساتھ رکھنے لگے ہیں۔ اطبا مریضوں کو ہدایت کرنے لگے ہیں کہ کمونی کا استعمال کرو شہروں
میں الگ شہرہ ہے دیہاتوں کے ہمت والے خاندانی فیاض زمیندار درجنوں منگا کر غریبوں کو مفت بانٹتے ہیں اگر آپ کا بھی دل
چاہے تو امتحاناً ہی سہی منگائیے اور آزمائیے اور زندگی کا لطف اٹھائیے قیمت فی شیشی چار آنہ محصول کے علاوہ مقرر ہے۔ چونکہ
ایک سے چار شیشیوں کے مصارف ڈاک یکساں پڑتے ہیں اس لئے چار سے کم منگانے میں آپ کا خسارہ ہے۔

ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیئے

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ الحافظ لاہور نمبر ۱۲ جلد ۱ میں ارقام فرماتے ہیں "سفوف کمونی اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم
اور مقوی معدہ دوا ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حاذق مولانا عرشی صاحب دام ظلہٗ جو جگر کی خرابی ورم طحال۔ بواسیر قبض
نفخ اور باؤ گولہ وغیرہ امراض کیلئے ریحکمی علاج ہے شمس العلماء سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد اعصر دام برکاتہ نے اس سفوف کو استعمال کیا
اور مفید پایا اور خاکسار مدیر نے بھی استعمال کیا اور سریع التاثیر پایا ہر گھر میں اسکی ایک شیشی موجود رہنی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت
کار آمد ہو سکے ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

یہ سفوف واقعاً ہضم طعام اور کمزوری معدہ نفخ و قراقر وغیرہ
کے لئے میں نے دیز میرے دیگر احباب نے مفید پایا گو قیمت میں
کم ہے مگر نفع میں زائد ہے (مدیر سہیل یمن)

نقل تحریر سرکار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد پنجاب دام ظلہ العالی
میں نے کمونی خود استعمال کیا نہایت مفید پایا بہت ہی
سریع الاثر اور بے ضرر ہے (حائری)

ملنے کا پتہ

ایف۔ اے۔ ہاشمی حفیظ گنج بنارس سٹی

باہتمام محمد جواد نظامی پرنٹر کے لیس و کٹوریہ اسٹیم پریس لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ایڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنو طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا۔
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہو گی
(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ر کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۲ر اور ششماہی ۱؍ رہوگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام ابو البراعة مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیئے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اُترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ ایسے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہو گا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ر کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہو گا۔
(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جو طلب ہو رکیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے
(۱۲) مضامین موصولہ ضروریات بالضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض و مقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع
۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔
۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

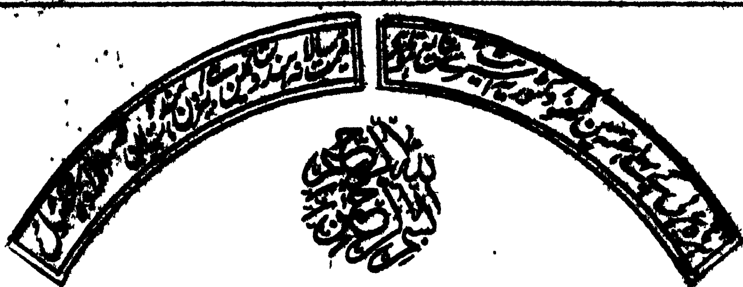
مشتہرین

اس کثیر الاشاعة رسالہ مین اشتہار بھیجے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایکسال کیلئے	للعہ	۳۵ر	۲۵ر
چھ ماہ کیلئے	۲۵ر	۲۵ر	معہ ر
تین ماہ کیلئے	۲۲ر	۵ر	للعہ ر
ایکماہ کیلئے	صہ ر	سے ر	۲ ر

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجایش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اُجرت بہر حال پیشگی آنا چاہیئے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



یہ رسالہ محض حمایت حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جسکا نتیجہ حفظ افراد مذہب ہے
کسی کی آزادی میں کسیلئے اگر کوئی دل آزاری ہو تو اسکے دیکھنے کیلئے شائع نہیں کیا گیا

بسرپرستی مولانا ابن محمد نجیب جائسی

سہیل یمن

زیر ادارت سید علی اکبر رضوی ایڈیٹر ادارہ

جلد ۱۲ ۔ ماہ ربیع الاول [illegible]ھ مطابق اگست [illegible]ء ۔ نمبر ۶

فہرست مضامین

تقریظ

خیر الاعتقاد و تنزیہ المسائل فی مدارک روح الاتحاد

چونکہ زمانۂ غیبت میں امام علیہ السلام کی انتہائی تفضیلات کو نواب امام ہی کی خدمت میں پیش کرنا مناسب تھا کیونکہ سب سے زیادہ اپنے منیب کی فضیلت کی شناخت اور قدر یہی حضرات کر سکتے ہیں۔ اسی خیال سے رسالہ خیر الاعتقاد مجتہدین کرام کثرہم اللہ تعالیٰ کی خدمات میں روانہ کیا گیا۔ چنانچہ جب سرکار شریعت مدار صدر المحققین ناصر الملت والدین شمس العلماء مولانا مولوی السید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزماں کی نظر عالی سے گذرا اور شرف ملاحظہ سے مشرف ہوا۔ اسکے بعد سرکار عالی کا صحیفۂ مبارکہ موصول ہوا ہے وہ بعینہٖ حسب ذیل ہے۔

باسمہ سبحانہ

جناب زبدۃ الابرار الکرام صفوۃ الاخیار الاعلام دام افضالکم مدی اللیالی والایام بعد سلام بالاکرام دامتم بخیر رسالہ شریفہ و عجالہ منیفہ خیر الاعتقاد جسکو براہ کرم آپنے میرے لئے ارسال فرمایا تھا۔ احسن اوقات میں مجھے ملا۔ اور میں نے اسکو بشوق تمام دیکھا اور بہت محظوظ ہوا۔ حق یہ ہے کہ آپنے نصرت حق و رشاد و تائید اعتقاد با سداد میں اپنی سعی جمیل کو انتہا تک پہنچا کر تمامی اہل حق کو مسرور و محظوظ فرمایا ہے۔ خداوند عالم آپکو اس عمل خیر کی بہترین جزا اور بہترین اجر عطا فرمائے اور مومنین متبصرین کو توفیق عنایت کرے کہ وہ اس تالیف شریف سے مستفید و مستفیض ہو کر تکمیل عرفان حضرات معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین سے آپکی اس حمایت حقہ کا اسکا صلہ علی الوجہ الاتم ملیگا اور میدان ہدایت و ارشاد میں آپ ہمیشہ مظفر و منصور رہیں گے۔ واللہ ولی الفضل والانعام والسلام خیر ختام

(مہر شریف) (ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ، ۲۷ محرم ۱۳۴۷ھ)

مذکورہ کتاب بہر کا لکھنؤ بھیجکر یا بیرنگ ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں۔

حاجی غلام علی ابن حاجی اسمٰعیل مدیر راہ نجات بھاؤنگر۔ کاٹھیاوار

معذرت: — مدیر سہیل کی ناسازی مزاج اور مطبع کی ذمتا نقل مکانی نے سہیل کی اشاعت پر اثر کیا اور رسالہ کی حاضری میں دیر ہو گئی مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام مجھے معذور سمجھکر عفو سے کام لیں گے۔

النجم و سہیل یمن

مجھے پرچہ النجم کے دیکھنے کا اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ چنانچہ النجم بابت ۷، ۲۱ شعبان ۱۳۴۶ھ آجکل میرے مطالعہ میں ہے جس کے صفحہ ۳ میں "سہیل بابت ۱ رمضان" کا عنوان قائم کرکے مدیر نے سہیل پر معترضانہ خامہ فرسائی کی ہے اور جس کید و فریب سے کام لیا ہے اُسکی تشریح صفحہ سہیل پر کیجاتی ہے۔

سہیل کے دور ثانی کے اختتام پر اُسکی خدمات دینی پر مدیر النجم نے جو غلط تبصرہ کیا ہے اسکے متعلق مدیر سے صرف اسقدر گذارش ہے کہ مجھے بحیثیت ایک شیعہ ہونے کے اعتراف ہے کہ آپ کے جس مضمون کی تردید کیلئے سہیل نے قلم اٹھایا ہے ایسا مسکت جواب دیا ہے کہ اس کا جواب الجواب ہونا مشکل ہو گیا۔ سہیل جب سے اس عالم وجود میں آیا اُس وقت سے آجتک اسکے پرچے بالاستیعاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنا فرض آپکے مقابلہ میں نہایت کامیابی سے انجام دے رہا ہے لہذا آپکے اس دعوے کو میں ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہوں جیسا کہ آپ صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں۔

"........ شیعوں سے سہیل کی حالت پوچھنی چاہیئے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ دو سال کامل انتظار کرنے کے بعد بیچارے مایوس ہو گئے اور اب یہ بات اُن کے زبانوں پر آ رہی ہے کہ سہیل نے النجم کا جواب کچھ بھی نہ دیا اور نہ دے سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اب شیعوں میں اسکی وہ قدر بھی نہ رہی جو پہلے تھی۔"

سہیل کا طرہ امتیاز آپنے تین باتیں قرار دی ہیں۔ (۱) گالی اور بدتہذیبی کے الفاظ کا استعمال اور ٹائیٹل پر اہل سنت کو ولد الزنا لکھا جانا۔ (۲) النجم کی عبارت کو ناتمام یا قطع برید کے ساتھ نقل کرکے جواب دینا۔ (۳) فضول باتوں میں طول جس سے نتیجہ کا اخذ کرنا دشوار ہو۔ (دیکھو النجم صفحہ ۳) ان تینوں طرّوں کا مشاہدہ صفحات النجم میں برابر کیا جاتا ہے اور زیر بحث پرچہ میں یہ تینوں کیفیتیں موجود ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل ہدیہ ناظرین ہے۔

(۱) صفحہ ۵ میں مدیر سہیل کے متعلق لکھا ہے کہ ع "چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد"

نہ معلوم مدیر النجم کے لغت میں لفظ "دند" کلمہ تہذیب ہے یا غیر مہذب اگر کلمہ غیر مہذب ہے تو مدیر النجم بھی گالی بکنے والے ہوئے۔ النجم میں یہ دیکھکر البتہ حیرت ہوئی کہ اہلسنت کو سہیل میں ولدالزنا لکھا گیا ہے۔ آغاز اجرائے سہیل ہی سے آجتک سب پرچے دیکھ ڈالے ٹائیٹل پیج کو غور سے پڑھا مگر مدیر کے اس دعوے کو کہیں نہیں دیکھا۔ اس ایک شعر پر نظر پڑی بہت غور کیا تو یہی معلوم ہوا کہ اہلسنت اس شعر کے ہرگز مصداق نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ شہ مردان کی محبت کے قائل ہیں۔ اگر مدیر کے نزدیک اہلسنت عدم محبت حضرت علی کے قائل ہیں تو صاف الفاظ میں اقرار کریں تاکہ سہیل کو غور کرنے کا موقع ہو اور آئندہ اہلسنت کو عدم محبت شہ مرداں کے باعث سہیل ایسا ولد الزنا شعر نہ لکھے۔ امید ہے کہ سہیل کی اس غلط فہمی کو آپ دور کر دینگے اور سہیل اس شعر کے لکھنے سے باز آ جائیگا۔

(۲) دوسرا طریقہ مضمون کے قطع و برید کا ہے۔ اس الزام میں آپ خود ماخوذ ہیں "سہیل بابت رمضان" کے مضمون کا جواب جو صفحہ ۵ میں آپ دے رہے ہیں سہیل کے مضمون کو مکمل لکھکر کہاں جواب دے رہے ہیں۔

(۳) تیسرے اعتراض کا نمونہ بھی النجم میں آپ ملاحظہ کرلیں۔ اسی زیر بحث پرچہ میں آیت مودۃ فی القربیٰ کی تفسیر کو محض فضول طول دیا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سہیل کے صاف اور صریح مضمون سے جو طویل بھی ہو آپ کا دماغ حسب التحریر خود اخذ نتیجہ سے قاصر ہے لیکن آپ کا فریق آپ کا مضمون طویل ہو خواہ مختصر۔ پوشیدہ مطلب لکھا ہو یا ظاہر سب کے مطالب کو اپنی خداداد عقل سے اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اب اسکے بعد سہیل بابت رمضان ۱۳۴۶ھ کے مضمون معرکۃ القلم کے متعلق آپنے اپنی قابلیت علمی کے چند نمونے ، ۲۱ شعبان ۱۳۴۶ھ کے پرچہ کے صفحہ ۵ میں پیش کئے ہیں اُن کے جوابات بعد نقل عبارت دیے جاتے ہیں۔

النجم ۱۔ پہلا نمونہ۔ ایکی مرتبہ آپنے اصول کافی سے وصیت صبر والی لمبی روایت صفحہ ۲۱ پر نقل کردی ہے۔ اور اسکے بعد صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں کہ مجھے وہ کلمہ وصیت میں

ڈھونڈ دیا جائے جسمیں تمام عمر صبر کرنے کی وصیت کی گئی ہو؟"

یہ ہے وہ کمال جس کی بابت کہا گیا ہے کہ شعر۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

محقق صاحب سہیل باب رمضان صفحہ ۲۱ پر اپنی ہی منقولہ روایت میں ابدًا حتی اقدام علیک دیکھ لیں۔ ابدًا کے معنی ہمیشہ حتی اقدام علیک کے معنی یہاں تک کہ آپکے پاس پہونچوں یعنی مر جاؤں۔ تمام عمر کیلئے وصیت کی لفظ اب آپ نے دیکھی یا اب بھی نہیں۔

آپ ابدًا حتی اقدام علیک کے معنی مطلب تبا کر سہیل سے حدیث وصیت صفحہ ۲۱ میں دیکھنے کی فرمائش کرتے ہیں اور سہیل کے متعلق لکھتے ہیں کہ " چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ آپ کی اس یاوہ گوئی اور غلط بیانی کا کیا جواب دیا جاوے کیوں حیران جواب وصیت کو آپ اصل وصیت کس حیثیت سے تصور کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جو کچھ آخر وقت میں ارشاد فرمایا وہ تو وصیت ہوا حضرت علیؓ نے وصیت کے جواب میں ابدًا حتی اقدام علیک جو ارشاد فرمایا یہ وصیت کیونکر قرار پا سکتا ہے اس پر آپ کا یہ فرمانا اور بھی اندھیر ہے کہ " تمام عمر وصیت کی لفظ اب آپنے دیکھی یا اب بھی نہیں " آخر آپ کی اس دروغگوئی کا کیا منشا ہے سہیل نے جو کچھ دعوی کیا تھا اسکی رد آپ ہرگز نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں جبتک وصیت میں دوام صبر کی ہدایت آپ نہ دکھا دیں۔ اب یہ مصرع کہ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ آپ کا طرۂ دستار بنا ہوا آپکے فریب کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔

النجم۔ دوسرا نمونہ۔ اسی صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں۔ اب آپ ہیں روایت میں وہ تمام کمال دیکھئے جہاں یہ فقرہ ہو کہ اگر کوئی تم سے بیعت کو کے نکث بیعت کرے تو تم صبر کرنا اگر کوئی تمھاری بیعت میں بعد اجماع مسلمین نہ داخل ہو تو اس سے جنگ نہ کرنا بلکہ صبر کرنا!

جواب یہ ہے کہ جب ہمنے ہمیشہ صبر کرنے اور مرتے دم تک صبر کرنے کا مضمون دکھلا دیا تو اب ہر جزوی واقعہ پر صبر کا حکم دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ اجماع مسلمین کی قید معلوم نہیں

کس ترنگ میں لگائی گئی جو خلافت نص سے ثابت ہوا اجماع مسلمین سے اسمیں کیا اضافہ ہو جاوے گا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ جبتک صرف نص رسول رہی اوسوقت تک تو جنگ نہ کرنے کا حکم تھا اور جب اجماع مسلمین کا اضافہ ہوا تو اب جنگ کرنا ضروری ہوگیا"

آپ حضرت طلحہ و زبیر و حضرت معاویہ سے حضرت علی کے جنگ کو بطور استدلال پیش کرکے عدم وقوع جنگ حضرت ثلاثہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت علی و خلفائے ثلاثہ کے درمیان کوئی رنجش نہ تھی (دیکھو النجم مضمون "سہیل ابت ماہ رمضان") یہ طرز استدلال بالکل دھوکا ہی حضرت علی نے طلحہ و زبیر و حضرت معاویہ سے جارحانہ جنگ کبھی نہیں کی۔ بعد قتل عثمان حسب اصول مذہب اہلسنت حضرت علی پر جب اجماع ہوا تو بعد حصول خلافت ظاہری ان کے لئے یہ لازمی ہوگیا کہ نظم و نسق سلطنت جیسا وہ مناسب سمجھیں کریں۔ خواہ اسمیں جنگ کا احتمال ہی کیوں نہو۔ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جنگ کی ابتدا حضرت علی کی طرف سے کبھی بھی نہیں ہوئی۔ شام میں حضرت معاویہ کی جنگی کارروائیوں کو بمخالفت خلیفہ وقت تاریخوں میں آپ ملاحظہ کریں۔ رہی حضرت طلحہ و زبیر کی جنگ۔ حضرت علی کی مدافعانہ جنگ اُن سے نہ تھی۔ یہ حضرات تو ایک حجلہ نشین سالار لشکر کے سپاہیوں میں تھے۔ اصل جنگجو جس کو وقت کے مسلمانوں نے قرن فی بیوتکن کے حجاب کو چاک کرکے میدان میں لاکر کھڑا کیا تو پھر آپنے نہ معلوم "حضرت طلحہ و زبیر کی جنگ" کی نقاب میدان کارزار کی رستم وقت پر کیوں ڈالا۔ کیوں نہیں کہتے کہ خلفاء ثلاثہ سے کیوں جنگ نہ کی جس طرح حضرت عائشہ و حضرت معاویہ سے کی۔ مگر یہ تو بتائیے کہ جس طرح حصول خلافت کے بعد معاندین خلافت نے حضرت علی کو جنگ کیلئے مجبور کیا تھا اسی طرح بعد رسول فوراً حضرت علی کو خلافت حاصل ہوئی تھی؟ اور خلفائے ثلاثہ نے حضرت علی کو جنگ کیلئے مجبور کیا تھا؟ پس جس طرح استقرار خلافت بعد عثمان حضرت علی کا ثابت ہی اسیطرح حضرت علی کا حصول خلافت بعد رسول ثابت کرکے خلفاء ثلاثہ کی اُن جنگی کارروائیوں کو دکھائے جیسی حضرت عائشہ و حضرت معاویہ نے کیں تو پھر شیعوں سے طالب جواب ہوجئے رسول کے بعد کے واقعہ اور حضرت عثمان کے بعد کے واقعہ کی نوعیت کو ایک قرار دیکر غلط عنوان سوال کا قائم کرکے دنیا کو آپ فریب دے رہے ہیں۔ اگر آپ یہ ارشاد

فرمائیں کہ حضرت عائشہ و حضرت معاویہ کے مجبور کرنے پر بھی حضرت علی کی جنگ اقرار تعمیل وصیت کے
خلاف ہے تو جواب اس کا نفی میں ہے۔ مثالاً میں یوں عرض کروں کہ آپ اپنے گھر میں موجود ہوں اور
شہر کے چند اوباش مسلح ہو کر آپ کے گھر کو گھیر لیں۔ اور آپ یہ عہد بھی کر چکے ہوں کہ میں کسی سے لڑوں گا
نہیں۔ تو کیا آپ دشمنوں سے بچنے کیلئے مدافعانہ کوشش بھی نہ کریں گے اور خموشی سے بیٹھے ہوئے
اپنے جان و مال کو تہلکہ میں ڈالے رکھیں گے۔ آپ باوجود عہد عدم جنگ ضرور مدافعت کرینگے اور آپکا
ایسا کرنا معاہدہ کی عدم پابندی نہیں کہی جا سکتی۔ آپ صلح حدیبیہ کو ملاحظہ کریں اور پھر یہ کہ باوجود وعدہ
آنحضرت صلعم کسطرح مجبور ہوئے۔ یہی حال حضرت علی کا اپنے عہد حکومت میں تھا۔ حضرت علیؑ نے حضرت
معاویہ و حضرت عائشہ کو جنگ کی دعوت نہیں دی اور وقوع جنگ پر جو مدافعانہ طرز عمل اختیار کیا
گیا وہ خلاف ورزی وصیت نہیں کہا جا سکتا۔ آپ اوراق تاریخ الٹیں ہر ممکن سعی حضرت علی نے
موقعہ جنگ پر کی کہ فتنہ فرو ہو۔ کیا فتنہ کے فرو ہونے کی سعی کو آپ یہ کہیں گے کہ حضرت علی نے جنگ کی
پس طرز سوال ہی ایک دھوکا ہے جسمیں سائل شریف کا شیوہ مبتلا ہو گیا۔ لہذا پہلے حضرت علی کی حیثیت
بعد وفات رسول صلعم ویسی قائم کیجئے جیسی بعد قتل عثمان تھی اور پھر حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ
کی جنگی تیاریوں کا نمونہ خلفائے ثلاثہ کی ذات میں دکھا کر حضرت علی پر جنگ نہ کرنیکا اعتراض وارد
کریں۔ اور شیعوں سے جواب لیں شیعہ آپ کی ہر بات کا جواب دینگے۔ خواہ وہ تحریف قرآن ہی کیوں نہ ہو
جس پر آپ کو ناز بیجا ہے۔ اب جبکہ حضرت علی کی جانب سے پیش دستی نہیں ہوئی لہذا آپ ہی کے مسلمہ اصول کے
بعد اجماع مسلمین مخالفین سے جنگ کی نوبت آئی جس کیطرف سہیل کا اشارہ تھا۔ اور یہ وہی اجماع
مسلمین ہے جسکے ترنگ میں حضرت ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کے خون سے بنیاد حکومت کو مستحکم کیا۔ اور
شیعوں کے اصول نقضی پر حضرت علیؑ نے فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازی دبانے کیلئے جو مدافعانہ جنگ
کی وہ صبر کی مخالف نہیں کہی جا سکتی۔

النجم ۱- تفسیر انموذج - اسی صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں کہ روایت میں ہکو یہ بھی دکھلائے کہ لڑنا صبر کے
خلاف ہے سبحان اللہ ابھی کیا ہے آگے چل کر غالباً آپ پوچھیں گے کہ روایت میں ہکو دکھلائے

کہ سونا جاگنے کے خلاف ہے ایسی بدیہی چیز دن کیلئے روایت کا مطالبہ کرنا طفلانہ خیال ہے۔

سبحان اللہ کیا اچھی منطق ہے آپکی کیسی ہوئی تحریر ہے۔ کجا یہ سوال کہ روایت میں لڑنا صبر کے خلاف دکھاؤ اور کہاں آپکا یہ جواب کہ "آپ پوچھیں گے کہ روایت میں سونا جاگنے کے خلاف دکھاؤ" نہ معلوم کس نشہ میں آپ بہکی بہکی باتیں ارشاد فرما رہے ہیں۔ سونا جاگنے کے خلاف تو مشہود ہے اسکے لئے کسی طلب روایت کی ضرورت نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا تھا اور اب بھی پوچھا جاتا ہے کہ "لڑنا صبر کے خلاف دکھاؤ" اجی حضرت حق کیلئے جنگ اگر ہو جائے تو دلیل بے صبری نہیں بلکہ عین صبر ہے دماغ کا علاج کرلیئے اور پھر شیعوں سے پوچھیے کہ لڑنا کیونکر دلیل بے صبری نہیں۔ لہذا اس کا جواب اپنے چھٹے نمونہ کے جواب میں دیکھئے۔

النجم :۔ چوتھا نمونہ۔ کافی والی روایت صبر کی نسبت فرماتے ہیں کہ "علمائے شیعہ نے اسکے قطعی الصدور ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ علامہ مجلسی نے اس کو ضعیف کہا ہے"۔ کیا خوب پھر قطعی الصدور کی بحث ہی رہی قطعی الصدور آپکے یہاں کون سی چیز ہے وہ بتلا دیجئے۔ آپکے تو علماء لکھ گئے کہ اصحاب ائمہ نے ائمہ سے نہ اصول دین کو تقلیداً کیا تھا حاصل کیا نہ فروع دین کو پھر قطعی الصدور کہاں سے کرے ضعیف ہونے کی بھی کوئی وجہ بیان کرنی چاہیئے تھی۔ اصحاب سنیوں کے سامنے ان کی کوئی روایت انشاءاللہ پیش کیجئے گا تو اسکے قطعی الصدور ہونے کی تصریح آپکو دکھلانا پڑے گی۔

علامہ مجلسی نے صبر والی وصیت کو ضعیف اگر کہا تو اسمعیل نے بھی ضعیف اور غیر قطعی الصدور سمجھا۔ سمجھنے دیجئے۔ میں تو اس حدیث کو صحیح سمجھتا ہوں اور باوجود صحیح سمجھنے کے حضرت علی کی جوابی جنگ کو حدیث وصیت کا مخالف نہیں سمجھتا۔ حضرت علی کو بعد رسول صلعم خلافت اگر ملتی اور خلفا مخالف ان سے اسی طرح برسر جنگ ہوتے جس طرح حضرت عائشہ و حضرت معاویہ تھے تو حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے بھی جنگ کرتے لیکن حضرت علی کو یہ موقع زمانہ خلفائے ثلاثہ میں نہیں ملا۔ کیونکہ حسب وصیت حضرت علی نے جارحانہ جنگ کے لئے تلوار کھینچنا مناسب سمجھا۔

رہا مذہب شیعہ میں کسی روایت کا قطعی الصدور ہونا جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ آپ بھی اس نعمت سے محروم ہیں جبھی تو آپ اس دلیری سے فرماتے ہیں کہ " احباب سنیوں کے سامنے ان کی کوئی روایت استدلالاً پیش کیجیئے گا تو اسکے قطعی الصدور ہونے کی تصریح آپ کو دکھلانا پڑے گی " یہی مطلب ہے نا کہ منجانب شیعہ آپکے یہاں سے جو روایت بھی پیش کیجائے گی آپ بجواب شیعہ ہر روایت کو فوراً کہدینگے کہ یہ روایت قطعی الصدور نہیں۔ چلئے شیعوں کی زد سے بچنے کیلئے اچھا حربہ آپ کو مل گیا۔

النجم :- پانچواں نمونہ - فرماتے ہیں کہ رسول کو بھی صبر کی تاکید قرآن میں کی گئی ہے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ رسول کو صبر کا حکم جن آیات میں ہے ان میں وہ ہمیشہ کی لفظ ہے نہ تمام عمر کی تصریح ہے۔ بلکہ بعض آیات میں صاف تصریح ہے واصبر حتی یحکم اللہ اللہ کے حکم تک صبر کیجئے۔ پردہ نشین محقق کا یہ افترا ہے کہ کسی آیت میں فیصلہ کے دن یعنی قیامت تک صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ سچے ہوں تو وہ آیت پیش کریں۔

کیا برجستہ تحریر فرمایا ہے۔ ماشاء اللہ۔ اچھا میں نے قبول کیا کہ سہیل کے پردہ نشین محقق کا یہ افترا ہے کہ رسول کو دائمی صبر کا حکم خدا نے دیا جب قرآن میں آنحضرت صلعم کو ہمیشہ صبر کی تاکید نہیں ہے تو خدا کیلئے اگر آپ جھوٹے نہیں ہیں تو کوئی آیت قرآن سے ایسی دکھائیں جسمیں وقتی صبر کی تاکید کے بعد بے صبری کی تاکید خدا نے کی ہو۔ اور اگر بے صبری کی کوئی آیت آپ دکھا نہ سکے اور یقینی نہ دکھا سکینگے تو سہیل کا دعوی بالکل سچا۔ والصبر حتی یحکم اللہ کے معنی آپ لکھتے ہیں کہ اللہ کے حکم تک صبر کیجئے۔ آپ کی تعلیم کے مطابق نعوذ باللہ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ بعد مل جانے حکم کے آنحضرت صلعم بے صبر ہو گئے۔

النجم :- چھٹا نمونہ - صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کی لڑائیاں حکم صبر کے خلاف تھیں کیونکہ نہ آپ خوارج سے لڑتے نہ ابن ملجم کے دل میں آپ کا کینہ پیدا ہوتا نہ وہ آپ کو قتل کرتا۔

یہ لطیفہ سب سے بڑھ گیا سمجھ میں نہیں آتا کہ محقق صاحب کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کہنا چاہتے ہیں

لڑنے کو صبر کے خلاف نہ کہنا بدیہیات کا انکار ہے۔ البتہ ایک الزام جناب امیر پر آپنے اور عاید کر دیا کہ اپنے قتل کا سامان خود انھوں نے اپنے ہاتھ سے فراہم کیا گویا خودکشی کا ارتکاب کیا نعوذ باللہ۔

خیالات کی پاکیزگی پر طبیعت عش عش کر رہی ہی۔ اچھا مدیر صاحب آپنے مجھے سمجھایا کہ لڑنے کو صبر کے خلاف سمجھو اور میں نے سمجھا۔ آپ بتائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑائیوں کو کیا سمجھوں یہی نا کہ جو کچھ غزوات ہوے وہ سب بے صبری کے نتیجے ہیں۔ آپ کی انھیں کفر کی تعلیمات پر لعنت بھیجنے کو جی چاہتا ہے۔ جناب ان غزوات کے تمام شدائد کو برداشت کرنا اور اسپر راضی برضا رہنا۔ جنگ سے گریز نہ کرنا اور اسکی مصیبتوں پر صبر کرنا۔ جنگ میں مسلمانوں کا قتل ہونا۔ ان سب باتوں پر صبر کا موقع لڑائیوں میں ہوتا ہی اور آپ کی تعلیم ہی کہ لڑائیاں بے صبری کی علامت ہیں اگر ایسا ہی تو عہد ابوبکر۔ عمر و عثمان کی لڑائیوں کے متعلق بھی ایسا فتوی دیں۔

جناب مدیر صاحب دنیا کی ہر چھوٹی بڑی جنگ اور لڑائیوں میں صبر کی آزمائش ہو جاتی ہی آپ بیمار ہوں آپ کی صحت کے مقابلہ میں مرض نے اعلان جنگ کیا۔ مدافعت میں آپنے اطبا سے رجوع کیا تو آپ بڑے بے صبرے کہلاوینگے۔ اگر یہ مدافعت دلیل بے صبری ہے تو براہ کرم اپنے پرچے النجم میں اطبائے یونانی اور انگریزی کو نصیحت فرما دیں کہ علاج و معالجہ سے باز آ دیں اور پھر یہ بھی ارشاد فرما دیں کہ شیعوں کے مقابلہ میں آپنے قلمی جنگ چھیڑ کر اپنی بے صبری کا ثبوت کیوں دیا۔ آپ اس بے صبری کو ترک کرکے تمامی مجلدات النجم کو مثل احراق احادیث و قرآن بتاسی جناب ابوبکر و جناب عثمان دیا سلائی دکھا دیں۔

آپ کا یہ الزام بھی بہت خوب ہے داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک الزام جناب امیر پر آپنے اور عاید کر دیا کہ اپنے قتل کا سامان خود انھوں نے اپنے ہاتھ سے فراہم کیا گویا خودکشی کا ارتکاب کیا۔ نعوذ باللہ۔

اپنے اس استدلال کو ذیل کے واقعات پر منطبق کیجیے اور اپنے فاسد خیالات پر نعوذ باللہ فرمائیے

مگر لیکن آیہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس مین حین البأس سے مراد وقت جنگ صبر کرنا ہے اب یہ کیا ہو گیا کہ جنگ آپ کی نزدیک بیصبری کہلاتی ہے۔ حالانکہ جنگ مین صبر کا وجود بنص قرآنی ثابت ہو گیا اسکے علاوہ

(۱) رسول اللہ صلعم تلقین دین اسلام فرماتے نہ مشرکین عرب دشمن آنجناب صلعم ہوتے۔ نہ شعب ابو طالب کے مصائب جھیلنے پڑتے۔ نہ خس و خاشاک آپ پر پھینکے جاتے نہ اونٹ کی اوجھڑیاں جسم اطہر پر ڈالی جاتیں۔ آپکے استدلال کے اصول پر آنحضرت صلعم سامان خودکشی فراہم کر رہے تھے۔ کیوں جناب مدیر صاحب؟

(۲) اگر بذریعہ وحی آنحضرت صلعم کو مکہ چھوڑنے کا حکم نہ ہوتا اور ہجرت مدینہ آپ نہ فرماتے تو مشرکین عرب جناب ختم رسالت کو قتل نہ کرتے یا نہ کرتے اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا تبلیغ اسلام پر عمل ارتکاب خودکشی ہے؟

(۳) بعد قبول اسلام حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے والدین کیساتھ مشرکین قریش نے جو سلوک کیا وہ آپ کو معلوم ہی ہے اور یہ بھی آپکو معلوم ہے کہ حضرت عمر نے اپنی بہن اور بہنوئی کی کیا عزت قبول اسلام پر کی۔ گویا آپ کی فہم کے مطابق یہ سمجھ لیا جائے کہ والدین عمار یاسر نے ارتکاب خودکشی کیا اور حضرت عمر کے بہنوئی و بہن سامان خودکشی فراہم کر رہے تھے۔ آپ عہد رسول میں اگر ہوتے تو نہ معلوم کتنے مسلمانوں کو دین اسلام میں آنے سے یہ کہکر روکتے کہ قبول اسلام ارتکاب خودکشی کا سامان ہے۔

(۴) حضرت ابو لولو کے خلاف نہ مقدمہ فیصل کرتے نہ اُسکے دلمیں حضرت عمر کا کینہ ہوتا اور نہ وہ حضرت عمر کو قتل کرتا۔ یعنی حضرت عمر نے ارتکاب خودکشی کیا۔ کیوں مدیر صاحب اپنے استدلال کی صحت آپنے ملاحظہ فرمائی۔

خاتمہ تحریر پر عرض یہ ہے کہ جب اُس سوال کا طرز استدلال ہی غلط ٹھہرا جو سیال شریف کے شیعہ سے کیا گیا تھا تو پھر آپکی قسم کا وزن ہی کیا رہا۔ اگر آپ غور کرینگے تو آپکی قسم کا بطلان اسی مضمون سے ظاہر ہے۔ وما علینا الا البلاغ

(سید لطافت حسین بلگرامی۔ از آرہ)

آیہ مودت کے متعلق علمائے اہلسنت کے اقوال

ابن صباغ مالکی فصول مہمہ میں۔ صفحہ ۱۲

وروی الامام ابو الحسین البغوی فی تفسیرہ یرفعہ بسندہ الی ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما نزل قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین امرنا اللہ بمودتھم قال علی وفاطمۃ وابناھما وروی السدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا قال المودۃ لآل محمد صلی اللہ وآلہ وسلم انتہی

اور امام ابو الحسین بغوی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے مرفوعاً اپنے سند سے ابن عباس تک پہونچا کر ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ جب قول جناب باری قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوا لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کون ہیں جن کی مودت کا ہم کو خدا نے حکم دیا ہے فرمایا علی و فاطمہ اور ان دونوں کے فرزند حسن اور حسین علیہما السلام) ہیں اور سدی نے ابو مالک سے اور انہوں نے ابن عباس سے قول جناب باری ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا) میں بیان کیا ہے کہ حسنہ سے مراد مودت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ف اب یہ عبارت تفسیر بغوی میں موجود نہیں ہے حالانکہ ابن صباغ نے اسکی موجودگی کی تصریح کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصب نے کہاں کہاں ورق اڑا ہے۔

الشیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطالب السؤل میں۔ صفحہ ۲۷ مطبوعہ لکھنؤ

واما کونھم ذوی القربیٰ فقد صرح بنقلہ الاخبار المقبولۃ واوضح حملۃ الآثار المنقولۃ فی مسانیدھم الصحیحۃ واسانیدھا اوضحوا عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لما نزل قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمۃ

رہ گئی یہ بات کہ وہ صاحبان قرابت ہیں تو ناقلین اخبار مقبولہ حاملین آثار منقولہ نے اپنے اپنے مسندوں میں سعید بن جبیر اور انہوں نے ابن عباس سے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جب قول جناب باری قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوا تو لوگوں نے پیغمبر سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور ان کی دونوں

وابناهما وصح جملة من نقل ذلك الامامان
الثعلبي والواحدي كل واحد منهما في مسنده

فرزند ہیں یعنی جب لوگوں نے اس مضمون کو نقل کیا ہے انہیں میں سے
امام ثعلبی و امام واحدی ہیں جو ہر ایک نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اس
روایت کو پہونچایا ہے۔

علامہ ابوبکر بن شہاب رشفۃ الصادی میں فرماتے ہیں—

آية اخرى قال الله سبحانه تعالى مخاطبا النبيه
صلى الله عليه وآله وسلم قل لا اسئلكم عليه
اجرا الا المودة في القربى قال الامام البغوي في تفسيره
معناه الا ان تودوا قرابتي وعترتي وتحفظوني فيهم
قال وهو قول سعيد بن جبير وعمرو بن شعيب واخرج
الملا في سيرته حديث ان الله جعل اجري عليكم
المودة في القربى واني سائلكم عنهم غدا وعن ابن
عباس رضي الله عنهما قال لما نزلت هذه الاية قل لا
اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى قالوا يا
رسول الله من قراباتك هؤلاء الذين وجبت
علينا مودتهم قال علي وفاطمة وابناهما اخرجه
احمد في المناقب والطبراني في الكبير وغيرهما
ونقل البغوي في تفسيره والثعلبي وجزم به عن
ابن عباس رضي الله عنهما قال لما نزل قوله تعالى
قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى
قال قوم في نفوسهم ما يريد الا ان يحثنا على اقاربه
فاخبر جبرئيل النبي صلى الله عليه وآله وسلم انهم
اتهموه فانزل ام يقولون افترى على الله كذبا

ایک روایت) جناب باری عز اسمہ نے اپنے نبی سے
مخاطب ہو کر فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربی امام بغوی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس کے
معنی یہ ہیں کہ میں کچھ نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم لوگ میرے قرابتداروں
سے محبت کرو اور ان میں میری حفاظت کرو اور انہوں نے یہ بھی
بیان کیا ہے کہ یہ سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب کا قول ہے اور ملا نے
اپنی سیرت میں اس حدیث کی روایت کی ہے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ خدا نے
میرا اجر تمہارے اوپر مودت ذوالقربی کو قرار دیا ہے اور میں
تم سے کل قیامت کو پوچھونگا۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ جب
یہ آیت مودت اتری تو لوگوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول یہ آپکے
قرابتدار کون ہیں جنکی مودت خدا نے واجب کی ہے آپنے فرمایا کہ
علی و فاطمہ اور انکے دونوں فرزند ہیں اس روایت کو احمد نے
مناقب میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ان دونوں کے علاوہ اوروں
نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے اور ہیں بغوی اور ثعلبی نے اپنی اپنی
تفسیر میں اسکا تذکرہ کیا ہے اور اس کا یقین کر لیا ہے چنانچہ ابن
عباس سے روایت کی ہے کہ جب قول جناب باری قل لا اسئلکم علیہ اجرا
الا المودۃ فی القربی نازل ہوا تو چند لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ
پیغمبر اپنے قرابتداروں کی طرف ہمیں ترغیب دینا چاہتا ہے

وعن ابن الطفيل قال خطبنا الحسن بن
علي بن ابي طالب فحمد الله واثنى عليه
واقتصر الخطبة الى ان قال من عرفني فقد
عرفني ومن لم يعرفني فانا الحسن ابن محمد
صلى الله عليه وآله وسلم ثم اخذ
في كتاب الله ثم قال انا ابن البشير انا ابن
النذير انا ابن النبي انا ابن الداعي الى الله تعالى
باذنه وانا ابن السراج المنير وانا ابن الذي
ارسله الله تعالى رحمة للعالمين وانا من
اهل البيت الذين اذهب الله عنهم
الرجس وطهرهم تطهيرا وانا من اهل البيت
الذين افترض الله سبحانه وتعالى مودتهم
وولايتهم فقال فيما انزل على محمد صلى الله عليه
وآله وسلم قل لا اسئلكم عليه اجرا الا
المودة في القربى اخرجه الطبراني في الاوسط
والكبير باختصار وفي رواية وانا من
اهل البيت الذين افترض الله مودتهم
على كل مسلم وانزل فيهم قل لا اسئلكم عليه
اجرا الا المودة في القربى ومن يقترف حسنة
نزد له فيها حسنا واقتراف الحسنة مودتنا اهل البيت و
روى السدي عن ابن عباس قال المودة لآل محمد
صلى الله عليه وآله وسلم قيل والظاهر العموم في اي حسنة

یہاں کی غرض یہ ہے جبرئیل امین علیہ السلام نے پیغمبر کو اس قول پاک سے
آگاہ کیا اور بتایا کہ لوگوں نے آپ پر اتہام کیا تو خدا نے آیت
ام یقولون افترى على الله كذبا الخ ۱۶ اتاری یعنی کیا
یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے خدا پر افترا کیا اور ابن طفیل نے بیان
کیا ہے کہ امام حسن نے ایک دن خطبہ پڑھا خدا کی حمد و ثنا کی اور
ایک ذکر کیا تھا بیان فرمایا یہاں تک کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے
مجھے پہچانا اس نے تو پہچانا اور جس نے مجھے نہیں پہچانا تو اسے جاننا
چاہیے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول خدا پھر آپ نے کتاب خدا کا بیان
کرنا شروع کیا پھر فرمایا کہ میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں
میں خدا کی طرف بلانے والے کا فرزند ہوں میں سراج منیر کا بیٹا ہوں
میں اسکا فرزند ہوں جسے خدا نے اہل عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا تھا
میں اہل البیت سے ہوں جن سے خدا نے ہر عیب اور نجاست کو
دفع کیا ہے اور انکو پاک کیا ہے اور میں ان اہل البیت میں سے ہوں جنکی
مودت خداوند عالم نے فرض کی ہے پھر کہا کہ آیت قل لا اسئلکم
علیہ اجرا کے متعلق رسول پر نازل ہوا طبرانی نے اوسط
میں ذکر کیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے کہ
ہم ان اہل البیت میں ہیں کہ جنکی محبت خدا نے فرض کی ہے ہر مسلم پر اور انہیں کے
بارے میں قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا یا اور جو کوئی نیکی
کرے گا ہم نیکیاں اسکے ساتھ زیادہ کرینگے اور یہاں نیکی سے مراد ہم
اہل البیت کی مودت ہے اور سدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ومن یقترف
حسنۃ نزد لہ فیہا میں حسنہ سے مراد مودت محبت اہل البیت ہے

عانت الا انما تتناول المودة لآل رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم تناولاً اولياً لذكرها
عقيب ذكر المودة في القربى كان سائر الحسنات
توابع للمودة انتهى فان قيل لا يجوز طلب الاجر
على تبليغ الرسالة والوحي كما جاء في قوله تعالى
في قصة نوح وغيره قل لا اسئلكم عليه
من اجر ان اجري على رب العالمين وكما في الآية
الاخرى قل ما سئلتكم من اجر فهو لكم اجاب
العلماء عن هذا بانه لا نزاع في عدم جواز
طلب الاجر على تبليغ الرسالة لكن معنى
الاستثناء لا اطلب منكم الا هذا وهذا
في الحقيقة ليس باجر وان سمي هنا اجراً مجازاً
ومن هذا قول الشاعر۔

ولا عيب فيهم غير ان سيوفهم
بها من قراع الدارعين فلول

معناه اذا كان هذا عيبهم فلا عيب فيهم
بل هو مدح لهم وكيف تكون المودة اجرا
على التبليغ وهي بين المسلمين امر واجب
واذا كانت كذلك في حق جميع المسلمين كانت
في حق قرابة النبي صلى الله عليه وآله
وسلم اولى واوجب فكانت مودتهم

اور کہا گیا ہے کہ ظاہر تو یہ ہے کہ "حسنہ" سے عام نیکیاں مراد
ہونگی مگر آیت حکم مودت اہلبیت کو شامل ہے اور یہ شمول اولی ہے
کیونکہ اسکا تذکرہ مودت فی القربی کے بعد ہی ہے ایسی صورت
میں تمام نیکیاں توابع مودت اہلبیت ہونگی اگر یہ کہا جائے کہ تبلیغ
رسالت پر اجر کا مانگنا جائز نہیں جیسا کہ اور پیغمبروں نے کیا
اور جیسا کہ تذکرہ قصہ نوح میں کہ ہے کہ میں تم سے کوئی اجر
نہیں چاہتا میرا اجر رب العالمین پر ہے یا یہ کہ ایک دوسرے
مقام پر یہ ہے کہ جو کچھ اجر ہم تم سے مانگتے ہیں وہ تمہارے
ہی لئے ہے" تو اسکا جواب علماء نے یوں دیا ہے کہ تبلیغ
رسالت پر اجر کا لینا ناجائز نہیں اور اسمیں کسی کو کلام نہیں اسکے علاوہ
استثناء کے معنی یہاں یہ ہیں کہ میں تم سے نہیں مانگتا کوئی اجر مگر
مودت اہلبیت" اور درحقیقت یہ کوئی اجر حقیقی نہیں اگرچہ مجازاً
اجر کہا جا سکتا ہے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے قول شاعر جو ایک قبیلہ کی
مدح کر رہا ہے اور کہتا ہے" کہ ان میں کوئی عیب نہیں سوا اسکے کہ
انکی تلواریں کثرت جدال سے گر گئی ہیں اور کند ہو گئی ہیں"
جسکے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ عیب ان میں ہے تو کوئی عیب نہیں
بلکہ وہ ان کی مدح ہے، اور مودت اجر تبلیغ کیونکر ہو سکتی
ہے درانحالیکہ خود محبت مسلمین کے درمیان واجب ہے،
اور جب اسکا وجوب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہے تو
قرابت داران نبی کے لئے بدرجہ اولی واجب تر ہوگا
ایسی صورت میں ان کی محبت لازم ہو جاسے گی اور

وصلتهم لازمة واللازم لا يكون	لازم در حقیقت اجر نہیں ہوتا پس گویا یہ اجر
فی الحقیقة اجراً فکانه لا اجر البتة واجاب	تبلیغ نہوا، اسکے علاوہ بعضوں نے یہ جواب دیا ہے
عنه بعضهم بجعل کون الاستثناء منقطعا	کہ یہاں مستثنیٰ سے مراد منقطع ہے اور ایک دوسرا
ای لا اسئلکم اجراً قط ولکن اسئلکم	کلام شروع کر دیا گیا ہے یعنی میں تم سے اجر
ان تودوا قرابتی الا ان هذا الاخیر شئ	رسالت کبھی نہیں مانگتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ
من قوله ان الله جعل اجری علیکم المودة	کہ میرے صاحبان قرابت سے محبت کرو۔
فی القربی ومع ما تقدم فی الجواب الاول	
لا حاجة الی هذا الکلام انتهی۔	

شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم ینابیع المودۃ میں صفحہ ۱۰۔

اخرج احمد فی مسنده بسنده عن سعید بن	احمد نے اپنے مسند میں سعید بن جبیر سے اور انہوں نے
جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهما قال	ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب
لما نزلت قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة	آیت مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا یہ کس کے
فی القربی قالوا یا رسول الله من هولاء	بارے میں ہے رسول اللہ نے کہا علی اور فاطمہ
الذین وجبت لنا مودتهم قال علی وفاطمة	حسن اور حسین کے بارے میں اور انھیں کی محبت
والحسن والحسین ؛	واجب کی گئی ہے۔
ایضا اخرج هذا الحدیث الطبرانی فی	اور بھی اس حدیث کو طبرانی نے اپنے معجم کبیر میں
معجمه الکبیر وابن ابی حاتم فی تفسیره	اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حاکم نے
والحاکم فی المناقب والواحدی فی الوسیط	مناقب میں، واحدی نے وسیط میں،
وابو نعیم الحافظ فی حلیة الاولیاء والثعلبی	ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ثعلبی نے اپنی تفسیر میں
فی تفسیره والحموینی فی فرائد السمطین	حموینی نے فرائد السمطین میں اور صحیح بخاری و
وفی صحیح البخاری ومسلم سئل ابن عباس	مسلم میں ہے کہ ابن عباس سے آیت مودت کے متعلق

عن هذه الآية فقال سعيد بن جبير هي
قربى آل محمد صلى الله عليه وسلم ٭ وفي جواهر
العقدين اخرج ابو الشيخ بن حبان في
كتاب الثواب من طريق الواحدي عن ابي
هاشم الزماني عن زاذان عن علي كرم الله
وجهه قال في آل حم عسق آية من
مودتنا لا يحفظها الا كل مومن ثم
قرء قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة
في القربى ٭ اخرج الملا في سيرته وقال
المحب الطبري ان رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم قال ان الله جعل اجري عليكم
المودة في القربى واني سائلكم غدا عنهم
وفي المناقب عن محمد الباقر رضي الله عنه
قال في قوله تعالى قل ما سئلتكم من اجر
فهو لكم يقول الاجر الذي هو المودة في
القربى التي لم اسئلكم غيرها فهو لكم
تهتدون بها وتسعدون بها وتنجون
من عذاب الله يوم القيمة ـ

سوال کیا تو سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے
قرابت داران رسول مراد ہیں ۔ اور جواہر
عقدین میں ابو شیخ بن حبان نے اپنی
کتاب ثواب میں طریق واحدی سے روایت کی ہے
اور انھوں نے ہاشم زمانی سے انھوں نے زاذان سے انھوں
نے علی بن ابیطالب سے کہ آپ نے فرمایا آل حم عسق میں
ہماری مودت کی آیت ہے نہیں محفوظ رکھے گا اسکو
مگر ہر مومن اسکے بعد قل لا اسئلکم علیہ اجرا کی
تلاوت فرمائی ملا نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اور محب
طبری نے اسکو روایت کیا ہے کہ رسول نے فرمایا کہ
خدا نے تم پر میرا اجر یہ قرار دیا ہے کہ تم میرے صاحبان
قرابت سے محبت کرو اور دیکھو میں فردائے قیامت ان سے
سوال کرونگا اور مناقب میں حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کے متعلق فرمایا قل ما سئلتکم
من اجر فہو لکم ۔ اجر سے مراد مودت اہل قرابت ہے
رسول نے فرمایا کہ اسکے علاوہ میں تم سے کچھ نہیں چاہونگا
یہ اجر وہ ہے جس سے تم ہدایت پاؤگے اور اسی کے ذریعے
عذاب قیامت سے نجات حاصل کروگے ۔

شیخ محمد صبان کتاب اسعاف الراغبین میں جو حاشیہ نور الابصار طبع مصر صفحہ ۹۶

الباب الثاني في فضل اهل البيت ومزاياهم
قال الله تعالى قل لا اسئلكم عليه اجرا

دوسرا باب اہلبیت کی فضیلت میں خدا کا قول قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودة فی القربی مراد قربی سے

إلا المودة في القربى قال في المواهب المراد
بالقربى من ينسب إلى جده الأقرب عبد المطلب
وقال في الصواعق المراد بأهل البيت في الأول
وبذوي القربى في كل ما جاء في فضلهم بنو
هاشم والمطلب فهذه الثلاثة العترة
فالألفاظ الأربعة بمعنى واحد كما في المواهب
وقال ابن عطية قريش كلها عندي قربى وإن كانت
تتفاضل وخير الأقوال أوسطها وينافيه
ما روى الطبراني وابن أبي حاتم وابن مردويه
عن ابن عباس لما نزلت قالوا يا رسول الله
من قرابتك الذين نزلت فيهم الآية قال علي
وفاطمة وابناهما إلا أن يجعل هذا الحديث
تفسيرا من باب المجاز عرفه ولا استثناء في الآية
والمعنى لا أسألكم عليه أجرا إلا بعد ولكن أسألكم
أن تودوني في ذوي القربى ؛

صاحبان قرابت ہیں وہ لوگ کہ جو بنا قربیٰ جناب پیغمبر
عبد المطلب کی طرف منسوب ہیں جو جد اعلیٰ
محرقہ میں ہے کہ مراد اہل بیت اور ذوی
القربیٰ سے مومنین بنی ہاشم و مطلب ہیں
اور ان تینوں کا اطلاق عترت پر ہے اور
الفاظ اربعہ ایک معنی میں مستعمل ہوئے ہیں
جیسا کہ مواہب میں ہے ابن عطیہ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک
کل قریش "قربیٰ" میں داخل ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے
سے تفاضل ہیں اور بہترین قول وسطی ہے
ایسی صورت میں یہ روایت طبرانی کی منافی
ہے جس میں سوال نفر کیا ہے کہ مراد اس سے علی و فاطمہ و حسن
حسین علیہم السلام ہیں مگر یہ کہ حدیث یا اسی طرح یا ب
تسمیۃ الجزء بالکل سے قرار دیا جائے اور معنی آیت یہ ہیں
کہتا ہے میں کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ میری محبت
کرو میرے صاحبان قرابت سے محبت رکھ کر۔

شیخ شبلنجی نور الابصار میں صفحہ ۱۰۰

تنبيه ما قدمناه من أن أهل البيت هم علي
وفاطمة والحسن والحسين هو ما جنح إليه
الفخر الرازي في تفسيره والزمخشري في كشافه
حيث قال عند تفسير قوله تعالى قل لا أسألكم
عليه أجرا إلا المودة في القربى روى أنها لما نزلت

جو کچھ ہم نے اہل بیت کے متعلق بیان کیا کہ وہ علی و
فاطمہ حسن و حسین ہیں یہ وہ بات ہے جس کو علامہ
صاحب کشاف و علامہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں
لکھا ہے جب آیت مودت کی تفسیر کی ہے لکھا ہے
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ

قيل يا رسول الله من قرابتك هؤلاء الذين
وجبت علينا مودتهم قال علي وفاطمة
وابناهما ويدل له ما روي عن علي رضي الله عنه
شكوت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
حسد الناس لي فقال اما ترضى ان تكون رابع
اربعة اول من يدخل الجنة انا وانت والحسن
والحسين وازواجنا عن ايماننا وشمائلنا و
ذريتنا خلف ازواجنا وعن النبي صلى الله عليه
وسلم حرمت الجنة على من ظلم اهل بيتي واذاني
في عترتي ومن اصطنع صنيعة الى احد من
ولد عبد المطلب ولم يجازه عليها فانا اجازيه
عليها غدا اذا لقيني يوم القيمة الخ ـ

یا رسول اللہ وہ قرابتدار کون ہیں جنکی محبت
ہم لوگوں پر واجب کی گئی ہے آپ نے فرمایا علی و فاطمہ
حسن و حسین ہیں اور اسی مطلب پر یہ حدیث
بھی دلیل ہے کہ علی نے ایک مرتبہ رسول سے
اس حسد کی شکایت کی جو آپ سے تھا تو رسول نے
کہا اے علی تم کیا اس بات پر نہیں راضی ہو کہ رابع اربعہ ہو سب
سے پہلے جو لوگ جنت میں جائینگے وہ میں ہوں تم حسن اور
حسین ہیں اور ہماری ازواج ہمارے داہنے بائیں اور ذریت
عقب ازواج ہوگی اور حضرت فرماتے ہیں جس شخص نے
میرے اہلبیت پر ظلم کیا جنت اسپر حرام ہے اور جو کوئی کسی شخص سے
عبد المطلب کی اولاد سے نیکی کریگا اور اسکا بدلا نہیں ملا تو میں
اسے روز قیامت اسکی جزا دونگا ـ

ايضاً صفحه ۱۰۱ وروى الامام ابو الحسين البغوي
في تفسيره يرفعه بسنده الى ابن عباس
رضي الله عنهما قال لما نزلت هذه الآية قل لا
اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى قالوا
يا رسول الله من هؤلاء الذين امرنا الله
تعالى بمودتهم قال علي وفاطمة وابناهما ـ

امام ابو الحسین البغوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے
جسکی سند ابن عباس تک پہنچی ہے کہ جب
آیت مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا
کہ وہ اشخاص کون ہیں رسول نے فرمایا علی
فاطمہ اور انکے دونوں بچے جنکی محبت
خدا نے واجب کی ہے ـ

بخاری اپنے صحیح میں

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر
حدثنا شعبة عن عبد الملك بن ميسرة

محمد بن بشار نے محمد بن جعفر سے انہوں نے
شعبہ سے انہوں نے عبد الملک بن میسرہ سے

قال حدثنا طاوس عن ابن عباس رضی اللہ — انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں

عنہما انہ سئل عن قولہ الا المودۃ فی القربیٰ — نے آیت مودت کے متعلق پوچھا تو سعید بن جبیر نے

فقال سعید بن جبیر قربیٰ آل محمد صلی اللہ — کہا کہ اس سے مراد قرابت رسول ہے اس پر ابن عباس

علیہ وسلم فقال ابن عباس عجلت ان النبی — نے کہا کہ تم نے جلدی کی بطن قریش میں سے کوئی

صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن بطن من — ایسا بطن نہ تھا جس سے رسول سے قرابت

قریش الا کان لہ فیہم قرابۃ فقال الا ان تصلوا — نہ رہی ہو پس کہا کہ اس قرابت کا صلہ کرو جو ہمارے

ما بینی وبینکم من القرابۃ۔ — تمھارے درمیان ہے۔

مدیر النجم نے صفحہ ۱۰ میں رقمطراز ہیں "یہ روایت اس کتاب کی ہے جو قرآن کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہے اور منقول ہے ترجمان القرآن حبر الامۃ امام المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس سے اور اس روایت میں سعید بن جبیر کے اس قول کا رد بھی ہے کہ قربیٰ سے اہل قرابت رسول مراد ہیں ابن جبیر کا سکوت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کا قول محض بے دلیل تھا اور انھوں نے اس سے رجوع کیا۔"

واہ اس وقاحت کا کیا کہنا کہ اپنے بیان کا کلام نقل کرنا اور وہ بھی ہمارے مقابلہ میں اور پھر تعریف کتاب یا سیر طرہ خدا معلوم عقل مقسوم دماغ سے کدھر چلی گئی؟ احسنہ ہی میں نہیں آئی ان کے سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ہم صحیح بخاری کو ایسی چیز کے ماننے والوں میں نہیں ورنہ پیغمبر کے لیے العیاذ باللہ ہذیان تجویز کرتے اور خدا کے لیے معاذ اللہ جہنم میں جلنے والی ٹانگ تجویز کرتے علاوہ کتاب جبکہ راوی مروان بن حکم طرید رسول ہو اور ملاح ابن ملجم حلال ہو اس کی وقعت کسی مسلم کے آنکھوں میں ہو سکتی ہے لیکن خیر اس وقت ہم اس سے بحث نہیں کرتے بلکہ نفس حدیث سے بحث کرتے ہیں جو نہایت مزہ کی چیز ہے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس روایت میں سعید ابن جبیر کے اس قول کا رد بھی ہے۔ کوئی پوچھے کہ کہاں اور کس طرح۔ غالباً مولوی عبد الشکور صاحب فرمائیں گے کہ ابن عباس نے عجلت کہا تو عجلت کے معنی زمانہ لغت میں غلطی اور اختلاط کے ہیں یعنی تم نے اے سعید بن جبیر غلطی کی خطا کی [illegible] ہم آپ کی [illegible] صحیح کریں [illegible] بیچارے یہاں کی [illegible] سمجھ سے کہیں بلکہ [illegible] قرابت کی تفسیر [illegible]

دیدہ دلیری کا ہے کہ ایک مسلم بے علم سمجھ جاتے ہیں حالانکہ آپ بے علم کے سامنے شہاب کا طمع بالکل کیا ہے اور کیا علم اس امر کی جھکیا
ہے کہ آپ میں ذرہ برابر فہم حدیث کا مادہ نہیں ہے میرے کلام کے تصدیق کے لیے زیادہ دور جانیکا ضرورت نہیں ہے یہ
پردہ اٹھا جاتا ہے اور مطلب سمجھا جاتا ہے نہیں آپ کو شاید معلوم نہیں کہ سعید بن جبیر کس پایہ کا مادی ہوا ہے اور اگرچہ
وہ تابعی ہے مگر وہ صحابی سے زائد سمجھا گیا ہے جتنے کچھ حالات انکے حدیث قرطاس میں بیان کئے گئے ہیں اور کچھ باتیں
یہاں ذکر کرینگے تاکہ مطلب کے واضح ہونے میں کسی قسم کا شک نہ رہے۔

اصل میں یہ بحث سعید بن جبیر کے تفسیر کے متعلق ہے لہذا میں بتاتا ہوں کہ سعید بن جبیر کی تفسیر
کس شان اور کس وقعت کی ہوتی ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جلد اول میں سعید بن جبیر سے یہ روایت
درج کی ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا وکیع ثنا سفیان عن عبدالاعلی الثعلبی عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن
بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار سلسلہ مذکورہ سعید بن جبیر سے روایت ہے انھوں نے ابن
عباسؓ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر علم
بیان کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے پھر مسند امام احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۲۲۳ پر ہے۔
حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابو الولید ثنا ابو عوانہ عن عبدالاعلی عن سعید بن
جبیر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فانہ
من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار ومن کذب فی القرآن فلیتبوأ مقعدہ من النار
بسلسلہ مذکور ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر نے فرمایا دیکھو میری حدیث بیان کرنے میں ڈرا کرو جس کا
علم ہو وہ تو بیان کرو ورنہ جو شخص جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ لگائیگا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے اور جو شخص
قرآن میں جھوٹ سے کام لے وہ بھی اپنی جگہ جہنم میں بنائے۔

پھر صفحہ ۳۲۶ میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا ابو عوانہ ثنا عبدالاعلی
الثعلبی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ قال اتقوا الحدیث عنی
الا ما علمتم وقال ومن کذب علی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار روایت کا

کرنیکا قریب بقریب تھی جسکی روایت وہ ہی کرتا ان روایتوں کے نقل کرنے سے میری غرض فقط
اتنی تھی کہ سعید بن جبیر بات کرنے میں ایسی احتیاط کرتے تھے کہ ارتکاب جھوٹ کا قرآن میں کرنا بالکل
ارتکاب نہایت محالات کا تھا بعید از عقل ہے ابن عکرمہ کے بعد ابن جبیر کے متعلق تو ہم کذب ایک
عجیب چیز ہو جاتی ہے صحیح بخاری اور دیگر صحاح کا راوی اتنا مقدس ہو جائیگا کہ جو روایت اسکی قبول
کرنیکا مستحق نہ رہیگا پھر ایسا خیال مولوی عبد الشکور کا اگر اسکی صحت تسلیم کر لیجائے تو یہ خیال بخاری کو
بھی ٹھکانے لگا دیگا اور اسکی صحیح بالکل غیر صحیح ہو جائیگی حالانکہ اصحاب رجال نے سعید بن جبیر میں قدح نہیں
کی بلکہ اسکو ثقہ و ثبت کہا ہے طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷ میں ہے

قال اخبرنا محمد بن عبد اللہ الاسدی قال حدثنا سفیان عن عمرو بن میمون بن مہران
عن میمون بن مہران قال لقد مات سعید بن جبیر وما علی ظہر الارض رجل الا یحتاج الی
سعید قال وقال عبد الرحمن بن مہدی عن عبد الواحد عن ورقاء بن ایاس قال لقد
رایت عزرۃ یجیئ الی سعید بن جبیر معہ التفسیر فی کتاب ومعہ الدواۃ لیغیر اسی
کتاب میں ہے قیل لابراہیم قتل سعید بن جبیر فقال یرحمہ اللہ ما خلف مثلہ کسی نے ابراہیم سے
کہا کہ سعید بن جبیر قتل کر دیے گئے اس نے کہا کہ خدا اسپر اپنی رحمت نازل کرے انہوں نے کوئی اپنا مثل نہیں چھوڑا نیز
طبقات جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں ہے قال اخبرنا مالک بن اسماعیل قال سمعت خلف بن خلیفۃ یذکر عن
رجل قال لما قتل سعید بن جبیر فندر راسہ هلل ثلثا مرۃ یفصح بہا فی الثنتین یقول مثل
ذلک فلا یفصح بہا یعنی جبکہ سر قتل کر دیے اور ایک مرتبہ اسی طرح سنائی دی اور دو مرتبہ اسی طرح
نہ سنائی دے یہ اسکی عظمت اور بزرگی اعتقاد بلکہ اسکے دکھلا رہا ہے جسکی کوئی حد نہیں ایسی جلیل القدر شخص کے متعلق
ایسا خیال جو دیدہ انجم کا ہو اگر وہ غلط فہمی نہیں تو کیا ہو خیر یہ تو بروایت صحیح بخاری ثابت ہو گیا کہ سعید نے
قول کو قرآنی سمجھ کر قرابت دار والا قول مستند ضرور ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صحیح بخاری میں یہ قول سعید بن
جبیر کا صریح طور پر نہیں بلکہ الفاظ تفسیر میں مندرج ہوا ہے ابن عباس کے ساتھ سعید کا یہ کہنا
المستعد سعید بن جبیر کا دونوں امر پر ظاہر کرتا ہے جو اسباب ہم پر بھی نہیں کیونکہ اگر وہ برا نہ ہوتا تو نزدیک

اس خبر میں شک ہوتا تو وہ کبھی ابن جبیر مت کے سامنے یوں بے دھڑک نہ کہتا یا تھوڑی دیر کے لیے حسب منشاء مدیر النجم یہی فرض کر لیجیے کہ یہ قول سعید بن جبیر کی تفسیر بالغرض ہو تو اس بنا پر ابن عباس کو ذہن کے اعتبار سے اس قول کی نفی کر دینا چاہیے تھا اس میں کسی قسم کے اعتراضات کا موقع ہو لیکن وہ ابن عباس کی نفی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں عجلت یعنی تم نے کہہ دینے میں جلدی کی اس سے صاف آشکارا ہے کہ جو کچھ سعید نے جلدی سے کہہ ڈالا اسکے کہہ ڈالنے کا موقع نہ تھا یہ کلمہ بتاتا ہے کہ قرینہ حالیہ اس معنی کے اظہار کے لیے زیبا نہ تھا مدیر النجم ایسے حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ ابن عباس نے سعید بن جبیر کے اس قول کا انکار کیا حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی لفظ عبارت ابن عباس میں ایسا موجود نہیں جس سے انکار استدلال کیا جائے کہ ابن عباس نے قول سعید بن جبیر کا انکار کیا مدیر کو چاہیے کہ ہرزہ سرائی سے پہلے لفظوں سے معانی کا استفادہ دیکھ غور کر لیا کرے تاکہ اس قسم کے فاش غلطی میں مبتلا نہ ہو۔ اب نظر کر پھر بھی سمجھنا چاہیے کہ سعید بن جبیر اپنے دل سے کچھ نہیں کہا کرتے تھے بلکہ اکثر وہ وہی کہا کرتے تھے جو انہوں نے ابن عباس سے سنا تھا پھر ابن عباس اپنے قول کا کیا انکار کرتے اور بجز اس کے روایت ابن عباس جو خود ابن عباس سے منقول ہے اور اسی مضمون کی ہے جو سعید بن جبیر نے بیان کیا تھا اُسے مسند بن حنبل میں بھی ذکر کیا ہے اور امام ابو الحسین بغوی نے بھی تذکرہ کیا ہے اور دیگر محدثین ثقات نے اپنے اپنے مقام پر اس روایت کو بالوضوح ذکر کیا ہے پھر اگر سعید بن جبیر نے یہ غلطی کی تھی تو ابن عباس نے غلطی کیوں کی

تعصبات مذہبی کی یہ پہلی فرد ہے کہ جو حدیث کی مراد ہونیکی روایت ہو وہ موضوع ہے اسی طرح صحیح بخاری میں ہے وہ موقوف ہے پھر بھی مرفوع ہے موقوف کو ترجیح دیتا ہے ایسا کام ہے تعصب پرستی۔

تمام بیانات سے یہ نتیجہ نکلا کہ روایت صحیح بخاری میں ہرگز قول ابن سعید کا انکار نہیں ہے ہاں جو الزام سعید بن جبیر پر لگایا گیا ہے وہ بخاری کا ہے جو ہم پر جلدبازی کا شک لگاتے ہیں اور اسلئے کہ روایت جو بیہقی نے [illegible] ہوگئی تھی اس لیے کہ [illegible] ابن عباس سے اسکا ثبوت ہو گیا۔ تیسرے عباس سے جو روایات ابن عباس نے بیان کی ان کو روایت انہوں نے رسول سے نہیں کی۔

ایک یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بخاری کی اس روایت نے [illegible] کی [illegible] سمجھ لیا ہے کہ [illegible] آیت کی [illegible] روایت [illegible]

جنہیں ہمارا روایت کی حالت پر مطلع ہو چکی ہیں ناظرین خود اسکا جواب دے سکتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثروں نے آیہ سوال کی تفسیر میں ابتدا اسی روایت سے کی ہے یہ درحقیقت ترجیح نہیں ہے بلکہ وہ اپنے زعم میں بخاری کو اپنے اوپر مقدم رکھتی ہیں لیکن یہ بات اور وہ تمام روایتیں جنکا اہل سنت پتا دیتے ہیں ایک بھی پیغمبر سے منقول نہیں بجواب ہم مفسرین کے اقوال کو نقل کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں قابل جواب ہو اسکا جواب دیتے ہیں -

محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر میں

صفحہ ۱۳ جلد بست و پنجم

واختلف اهل التاویل فی معنی قوله الا المودة فی القربی — اہل تاویل نے "الا المودة فی القربیٰ" کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔

مدیر النجم نے یہ عبارت نقل ہی اپنی عادت کو محفوظ رکھنے کے لیے نکال ڈالی ہے

اسکے بعد مضمون نے پہلے وہ تمام اقوال لکھے ہیں جو بخاری کی روایت پر مبنی ہیں اسکے بعد وہ روایتیں لکھی ہیں جو قرابت داران رسول کے متعلق ہیں اور وہ یہ ہیں -

وقال آخرون بل معنی ذلک قل لمن اتبعک	اور دوسروں نے کہا ہے کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ اے رسول
من المؤمنین لا اسئلکم علی ما جئتکم به	ان سے جو مومنین ہیں تمہارا اتباع کرو کہدو کہ میں جو کچھ لایا ہوں
اجرا الا ان تودوا قرابتی ذکر من قال ذلک	اسپر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ محبت کرو تم میری
حدثنی محمد بن عمارة قال ثنا اسمعیل بن ابان	قرابت سے جس نے بیان کیا ہے اس نے یہ بھی بیان کیا ہے
قال ثنا الصباح بن یحیی المری عن السدی عن	کہ مجھ سے محمد بن عمارہ نے کہا کہ ابی دیلم نے بسلسلہ مذکور روایت
ابی الدیلم قال لما جیئ بعلی بن الحسین رضی الله	کی ہے کہ جب اہل شام میں حضرت امام زین العابدین لائے گئے
عنهما فاقیم علی درج دمشق قال رجل من اهل الشام	تو ایک شامی نے مقام پر کھڑا ہوا اور اسنے کہا کہ خدا کا شکر
الحمد لله الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرنی الفتنة	جس نے تمکو قتل کیا اور تمہاری جڑ کنی کی اور فتنہ کو فنا کیا
فقال له علی بن الحسین رضی الله اقرات القرآن قال	امام نے فرمایا کہ اے شامی تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا
نعم قال اقرات آل حم قال قرات القرآن ولم اقرا آل حم	ہاں فرمایا "الٓحٓم" پڑھا ہے اس نے کہا کہ نہیں پڑھا ہے فرمایا

قال ما قرات قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی

قال د انکم لانتم هم قال نعم

حدثنا ابو کریب قال ثنا مالك بن اسمعیل قال ثنا عبد السلام قال ثنا یزید بن ابی زیاد عن مقسم عن ابن عباس قال قالت الانصار فعلنا وفعلنا فکانهم فخروا فقال ابن عباس او العباس شك عبد السلام لنا الفضل علیکم فبلغ ذلك رسول الله صلعم فاتاهم فی مجالسهم فقال یا معشر الانصار الم تکونوا اذلة فاعزکم الله بی قال بلی یا رسول الله قال الم تکونوا ضلالا فهداکم الله بی قالوا بلی یا رسول الله قال افلا تجیبونی قالوا ما نقول یا رسول الله قال الا تقولون الم یخرجك قومك فاویناك اولم یکذبوك فصدقناك اولم یخذلوك فنصرناك قال فما زال یقول حتی جثوا علی الرکب وقالوا اموالنا وما فی ایدینا لله ولرسوله قال فنزلت قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی

حدثنی یعقوب قال ثنا مروان عن یحیی بن کثیر عن ابی العالیة عن سعید بن جبیر فی قوله قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی قال هی قربی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

حدثنی محمد بن عمارة الاسدی ومحمد بن خلف قالا ثنا عبید الله قال اخبرنا اسرائیل عن ابی اسحق قال سألت عمرو بن شعیب عن قول الله عز وجل قل لا اسئلکم علیه اجرا

پڑا ہی کہا ہاں کہا تم کو بھی ہو! فرمایا ہاں تم اہل بیت رسول ہی ہیں۔

ابن عباس سے بسلسلہ مذکورہ روایت ہے کہ انصار نے کہا کہ ہم نے یہ کیا اور یہ کیا اب وہ ہمارے فضل پر مفتخر ہیں ابن عباس یا عباس نے کہا کہ ہم کو تم پر فضیلت ہے یہ خبر رسول کو پہونچی آپ انصار کی مجالس میں تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تم ذلیل نہ تھے اور خدا نے تم کو میری وجہ سے عزیز کیا انھوں نے جواب دیا ہاں اے رسول ایسا ہی ہوا فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے اور خدا نے میری وجہ سے تمھیں راہ ہدایت دکھائی انھوں نے کہا ہاں! رسول اللہ ایسا ہی ہوا فرمایا کہ مجھے جواب نہ دو گے انصار نے عرض کی آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا کیا تم نہیں کہتے کہ رسول اللہ کو آپ کی قوم نے نکالا اور ہم نے پناہ دی اور انھوں نے تکذیب کی اور ہم نے تصدیق رسالت کی اور انھوں نے امداد نہ کی ہم نے مدد کی آپ یہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ جو کچھ ہماری ملکیت اور مال ہے وہ خدا اور اس کے رسول کے لیے ہے راوی نے بیان کیا ہے کہ اس پر یہ آیت مودت اسئلکم نازل ہوئی

سعید بن جبیر سے بسلسلہ مذکورہ روایت ہے کہ الا المودة فی القربی میں قربی سے مراد عترت اہلبیت رسول ہے۔

ابی اسحق سے بسلسلہ مذکورہ روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن شعیب سے مودت کے متعلق پوچھا انھوں نے جواب دیا

إلا المودة في القربى من قرابة النبي صلى الله عليه وسلم

کہ اس سے قرابت رسول مراد ہو۔

تینوں قولوں میں طبری کا فیصلہ

وأولى الأقوال في ذلك بالصواب وأشبهها بظاهر التنزيل قول من قال معناه قل لا أسألكم عليه أجرا يا معشر قريش إلا أن تودوني في قرابتي منكم وتصلوا الرحم التي بيني وبينكم وإنما قلت هذا التأويل أولى بتأويل الآية لدخول في في قوله إلا المودة في القربى ولو كان معنى ذلك على ما قاله من قال إلا أن تودوا قرابتي وتقربوا إلى الله لم يكن لدخول في في الكلام في هذا الموضع وجه معروف ولكان التنزيل إلا مودة القربى إن عني به الأمر بمودة قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أو إلا المودة بالقربى الخ

ان تینوں [illegible] میں صواب سے قریب اور ظاہر تنزیل سے مشابہ ان [illegible] کا قول ہے جنہوں نے یہ معنی بیان کیے کہ کہہ دے رسول کہ میں تم سے اے گروہ قریش تبلیغ رسالت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میری محبت کرو میری قرابت کے باعث میں اور صلہ رحم کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور میں (طبری) یہ کہتا کہ یہ تاویل اولیٰ ہے اس بنا پر کہ آیت میں لفظ "فی" موجود ہے یعنی "فی القربیٰ" اور اگر اسکے وہ معنی ہوتے جو کیے جاتے ہیں کہ میری قرابت سے محبت کرو اور خدا سے تقرب حاصل کرو، تو ایسی صورت میں لفظ "فی" کا کوئی محل نہ تھا اور نہ کوئی سبب معروف اور ان معنوں کے اعتبار سے آیت یوں ہوتی "الا مودۃ القربیٰ" اگر امر مودت قرابت رسول ہوتا یا یوں ہوتی "الا المودۃ بالقربیٰ" اور فی نہ استعمال کیا جاتا۔

اگر یہ ترجیح باعتبار روایت اہل عصمت ہوتی یا باعتبار وثوقیت اصحاب روایات ہوتی تو ہمکو اس میں کوئی گفتگو نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ محمد بن جریر طبری نے یہ ترجیح باعتبار دلالت [illegible] کالی اور اسکے لیے میرے جواب کی ضرورت نہیں بلکہ خود علمائے اہلسنت نے اسکے لیے بہتر سے بہتر جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک جواب میں درج کرتا ہوں۔ تفسیر نیشاپوری [illegible]

ثم أمر رسوله بأن يقول لا أسألكم عليه أي على هذا التبليغ أجرا إلا المودة في القربى جعلوا مكان المودة مقر العبارة والمعنى [illegible]

اس کے بعد اللہ نے رسول کو حکم دیا کہ وہ کہیں کہ میں تم سے کوئی اس تبلیغ پر معاوضہ نہیں چاہتا مگر مودت "قربیٰ" کو [illegible]

بمودة القربی او المودة القربی او هو مصدر کا — مودة القربیٰ یا المودة للقربیٰ نہیں کہا اور قربیٰ مصدر
بمعنی القرابة ای فی اهل القربی وفی حقهم — جیسے حسن قرابت [illegible] جب
اور جواب تحقیقی ہے کیونکہ فی کی وضع ظرف زمان اور ظرف مکان کے لیے حقیقۃ ہے اور اس سے صاحبان
قرابت میں ثابت کیا گیا۔

تفسیر ابو السعود میں ہے وفی القربی — فی القربی یہ حال ہے اس سے یعنی اس مودت جو قرابت میں ثابت
حال منها ای الا المودة ثابتة فی القربی متمکنة — ہو اور اہل قربیٰ میں جاگزیں ہو یا حق قرابت میں اور قربیٰ
فی اهلها او فی حق القرابة والقربی مصدر کالزلفی — "زلفی" کی طرح مصدر ہے جس کے معنے قرابت کے ہیں جب
بمعنی القرابة روی انها لما نزلت قیل یا — یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ
رسول الله من قرابتک هولاء الذین وجبت — وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت خدا نے ہم پر فرض
علینا مودتهم قال علی وفاطمة وابناهما — کی ہے جواب دیا کہ علی فاطمہ حسن اور حسین ہیں اور
وعن النبی صلی الله علیه وسلم حرمت الجنة — یہی رسول سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت
علی من ظلم اهل بیتی واذانی فی عترتی و — اس پر حرام ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا ہو اور
من اصطنع صنیعة الی احد من ولد — جس نے میری عترت کے متعلق مجھے ایذا پہنچائی ہو اور جس نے
عبد المطلب ولم یجازه فانا اجازیه — کہ اولاد عبد المطلب سے کچھ کیا ہو اور اس کی جزا اس کو یہاں
علیها غدا اذا لقینی یوم القیامة — نہ دی گئی ہو تو میں کل روز قیامت اس کو جزا دونگا۔

تفسیر فخر الدین رازی میں ہے ص — امام رازی تفسیر کشاف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان
وارجع الی التفسیر اورد صاحب الکشاف علی — سوالات کو بیان کرتے ہیں جو صاحب کشاف نے وارد کیے ہیں
نفسه سوالا فقال هلا قیل الا مودة القربی — اور ان کا جواب دیا ہے سوالات یہ ہیں کہ مودة القربیٰ یا
او المودة للقربی وما معنی قوله الا المودة — مودة للقربیٰ کیوں نہیں کہا اور "فی القربیٰ" کیوں کہا
فی القربی واجاب عنه بان قال جعلوا مکانا — جواب یہ دیا گیا کہ وہ لوگ مقر و مقام مودت قرار
للمودة ومقرا لها کقولک لی فی آل فلان — دیے گئے [illegible]

بموقدة فيهم هوى جهوى حب منا اهل	اہل بیت کی محبت کے سوا اور کوئی اجر نہیں مانگتا …
قربنا جمعهم بكان حبيبنا انتهى	قرابت کے معنی یہ ہونگے کہ میں انکو چاہتا ہوں اور وہ
تفسير نووی ج ۲ صفحه ۹۱ مطبوعه مصر	میری محبت ہے …
قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربى	قل لا اسئلکم الآیۃ یعنی اے فخر موجودات آپ کہدے
اى قل يا اشرف الخلق لاهل مكة لا اسئلكم	کہو کہ میں تم سے بشارت و نذارت تبلیغ کے اجر میں
اجرا قط على التبليغ ببشارة ونذارة ولكن	کوئی چیز نہیں چاہتا ہوں ہاں وہ محبت چاہتا ہوں جو میری
اسئلكم المودة متمكنة في اهل القرابة	قرابت والوں میں راسخ و متمکن ہو اور حب آل محمد
وحب آل محمد واجب قال الشافعي	واجب ہے جیسا شافعی نے کہا ہے سوار ٹھہرجا محصب
رضي الله عنه	منی میں ٹھہر اور ساکنین پست و بلند سے اس کا علم
	کے پکار کے کہدے
يا راكبا قف بالمحصب من منى	(کہ ایسا کر) اس وقت جب حجاج کا قافلہ
واهتف بساكن خيفها والناهض	منی کی طرف یوں بڑھا ہو جیسے فرات
سحرا اذا فاض الحجيج الى منى	کہ اگر حب آل محمد ہی رفض ہے تو ثقلین
فيضا كملتطم الفرات الفائض	اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی
ان كان رفضا حب آل محمد	ہوں۔
فليشهد الثقلان انى رافضى	
تفسير بيضاوى مين هے وقيل	اور کہا گیا ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی اکیلا اور مطلب
الاستثناء منقطع والمعنى لا اسئلكم اجرا	شروع کر دیا گیا اور معنی یہ ہیں کہ میں تم سے کبھی کوئی اجر
قط ولكن اسئلكم المودة في القربى حال	نہیں چاہتا لیکن میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم میری
منها اى المودة ثابتة في ذوى القربى متمكنة	قرابت والوں سے محبت کرو … فی القربیٰ حال ہے
في حق القرابة ومن اجلها كما جاء في	یعنی محبت ثابت ہو جائے قرابت میں …
الحديث الحب في الله والبغض في الله	… قرابت …

روی انها لما نزلت قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو

قالوا یا رسول الله من قرابتک هولاء الذین وجبت علینا ؛ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ لوگ کون ہیں

مودتهم قال علی وفاطمة وابناهما رضی الله جنکی محبت خدا نے فرض کی ہے فرمایا علی و فاطمہ

عنهم اجمعین ۔ حسن حسین علیہم السلام ۔

اب طبری جواب اس سے بہتر جواب تو مین دے نہیں سکتا انھوں نے کلمہ فی کے استعمال کو بہتر سے بہتر طریقہ سے ثابت کر دکھایا مجھے طبری سے بے انتہا تعجب ہے کہ وہ اس بلا میں کیونکر مبتلا ہو گیا حالانکہ اسکو کلمہ فی والا سے کسی حال میں نجات نہیں اگر قریش کی قرابت رسول اللہ سے غرض کی جائے تب قربی بمعنی فی داخل ہے اور اگر قرابت رسول انکے اقارب سے مراد ہو تب قربی بمعنی فی داخل ہے اسکو کوئی معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک صورت میں فی بامعنی ہے اور دوسری صورت میں فی بے معنی ہو ان هذا لشئ عجاب درحقیقت طبری ایسی جرات سے بہت بعید ہو مگر الجواد قد یکبو والصارم قد ینبو وحب الشئ یعمی ویصم ۔ اب طبری کے اس قول کو بھی نظر تحقیق سے دیکھنا چاہیے ”وفی دخول فی فی الکلام اوضح الدلیل علی ان معناه الا المودة فی قرابتی منکم وان الالف واللام فی المودة ادخلتا بدلا من الاضافة“ یعنی چونکہ فی کلام میں داخل ہے اس لیے یہ دلیل واضح ہے کہ میں کچھ نہیں مانگتا سوا اپنی محبت کی جو میری قرابت کے باب میں ثابت ہو، رہ گیا وہ الف اور لام جو المودة میں ہو وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں تھوڑا تصرف کیا جائے اور یون کہا جائے معناه الا مودتکم فی قرابتی لا علی الاولی وان الالف واللام فی المودة ادخلتا بدلا من الاضافة ۔ اب برائے خدا کوئی منصف بتائے کہ فی کے استعمال مین دونوں مقامون پر کیا فرق ہے پہلے قول کے بنا پر طبری نے عبارت بنائی اور دوسرے قول کے بنا پر ہم نے عبارت بنائی اور دونون عبارتین صحیح ہین پھر ترجیح کیونکر ثابت ہوئی یہ تو نہایت ہی بہتر ہے ... طبری کو ترجیح کے ثابت کرنے کے لیے کرنا تھا ثابت ہوا کہ وجہ ترجیح نہیں ... قول دوم میں لفظ آئی ہے جیسا کہ ابن عباس کی عبارتوں سے ثابت ہو چکا ہے جیسے خلاصہ آیا ہے ۔

میرالنجم کی اس مقام پر غلطیاں

(۱) ف میرالنجم نے بیان کیا ہے۔ اس تفسیر میں جو جامع التفاسیر کا لقب رکھتی ہے" موضحہ میں
بیان کیا ہے کہ اس تفسیر کے مصنف کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی اس سے پہلے کوئی تفسیر لکھی نہیں جاتی
سہیل [ ] میں بادب گذارش کروں گا کہ بخاری کی وفات ۲۵۲ھ میں شب عید فطر ہوئی اور انکو
انہی روایت باب التفسیر صحیح میں بیان کی ہے آپ خود انصاف فرمائیں کہ ۳۱۰ھ پہلے ہے یا ۲۵۲ھ
اور یہ بھی آپ انصاف فرمالیں کہ بخاری نے تفسیر طبری سے پہلے کی یا نہیں۔

(۲) میرالنجم نے قول اول کی قوت زیادتی روایات کے ساتھ ثابت کی ہے حالانکہ انہیں پیغمبر
تک کسی روایت کا سلسلہ نہیں پہونچا پھر تو ضعیفوں میں وہ قوت کہاں جو حدیث مرفوع میں
ہوتی ہے کیونکہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے مخاطب کیا گیا ہے جیسے یہ نہیں کہا گیا اطیعوا عکرمۃ وقتادہ وغیرہما

(۳) طبری کی اس عبارت کا ترجمہ ولکان التنزیل الا مودة القربی ان عنی به [illegible]
قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او الا المودة بالقربی او ذی القربی یہ کیا ہے "اور
عبارت یوں ہوتی الا المودة القربی اگر اس سے مراد قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
ہوتی یا المودة بالقربی یا ذی القربی ہوتی اگر مراد اس سے تقرب الٰہی ہوتا" یہ ترجمہ غلط ہے
کیونکہ اس نے چار قول نقل کئے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ پہلے قول کو ترجیح دوں اور جو تین قول بعد کے
ہیں انہیں مرجوح ثابت کروں طبری کی عبارت میں تو ان تینوں کا مرجوح ہونا مذکور ہے۔ لیکن مترجم
صاحب نے صرف دو رکھے ایک ہضم کر گئے کیونکہ عبارت اسکی آپ کے سمجھ میں آئی نہیں۔ اور یہ
آپکے اس جملہ سے واضح ہے کہ "اگر مراد اس سے تقرب الٰہی ہوتا"

(۴) صفحہ ۱۰ پر نمبر ۷ والی روایت کا ترجمہ یوں کیا ہے ہم سے بشر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے سعید نے
الخ غلط ہے ہرگز بشر نے یہ نہیں کہا کہ ہم سے سعید نے بیان کیا۔

(۵) قال امرت ان تصلوا قرابتکم کا ترجمہ یوں کیا ہے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے قرابت کا
صلہ کرو یہ بھلا سمجھنے کی بات ہے ان تصلوا قرابتکم یہ جسے خطاب کیا ہے انہیں صلہ رحم چاہا گیا ہے

پھر جب وہ اسکے مکلف ہیں تو پیغمبر کو علم کیوں دیا جائیگا۔ حالانکہ اہل کتاب میں ہے ان تصل قرابتہ لیکن مدیر نے دونوں جگہ تحریف کی اور واحد کو جمع سے تعبیر کردیا اس ترجمہ میں اسلیے غلطی ہوئی کہ آصوات کو جسکی ضمیر آیتہ کی طرف پھرتی تھی اُمرت پڑھا۔

(۶) صفحہ ۷ پر مدیر ذی علم نے اس عبارت کے ترجمہ میں غلطی کی فنادال یقول حتی جثوا علی الرکب" آپ اسی قسم کے کلمات کہتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑے یہ گر پڑنے کا ترجمہ نہ معلوم کس اطلاع کا نتیجہ ہے قاموس میں ہے وجثا کدعی و رمی جثوا وجثیا بضمتھا جلس علی رکبتیہ او قام علی اطراف صابعھا اسمیں تو کہیں گر پڑنے کا ذکر نہیں دیگر کتب لغت بھی ان معنوں سے خالی ہیں۔ اسکے معنی تو گھٹنوں کے بل یا انگلیوں کے بل کھڑے ہونے کے ہیں۔

(۷) صفحہ ۱ پر اس عبارت "فقال قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا ان تودد فی بالقرابۃ التی بینی وبینکم کا ترجمہ غلط ہے کیونکہ ترجمہ میں یہ عبارت ہے "اللہ نے فرمایا کہ کہدیجیے کہ میں تم سے تعلیم قرآن کا کچھ معاوضہ نہیں مانگتا بوجہ اس قرابت کے جو میرے اور تمہارے درمیان میں ہے اسکا کھلا ہوا ترجمہ تو یہ ہے کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی عوض نہیں مانگتا مگر صرف اتنا کہ مجھ سے اس قرابت کی جہت سے محبت رکھو جو میرے اور تمہارے درمیان میں ہے اور جو ترجمہ مدیر نے کیا ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں جنسی قرابت نہیں ہے [illegible] مانگتا مگر صرف تم کو اپنی قرابت کی جہت سے محبت رکھو جو میرے اور تمہارے درمیان میں ہو اور جو ترجمہ مدیر نے کیا ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں جنسی قرابت نہیں ہے صرف [illegible] مانگتا ہوں مگر تم جو کہ قرابت کی جہت سے محبت رکھو جو میرے اور جو ترجمہ مدیر نے کیا ہے اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں جنسی قرابت نہیں ہے اسکے تو اجر مانگتا ہوں۔ مگر تم سے جو قرابت ہے اسلیے کوئی اجر نہیں مانگتا اور یہ غلط و قبیح ہے اور نہ اس مطلب کو کسی نے لکھا ہے۔

(۸) فاقیم کی تحریر دمشقی کا ترجمہ مدیر نے یوں کیا ہے اور دمشق کے مدیر نے پکڑ کر گئے جبکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دمشق میں بکلا اعتماد

دا هل القربی الاقوال ذلك بالصواب اسکا ترجمہ بیہ بخاری الفاظ میں کیا ہے مگر ان تمام اقوال میں سب سے زیادہ صحیح اول کے معنی زیادہ صحیح ہونگے میں نے کہی نہ خیف الطبع وزیادہ مناسب میری راے میں ایسے موقع پر جب آپ مولف نے مراد کا فیصلہ کرنا تھا تو تفسیر حبر الامۃ ابن عباس کو ضرور دیکھ لینا تھا تاکہ وہ قول بھی دیکھ سکتے اور دوسروں کو بھی پتہ ہوتا کہ تمیز ہوتے اگر فرو گذاشت ہوئی تو میں اسے ضرور پیش کرونگا اور وہ یہ ہے (قل) لہم یا محمد لاصحابک تو یقال لاھل مکۃ (لا اسئلکم علیہ اجرا) جعلا (الا المودة فی القربی) الا ان تودوا قرابتی من بعدی تنویر المقباس تفسیر ابن عباس طبع مصر ص ۳۰۱ اب آپ بتائیں کہ وہ قول جو آپ کے نزدیک بہت قوی تھا وہ کیا ہوا یہاں تو سواے صاحبان قرابت کے اور ذکر ہی نہیں کذلک یحق الله الحق ۔

تفسیر معالم التنزیل بغوی

وقال بعضهم معناه الا ان تودوا قرابتی وعترتی وتحفظونی فیهم وهو قول سعید بن جبیر وعمرو بن شعیب واختلفوا فی قرابته قیل هم فاطمة الزهراء وعلی وابناهما وفیهم نزول انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت وروینا عن یزید بن حبان عن زید ارقم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی قیل لزید بن ارقم من اهل بیته قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس

بعضوں کا قول ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ مگر تم محبت کرو میری قرابت وعترت سے اور محافظت کرو اور یہ قول سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب کا ہے اب قرابت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے علی فاطمہ حسن اور حسین علیہم السلام مراد ہیں اور انھیں کے بارے میں آیت تطہیر نازل ہوئی انما یرید الله لیذهب عنکم الآیۃ یزید بن حیان نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے رسول نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہلبیت تو زید بن ارقم سے پوچھا گیا کہ اہلبیت سے کون مراد ہے کہا کہ آل علی آل عقیل آل جعفر اور آل عباس

اخبرنا عبد الواحد الملیحی انا احمد بن

یاد رہے یہ بستر [illegible] روایت کی [illegible]

عبداللہ النعیمی انا محمد بن یوسف ثنا محمد بن
اسمعیل ثنا عبداللہ بن عبدالوہاب ثنا
خالد ثنا شعبة عن واقد قال سمعت ابی
یحدث عن ابن عمر عن ابی بکر قال ارقبوا محمد
فی اهل بیته وقیل هم الذین یحرم علیهم
الصدقة من اقاربه و نصیبهم فیهم
الخمس وهم بنو هاشم وبنو المطلب الذین
لم یفترقوا فی جاهلیة ولا فی اسلام۔ وقال
قوم هذه الایة منسوخة وانما نزلت بمکة
وکان المشرکون یوذون رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم فانزل اللہ هذه الایة فامرهم
فیها بمودة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
وصلة رحمه فلما هاجر الی المدینة واواه
الانصار ونصروه احب اللہ عزوجل ان یلحقه
باخوانه من الانبیاء علیهم السلام حیث قال
وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی
رب العالمین فانزل اللہ تعالی قل لا اسئلکم
علیه اجرا فقد ما اسئلکم من اجر فهو لکم ان
اجری علی اللہ فهو منسوخة بهذه الایة
وبقوله قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا
من المتکلفین وغیرها من الایات

باسنادہ ابن عمر سے حدیث بیان کرتے تھے اور
ابن عمر نے ابی بکر سے کہا تھا کہ ارقبوا محمدا فی
اهل بیته محمد کی حفاظت ان کے اہلبیت کے بارے
میں کرو اہلبیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور خمس
ان میں تقسیم ہوتا ہے وہ لوگ بنی ہاشم اور بنی مطلب
ہیں جو جاہلیت و اسلام میں یکساں رہے۔
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی
ہے یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی جب مشرکین
قریش رسول کو ایذا دیتے تھے خدا نے یہ آیت
اتاری اور انھیں مودت رسول اور صلہ
رحم رسول کا حکم دیا جب آپ نے مدینہ
کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ
دی تو خدا نے چاہا کہ آپ کو اور انبیاء سلف
سے اس بارے میں ملحق کر دے۔ جیسا کہ ان کے
بارے میں کہا ہے میں تم سے کوئی اجر رسالت
نہیں چاہتا میرا اجر اللہ پر ہے یعنی خدا نے
قل لا اسئلکم علیه اجرا نازل کر ایا اور آیت
ما اسئلکم علیه من اجر، میں تم سے
کوئی اجر نہیں چاہتا" وغیرہ وغیرہ سے منسوخ ہو چکی
ہے اور اسی نکتہ کا قائل ضحاک ابن مزاحم اور حسین
بن فضل ہوئے ہیں اور یہ قول درست نہیں

والیه ذهب الضحاك بن مزاحم
والحسین بن المفضل وهذا قول غیر مرضی
لان مودة النبی صلی الله علیه وسلم وکف
الاذی عنه ومودة اقاربه والتقرب
الی الله بالطاعة والعمل الصالح من فرائض
الدین وهذه اقاویل السلف فی معنی الایة
فلا یجوز المصیر الی نسخ شیء منها من هذه
الاشیاء وقوله الا المودة فی القربی لیس
باستثناء متصل بالاول حتی یکون ذلك
اجرا فی مقابلة اداء الرسالة بل هو منقطع
ومعناه ولکنی اذکرکم المودة فی القربی
واذکرکم المودة فی قرابتی منکم کما روینا
فی حدیث زید بن ارقم اذکرکم الله فی
اهل بیتی۔

کیونکہ نبی کی محبت اور ان کی اذیت کا روکنا اور
ان کے قرابت داروں کی محبت اور تقرب خدا
بذریعہ طاعت وعمل صالح یہ تمام چیزیں فرائض
دین سے ہیں اور یہ اقوال سلف ہیں اس آیت
میں لہذا قول نسخ اختیار کرنا کسی ایک کے متعلق
بھی جائز نہیں "الا المودة فی القربی" میں
جو استثناء ہے وہ استثنائے متصل نہیں تاکہ یہ
اجر رسالت ہو بلکہ یہ استثنائے منقطع ہے اور اسکے
معنی یہ ہیں کہ میں اپنی قرابت کی محبت کی
یاد دہانی تم سے کرتا ہوں اور مودت قرابت کو
تمہیں یاد دلاتا ہوں جیسا کہ ہم نے حدیث زید
بن ارقم میں بیان کیا کہ۔
اذکرکم اللہ فی اہلبیتی

مدیر النجم کا افادہ بیمعنی

ف کی سرخی دیکر جو افسادکی ہے اس ور رئیس ہو ارشاد ہوتا ہے۔ امام بغوی نے بھی سب کے پہلے اسی قول کو نقل کیا ہے جو اہلسنت کا مختار رہا اور ابن عباس اور انکے اجلہ تلامذہ سے منقول ہے اور آخر میں کس تصریح اور وضاحت کے ساتھ اسبات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ الا المودة استثنائے منقطع ہے [illegible] اجر رسالت نہیں ہے اور امام المفسرین کے جلیل الشان شاگرد عکرمہ سے اس آیت کی تفسیر میں اور دوسرے اقوال کا کذب آئندہ [illegible] کاذب ہونا بھی روایت کیا جزاہ اللہ خیر الجزاء سہیلہ امام بغوی کا سب سے پہلے کسی قول کا نقل کر دینا مدیر النجم کے نظر میں حجت ہو لیکن حجت کا

استفادہ کسی قابل ہو تو وہ یہی اسکا پہلے ذکر کرنا اسکے سوا تو کچھ اور معلوم نہیں ہوتا اس نقطہ نظر سے ہر وہ چیز
جسکا ذکر اول میں ہو گا راجح ہو گی اور جو آخر میں ہو گا وہ لامحالہ مرجوح ہو گا اس مذاق پر یہ قرآنیہ میں
آیۂ فمنہم شقی وسعید میں شقی آپ کے نظر کیمیا اثر میں سعید سے بہتر ہو گا یوہیں آیۂ کریمہ ثم اورثنا
الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق
بالخیرات باذن اللہ ذلک ہو الفضل الکبیر میں ظالم مقتصد اور سابق بالخیرات پر مقدم ہے
لہذا اشکوری نقطۂ نظر سے ظالم کو سابق بالخیرات پر ترجیح ہو گی۔ یوہیں وما یستوی الاعمی والبصیر
میں آپکی چشم مبارک میں اعمی کو بصیر پر ترجیح ہو گی جب امام بغوی کا پہلے ذکر کر دینا موجب قوت ہے
تو جناب باری کا پہلے ذکر کرنا کیا آپنا بھی فائدہ نہ دیگا ایسی باتیں تعصبات کے نباہنے کے لیے نہ کرنا
چاہیے جو خود انجام کار ہنسی خندہ زنی کا موقع دیں رہگیا یہ جملہ کہ جو اہلسنت کا مختار ہے" یہ اولاً تو بے اصل
ہے ہرگز تمام اہل سنت نے اسے اختیار نہیں کیا کیونکہ سابق میں ایک فہرست گذری جو اسکے خلاف پر دال ہے
اور ثانیا وہ اس قول کو اختیار ہی نہیں کر سکتے ورنہ انکے مذہب کی عمارت بیٹھ جائیگی اسلیے کہ اہلسنت کا سواد
اعظم یعنی امام اعظم سے اور انکے نزدیک فروع پر تکلیف بعد ایمان بالاصول ہوتی ہے اسوجہ سے کفار کافر ہونیکے
جہت سے معذب ہونگے ترک صلوۃ پر انکا عقاب صحیح نہو گا پھر جب مسلمہ ہے تو کفار قریش پر وجوب صلہ رحم یعنی
چہ بھلا کوئی سمجھ میں آنے کی بات ہے خصوصًا جب ان باتوں پر غور کیا جائے کہ حضرت کی رسالت کو وہ ہرگز
مانتے نہ تھے جبھی تو حضرت کی اذیت پر راضی تھے پھر ایسے وقت میں جناب باری کا حکم کہ قل لا اسئلکم
علیہ اجرًا کہنا ہی ایک عجیب بات ہے کیونکہ وہ تبلیغ کو تبلیغ ہی کب سمجھتے تھے تاکہ اس پر کسی اجر کا انہیں
خیال ہوتا یہ تو کلام ان سے معلوم ہوتا ہے جنکی نظر میں یہ تبلیغ تبلیغ تھی اور یہ لاتحصی شفقتیں قابل قدر
تھیں مگر قوۂ عاقلہ میں اگر روشنی ہی نہو تو صحیح راستہ کیونکر سوجھائی دے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ
من نور پر ارشاد کہ وہ ابن عباس اور انکے اجلہ تلامذہ سے منقول ہے" سابق میں معلوم ہو چکا
کہ ابن عباس جنکو یہ امام المفسرین کے جلیل لقب سے یاد کرتا ہے وہ اپنی تفسیر تنویر المقباس میں اس
نزول کو نہیں ذکر کرتے جسپر وہ دلدادہ ہیں بلکہ وہ ہی بتلاتے ہیں جس سے مدیر کو غش آ رہا ہے اب بھی

اجلہ تلامذہ ان میں سے ایک سعید بن جبیر سے بہتر نہیں معلوم ہوا اور وہ اسی مطلب کے قائل ہیں جس کے ہم معتقد اور قائل ہیں۔ رہگئی یہ بحث کہ استثناے متصل ہی یا منقطع اسے ہم [illegible] تفصیل سے بیان کرینگے ہاں ابن عباس کا جلیل الشان شاگرد عکرمہ جسنے اوروں روایتوں کو جھوٹ کہا ہو اور اُنکے راویوں کو جھوٹا اُنکی شان کو ہم اُسی سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آقا ابن عباس کو بھی انھیں جھوٹوں میں داخل کرتا ہے ؎

کس نیا موخت علم تیر از من — کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔

عکرمہ کی جلالت قدر کا کیا کہنا آپ ابن عباس کے غلام تھے اُنھوں نے انھیں آزاد بھی نہ کیا تھا کہ انکو موت آگئی اور یہ غلام کے غلام رہے علی بن عبد اللہ نے آپکی قدر نہ کی اور خالد بن یزید بن معویہ کی ہاتھ چار ہزار اشرفیوں کے قیمت پر بیچ ڈالا یہ خبر جب عکرمہ کو پہونچی تو علی بن عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی لعبتنی بار بعتہ الاف دینار قال نعم قال اما انہ ما خیر لک بعت علم ابیک باربعۃ الاف دینار فرجع علی الی خالد فاستقالہ فاقالہ فاعتقہ کہ آپ نے چار ہزار اشرفیوں پر مجھے بیچ ڈالا کہا ہاں کہا خیر یہ آپکے لیے کوئی اچھی بات نہوئی مجھے نہیں بیچا بلکہ اپنے باپ کا علم چار ہزار اشرفیوں کو بیچ ڈالا علی بن عبد اللہ کو یہ شکر کچھ خیال آگیا اور خالد پاس جاکر بیع کو فسخ کر دیا اسکے بعد عکرمہ کو آزاد کر دیا۔ آپکی تعلیم کا انداز بھی عجیب طریقہ پر ہوا چنانچہ خود بیان فرماتے ہیں۔ کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل یعلمنی القرآن والسنۃ ابن عباس میرے پاؤں میں بیڑ ڈالکر مجھے قرآن وسنت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ تعلیم سے بھاگتے تھے۔

طاؤس کی نظر میں بھی عکرمہ ارباب تقوی وپرہیزگاری میں نہ تھے اور جب اُن میں پرہیزگاری نہ تھی تو وہ اپنے اقوال میں آزاد تھے چنانچہ طاؤس کے عکرمہ کے متعلق یہ الفاظ تھے ن قال اخبرنا عفان بن مسلم قال ثنا حماد بن زید قال ثنا ایوب عن ابراھیم بن میسرۃ عن طاؤس قال لو کان مولی ابن عباس ھذا اتقی اللہ وکف من حدیثہ لشدت الیہ المطایا بسند مذکور طاؤس نے کہا کہ اگر ابن عباس کا غلام عکرمہ خدا سے ڈرتا اور اپنی حدیث کو روک لیتا تو وہ اس قابل ہوتا کہ سواریاں

کہ جنبش اسکی طرف ہو صاف ظاہر ہو کہ طاوس کے نزدیک نہ تو یہ بزرگ متقی تھے نہ انکی حدیث ہی شائع ہونے کے قابل تھی یہی خیال عکرمہ کے متعلق سعید بن جبیر کا تھا وہ بھی کہتے تھے لو کف عنہم عکرمہ من حدیثہ لشد تالیہ المطایا یعنی اگر عکرمہ لوگوں سے اپنی حدیث روک لیتا تو اس کے پاس لوگ دور دور سے آتے ۔

عکرمہ کو لوگ کاذب بھی کہتے تھے

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہو قال اخبرنا سلیمن بن حرب قال ثنا حماد بن زید عن ایوب قال عکرمۃ رایت ھؤلاء الذین یکذبونی من خلفی افلا یکذبونی فی وجھی فقد واللہ کذبونی عکرمہ یوں شکایت اس تکذیب کی کرتے تھے کہ جو لوگ مجھے میری پیٹھ پیچھے جھٹلایا کرتے ہیں یہ مجھے میرے سامنے کیوں نہیں جھٹلاتے اگر میرے منھ پر مجھے جھٹلائیں تو میں سمجھوں کہ ان بیشک مجھے جھٹلایا ۔ ان جملوں سے صاف آشکارا ہو کہ ان کو لوگ جھوٹا کہتے تھے اور یہ بھی آشکار ہے کہ لوگ انکے منھ لگنا نہیں چاہتے تھے ۔ پھر اگر کسی نے انکو دروغ گو کہا اور انھوں نے بھی اسکو دروغ گو کہا تو ایسے قول کی کیا وقعت ہو سکتی ہے کیونکہ بالکل واضح ہے کہ دروغ گو کے منھ سے کسی کی دروغ گوئی کا الزام اسکے سچائی پر دلیل ہے پھر عکرمہ کے قول سے کہ "وہ نہیں جیسا کہ دروغ گو کہتے ہیں" مدیر النجم کا کیا فائدہ متصور ہو سکتا ہو اگر وہ سمجھے تو یہ بات نہایت دنداں شکن جواب ہے اور تمام مسرتوں کا خاک میں ملا دینے والا ہے ۔

ایک مثال

طبقات ابن سعد میں ہو قال اخبرنا عارم بن الفضل قال ثنا حماد بن زید قال ثنا ایوب قال حدثنا صاحب لنا قال کنت جالسا الی سعید وعکرمۃ وطاوس واظنہ قال وعطاء فی نفر قال فکان عکرمۃ صاحب الحدیث یومئذ قال وکان علی رؤسھم الطیر قال فما فرغ فمن قال بیدہ ھکذا وعقد ثلثین ومن قال برأسہ ھکذا یمیل رأسہ قال فما خالف

احد منهم في شئ الا انه ذكر الحوت فقال كان يسايرها في ضحضاح من الماء فقال سعيد بن جبير اشهد على ابن عباس انی سمعته يقول كان يحملانه في مكتل مسند ہشکو ہیں ایک اپنے ایک ساتھی سے روایت کی ہے وہ کہتا تھا کہ ایک دن میں ایسے مجمع میں تھا جہاں سعید بن جبیر و طاؤس بیٹھے ہوئے تھے اور ایوب کا بیان ہے کہ مجھے خیال ہے کہ اس ساتھی نے یہ بھی کہا تھا کہ وہاں عطا بھی کچھ لوگوں کے ساتھ موجود تھے عکرمہ متکلم محفل تھا اور لوگ سکوت کے ساتھ اسکی حدیث کو سن رہے تھے جب وہ حدیث سے فارغ ہوا تو کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ ہاں اس نے اپنی حدیث میں مچھلی کا تذکرہ کیا تھا (جو جناب موسیٰ کی ناشتہ میں تھی) اور کہا تھا کہ مچھلی تھوڑے سے پانی میں جناب موسیٰ و یوشع کے ساتھ چل رہی تھی سعید بن جبیر نے اسکو سنکر کہا کہ میں گواہی اس بات پر دے سکتا ہوں کہ ابن عباس کو میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ مچھلی کو وہ دونوں توشہ دان میں اٹھائے ہوئے تھے۔ ناظرین عکرمہ کے اس جرأت کو دیکھیں کیونکہ یہ صرف ابن عباس ہی کی مخالفت نہیں بلکہ الفاظ قرآن کی بھی مخالفت ہے۔ یہ ہیں اہل سنت کے معزز اور صادق القول راوی جنپر اساس سنیت قائم ہے۔

آپکی دینداری

قال اخبرنا عبید الله بن موسیٰ قال ثنا حسن ابن صالح عن سماك قال رایت فی ید عکرمة خاتما من ذهب بسند مذکور سماک سے روایت ہے کہ میں نے عکرمہ کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی پھر جب عملی حیثیت یہ تھی کہ پیغمبر کی منع کی ہوئی چیز کے ارتکاب پر ان کو کوئی روکنے والا نہ تھا تو انکو قول سے کون روک سکتا تھا۔ ایک فیصلہ کن بات جس کے بعد اسکی قول اور حدیث کی وقعت معلوم ہو سکتی ہے اخبرنا مصعب بن عبد الله بن مصعب بن ثابت الزبیری قال کان عکرمة یری رای الخوارج فطلبه بعض ولاة المدینة فتغیب عند داؤد بن الحصین حتی مات عنده قالوا وکان عکرمة کثیر الحدیث والعلم بحرا من البحور ولیس یحتج بحدیثه ویتکلم الناس فیه من طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ لندن یعنی مصعب کہتا تھا کہ عکرمہ خوارج

میں سے تھا اسکی رائے وہی تھی جو خارجیوں کی رائے تھی مدینہ کے بعض حاکموں نے اس جرم پر اسکو سزا دینی چاہی جب وہ داؤد بن حصین کے پاس جاکر چھپ گیا یہاں تک کہ وہیں اس کو موت آئی لوگوں نے بیان کیا ہو کہ عکرمہ کثیر العلم اور کثیر الحدیث تھا مگر اسکی بیان کی ہوئی حدیثیں قابل احتجاج نہیں اور لوگوں نے عکرمہ میں بہت کچھ باتیں (قوادح) بیان کیے ہیں

اب مولوی عبدالشکور صاحب اپنی دعا کی حقیقت سمجھیں کہ انھوں نے جو اسی تکذیب صادقین پر دعا دی کہ فجزاہ اللہ خیراً تو وہ ایک ناصبی کی دعا ایک خارجی کے! بابیں ہے ضعف الطالب والمطلوب اب جب طبقات سے یہ معلوم ہوگیا کہ عکرمہ خارجی اور اسکی حدیث قابل احتجاج و حجت کا نہیں تو اس سے صحیح بخاری کے وقار اور حالت پر بھی روشنی پڑتی ہو کیونکہ اسکے راوی جہاں اور جلیل القدر رواۃ ہیں وہاں عکرمہ بھی ہے۔

اب ناظرین کو انصاف کا موقع ملگیا کہ اگر خارجی ہو کر عکرمہ آیۂ مودت کو اہلبیت اور قرابت داران نبی کے متعلق دروغ کہتا ہو تو کہا کرے خوارج یہ نہ کہینگے تو اور کیا کہیں گے۔ لیکن جب اس کی حدیث سے کسی قسم کی حجیت ثابت نہیں ہوتی تو ایسی کہنے والوں سے انشاء اللہ حق کو کوئی جھٹکا نہیں پہونچ سکتا۔ ولنا الحمد علی ذالک حمداً ملأ السموٰت والارضین

مدیر النجم نے نقل میں بھی امانت سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ اس میں وہ عبارت موجود نہیں جسکا حوالہ اسی تفسیر کی طرف ابن صباغ مالکی نے دیا ہو اور ہم نے صدر بحث میں لکھا ئی ہیں اور ہم یہاں بھی اسے درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین انصاف پسند کو فیصلۂ حق و باطل کرنے میں آسانی ہو چنانچہ فصول مہمہ کے صفحہ ۱۱ پر یہ عبارت ہے وروی الامام ابوالحسین البغوی فی تفسیرہ یرفعہ الی ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما نزل قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ قالوا یا رسول اللہ من ھولاء الذین امرنا اللہ بمودتہم قال علی و فاطمۃ و ابناھما یعنی ابن عباس سے روایت ہو کہ جب یہ قول باری قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جنکی محبت کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہو پیغمبر نے فرمایا کہ یہ علی اور فاطمہ اور انکے دونوں

بیٹے ہیں۔ اگر ابن عباس جرأت اور علم امت بالتفسیر ہیں تو اونکی روایت پر کچھ حمت کرنی چاہئے
کر وہ پیغمبر سے نقل کر رہے ہیں مگر چونکہ اہل بیت کے متعلق وہ روایت کر رہے ہیں لہذا نہ وہ یہاں
جرأت ہیں نہ اعلم بالتفسیر ہیں اگر وہ اہل بیت کے خلاف کوئی روایت کریں تو اون میں تمام صفتیں
موجود ہیں خدا برا کرے تعصب کا جسکی وجہ سے تمام طرق ہدایت بند کر دیے گئے اور اب بھی وہی
کوشش ہے۔ پھر روایت میں یہ ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جنکی محبت ہم پر واجب
کی گئی ہے، اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اصحاب یہی سمجھے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنکی محبت خدا نے
واجب کی ہے۔ یہاں اصحاب ایسی ذلیل ہو گئے کہ انکا فہم بھی حجت نہیں رہا پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ جو منزل قرآن اور حقیقی مفسر و مبین قرآن ہیں انھوں نے کیوں نہ فرمایا کہ ایسا نہیں ہے
جیسا تم خیال کر رہے ہو بلکہ میری محبت کی وجوب کی دلیل ہے یہ کیوں فرمایا کہ علی اور فاطمہ اور اونکی
دونوں بیٹے مراد ہیں جس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ اصحاب آیت مبارکہ سے سمجھی وہ ٹھیک تھا چونکہ یہ
روایت جناب رسالتمآب سے ہے اور اسمیں کوئی قدح نہیں کی گئی اس لیے ان تمام لغویات
سے جو لوگوں نے اصل مطلب میں شک پیدا کرنے کے لیے گڑھی ہیں وہی قول ارباب ایمان کے
نزدیک مرجح تر اور واجب العمل ہوگا جو جناب رسالتمآب سے منقول ہے اس سے زیادہ لغوی
اور کیا ترجیح دیسکتا تھا کہ وہ اس قول کو رسالتمآب سے منسوب کر دی زمانہ کی خود رائیاں اور
سرکشیاں دین کے مقابلہ میں دیکھو کہ تمہاری اگر کسی صحابی کا قول بیان کر دی تو واجب العمل ہو۔
اور اگر پیغمبر کا قول اسکے مقابل میں آجائے اور مؤید اہلبیت ہو تو وہ رد کر دیا جاوے اسیکا نام ہے اسلام
اور اسیکا نام ہے تعمیل اطیعوا الرسول پھر بغوی نے نزول آیۂ تطہیر کو اہل بیت ہی میں ثابت
کیا گویا مودت کی وجوب کی علت اور دلیل کی طرف اشارہ کیا پھر یہ بھی آپنے بتا دیا کہ قرآن
و اہل بیت دونوں اپس ماندہ خلیفہ پیغمبر ہیں لہذا انکی مودت کے وجوب کی منزلت تھی
پھر ابو بکر کے قول سے اسنے وجوب محبت اہل بیت پر حدیث پیش کی جو سنیوں کے مذہب میں قابل گواہ
ہیں۔ پھر اسنے خمس کی تقسیم میں انکا نام ذوی القربیٰ بنص قرآنی ثابت کیا ۔ باقی آئندہ

بنارس کے حاذق حکیم

عالیجناب تقدس مآب حاجی الحرمین الشریفین رئیس الحکماء حضرت مولانا عرشی دام ظلہ العالی کی خاص ایجاد

"کمونی"

اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا

جگر کی کامل اصلاح کرنیوالی ورم طحال کو جڑ سے کھو دینے والی بواسیر کی بیخ و بن سے برباد کرنیوالی دستوں کو بستہ بستہ کھولنیوالی اور روکنے والی بھوک بڑھا کر خواہش کے ساتھ پوری غذا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی۔ نفخ باد گولہ درد شکم قراقر وغیرہ کو چٹکیوں میں ہوا کر دینے والی ثقیل سی ثقیل غذا کو ہضم کر دینے والی ہے۔ ریتی کو بالخصوص ... کی معدہ کی تمام شکایتیں دور کر کے قوت ہاضمہ کو بڑھانیوالی ہضم صحیح کے ساتھ خون صالح پیدا کرے ... نہایت اچھی خاصہ اضافہ کرنیوالی گردوں میں ... حرارت پیدا کر کے طاقت مردانگی ... بھارت والی عورتوں کے ایام کی ... کو ٹھیک کر کے باقاعدہ لانے والی ... ہر عمر والے کے موافق آنیوالی بچوں لڑکوں جوانوں بوڑھوں مردوں اور عورتوں کی تندرستی قائم رکھنے والی اور کامیاب دوا ہے جو اپنے اکسیری کرشموں اور عجائب تاثیرات کی وجہ سے ہر کنبہ والے گھر میں رائج ... ذائقہ میں پورا پورا اثر رکھتی ہے خوش مزہ ایسی ہے کہ بچے کمال شوق سے مانگ مانگ کر کھاتے ہیں۔ عورتیں تندرستی کی پڑیا سمجھنے لگی ہیں

مرد سفر میں حضر میں سرہانے پاس رکھنے لگے ہیں۔ اطباء مریضوں کو ہدایت کرنے لگے ہیں کہ کمونی کا استعمال کرو۔ شہروں میں لگ ... بھائیوں نے ہمت دے ... خاندانی فیاض زمیندار ... منگا کر غریبوں کو مفت بانٹتے ہیں اگر آپ کا بھی دل چاہے تو ... منگائیے ... اور زندگی کا لطف اٹھائیے قیمت فی شیشی چار آنہ محصول کے علاوہ مقرر ہے چونکہ ایک سے چار شیشیوں کے مصارف ڈاک یکساں پڑتے ہیں اس لئے بہت کم منگانے میں آپ کا خسارہ ہے۔

ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیئے

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ الحافظ لاہور ۱۲ دسمبر جلد ا میں رقم فرماتے ہیں "معروف کمونی اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حاذق مولانا عرشی صاحب دام ظلہ جو جگر کی خرابی ورم طحال ... بواسیر قبض نفخ اور باد گولہ وغیرہ امراض کیلئے حکمی علاج ہے۔ شمس العلماء سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد العصر دام برکاتہ نے اس سفوف کو استعمال کیا اور مفید پایا اور خاکسار مدیر نے بھی استعمال کیا اور سریع التاثیر پایا ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیئے تاکہ وقت ضرورت کار آمد ہو۔ نسخے کے ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

یہ سفوف واقعاً ہضم طعام اور کمزوری معدہ نفخ و قراقر وغیرہ کے لئے میں نے دنیز میرے دیگر احباب نے مفید پایا گو قیمت میں کم ہے مگر نفع میں زائد ہے (مدیر سہیل یمن)

نقل تحریر سرکار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد پنجاب دام ظلہ العالی

میں نے کمونی خود استعمال کیا نہایت مفید پایا بہت ہی سریع الاثر اور بے ضرر ہے (حائری)

ملنے کا پتہ

ایف۔ اے۔ ہاشمی حفیظ گنج بنارس سٹی

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ڈیرو پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنو طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی
(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال سے/ اور ششماہی عہ/ رہیگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زروخط وکتابت بنام ابو البراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیئے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اُترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہوگا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے
(۱۲) مضامین موصولہ ضروری بالفرض طبع ہونیکے کا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض ومقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع
۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔
۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵۔ حضرات ائمۂ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

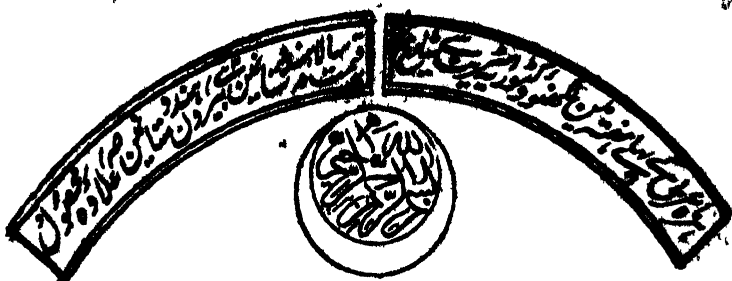
مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	للعہ	دسہ/	سے/
چھ ماہ کیلئے	عہ	عہ/	معہ/
تین ماہ کیلئے	عہ/	سے/	للعہ/
ایک ماہ کیلئے	صہ/	سے/	ع/

کوئی صاحب کمی اُجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجائش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اُجرت بہر حال پیشگی آنا چاہیئے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



یہ رسالہ محض احقاق حق اہلبیت کے لئے نکالا جاتا ہے بلکہ منجملہ تحفظ افراد مذہب ہے
کسی فرقہ کی توہین کے لئے نہیں اگر کسی کو اس سے دل آزاری کا خیال ہو تو اسکے سمجھنے کیلئے اطلاع دیں

سہیل یمن

جلد ۳ — ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء — نمبر ۷

فہرست مضامین

[illegible]

ہر کس از دست غیر نالہ کند   سعدی از دست خویشتن فریاد۔

جریدہ [illegible] جو کسی رسی ترقیوں کے بل پر دراز ہے جس کا نصب العین اکثریت کا ہمنوا ہو جانا ہے جس کے مضامین قابل نقل و شیوع سمجھے جاتے ہیں جس کا نقطۂ نظر کانگریسی تعلیم و ترقی کی علمبرداری ہے وہ کیسی ہی تلمیح کیوں نہ ہو اسکے مضامین بحیثیت مذہبیت و سیاست کیسے ہی بلند پایہ کیوں نہیں مگر پچھلے پرچہ میں عزاداری پر بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اور رسم تعزیت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "ایرانیاں سبع سید الشہداء را معذب ساختند" ہماری چشم تر لا میں وہ تنکا ہے جس کی کھٹک برداشت نہیں ہو سکتی ورنہ ہمارا گروہ اس طرح کے الفاظ سننے کیلئے جو ایک سلامی زبان کے منھ سے نکل نہیں سکتے، تیار ہے"

حیرت ان [illegible] پر ہے جو ترقی کی چکی میں مذہب کو پیس کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ "معذب ساختند" کا مفہوم ہماری سمجھ میں تو یہی آتا ہے کہ مدیر محترم غالباً اس حدیث پر "ان المیت یعذب ببکاء اھلہ" ایمان لائے ہوئے ہیں اگرچہ اس حدیث پر حضرت عائشہ نے جو تنقید وارد کی ہے وہ اپنی جگہ پر مرقوم ہے اور ہم بھی بالتفصیل اسکو لکھ چکا ہے۔

بہر حال اگر اس حدیث پر ایمان نہیں تو ہم اس اسلامی اخبار سے پوچھنے پر مجبور ہیں کہ کس دلیل سے اس نے معاذاللہ "سبع سید الشہداء را معذب ساختند" کا جملہ لکھ مارا۔ اور ایسی عبارت کیونکر ہو سکی، کیا ترقی کا راز یہی ہے؟

آں لطف نیاز و ناز گم شد   ہم قوت امتیاز گم شد

النجم کی قوت امتیاز بحمد اللہ کئی مہینوں سے مفقود نظر آتی ہے اور ایسی کہ اسے دشنام اور غیر دشنام میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہا، ناظرین خود سمجھینگے جب ہم ان الفاظ کی فہرست پیش کرینگے جس کو مدیر النجم گالی سمجھتا ہے مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں ہر طرف گالی ہی گالی نہ دکھائی دے اور قیطوس کی طرح وہم قبل سونے کا سابقہ پڑے، کیونکہ وہ ہر لفظ کو گالی سمجھتا ہے خدا جانے خوف بھی کیا چیز ہوتی ہے کہ وہ دل جس بھیانک منظر سے ڈرتا ہے بس ہر وقت وہی منظر اسکے پیش نظر رہتا ہے اور جس چیز کا خیال ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے وہی تصویر قوت متخیلہ پیش کرتی رہتی ہے چنانچہ بعض صحابہ کا [illegible] میں یہ بھی تجربہ کرایا [illegible] خوف [illegible] النجم کی [illegible] کہ جس طرف [illegible]

گالی بجاتی ہے کسی کی آواز کرنے لگے ملاحظہ ہوں الفاظ جو مدیر کی نگاہ میں گالی ہیں۔ ان ضمنی قسم کا الزام بھی حاشیہ پر کرتا ہوں۔

دشنام -	کس نے کھائی	کے مرتبہ کھائی
فریب	معاویہ وغیرہ نے	
مکاری	"	
حیلہ جو	"	
مکائد	"	
عہد شکن	"	
ہفوات	النجم کی تحریر نے	۲ مرتبہ
رطب ویابس	"	نوٹ:- قرآن کی آیت کا رطب لا یابس مدیر النجم کے نزدیک گالی ہے۔
سادہ لوحی	النجم نے	
تقریر جہل	تحریر النجم نے	
نافہمی	النجم نے	۲ مرتبہ
تم نے تو خدا معلوم آدمیت سے بھی قطع نظر کرلی ہے۔	"	
مقابلہ اہلبیت رسول میں ضلالت کا علم اٹھایا	النجم نے	

ناظرین سہیل دیکھیں اور تھوڑی دیر کیلئے غم غلط کریں اور اس عقل و دانش پر شاباش فرمائیں دیکھئے تو کیا کیا عمدہ گالیاں سہیل کے صفحات سے مدیر النجم نے چھانٹ کر اپنے حیلوں کے سامنے پیش کی ہیں۔

مدیر معاویہ ابو سفیان، زیاد، شمر، ابن سعد وغیرہ کی تمجید کرتا ہے اور اسکی یہ کوشش ہے کہ دشمنان رسول ان لوگوں کو برا نہ کہیں مگر ہمیں تعجب کی بات ہے کہ جب ہم انکو اسلاف دینی شمار کرتے ہیں تو مدیر چراغ پا ہوتا ہے۔

بات وہ آن پڑی ہے کہ بنائے نہ بنے — بوجھ وہ سر پہ (دھرا ہے) کہ اٹھائے نہ بنے

اب بھی بتائیے کہ یہ لوگ یعنی خدا و رسول و اہلبیت ہیں کہ نہیں پھر انکی مدد کرنا علم ضلالت اٹھانا ہے کہ نہیں۔

کیوں مدیر صاحب معاویہ و عثمان آپکے نزدیک [illegible] کا اعتبار سے گالی ہے کہ نہیں خلافت کہاں سے جمع کیجئے اور آئینہ بھی سامنے لائیے دیکھئے ہم آپکا گالی دینے والوں کا جواب دیتے ہیں۔ اب سہیل میں اس مضمون اہلسنت کی بنا مذہب مخالفت اہلبیت پر ہے غور کیجئے تو آپکو پتہ چلیگا کہ گالی اور تبرا کس مذہب کا شیوہ تھا اور اگر ان سے سیری نہ ہو تو فخر الدین رازی کی تفسیر اور نیز بحر العلوم فرنگی محلی کی کتاب ملاحظہ کیجئے قال الروافض [illegible] رضی اللہ عنہ آگے کتنی جگہ پر آتا ہے۔

مدیر النجم کے یہ شعر نہایت مرغوب ہیں ۔

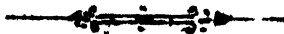
چوں ترک قرآں کردہ آخر مسلمانی کجا خود شمع ایماں کشتہ پس نور ایمانی کجا

اسکو قریب قریب ہر رسالہ میں درج کرتا ہی میرے نزدیک اگر یہ شعر مستزاد کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا جائے تو دیدکیفِ انداز حاصل ہوگا اور معنی بھی تمام و کامل ہو جائینگے اور وہ یوں ۔

چوں ترک قرآں کردہ آخر مسلمانی کجا ؟ در قول تو خود شمع ایماں کشتہ پس نور ایمانی کجا ؟ در قلب من

اس نمبر میں حدیث قرطاس کا مضمون جواب الجواب النجم میں نہایت شرح و بسط سے شروع کیا گیا ہی اور النجم کے یاوہ گوئیوں کا لفظ بلفظ جواب ہی ناظرین اپنی قوت انصاف کو کام میں لائیں اور ملاحظہ کریں کہ النجم کا یہ مطالبہ تھا کہ ایک ایسی روایت جو کتب اہل سنت کی پیش کیجائے جس میں قائل ہجر حضرت عمر ہوں ؟ چنانچہ اس سلسلہ میں سہیل نے ایسی روایت بھی نکال رکھی ہی جو انشا اللہ پیش ہوگی ۔ دیکھیں مدیر النجم ابکی کونسی سپر فرار اٹھاتا ہی کنگرہ اسکو نئی تاثیر بناتا ہی یا غار عدم کو ۔

ناظرین سہیل شوال و ذیقعدہ نمبر ملاحظہ کر چکے ہونگے اور حدیث قرطاس کی طویل و مسکت بحث جو ۲۴ صفحہ پر ختم ہوتی ہی اوسکو بھی دیکھ چکے ہونگے اب دیکھنے والے خدا کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ کریں کہ ابکی شوال نمبر میں جو کچھ النجم میں حدیث قرطاس کے متعلق لکھا ہی وہ سہیل کے کسی ایک لفظ کا بھی جواب ہی النجم کے اوراق اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہماری باتوں کا جواب دو حق و باطل کے امتیاز کرنے والے ابھی دنیا سے مفقود نہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ النجم نے ہمارے کسی ایک مطالبہ کا جواب ابتک نہیں دیا اور نہ کسی ایک جواب میں توجہ کی ہے ۔ اگر اس معاملہ پیا نہ ہمیں کچھ دم ہی تو اب بھی توجہ کیجائے ورنہ اس نشر ضلالت سے باز آیا جائے پس کفار قریش کی سنت اور اموی خاندان کی جانوں کو شاد کر چکے ۔



فراکہایہ نیاوعدہ دا ستہ ہے کہ شوال نمبر النجم سے ربیع الاول تک کا ہی اور پھر مریدوں کو یہ تسلی دیجاتی ہی کہ عنقریب سہیل کی اشاعت کے بعد النجم کر دیا جائے گا مطمئن رہو پیٹ کے دھندے سے فرصت ملے تو نئی کا توں ۔

ممکن ہو بھولے خریداران النجم اس دلدہی پر ایمان لے آئیں ورنہ اسلاف کے کارنامے اور تاریخ پاینہ کے اوراق تو مقابلہ کی آنچ سے جلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں والوٹ و سوف الجحیم للغاوین کی تلاوت کر رہے ہیں



آیۂ مودت کے متعلق علمائے اہلسنت کے اقوال

"سلسلہ کیلئے ربیع الاول نمبر ملاحظہ ہو"

پھر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت کر گیا کہ جب وہاں ذوی القربیٰ سے وہی مراد ہیں تو یہاں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ پھر اسمیں یہ بھی تنبیہ کی کہ لوگوں کے قولوں پر نہ جاؤ ان کو نہ دین کا خیال ہے نہ مذہب کا نہ یہ قرآن کو سمجھتے ہیں۔ نہ کتاب کو دیکھو لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت مودۃ دوسری آیتوں سے منسوخ ہو گئی کہتے ہیں مشرکین حضرتؐ کو پریشان کرتے تھے اور ان کو اذیت دیتے تھے وہاں جناب باری نے ان کو محبت نبی کے وجوب کا حکم دیا اور جب وہ مکہ سے نکل گئے تو یہ آیت منسوخ کر دی گئی ان خرافات کا جواب بغوی نے یہ کہہ کے دیدیا کہ یہ قول اس قابل نہیں کہ پسند کیا جائے کیونکہ اسکے معنی یہ ہوں گے کہ جتنی باتیں اور جتنے اقوال آیت میں ہیں وہ سب فنا ہو جائیں نہ تو پیغمبر کی محبت واجب رہی نہ آپکے اقوال کی محبت واجب ہو نہ خدا کی طرف عمل صالح سے تقرب کیا جائے حالانکہ یہ تمام چیزیں فرائض دین سے ہیں۔ خدا جزا دے محققین کو کہ وہ کسی تعصب کے خاطر سے حق سے منہ نہیں موڑتے ابو الحسن بغوی صاحب معالم التنزیل نے تصریح کر دی کہ مودت اہلبیت من جملہ فرائض دین ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی کہ اس آیت کے منسوخ ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ یہ باتیں فریضہ دینی نہ رہیں لہذا ثابت ہوا کہ وجوب محبت اہلبیت اسی آیت سے ثابت ہے تنبیہ خدا کی قدرت اسمقام پر دیکھنے کے قابل ہے کہ جب مودت نبی ثابت ہوتی ہے تو مودت اہلبیت بھی ثابت ہوتی ہے اور جب محبت اہلبیت مٹائی جاتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ محبت نبی پر بھی حرف آتا ہے۔ اور یہ فرائض بغوی کے اعتقاد میں ایسے ثابت ہیں کہ وہ یہ کہہ گزرا کہ وھذہ اقاویل السلف فی معنی الآیۃ فلا یجوز المصیر الی نسخ شیٔ من ھذہ الاشیاء یعنی معانی آیت میں یہی چیزیں اقوال سلف ہیں ان میں سے کسی ایک چیز کا نسخ بھی جائز نہیں۔ کیوں کیا کالک منہ میں لگی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ محبت اہلبیت اگر ثابت ہے تو یہ تمام اقوال ثابت ہیں کیونکہ ان کی محبت منجملہ اعمال صالحہ ہے اور محبت رسول کے سبب سے یہ محبت ہے لہذا تینوں قول نبی

مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ تقرب الی اللہ اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اور محبت رسول بیعہ دونوں معلوم ہیں ایک عملی حیثیت سے معلوم ہے اور دوسرا ابھی بیان نہیں ہوا اور نہ اس کی ہو سکتی ہے لیکن اختلاف جو مقصود تھا وہ قرابت کی اہمیت ہی میں تھا لہذا اسکی وجہ بیان کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ جناب باری نے ایسا ہی کیا اور پیغمبر نے اسکی تفسیر بیان کر دی کذلک یحق اللہ الحق ویبطل الباطل اب استثنائے متصل اور منقطع کی بحث کا جواب امام فخر الدین رازی کے کلام کے نقل کے وقت دیا جائے گا اسکا انتظار کیجئے۔ وسیاتیک نباءہ بعد حین۔

امام فخر الدین رازی کے مقولات اور ان سے بحث

تفسیر فخر الدین رازی صفحہ ۴۰۴ مطبوعہ اسلامبول میں ہے فان قیل روی الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینة کانت تعروہ نوائب وحقوق ولیس فی یدہ سعة فقال الانصار ان ھذا الرجل قد ھداکم اللہ علی یدہ وھو ابن اختکم وجارکم فی بلدکم فاجمعوا لہ طائفة من اموالکم ففعلوا ثم اتوہ بہ فردہ علیھم فنزل قولہ تعالی قل لا اسئلکم علیہ اجرا ای علی الایمان الا ان تودوا اقاربی وتحثھم علی صلة اقاربہ .... فان قیل الآیة مشکلة لان طلب الاجرة علی تبلیغ الوحی لا یجوز ویدل علیہ وجوہ الاول انہ تعالی حکی عن اکثر الانبیاء علیھم السلام انھم صرحوا بنفی طلب الاجرة فذکر فی قصة نوح علیہ السلام وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین وکذا فی قصة ھود وصالح وفی قصة لوط وشعیب علیھم السلام ورسولنا افضل من سائر الانبیاء علیھم السلام فکان بان لا یطلب الاجر علی النبوة والرسالة اولی الثانی انہ صلی اللہ علیہ وسلم صرح بنفی طلب الاجر فی سائر الآیات فقال قل ما سألتکم من اجر فھو لکم وقال قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین الثالث العقل یدل علیہ وذلک لان ذلک التبلیغ کان واجبا علیہ قال بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ وطلب الاجر علی اداء الواجب

لا يليق بأقل الناس فضلا عن أعلم العلماء (الرابع) ان النبوة أفضل من الحكمة
وقد قال تعالى في صفة الحكمة ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا وقال في صفة الدنيا
قل متاع الدنيا قليل فكيف يحسن في العقل مقابلة أشرف الأشياء بأخس الأشياء
(الخامس) ان طلب الأجر كان يوجب التهمة وذلك ينافي القطع بصحة النبوة فثبت بهذه
الوجوه انه لا يجوز من النبي صلى الله عليه وسلم أن يطلب أجرا على التبليغ والرسالة
وهو المودة في القربى۔ هذا تقرير السوال یعنی کسی نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے بیان
کیا کہ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ مدینہ میں تشریف لائے تو آپکو اکثر مصائب درپیش ہوا کرتے تھے اور حقوق آپ سے
متعلق ہوا کرتے تھے اور تنگدستی کی وجہ سے آپ پریشان ہوا کرتے تھے۔ انصار نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ اس شخص
(رسالتمآب) کے ہاتھوں خدا نے تمھیں ہدایت کی ہے اور یہ تمہارا بھانجا بھی ہے اور تمہارا ہمسایہ بھی ہے لہذا اسکے لئے
اپنے اپنے مالوں میں سے ایک مقدار جمع کرو چنانچہ انصار نے بنابریں قرارداد ایسا ہی کیا۔ اور اس مال کو جمع
کرکے جناب رسالتمآب کی خدمت میں لائے آپ نے ان تمام اموال کو انھیں واپس دیا اور خدا کا یہ قول قل لا
اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی نازل ہوا یعنی ایمان پر میں تم سے کوئی اجر نہیں طلب کرتا مگر
یہ کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے اپنے قرابت داروں کی محبت پر انصار کو ابھارا۔
اسکے بعد امام رازی نے وہ تیسرا قول ذکر کیا ہے جسمیں عمل صالح کے ذریعہ سے خدا کی طرف تقرب مذکور ہے اسکے بعد
بیان کیا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آیت مشکل ہے اور یہ اسلئے کہ اجرت تبلیغ طلب کرنا جائز نہیں ہے اور اس مدعا پر
چند دلیلیں دلالت کرتی ہیں۔ پہلی یہ کہ خداوند عالم نے اکثر انبیاء سے اسبات کی حکایت کی ہے کہ انھوں نے نفی اجر
کی تصریح کی ہے چنانچہ قصہ جناب نوح میں بقول جناب نوح کا ذکر کیا ہے انھوں نے اپنی قوم سے کہا وما
اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں
چاہتا میرا اجر خدا ہی پر ہے یونہی قصہ ہود وصالح اور قصہ لوط وشعیب میں ہے اور ہمارا پیغمبر تمام انبیاء سے افضل
ہے لہذا آپکو بدرجہ اولی اجر اور جزا طلب نہ کرنا چاہئے یہ تھی پہلی وجہ جو علامہ رازی نے منجملہ وجوہ ذکر کی ہے
میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان وجوہ کا تذکرہ کرتا جاؤں اور ہر وجہ کے بعد اسکا جواب دیتا جاؤں تاکہ ناظرین پر

سلوک فاسد کی جہت سے کوئی اشتباہ نہ پیدا ہو اسلئے بجواب وجہ اول معروض ہے کہ بیشک انبیائے سابقین نے ایسا ہی کہا اور
ایسا ہی کہا جیسا کہ امام فخر الدین رازی کا خیال ہے لیکن ہمارے پیغمبر پر اس دعوی میں کسی قسم کا اعتراض نہیں
ہوتا اسلئے کہ یہ قول جناب رسالتمآب نہیں ہے بلکہ یہ قول خداوند عالم ہے جسپر کلمہ قل گواہ ہے مگر امام رازی کے نزدیک
کوئی اعتراض ہے تو وہ قول جناب باری پر وارد ہوگا نہ جناب رسالتمآب پر اسی کی تجویز سے انبیائے سابقین نے
وہ کہا اور یہی کی سوا ایسے خاتم النبیین نے یہ کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسمیں کون سی منقصت پیدا ہو گئی
اور وہ اولویت جناب رسالتمآب جسکا ذکر امام رازی نے کیا ہے وہ درست ہے لیکن اگر کوئی چیز ایسی ہو جو موید
اولویت ہو تو وہ زیادہ قابل تمسک ہے۔ چنانچہ آل طاہرین کی محبت کے وجوب سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے
اور انبیا کی آل اس درجہ وجوب محبت پر نہ تھی ورنہ اور انبیا کے آل کی محبت بھی واجب ہو جاتی۔ وجہ دوم جسکی
تقریر امام رازی نے یوں فرمائی ہے۔ الثانی انه صلی الله علیه وآله وسلم صرح بنفی طلب الاجر فی
سائر الآیات فقال ما سئلتكم من اجر فهو لكم وقال قل ما اسئلكم عليه من اجر وما انا
من المتكلفين، یعنی جناب رسالتمآب نے باقی آیات میں نفی طلب اجر کی تصریح کی ہے چنانچہ فرمایا کہ جو کچھ
میں نے تم سے اجر مانگا ہے وہ تمہارے لئے ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر (دنیاوی)
نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں ہی سے نہیں ہوں۔ اسکے جواب میں یہ عرض ہے کہ پہلی آیت انکی
مناقض مطلب ہے کیونکہ امام رازی چاہتے ہیں کہ آیات میں طلب اجر نہ نکلے اور اس آیت میں صاف لفظوں میں
یہ مذکور ہے کہ جو میں نے تم سے اجر مانگا تھا وہ تمہارے ہی لئے ہے تو یقیناً معلوم ہوا کہ حضرت نے اجر مانگا تھا اور
رہ گئی یہ بات کہ وہ رسالتمآب کے کام آئیگا یا امت کے کام آئیگا یہ ایک دوسری نزاع ہے اور کسی نے بھی نہیں
کہا کہ ہمارا پیغمبر اس اجر کا محتاج ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ اجر تبلیغ پیغمبر نے مودت ذوالقربیٰ کا حکم کیا
اور وہ مطلب ثابت ہے اور اس مطلب کی نفی امام رازی کے تقریروں سے ناممکن ہے۔

(باقی آئندہ)

منشور شریعت دستور سعادت اثر تمیمۃ الحضور حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین نجم الملۃ والدین مولانا وسیدنا السید نجم الحسن صاحب اطال اللہ العالی بقاءہ فی ہندوستان و عراق و ایران حمایۃ الدین و رعایۃ المؤمنین

عجب نہیں جو مضمون مندرجہ ذیل پر ناظرین سہیل میں سے بعض حضرات یہ اعتراض کریں کہ اسکا موضوع سہیل کی معینہ ضروریات سے خارج ہے ممکن ہے کہ یہ اعتراض صحیح ہو لیکن دہریت اور لامذہبی کے اوس طوفان کو دیکھتے ہوئے جس کے اثر سے اب ممالک اسلامیہ و غیر اسلامیہ تک محفوظ نظر نہیں آتے ہم اس منشور ہدایت کی اشاعت نہایت ضروری سمجھتے ہیں حق یہ ہے کہ جناب نجم الملۃ مدظلہ نے بیدینی اور الحاد کے مقابلہ میں اسلام کی اس آخری اپیل کو تکمیل فرما کر ملت اسلامیہ پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔

فریاد شریعت مقدسہ

حریت و آزادی چہ قدر کلمۂ فرحت بخش است کہ ہر کہ را درین زمانہ ببیند والہ و فریفتۂ آنست بہر طرف کہ نگاہ کنید جان نثاران جانان حریت صف در صف موجود لکن باید فی الجملہ توضیح بشود کہ حریت چہ معنی دارد و از چہ چیز حریت مطلوب است حریت معنایش آزادی است شکستن بند اسارت و مملوکیت است بیرون شدن از قید بندگیست و این بندگی و اسارت و مملوکیت کہ شکست ان مطلوبست انواع و اقسام دارد و بعض اقسام موصوف بمحبوبیت و بعضی متصف بمبغوضیت میباشد مثلاً یک قسم اسارت و پابندی معصیت الہیہ و اسارت و محبوسیت در ہوا و ہوس و اتباع نفس امارہ است و قسم دوم اسارت و بندگی و عبدیت در احکام معبود عالم و تعبد بدین و شریعت است و التزام بطاعت نبی و امام و پیروی علمای کرام است قسم سوم اطاعت سلطان وقت و تعقید و پابندی قانون سلطنت و اطاعت احکام و اوامر شاہی و پابندی احکام نافذہ سلطانی حریت خواہان این زمان یا در صدد تحصیل حریت از قسم سوم اند یا از قسم دوم بلکہ حضرات احرار بیشتر جد و جہد در ہمین قسم دارند و اسارت قسم اول را عین حریت می شمارند و آنچہ حقیر عرض میکنیم تعلق بتقسیم دوم دارد و بس تا مستر خوار شدن اہل زمانہ نہیں است کہ آنچہ فرمان نفس امارہ است میکنند لہذا ان تعرض ننماید نہ خدا و رسول و نہ امام و نہ عالمی از علمای دین و دیگر برای نصیحت این حضرات کسی

انکارات قرآن ایرادی برایشاں وارد کنند باآنکہ از عربیت ودقائق آں نابلد اند بلکہ دشمن عربیت ہیا شدہ خواہش دارند کہ ایں لغت مبارک از صفحۂ دنیا نیست ونابود شود با ایں ہمہ از فہم رموز ونکات کلام الٰہی بہ تمام عاجز اند از قہر وغضب الٰہی نمی ترسند وجسورانہ میفرمایند کہ معانیش چنیں نیست چنانست وگر حدیثے از رسول اللہ علیہ السلام خدمت شاں عرض میشود ارشادمی کنند سندش معلوم نیست رواۃ ورجال آں ملاحظہ شود میگویند کہ چنیں روایات تمام حضرات علما تصنیف کردہ اند واگر علمائے کرام مواخذہ میفرمایند قول شاں را قابل التفات نمیدانند واستہزا وتمسخر میکنند وتوہین واستخفاف میکنند اگر معنائے حریت ہمین است پس غلام غلامان بودن ازیں حریت ہزار درجہ بہتر است وامصیبتاہ کہ ایں آزادی کہ آزادی از دین ومذہب است وباے عام شدہ وچہ در ممالک اسلامیہ وچہ در غیر اسلامیہ ہر جا کہ نگاہ میکنیم شعائر مذہبی را ننگ وعار وتقلید جاہلستاں را ذریعۂ افتخار می شمارند ابلیس لعین از اغوائے اہل دنیا فارغ البال شدہ تمام ہمت وجد وجہد در جذب مسلمانان صرف کردہ است یکطرف از باب ریاست وسلطنت درحلقۂ ارادتش داخل شدہ اند تا ایشاں بہ نیابتش از رعایائے خود میثاق قتل شریعت وعہد مذہب کشی بزور بگیرند وایشاں بمقتضائے الناس علی دین ملوکہم احکام نفس پرستے را بجان ودل می پذیرند وازطرف دیگر ملت اسلامیہ را از شعائر اسلام متنفر کردہ تمام محاسن را در نظر شاں قبیح ثابت کردہ عبد عبید اجانب بندہ بے درم ودینار اغیار نمودہ واشیاں حسب منشائے شیطانی ہر چہ می توانند در تخریب دین واسترضائے شیاطین میکوشند اگر منیخواہید بیائید نشان بدہم کہ مظہر شعائر واحکام شرعیہ اسلامیہ کجا کجا وذبح صوم وصلوٰۃ کجا کجا وقتل لحیہ وریش کجا کجا ومصرع حجاب وستر نسواں کجا است الی اللہ المشتکی من ہذہ المنکرات خدارا شرم باید کردے ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلمان کردند می بینیم کہ ایں آزادی بے سروپا در ہمہ نقطہ از نقاط عالم روز افزوں روز بروز در ترقی است چہ ترک وچہ مصر وچہ عراق وچہ کابل وچہ ایران وچہ ہندوستان وچہ دیگر ممالک صد افسوس تمامی جد وجہد ہمیں است کہ شریعت اسلام از میان بردارند وگر نتوانند تبادیلات رکیکہ وتصحیف وتحریف بر خواہش ہوائے نفس تطبیق کنند وانیکہ طبقہ علیہ علما از صفحۂ دہر نیست ونابود کنند وگر نتوانند جد وجہد شاں برائے انسداد نفوذ کردہ اند واز برکات ہمیں آزادی تبدیل لباس اسلامی وتغییر لسان اسلامی ورفع حجاب وایراز مخدرات وتعلیم نسواں در مدارس حالیہ وتعلیم سینمائی وجای سپاری مخالف مجالس ومدارس علوم دینیہ وتنفیر از عبادات الٰہیہ وتقلید کورانہ اجانب واستہزا وتمسخر بر اوضاع علمائے حقانیہ واستحسان اطوار واوضاع دیگر ملت است اعاذنا اللہ من ذلک۔ بعد ازیں تمہید شطرے از

کلام اولا بخدمت برادران ایرانی عرض دارم که ماشاء الله جودت اذهان صافیه و همم عالیه شان مقتضی آن
استکه هر چه از ترقیات در ملل متمدنه و اقوام بلند خیال بنظر آید در هر چیز خود را از همه بالا برسانند و آنچه دیگریان
در عرض سالها شرف و امتیاز بهم رسانیده اند ایشان در عرصه قلیل تحصیل نمایند و در انتظامات ملکی و مالی
و تعلیمی و اقتصادی مقام منیع بدست آرند و به ترقیات فوق العاده نائل گردند ولے بیجا و بے محل نخواهد بود
اگر مترقب بوده باشیم که در مقام دین و دیانت و اتباع شریعت و پیروی علمائے کرام و اطاعت حجج اسلام هم
از همه ممتاز تر بوده باشند تا ترقیات شان ترقیات اسلامی محسوب شود نه ترقیات اروپائی. مخفی نیست که ترقی
ممالک اسلامیه آن وقت ممدوح است که آثار اسلام محو نشود و احکام شرع مقدس خلل پذیر نگردد بلکه هر قدر که ترقی
ملکی بدست آید همان قدر آثار اسلام بیشتر اشاعة و رواج گیرد و اگر خدانخواسته کسے آثار اسلام را محو و تبدید کرده
به اوج عالیه ترقی فائز شد چشم اسلام از آن خنک نخواهد شد و این ترقی ترقی باطل محسوب خواهد گردید و اگر
عرض حقیر قبول و منظور نشود پس اقلاً نام این ترقی ترقی اسلام قرار ندهید و اگر بر مطالب مقاصد حریت از جواز
و اباحت یا استحباب و وجوب استدلال کنید یا اقامت براهین نمائید از اسفار حریت آموز از کتابخانه طبیعین
نمائید از برائے خدا کلمات قرآنیه یا احادیث معصومیه را بتاویلات بعیده و تسویلات غیر سنجیده دلیل و برهان قرار ندهید
و چنین اعمال را فرمائش شارع مقدس و مقصود دین اسلام اظهار نفرمائید و از موقف حساب بترسید و از مسئولیت
روز جزا خائف باشید ملاحظه فرمائید و شارع الاسلام که ارشاد فرموده است که طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة برائے
تعلیم رسمی مدارس حالیه کی از دلیل آوردن و توجیه القول بما لا یرضی به قائله. را مرتکب شدن پسندیده بارگاه شارع
علیه السلام خواهد بود صد حیف علمی که در نظر شارع فریضه لازمه قرار یافته از آن دست کشیدن و علوم باطله یا علوم
مباحثه را واجب و اجبات شمرده آیا مقتضی حمیت اسلام همین است یا آیه حجاب را که مفسرین فریقین بر نصیت
آن اجماع دارند باین عنوان بے وقع قرار دادن که (که خدائے را چهار صد ملیون نفوس اسلام معنی حقیقی آیه حجاب را
از قرآن نه فهمیده اند. تنها یک جماعت انگشت شمار در ایران معنی احکام قرآنی و حقائق اسلامی را دانسته اند
فقط بہین بنیش) جسارت و تجری نیست. مقصود نگارنده این است که این جماعت انگشت شمار که علماء و مجتهدین ما
باشند با آنکه تمام عمر خود را در ورق گردانی قرآن و حدیث صرف کرده اند و شبے بہ غنوده و روزے بشب آورده در فحص
مطالب خون جگر خورده اند و با حال شکسته و دلہائے خسته در بهر سے مغلاق بسته در کنج خانها نشسته بعد تدقیق
و تحقیق فهمیده اند غلط است و چهار صد ملیون که اکثر آنها حریت آب و ابجد و اجنبی از حدیث و کتاب اند و از مقاصد دینیه

واعمال شرعیہ استیناس ندانند و تمام عزت و ترقی در تقلید اجانب و اروپائی شمارند آنچہ فہمیدہ اند حق و صواب است۔
وافضحتاہ ملتہ غیور و دین پرور و شائستہ و مہذب ملک ایران در تہجین و تقبیح و تذلیل و تجہیل و تحمیق و تفسیق علمائے
مذہب این قلم را کمال آزادی بخشیدہ و طبقہ علمیہ را الآن ہرگونہ زجر و توبیخ و سرزنش قرار دادہ ہیچ وقعی و عزتی
برائے شان باقی نگذاشتہ بنا بر آنچہ در جریدہ فریدہ حبل المتین و غیر آن از جراید ایرانیہ آنچہ در احترامات این طبقہ جلیلہ
عالیہ بنظر رسیدہ و در عبارات رجال و نساء مرقوم گردیدہ این قرار است۔
علما مجسمہ مکر و ریا و تزویر اند علما چاق تکفیر در دست دارند علما اموال صغار با اسم تولیت و قیم ضبط میکنند علما
رہزنان دین شکم پرور۔ گردن کلفت اند فتاوای شان در پردہ اغراض شخصیہ اند ورع و تقوای آنہا ریا و سمعہ
است۔ ریش بلند علامت حماقت است۔ تحت الحنک نشان تزویر است۔ آخوندہا اسباب بدبختی ایران ہستند توہین آخوندہا توہین اسلام
نیست خطوط صحت شان موہوم خیال است ارشادات شان خرافات و اوہام است گرد اہل علم سیاہ لشکر جہل است۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آقایان محترم اگر در تمام مملکت ایران خدا نکردہ وجود یک عالمی متورعی مسلم العلم
والاجتہاد باقی نماندہ است کہ در نزد شما واجب الاتباع و لازم التقلید بودہ باشد پس شماہا را بر حال خودتان اشک
خونین باید ریخت زیرا کہ ملتی کہ عالم دین و مذہب در میان خود نداشتہ باشد در اقطار عالم برائے ابد الآباد ذلیل
و خوار خواہد بود و اگر ماشاء اللہ نفوس زکیہ محترمہ علمائے اعلام و حجج اسلام کثر اللہ امثالہم کہ مقلد و حاکم شرع
و نائب معصومین و عالم ربانی باشند موجود دارید و آنہا غیر این طائفہ مذمومہ مخذولہ معہودہ اند کہ اوراق جرائد
در تنقیص و ہجو و توہین آنہا مزین میشود می بایست کہ آن بزرگواران و مقدسین را بتصریح اسماء مستثنی بفرمائید
و در مسئلہ مبحوث عنہا بایشان رجوع کنید و احکام شان حاصل نمائید و بجائے فتاوای قاضی حریت و بہر مورد
احکام شان پیش افراد ملت پیش نمائید و آنہا را معمول بہ قرار دہید۔ و دیگران از این طبقہ جلیلہ محترمہ و فئہ کرام علما را
خارج داشتہ واضح بگوئید کہ اینہا علما نیستند و اہلیت این منصب جلیل ندارند علما نبودہ اند اشتباہ علما اند
بتصنع خود را در زمرہ حجج اسلام داخل کردہ اند و مجرم و مرتکب گناہ عظیم شدہ اند مستحق ہرگونہ اہانت و تحقیر اند
لیکن آنہا را باسم ملا و آخوند و مجتہد و عالم و حجۃ الاسلام یاد نہ کنید۔ خیلے بد است کہ کسی را مجتہد عالم ہم بگوئید و توہین
و تذلیل او ہم گوارا کنید۔ توقع دارم کہ آقایان محترم جسارت بندہ ناچیز را عفو خواہند داشت کہ محض تقرباً
الی اللہ از راہ اخوت ایمانیہ مخلصانہ عرض کردہ ام و امید دارم کہ آئیندہ برائے ہر مقصدے و بہر علاج از مقاصد
اعمال مطلوبہ فتوائے حجج اسلام را کہ در اقطار عالم محل اعتماد باشند اول بدست آرند و بعد از آن در ترویج اقدامات

آں سعی فرمایند ۔ اگر فتوائے چنیں مجتہدین وا ساطین دین حاصل نشود سعی خود را سعی اسلامی نشمارند ۔

والسلام

"ترجمہ" خیرخواہ دین و ملت ۔ "نجم الحسن"

حریت و آزادی کا نام کسقدر خوش کن اور دل آویز ہو رہا ہے کہ جسے دیکھئے اسکی محبت کا دم بھر رہا ہے اور جسطرف نظر ڈالیے معشوق حریت کے ہزاروں جان نثار پروانے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن کچھ تو بیان کرنا چاہیئے کہ آزادی کے معنی کیا ہیں اور کس چیز سے آزادی مطلوب ہے حریت کے معنی تو آزادی کے ہیں اور غلامی اور اسیری کے پھندوں کے توڑ ڈالنے کا نام ہے اور بندگی و پرستش سے نکلجانے کو کہتے ہیں لیکن قید بندگی اور حلقہ اسیری و غلامی جسکا توڑنا مقصود ہے اسکی کئی قسمیں ہیں بعض قسمیں تو بری ہیں اور بعض قسمیں اچھی ہیں مثلاً ایک قسم کی اسیری اور غلامی خدا کی معصیت ہے اور دام ہوا و ہوس میں قید ہونا اور حلقہ بگوش نفس امارہ ہو جانا ہے ۔ دوسرے قسم کی غلامی اور بندگی تعمیل احکام جناب باری اور امتثال احکام دین و شریعت اور اطاعت رسول و امام کی پابندی ہے اور یوہیں علمائے کرام کے احکام کا التزام ہے تیسری قسم کی بندگی اور فرمانبرداری پیروی سلطان وقت اور پابندی قوانین سلطنت اور اطاعت حکام منصب داران شاہی ہے (ان تینوں قسموں کی غلامی میں ہے کس سے آزادی مطلوب ہے اسے بیان کردینا چاہیئے تاکہ عقلا مدح یا مذمت کر سکیں) وہ لوگ جو اس زمانہ کے آزادی پسند ہیں وہ قسم سوم سے آزادی چاہتے ہیں یا قسم دوم سے مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ جماعت احرار کا مطلوب یہ ہے کہ اطاعت خدا و رسول و امام و علماء سے آزادی حاصل ہو اور پہلی قسم کی اسیری یعنی اطاعت نفس امارہ و اسیری ہوا و ہوس کو تو یہ حضرات عین آزادی سمجھتے ہیں لیکن میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اطاعت خدا و رسول کے متعلق (جو قسم دوم ہے) کہنا چاہتا ہوں بس ۔ اس زمانہ والوں کی خواہش تو فقط یہی ہے کہ جو کچھ نفس امارہ کے احکام ہیں اس سے کوئی تعرض نہ کرے عام اس سے کہ وہ خدا ہو یا رسول یا امام یا کوئی علم دین کا عالم اور اگر کوئی شخص ان حضرات کی نصیحت کیلئے قرآن کی کسی آیت سے اعتراض کرے تو باوصف اسکے کہ یہ حضرات نہ عربی زبان سے واقف ہیں نہ اسکے نکات سے باخبر ہیں (بلکہ زبان عربی سے ایسی دشمنی ہے کہ اس زبان کی فنا ہو جانے کی خواہش رکھتے ہیں نہ کلام الٰہی کے رموز جانتے ہیں) خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے اور نہایت جسارت سے فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں اور اگر پیغمبر یا امام کی کوئی حدیث ان کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے تو فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد معلوم نہیں اسکے راویوں کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام مسائل حضرات علما کی بنائی ہوئی ہیں اور اگر حضرات علما ان کا مواخذہ کرتے ہیں تو اسے قابل توجہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کی ہنسی اڑاتے ہیں اگر آزادی کے یہی معنی ہیں تو غلاموں کی غلامی بھی اس سے ہزار درجہ

بہت ہی کیا مصیبت ہے کہ یہ آزادی دین و مذہب اسلامی اور غیر اسلامی حکومتوں اور شہروں میں وبا کی طرح پھیل گئی ہے جہاں کہیں نگاہ ڈالی جاتی ہے وہاں مذہبی رسوم اور علامات ننگ و عار سمجھے جاتے ہیں اور خواہش پرستوں کی تقلید میں اپنا فخر سمجھتے ہیں شیطان لعین دنیا کے اہل مذہب کے اغوا سے فارغ ہو کر مسلمانوں کے پیچھے پڑا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ انہیں جذب ہو جائیں ایک طرف رؤسا و سلاطین اس سے بیعت کر کے اسکے مرید ہو گئے ہیں اور اسکے قائم مقام ہو کر اپنے اپنے رعایا سے شریعت کے قتل کا عہد و پیمان لے رہے ہیں اور مذہب کشی کی تاکید کر رہے ہیں اور یہ رعایا چونکہ لوگوں کا وہی دین ہوتا ہے جو انکے بادشاہوں کا ہوتا ہے نفس پرستی کے احکام کو بدل و جان قبول کر رہے ہیں اور دوسرے انکے لئے ملت اسلامیہ کو شعائر اسلام سے نفرت دلا کر تمام محاسن اسلامیہ کو اون کی نگاہوں میں برا ثابت کر کے غیروں کا بندۂ بے دام اور غلام بنا دیا ہے اور یہ لوگ حسب منشاء شیطانی جو کچھ کر سکتے ہیں تخریب دین اور رضائے شیاطین کیلئے کرتے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ ان باتوں کو جانو تو آؤ ہم تمھیں بتائیں کہ شعائر و احکام شریعہ کہاں کہاں ذبح کئے گئے صوم صلوٰۃ کا ذبح کہاں کہاں ہوا داڑھی کا قتل کہاں کہاں ہوا اور حجاب و ستر زنان کی بربادی کہاں کہاں ہوئی ان منکرات کی بابت اپنا شکوہ ہے خدا کیلئے شرم کرنی چاہئے مسلمانوں نے جو کچھ کیا کبھی کافر نہ کر سکیں گے ایسی ہی کی بے سود آزادی دنیا کے ہر ہر گوشہ میں نمودار ہو کر روز بروز بڑھ رہی ہے نہ ترک اس سے مستثنیٰ ہے نہ مصر نہ عراق اس سے خلاص ہے نہ کابل نہ ایران اس سے بچا ہے نہ ہندوستان اور دوسرے ممالک۔ افسوس صد افسوس تمام کوششیں اسی کی کی جاتی ہیں کہ شریعت اسلام ہمارے درمیان سے اوٹھ جائے اور اگر نہیں ہو سکتا تو ہوائے نفس کے مطابق تاویلات رکیکہ اور تحریفات سخیفہ سے کام لیتے ہیں۔ انکی تمام کوشش یہی ہے کہ علمی طبقہ صفحۂ دنیا سے مٹ جائے یا کم از کم اون کا وجود بے اثر اور بے نفوذ ہو جائے اسی آزادی کی برکتیں ہیں کہ لباس اسلامی بدل گیا زبان اسلامی بگڑ گئی پردہ اوٹھ گیا پردہ دار عورتیں پردہ سے باہر نکالی گئیں اور اسی کی برکت ہے کہ عورتیں تعلیم رسمیہ کیلئے مدارس میں جوان لڑکوں کے پہلو بہ پہلو بٹھائی جاتی ہیں۔ اسی آزادی کی برکت ہے کہ علوم دینیہ کے مدرسوں کی مخالفت کی جاتی ہے عبادات الٰہیہ سے نفرت پھیلائی جاتی ہے اجانب کی کورانہ تقلید وضع علما کا استہزاء اور تشبہ غیر ذکی وضع اور طریقوں کا استحسان اسی کے نتائج ہیں خدا ہمیں اس سے بچائے۔ اس تمہید کے بعد ایک تھوڑا سا مجھے اپنے ایرانی بھائیوں سے عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ماشاء اللہ انکے ذہنوں کی جودت اور علو ہمت کا مقتضیٰ یہی ہے جو کچھ ملل متمدنہ اور اقوام بلند خیال میں ترقیاں نظر آتی ہیں اونہیں اپنے کو سب سے بالا رکھیں اور جو کچھ دوسروں نے عرصہ سال میں شرف و امتیاز حاصل کیا ہے اوسکو عرصہ قلیل میں حاصل کریں۔ اور استحکام ملکی و مالی تعلیمی و اقتصادی میں ترقیات فوق العادہ اور مقام بلند حاصل کریں مگر ان باتوں کے ساتھ ہی ساتھ یہ بات بے محل نہو گی کہ ہم اون سے اس بات کی امید رکھیں کہ وہ دین و دیانت اتباع شریعت پیروی علما اور اطاعت نبی اسلام میں بھی سب سے زیادہ ممتاز نظر آئیں۔ تاکہ انکی ترقیاں

ترقیات اسلام کہی جا سکیں نہ ترقیات یورپ۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ممالک اسلامیہ کی ترقی اوسی وقت تک ممکن ہے جب تک کہ اسلامی آثار محفوظ ہوں اور احکام شرع میں کوئی خلل نہ واقع ہو بلکہ جتنی ترقی ملکی ہو اتنی ہی اسلامی آثار کی اشاعت و رواج زیادہ ہو اور اگر خدانخواستہ کسی نے اسلامی آثار مٹا کر مدارج عالیہ ترقی حاصل کئے تو ایسی ترقی سے اسلام کی آنکھ ٹھنڈک نہیں ہو سکتی اور یہ ترقی ترقی اسلام نہ کہی جائے گی بلکہ ترقی باطل ہوگی۔ اور اگر عرض حقیر قبول ہو تو کرم اتنا کہ اس ترقی کا نام ترقی اسلام نہ رکھو۔ اور اگر مطالب و مقاصد حریت کے جواز و اباحت استحباب وجوب پر استدلال کرو کہ کتب خانہ طبعیین سے کتب حریت سے اس مطلب پر دلیلیں لاؤ تو برائے خدا قرآنی آیات اور احادیث معصوم کو تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سنجیدہ کیساتھ دلیل و برہان نہ بناؤ اور ایسے عملوں کو شارع مقدس کی فرمائش اور دین اسلام کا مقصود نہ ظاہر کرو روز جزا کے باز پرس سے ڈرو اور موقف حساب کا خیال کرو۔ ذرا یہ تو غور کرو کہ شارع اسلام کے اس فرمان کا کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة کیا مطلب ہے۔ کیا تعلیم رسمیہ مدارس حالیہ کے اس سے دلیل لانا اور توجیہ قول بما لا یرضی به قائله کا مرتکب ہونا پسندیدہ بارگاہ شریعت ہو سکتا ہے افسوس صد افسوس وہ علم جو نگاہ شارع میں فریضہ لازم قرار پایا تھا اوس سے دست بردار ہو جانا اور علوم باطلہ کا حاصل کرنا واجب و لابدات سمجھنا کیا مقتضائے حمیت اسلام یہی ہے۔ یا آیہ حجاب کو جسکی نصیت پر مفسرین فریقین اجماع کی ہوئی ہے غیر قطعی قرار دینا اور یہ کہنا کہ خدا کیلئے دیکھو تو "چار سو ملین نفوس اسلامی یعنی حقیقی آیہ حجاب کو نہیں سمجھے اور صرف گنتی کے چند لوگ (یعنی علما) احکام قرآنی اور حقائق ایمانی کو جانتے ہیں تف ایسی عقل پر) کیا یہ جسارت اور جرأت نہیں ہے۔ گویا مقصود لکھنے والے کا یہ ہے کہ وہ گنتی کے چند نفوس جو علماء و مجتہدین کہے جاتے ہیں باوجود اسکے کہ تمام عمر اپنی ورق گردانی کتاب قرآن میں صرف کرے اور مطالب کی جستجو میں جنھوں نے خون جگر پیا اور اسی مشغلہ میں دن کو رات اور رات کو دن کیا اور خستہ دلی و بیحالی کی حالت میں بنا دروازہ بند کئے ہوئے گوشہ نشینی کی حالت میں بیٹھی رہی اور بوگز بل کی تحقیق و تدقیق کرنے سے بھی مطالب حل نہیں ہوئے اور وہ غلط سمجھے۔ اور وہ چار سو ملین اشخاص جنھیں سے اکثر حریت کو دلدادہ ہیں اور حدیث و قرآن سے بالکل بے خبر ہیں اور مقاصد دینیہ اور اعمال شرعیہ سے متنفر ہیں اور اپنی تمام عزت و ترقی کو تقلید احوال اہل یورپ میں خیال کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو سمجھے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے) بڑے شرم کی بات ہے کہ ملک ایران کی ملت دین ہو وہ غیرت مطلب شائستہ و مہذب علمائے مذہب کے فاسق بتانے اور احمق و جاہل کہنے ذلت دینے اور برائیاں کرنے میں زبان و قلم کو بیہودہ کی آزادی دی ہو اس گروہ کو قابل نجم توبیخ و سرزنش سمجھا اور کوئی وقعت و عزت انکی نہیں باقی رکھی جیسا کہ اخبار حبل المتین میں اور اسکے اسوا جرائد ایران میں جو کچھ اس بزرگ طبقہ کا احترام و اجلال کیا گیا ہے

اور ان وعدوں کی حمایت جو لکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں (علما کمزور رعایا کی آشیانہ ہیں۔ علما رکفر کی حمایت اقتدار میں لکھتے ہیں علما رہبوں کی ملکیت تولیت کے بہانے سے ضبط کر لیتے ہیں۔ علما دین کے ٹھگ ہیں۔ اپنا پیٹ پالنا جانتے ہیں یہ ان گردن والے ہیں۔ انکے فتوے انکی ذاتی غرضوں کی پردے میں ہوتے ہیں ان کا منبع و زہد مکر ہے۔ انکی بلند داڑھی حماقت کی علامت ہے تحت الحنک مکر کا پھندا ہے۔ علما رسبب سعادت ایران کے نہیں ہو سکتے۔ علما کی توہین سے اسلام کی توہین نہیں ہو سکتی۔ انکی نصیحت و وعظ ایک جنجال ہے۔ انکے ارشادات محض خرافات و اوہام ہیں۔ جمعیت اہل علم جہل کا لشکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ محترم بھائیو اگر تمام مملکت ایران میں خدا نکردہ ایک متورع عالم کا جو مسلم العلم و عادل ہو باقی نہیں ہے جو تمہارے نزدیک واجب الاتباع و لازم التقلید ہو پس تم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے حال پر خون کے آنسو بہاؤ اسلئے کہ وہ ملت جسکے درمیان میں کوئی عالم ربانی نہ ہو ابد الآباد تک ذلیل و خوار رہیگی۔ اور اگر تم میں ماشاء اللہ پاک نفوس علماء ہیں جو حجت اسلام ہیں خدا ان کی شانوں کو زیادہ کرے اور جو مستحق تقلید اور حاکم شرع و نائب امام کہے جا سکتے ہیں ۔۔۔ موجود ہیں اور اس گروہ مذمومہ و مخذولہ کے علاوہ ہیں جنکی تعیین و تشخیص سے اخبار دنیا اور اوراق زینت دئے جاتے ہیں۔ تو چاہیئے کہ ان مقدسین کے نام بالتصریح علیحدہ ظاہر ہو جائیں۔ اور جملہ مسائل میں جو مورد نزاع ہوں انکی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے احکام کو حاصل کرنا چاہیئے اور تاضمنی حریت کی جانب انکے فتوے پبلک کے سامنے پیش کرنا چاہئیں اور اسی کو معمول بہ قرار دینا چاہیئے۔ اور دوسروں کو قطعاً علماء سے خارج کر کے صاف صاف کہو کہ یہ علماء نہیں ہیں اور یہ اس منصب جلیل کے قابل نہیں ہیں اور یہ علماء سوء ہیں اور شبیہ علماء ہیں انھوں نے اپنے کو تصنع و ریا سے گروہ علماء میں داخل کیا ہے اور گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے ہیں اور ہر طرح کی اہانت و تحقیر کے مستحق ہیں۔ ایسے لوگوں کو ملا، اخوند، عالم حجۃ الاسلام کے نام سے یاد نہ کرو۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ مجتہد عالم بھی کہو اور اسکی توہین و تذلیل بھی کرو۔

مجھے امید ہے کہ آقایان محترم اس بندہ ناچیز کی جسارت کو عفو کرینگے جو محض تقرباً الی اللہ نتائج کا لحاظ کرتے ہوئے خلوص دل سے عرض کی گئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ ہر مقصد و ہر عمل کیلئے ایسے مجتہدین کا فتویٰ حاصل کریں جو اون کی نگاہ میں محل اعتماد ہوں اور جدید اور نیک رواج میں کوشش کریں۔ اور اگر ایسے مجتہدین کے فتاوے نہ حاصل ہو سکیں تو اپنی سعی کو سعی اسلامی نہ سمجھیں۔

خیر خواہ دین و ملت

"سید نجم الحسن"

معرکۃ القلم

بحث حدیث قرطاس از مدیر النجم

کا

ہذیان بے معنی

النجم نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ متعلق شوال میں رقمطراز ہے "رسول خدا نے اپنی آخری بیماری میں وفات سے پانچ روز پہلے پنجشنبہ کے دن اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ قرطاس یعنی کاغذ لاؤ میں ایک تحریر لکھدوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہو گے" (یہ حدیث میں کہاں ہے اور لکھوا دینا کس لفظ کا ترجمہ ہے تمام حدیثوں میں اکتب لکم ہے جس کے معنی میں تمھارے لئے ایک نوشتہ لکھدوں آخر یہ کلام نبی میں اپنے مطلب بنانے کیلئے کیوں تحریفات کئے جاتے ہیں کیا یہ پیغمبر پر افتراء محض نہیں ہے اور کیا پیغمبر پر افترا کرنے کے عقابوں کی تفصیل مدیر صاحب کے گوش گزار نہیں ہوئی اگر نہیں ہوئی تو میں عرض کرتا ہوں کہ فلیتبوا مقعدہ من النار) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسولخدا کو اسوقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے لہذا آپ کو زحمت نہ دینا چاہئیے" بعد صدور حکم رسول در صیغہ امر ائتونی حضرت عمر کو کیا حق تھا کہ وہ اسطرح فرماتے کیا اطیعوا الرسول میں کوئی استثنا ایسا موجود ہے جس میں حضرت عمر کی رائے کے مطابق اطاعت واجب ہو یا نہ واجب ہو دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ اگر اصحاب ہی نوشتہ کیلئے خواستگاری کرتے تو البتہ ان فضول باتوں کی ضرورت ہوتی کہ مرض زیادہ ہے تکلیف دینا چاہئیے لیکن جب تکلیف اصحاب کیجانب سے نہ تھی بلکہ پیغمبر کی جانب سے تھی تو حضرت عمر نے پیغمبر کے حکم کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کی اور صنف ... سبیل اللہ میں ملا ... من حاد اللہ و رسولہ میں

آپ داخل ہوگئے ۔" ارشاد ہوتا ہے کہ اسی اثنا میں کچھ لوگوں نے جن کا نام کسی روایت میں مذکور نہیں قالوا ما شانہ اھجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استفہموہ یعنی کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہذیانی کیفیت ہو

گئی آپ سے پوچھو تو سہی ۔ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ جسے خدا گمراہ کرے اسے کون ہدایت کر

سکتا ہے تمہارے دلوں میں امتیوں کیلئے مکر و کید کا جال تیار کیا ہے جس کے پھندے نسج عنکبوت سے زیادہ بودے

اور سست ہیں دروغ کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا آپ کا قول عمری پر راضی ہونا ہی کیا کم تھا اس پر آپ یہ بھی

چاہتے ہیں کہ آپ قائل کو چھپائیں یہاں پردہ پوشی عیب ہے اسلئے کہ دنیا گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہوگی

اور پردہ دری بہتر ہے کیونکہ طالبان ہدایت کو روشنی نظر آئیگی اگرچہ یہ سب لکھا گیا ہے لیکن مدیر تمام

عبارتوں کو چھپا رہا ہے جیسا کہ آپنے کچھ دیکھا ہوگا چنانچہ سہیل صفحہ ۱۵ متعلق شوال ۱۳۳۲ھ میں عبارت

نسیم الریاض خفاجی کی عبارت درج ہے ۔ واما الاختلاف الذی وقع عندہ کما ورد فی الاخبار الصحیحۃ

من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر حسبنا

کتاب اللہ " یوں ہی حمیدی کی عبارت جمع بین الصحیحین میں صفحہ ۱۶ سہیل پر مندرج ہے ۔ فقالوا ما شانہ فقال

عمر ان الرجل لیھجر یونہی صفحہ ۱۷ پر عکبری کی عبارت منقول ہے الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر اذا

ہذی ومنہ قیل للمحموم عند الحمی ومنہ قول عمر بن الخطاب عنہ رض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی ما نقدمہ

ترجمہ صفحات مذکورہ سہیل پر دیکھئے ۔ ان سب جگہ نہیں عمر کا نام نامی موجود ہے ۔

الذکر النجم کی ہوشیاری

سہیل پر برابر یہ تاکید رہتی ہے کہ النجم کی عبارتوں کو نقل کرکے رد کیا کرو اور سہیل ان کی خاطر سے

اور ان کے قطع عذر کیلئے ایسا ہی کیا کرتا ہے اور گذشتہ پرچے اور یہ پرچہ شاہد ہے لیکن النجم خود اس

کی نصیحت فراموش ہو دیکھو کہ اس پرچہ میں سہیل کے بائیس صفحوں کے مضمون میں سے صرف صفحہ ۲۰ کی چند

سطریں نقل کر دی گئی ہیں اور صفحہ ۹ سے لیکر تا صفحہ ۲۰ کسی حرف کو ہاتھ نہیں لگایا ہم ان کو معذور مان

اسوقت جانتے جب سہیل کی عبارتیں تمام و کمال وہ شائع کرنے سے النجم کے صفحات بھر سکتے لیکن وہ

کی چالاکی اور ایمانداری کب یہ بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ سہیل تمام نقل کرے اور اگر ایسا ہی نقل

کردے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سنیت کے ناقہم ان کا دفتر الٹ جائے گا اور مدیر کو آگے شبہ محال ہوگا لیکن ان کے نزدیک مناسب معلوم ہوا کہ ادھر رسول کو ان بیانوں سے جاہل رکھا جائے چاہے وہ بیہودہ نیکی کی زندگی بسر کریں۔

خاشاک النجم:- (شیعوں کا اعتراض) قصہ تو اسیقدر ہے جو اوپر بیان ہوا مگر شیعوں نے بڑی بیباکی کے ساتھ اس قصہ میں حضرت فاروق اعظم پر (عظمیت فاروقی پر حدیث پیش کرو ورنہ جھوٹ ہے (سہیل)) دو اعتراض بڑے زور شور سے کئے ہیں (دل ہی جانتا ہوگا (سہیل) ایک یہ کہ حضرت عمر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ یہ شخص ہذیان بکتا ہے ہجر کے معنی ہذیان بکنے کے لیتے ہیں"

سیل سہیل:- مدیر الطلاع نے "ہجر" بمعنی ہذیان کو صرف شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ تمام علمائے اہل سنت جن کو کسیقدر بھی زبان عرب پر اطلاع ہے ان سب نے "ہجر" کو بمعنی ہذیان لیا ہے چنانچہ عینی شارح صحیح بخاری نے لکھا ہے:-

قال عیاض معنی ھجر افحش ویقال ھجر الرجل اذا ھذی۔
عیاض نے کہا ہے کہ "ہجر کے معنی فحش گوئی کے ہیں اور "ہجر الرجل" اسوقت بولتے ہیں جب کوئی شخص ہذیان بکے۔

اور ابن اثیر جزری نے نہایہ میں لکھا ہے:-

ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ما شانہ اھجر ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ واختلط لاجل ما بہ من المرض وھذا احسن ما یقال فیہ ولا یجعل اخبارا فیکون اما من الفحش والھذیان والقائل کان عمر ولا یظن بہ ذلک۔
اور اسی باب میں حدیث مرض نبی ہے جب اصحاب نے پوچھا کہ رسول کیا کہہ رہے ہیں کیا ان کا کلام مرض کی وجہ سے متغیر ہو گیا ہے یعنی کیا مرض کی وجہ سے کلام میں تغیر اور بے ربطی پیدا ہو گئی ہے بات کو استفہام میں خیال کرنا چاہیئے نہ کہ اخبار میں کیونکہ ایسا کرنے سے ہذیان اور فحش گوئی رسول کی طرف منسوب ہو گی اور یہ قول حضرت عمر کے لئے ہو سکتا ہے ان کی طرف ایسا گمان کرنا کہ وہ رسول کی ہذیان کا خیال کرتے صحیح نہیں۔

ہمزہ کے بڑھانے کی وجہ بھی قرار دی گئی کہ ہذیان ثابت ہو، اگرچہ ابن اثیر جوہری کا یہ بیان تسلیم نہیں ہوتی کہ ہذیان کا استفہام بھی تجویز ہذیان سے خالی نہیں ہے صاحب کو جانچیے کہ ابن اثیر جوہری کی کان نے کیونکر ایسی نے والقائل کان عمر، اور اس قول کے کہنے والے حضرت عمر تھے) کہ کلمات کو شخص بنا دیا جا بک نا شخص بھی، اس سے براہ کرم دریافت فرمائیے کہ تو نے کس حدیث میں دیکھا تھا جو عمر کا نام لے لیا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے ہمزہ بڑھایا گیا ہے ورنہ روایت میں اس کا کوئی عین و اثر نہ تھا اس سے صحیح بخاری کی حقیقت بھی روشن ہوتی ہے۔

عکبری نے یہی بیان کیا ہے:۔

الہجر القبیح من الکلام والفحش وہجر	"ہجر" کلام قبیح اور فحش کو کہتے ہیں اور "ہجر" بصیغہ ماضی اس وقت
اذا ہذی وہو ما یقولہ المحموم عند الحمی	کہتے ہیں جب کوئی ہذیان بکے، اور وہ کلام ہے جو صاحب حرارت
ومنہ قول عمر بن الخطاب عنہ رض	بخار کے عالم میں کہتا ہو، یہیں سے حضرت عمر کا وہ قول ہے جو
رسول اللہ ان الرجل لیہجر علی عادۃ	جو مرض رسول میں آپ نے کہا تھا کہ یہ یقیناً ہذیان بک رہے ہیں
العرب۔۔	یہ استعمال بنا بر عادت عرب تھا۔

اسمیں بجائے استفہام لام تاکید موجود ہے جس سے ہذیان گوئی کی تجویز ہٹائے نہیں ہٹتی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

زمخشری اپنی کتاب فائق میں صفحہ ۳۲۱ پر یہ عبارت لکھی ہے۔

قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مرضہ	رسول نے حالت مرض میں کہا کہ مجھے کاغذ دوات لاؤ کہ میں تمہارے
ائتونی الکتب ہکمکتا بالا تضلون	لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو، تو بعض
بعدہ ابدا فقالوا ما شانہ اہجر ای ہذی	کہنے لگے کیا ہو گیا ہے کیا ہذیان کہہ رہے ہیں "ہجر" بولا جاتا ہے
یقال ہجر یہجر ہجرا اذا ہذی واہجر افحش۔	ہے جب کوئی شخص ہذیان بکے، اور "اہجر" فحش کہے۔

ارشاد ہوتا ہے [illegible] کہ اسی تجویز ہذیان کی تحریر جس کے بیان عبارت کہ گمراہی لا الٰہ یہ [illegible]

عمر [illegible] دی [illegible] رسول [illegible] تمام مسلمانوں کا نقصان کر دیا۔

فصیل مدیر نے اعتراض تو ہم پر وارد کر دیا لیکن جواب ابھی قرض ہے فرماتے ہیں کہ ان کے اعتراضوں کا جواب جو کچھ النجم میں دیا گیا (خدا معلوم کہاں اور کب) اس سے پہلے شیعوں کی ایک کتاب [illegible] کا جس میں [illegible] جس سے ان کی ایمانداری کا حقنا ظاہر ہوتی ہے۔

سہیل یہ بھی تو فرمائیے کہ اس ایمانداری سے ان دونوں اعتراضوں کا جواب پیدا ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اعتراض سے تحریر میں دور جانے کی کیا ضرورت تھی یہی ذکر دیر لگائی جائے تاکہ لوگوں کے دماغ سے اعتراض کی نوعیت نکل جائے اور مدیر جواب سے کچھ اچھا خیر فرمائیے وہ ایمانداری کیا ہے۔

شیعوں کی ایمانداری کی سرخی دیکر دس بارہ سطریں اس بات کی لکھی ہیں کہ بہت سے اصحاب ائمہ ایسے تھے جن پر ائمہ نے لعنت کی ہے اور ایسے بھی ان میں بے ادب تھے جنھوں نے ائمہ سے مقابلہ کیا اور [illegible] کیا وغیرہ وغیرہ لیکن شیعہ ان ایسے لوگوں کو واجب التعظیم کہدیتے ہیں اور بعد شرک اپنی کتابوں کو جعلی اور وضعی کہتے ہیں اور یہ برتاؤ جو اصحاب نبی کیساتھ کرتے ہیں وہ اصحاب ائمہ کے ساتھ نہیں کرتے۔

انصاف یہ ہے کہ جہاں ہم نے ایسا کیا ہو اسکی مثال دکھاؤ جہاں ائمہ کے لعنت کیے ہوئے شخص کو ہم نے اپنا راس و رئیس بنایا ہو وہ بتاؤ بغیر سند و حوالہ تو ایمانداری کا فیصلہ ہو نہیں سکتا اور ذرا سی بات یہ تو ہم نے راویوں سے روایت نہیں قبول کی کتب میں ہماری دیکھو کہیں قطعی المسلک کہکے روای کو چھوڑا ہے کہیں واقفی کہکے کہیں کچھ کہیں کچھ ہم ائمہ کے ایسے اصحاب کی قدر نہیں کرتے اور رسول کے ایسے اصحاب کی قدر کرتے ہیں پھر ہم سے آپ کو کیا شکایت ہو سکتی ہے۔

فرماتے ہیں " رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں جو لڑائیاں اخیر دور میں ہوئیں ان میں شیعہ بہت تعجب سے کہتے ہیں کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں فریق سے حسن ظن رکھا جائیگا " سہیل یہ بالکل بجا ہے محال ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں سے محبت ہو یہ ناممکن بات ہے کہ موسی اور فرعون دونوں کا عشق ہو خصوصًا ایسے مقام میں جہاں پیغمبر کی آواز کبھی کبھی ہو کہ یا علی حربک حربی و سلمک سلمی (یا علی تمھاری جنگ میری جنگ ہے اور تم سے صلح مجھ سے صلح ہے اس سننے کے بعد بھی علی مرتضی و معاویہ و عائشہ وغیرہ سے عقیدت کے دعوی بیہودہ ہیں جن کا وجود سوائے اکابر سنیت کے ذہن کیا [illegible]"

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

ارشاد ہوتا ہے " مگر ان ائمہ کے اصحاب میں باہم لڑائیاں ہوئیں ترک کلام تک نوبت آگئی لیکن وہ ان بعدہ بالکل فراموش کر دیتے ہیں اور دونوں کو مقبول و واجب التعظیم جانتے ہیں اور دونوں کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں "

سہیل آپکو ایسی قیاس کرنا بھی زیبا نہیں کہاں ترک تکلم کہاں شمشیر کشی۔ شمشیر کشی میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایک دوسرے کی خونریزی پر آمادہ ہے اور ترک تکلم میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں اور چونکہ علی واجب الاطاعت اور نفس نبی تھے اسلئے ان کی خونریزی پر آمادگی رسالتمآب کے قتل پر آمادگی تھی اسلئے ہم اس طویل فہرست کو جو آپنے پیش کی ہے قابل برأت جانتے ہیں اور ہمکو ان سے ترک موالاۃ پر آیہ کریمہ لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ نے مجبور کر دیا ہے تمہارا داب ادب یہ ہیکہ ہر جگہ فرمان خدا و رسول سے سرتابی کرتے ہو یہاں بھی وہی عملدرآمد ہے۔ اسکے علاوہ مجھے یہ بھی بتا دو کہ اصحاب ائمہ میں سے کس نے خلافت کا دعوی کیا تھا۔ اور اس دعوے کو سنکے بھی سکوت اختیار کیا اگر ایسا واقعہ دکھلا دو تب تو ہم خیر ان کلمات کو سچا سمجھیں ورنہ سمجھ کے بات کہئے جسمیں ارباب فہم کو ہنسی نہ آئے۔

ارشاد ہوتا ہے " اب میں ان سب باتوں کیلئے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوں کتب شیعہ سے حکایات پیش کر کے دبیش فرایسے میں جواب دینے کو حاضر ہوں فرماتے ہیں " جناب زرارہ صاحب جن کو شیعہ اصدق الصادقین کے لقب سے یاد کرتے ہیں (اصدق الصادقین کے لقب کا جو حوالہ ہے وہ اکذب الکاذبین ہے) ان کی آپ رجال کشی میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے زیاد بن حلال نے زرارہ صاحب کا بتایا ہوا ایک مسئلہ بیان کیا تو امام نے فرمایا کذب علی کذب واللہ علی لعن اللہ زرارۃ "

سہیل زرارہ کے متعلق جتنی حدیثیں مذمت کی وارد ہوئیں وہ سب ان کی جلالت قدر کی جہت سے وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ امام نے خود اسکا اظہار فرمایا ہے چنانچہ لے رجال کشی صفحہ ۹۱ پر ہے حدثنی حمدویہ بن نصیر قال حدثنا محمد بن عیسی بن عبید قال حدثنی یونس بن عبد الرحمان عن عبد اللہ بن زرارۃ و محمد بن قولویہ والحسین بن الحسن قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ قال حدثنی ھرون بن الحسن بن محبوب عن محمد بن عبد اللہ بن زرارۃ و ابنیہ الحسن والحسین عن عبد اللہ

بن زرارة قال قال لی ابو عبد الله ع اقرا منی علی والدک السلام وقل له انی انما
اعیبک دفاعا منی عنک فان الناس والعدو یسارعون الی کل من قربناه وحمدنا
مکانه لادخال الاذی فیمن نحبه ونقربه ویرمونه بمحبتنا له وقربه ودنوه منا ویرون
ادخال الاذی علیه وقتله ویحمدون کل من عیبناه نحن فانما اعیبک لانک رجل
اشتهرت بنا وبمیلک الینا وانت فی ذلک مذموم عند الناس غیر محمود الاثر بمودتک
لنا ولمیلک الینا فاحببت ان اعیبک لیحمدوا امرک فی الدین بعیبک ونقصک
ویکون بذلک منا دافع شرهم عنک یقول الله عز وجل اما السفینة فکانت لمساکین
یعملون فی البحر فاردت ان اعیبها وکان وراءهم ملک یاخذ کل سفینة غصبا
هذا التنزیل من عند الله صالحة لا والله ما عابها الا لکی تسلم من الملک ولا
تعطب علی یدیه ولقد کانت صالحة لیس للعیب منها مساغ والحمد لله فافهم
المثل یرحمک الله فانک والله احب الناس الی واحب اصحاب ابی علیه السلام حیا
ومیتا فانک افضل سفن ذلک البحر القمقام الزاخر وان من ورائک ملکا ظلوما
غصوبا یرقب عبور کل سفینة صالحة ترد من بحر الهدی لیاخذها غصبا ثم
یغصبها واهلها ورحمة الله علیک حیا ومیتا۔ زرارة کا بیٹا عبد اللہ ابن زرارہ سے
روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبد اللہ اپنے باپ سے
میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں تمھیں معیوب ظاہر کرکے تم سے مصائب وکید دشمن کو دفع کرتا ہوں
کیونکہ دشمن ان لوگوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں جن کو ہم اپنا مقرب اور محبوب بتاتے ہیں اور جن کو ہم اچھا سمجھتے
ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اذیت پہونچائیں جن کو ہم اپنا مقرب اور محبوب جانتے ہیں اور ان کو
ہماری محبت اور قربت کی جہت سے معیوب اور قابل اذیت وقتل جانتے ہیں اور جس شخص کو ہم معیوب
ظاہر کرتے ہیں اسکی تعریف کرتے ہیں اسلئے میں تمھیں معیوب ظاہر کرتا ہوں کہ تم ہمارے احباب میں مشہور ہو
اور ہماری جانب منسوب اور مائل ہو تاکہ وہ لوگ ہمارے معیوب ظاہر کرنے سے تمھیں دینی حیثیت سے

اچھا سمجھیں اس عیب کے ظاہر کرنے سے تمہارا امر دفع ہوتا ہے دیکھو خدا (قول خضر کی حکایت کرتا ہوا) قرآن میں ارشاد فرماتا ہے اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبھا وکان ورائھم ملک یاخذ کل سفینۃ غصبا لیکن سفینہ جسمیں میں نے سوراخ کر دیا۔ وہ اہل فقر و مسکنت کا تھا جو دریا میں چلاتے تھے میں نے چاہا کہ میں اسکو معیوب کر دوں اور انکی پس پشت ایک بادشاہ تھا جو ہر سفینہ کو غصب کر لیتا تھا۔ یہ خدا کی جانب کی تنزیل ہے خدا کی قسم خضر نے صرف اسی لیے اس سفینہ کو معیوب کر دیا تھا کہ وہ اس بادشاہ غاصب کے تصرف سے محفوظ رہے اور اسکے ہاتھوں برباد نہ ہو جائے حالانکہ اسمیں کسی قسم کا عیب نہ تھا اور وہ بالکل اچھا اور سالم سفینہ تھا خدا کیلئے سمجھو تم کو میں نے بتایا خدا تم پر رحمت نازل کرے اس مثل کو سمجھو کیونکہ تم بخدا میرے نزدیک محبوب ترین مردم ہو اور میرے باپ کے اصحاب میں موت اور زندگی دونوں حالتوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو کیونکہ تم اس بحر زخار کے سفینوں میں سے افضل تر ہو اور تمہارے پس پشت ایک بادشاہ غاصب ہے جو اس انتظار میں رہتا ہے کہ دریائے ہدایت کا کوئی اچھا سفینہ عبور کرتا ہوا نظر آئے تو میں اسے غصب کروں تم پر خدا کی رحمت ہے موت اور زندگی (دونوں حالتوں میں)

اس بیان ہدایت آگیں کے بعد جتنی روایتیں قدح زرارہ میں پیش کیجائیں گی وہ سب علیٰ رغم انف العدو مدح زرارہ پر محمول ہوں گی اگر تمھیں بھی کوئی روایت نافرمانی حدیث قرطاس کے بعد مدح حضرت عمر میں ملی ہو تو ضرور پیش کرو تاکہ ناظرین کو قیاس صحیح اور مطابقت نظیر کا موقع ملے لیکن وہ کہاں میسر ہے جو پیش کرو گے۔

ذم زرارہ میں روایات بالتصریح

قال الکشی فی مثالب زرارۃ حدثنا محمد بن مسعود قال حدثنا جبرئیل بن احمد الفاریابی قال حدثنی العبیدی عن محمد بن عیسیٰ عن یونس بن عبد الرحمٰن عن ابن مسکان قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ ابا جعفر واما جعفر فان فی قلبی علیہ

لفتۃ فقلت لہ وما حمل زرارۃ علی ھذا قال حملۃ علی ھذا لان ابا عبد اللہ امرہ

بمخازیہ ترجمہ یہ ہوا کہ ابن مسکان نے روایت کی ہے کہ انھوں نے زرارۃ کو کہتے ہوئے سنا کہ خدا امام

محمد باقر علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل کرے وہ گئے امام جعفر صادق تو میرا قلب ان سے کسیقدر منحرف ہو گیا

اس کلمہ لفتۃ کو مدیر اصفہانی نے اپنے محاضرات میں لکھا ہے یقال لفتہ عن کذا صرفہ عنہ

قال اجئتنا لتلفتنا ای تصرفنا محصل یہ ہوا کہ پلٹ جانا اور پھر جانا اسکے معنی ہوئے ترجمہ میں

یوں کہنا چاہیئے کہ میرے قلب میں ان کی طرف سے انحراف ہوا اور نہایہ ابن اثیر میں ہے لفت فی صفتہ

علیہ السلام فاذا التفت جمیعا اراد انہ لا یسارق النظر وقیل اراد لا یلوی عنقہ

یمنۃ ویسرۃ منہ الحدیث فکانت منی لفتۃ ھی المرۃ الواحدۃ من الالتفات

خیر یہ تو لغت اور اسکے تشخیص معانی میں غلطی فاحش تھی اور رجال کے علم میں آپ کا علمی احاطہ قابل مدح تھا

ہے کہ آپ ابن مسکان کو ابو مسکان تحریر فرماتے ہیں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس غلطی کو مدیر کاتب کے

خطا کے سر منڈھ دیگا گو کہ مجھے یقین ہے کہ یہ مدیر کی غلطی ہے -

بہرحال ہمنے نص صریح امام سے ثابت کر دیا کہ حضرت خلفائے جور سے بچانے کیلئے زرارہ کی مذمت

فرماتے تھے اور ایسی صورت میں زرارہ کا بھی غرض تھا کہ مطابق مصلحت امام لوگوں سے باتیں کریں کہ

نقص غرض امام علیہ السلام نہونے پائے اب جتنی روایتیں مدیر نے پیش کی ہیں ان سب کا جواب یہی

ہے اور زرارۃ اپنے جلالت قدر کے اعتبار سے پھر وہی زرارہ ہے جسکو مذہب امامیہ بیجا نتا ہے لیکن

مدیر صاحب کو کوئی حق نہیں ہے کہ حضرت عمر کا قیاس زرارہ پر فرمائیں کیونکہ ان میں یہ مصلحت کہاں نصیب

ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا

کئی مرتبہ آزما چکے ہیں کہ مدیر محترم جو اتفاق سے لائق گروہ میں مولوی کہلاتے ہیں بسا اوقات اپنے

کلام میں جھوٹ کا میل ضرور رکھتے ہیں کیونکہ صدق تو ان کے یہاں گم ہے عوام کالانعام کو دام تزویر میں لانے کے

لئے جھوٹ سے بہتر کوئی اور وسیلہ نہیں ہاتھ آتا اسلئے مدیر صاحب اسکے استعمال کرنے کو معذور سمجھتے

ہیں چنانچہ وہ حوالجات جو عمری ہدایت میں کتب شیعہ سے نقل کر رہے ہیں وہاں یہ عبارت اصول کافی

قابل دید جواب شافی ہے —

اٹھویں زرارہ صاحب نے ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے مناظرہ کیا ایمان کی بابت جس سے [illegible]

ظاہر ہوگا۔ اصول کافی صفحہ ۵۵۶ میں یہ الفاظ ہیں۔ عن زرارة قال قلت فی نفسی شیخ لا علم له بالخصومة۔ سہل عبارت اصول کافی تام و کمال یہ ہے علی بن ابراہیم عن ابیه عن ابن ابی عمیر عن عبد الرحمان بن الحجاج عن زرارة قال قلت لابی جعفر علیه السلام یدخل النار مؤمن قال لا والله قلت فیدخلها الا کافر قال لا الا من شاء الله فلما رددت علیه مرارا قال لی ای زرارة انی اقول لا واقول الا من شاء الله وانت تقول لا ولا تقول الا من شاء الله قال فحدثنی هشام بن الحکم وحماد عن زرارة قال فقلت فی نفسی شیخ لا علم له بالخصومة قال فقال لی یا زرارة ما تقول فیمن اقر لک بالحکم اتقتله ما تقول فی خدمکم واهلیکم اتقتلهم قال فقلت انا والله الذی لا علم لی بالخصومة۔

محصل اس روایت کا یہ ہے کہ زرارہ کے نزدیک دو ہی صنف تھے امام درمیان میں واسطہ ثابت کرتا تھا اسی وجہ سے الا من شاء اللہ کا اضافہ فرماتے تھے جب کئی مرتبہ زرارہ نے رد و قدح کی تو امام نے اُن پر تنبیہ کی لیکن حدیث کا بیان ہے کہ زرارہ کے دل میں یہ بات آئی کہ معاذ اللہ آپ کو علم جدل معلوم نہیں تب امام نے فرمایا گویا مکنون قلب سے مطلع ہو کر کہ کیوں زرارہ جو تمہارے حکومت پر راضی ہو اسکو تمہیں میں سے ہے یا تو کیا تم اسے قبول کروگے یا تمہارے لونڈی غلام اگر معصیت خدا کریں تو تم کافر سمجھ کے انھیں قتل کروگے تب زرارہ کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں آیا کہ مومن اور کافر کے درمیان میں واسطہ موجود ہے اور مجھے خود علم جدل نہیں۔ زرارہ کے دل میں جو بات پہلے آئی تھی کہ معاذ اللہ امام کو علم جدل نہیں یہ زرارہ کی نادانی کمفہمی کی جہت سے ایک خطرہ دیا تھا جس کا جواب امام نے خطور قلب پر مطلع ہو کر دیا اور آخر کو زرارہ کو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنا پڑا۔ اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر اس شخص کو غت ربود کی عادت ہے گلستاں بوستاں پڑھنے سے جو عادت پڑی تو آج تک موجود ہے نہ صحیح مطلب خود سمجھے نہ کسی کو سمجھنے دیا افسوس ہے کہ آپ کو اب سمجھانے کا موقع بھی نہ رہا۔ اٹھویں کہ زرارہ [illegible] جہل مرکب [illegible] اور اگر [illegible]

کے دل میں ایسا خیال آیا تو حضرت علی قلبی پر جناب باری مواخذہ نہیں فرماتا جب تک کہ اسپر عمل نہ کیا جائے حضرت عمر نے شک قلبی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے یقین کا کام لیا اور ان الرجل لیہجر زبان سے یوں نکالا کہ تمام صحابہ اور اصحاب روایت انکے شاہد صدق ہوگئے اسپر مواخذہ نہو تو کوئی چیز بھی قابل مواخذہ نہیں اب آپ ہی عقل سے کام لیں اور فرمائیں کہ زرارہ او رحضرت عمر میں مابہ الاشتراک کیا ہے۔

ابو بصیر کی تعریض

مدیر نے یہ روایت اپنی دہشت میں مسلک فرقہ ناجیہ پر اعتراض کرنیکے لئے لکھی ہے عن یونس قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ لیطلب الاذن فلم یؤذن لہ فقال لو کان معنا طبق لاذن لنا فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر ابو بصیر دروازہ امام جعفر صادق علیہ السلام پر اذن طلبی کیلئے بیٹھے تھے انھیں اجازت نہ ملی تو کہنے لگے کہ اگر ہدیہ دینے کیلئے ہمارے پاس بھی طبق ہوتا تو ہمیں بھی اجازت ملتی۔ جو کچھ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ العیاذ باللہ امام کے متعلق انھیں نے ایسا خیال کیا حالانکہ یہ ناصبوں کی غلطیاں ہیں جن کو ابو بصیر کے حالات سمجھنے میں بصارت نہیں یہ اجازت دینا نہ دینا درحقیقت دربان کا کام تھا جو دروازہ پر رہکر آنا جانے نہیں دیتا تھا ابو بصیر نے دربان پر تعریض کی کہ اگر میں بھی کچھ کباب کیلئے لاتا تو آپ مجھے بھی جانے کی اجازت دیتے یہی مطلب ہے اس عبارت رجال کبیر کا جو روایت کشی کے جواب میں مصنف رجال نے اپنی لفظ لکھا ہے وما روا فی جلوس ابی بصیر علی الباب المراد بہ ابو بصیر الاسدی ولعلہ غرضہ التعریض بالبواب او المزاح معہ وشغر الکلب لما کان فیہ من سوء ادب فی الجملۃ او دفع ذلک اتفاقا فھذا علی تقدیر صحۃ الحدیث اس میں مصنف رجال نے چند باتیں بیان کی ہیں اول یہ کہ یہ روایت فرقہ ناجیہ کے نزدیک قابل قبول نہیں کیونکہ اسکی صحت میں شک ہے دوسرے یہ کہ لیث میں بحث ہے یعنی لیث بن بختری مراد ہے جو ابو بصیر کی کنیت سے مشہور ہیں اور روایت یحیی بن قاسم ابو محمد الاسدی ہیں دونوں ابو بصیر کی کنیت سے ملقب ہیں انکے متعلق یہ اعتراض ہے کہ جو بنا بر ضعف روایت ... ہے ... [illegible]

تھے کہ ان کے منہ پر پیشاب کر دینا صرف اسلئے ہے کہ انھوں نے ایک ایسے دروازے پر یہ کلمہ استعمال کیا
جہاں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ دشمنان اہلبیت کو اس سے ڈرنا چاہئے جب اتنی سی سوء ادبی کی وجہ اتنی تو
زیادہ اسائت ادبی کی سزا غالبًا بجائے سگ ابلیس کو ایسی کتے کی صورت میں دینا پڑی۔

یہ وہ دروازہ تھا جسکی کاسہ لیسی حضرت ابو حنیفہ نے کی یہ وہ دروازہ تھا جس کے متعلق امام مالک بیان کرتے
تھے ولقد کنت اری جعفر بن محمد وکان کثیر الدعابہ والتبسم فاذا ذکر عنده
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصفر وما رأیته یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الا علی طهارة ولقد اختلفت الیه زمانا فما کنت اراه الا علی ثلث خصال اما مصلیا
واما صامتا واما یقرء القرآن ولا یتکلم فیما لا یعنیه وکان من العلماء والعباد الذین
یخشون اللہ عز وجل یعنی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کرتا تھا آپ کثیر المزاح بھی تھے اور جب
پیغمبر کا ذکر آپکے سامنے آتا تھا تو آپ کا چہرہ زرد ہو جایا کرتا تھا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ پیغمبر کی حدیث
بیان کرتے ہوں اور باطہارت نہ ہوں اور میں بہت دنوں آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا ہوں۔ ہمیشہ میں نے
آپکو تین حالتوں ہی میں دیکھا یا تو نماز میں مشغول رہتے تھے یا سکوت میں یا تلاوت قرآن میں اور بلا فائدہ
باتوں میں آپ کبھی مشغول نہ ہوتے تھے۔ شفاء قاضی عیاض صفحہ ۳۰ جلد دوم مطبوعہ مصر اور اگر کسی طرح
ابو بصیر کی یہ روایت نہ سمجھ میں آئے تو حضرت عمر کے حالات سے سمجھ لیجئے۔ عن عمر رضی اللہ عنہ تواعدت
انا وابو جهم ابن حذیفة لیلة قتل رسول اللہ فجئنا منزله۔ یعنی حضرت عمر بیان فرماتے ہیں
کہ ایک شب میں اور ابوجہم قتل رسالتماب کا باہم عہد و پیمان کر کے پیغمبر کے گھر پر آئے الخ شفاء قاضی صفحہ ۱۳۰
۱۸۔ مگر قتل کا باہمی عہد و پیمان حضرت عمر نے کیا تو ابو بصیر کے اتنی کہنے میں جو جناب سے کہا تھا پیشگاہ
امام میں جنابت کی حالت میں زیادہ غصہ نہ فرمائیے۔

ایک دوسری روایت روی الکشی باسناده قال سئلت ابا الحسن عن رجل تزوج
پیش کردہ النجم۔ بامرأة لها زوج ولم یعلم قال ترجم المرأة ولیس علی الرجل شیء
اذا لم یعلم فذکرت ذلک لابی بصیر المرادی قال فقال لی واللہ جعفر ترجم المرأة ویجلد

الرجل الحد وقال الظن صاحبنا ما تکامل علمہ یعنی کشی نے اپنی سند سے شعیب بن یعقوب عقرقوفی سے روایت کی ہے اسنے بیان کیا کہ میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جسکا شوہر موجود تھا مگر اسے معلوم نہ تھا، امام نے فرمایا کہ عورت پر رجم ہوگا اور مرد پر کچھ نہیں ہے جب وہ نہیں جانتا تھا شعیب نے بیان کیا کہ میں نے یہ قصہ ابوبصیر سے بیان کیا ابوبصیر نے کہا کہ خدا کی قسم مجھ سے جعفر نے بیان کیا کہ عورت پر رجم ہوگا اور مرد پر حد جاری ہوگی۔ اسکے بعد خود ابوبصیر نے ایک وجہ جمع دونوں خبروں میں خود بیان کی اور وہ یہ کہ میرے خیال میں یہ ہمارا صاحب جس کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا ہے اسکا علم اس عورت کی ذات الزوج ہونے کے متعلق کامل نہ تھا ورنہ وہ بھی حد ہوتی جو امام جعفر صادق نے بیان فرمایا تھا) ترجمہ یہ ہوا نہ وہ ترجمہ جس کو مرزا فہم نے لکھ کر معاذ اللہ امام کے علم کو ظاہر کرنا چاہا ہے اگر دیکھا علم یوں ہی روایات نہیں سمجھے پیش کریگا اور ایسی جہالت کا ترجمہ کرے گا تو عنقریب اسکی جہالت بلا ہوجائے گی بشرطیکہ انجم والے سہل کو کچھ نہ سمجھیں

[illegible]

پھر ہشام کا تذکرہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی مذمتیں وارد ہیں؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ویسی ہے جیسے کوئی شخص حالات خلفائے ثلثہ بیان کرے اور سمجھے کہ یہ حضرات پہلے صنم پرست تھے یہ ہے ہشام کو بھی سمجھئے۔ دوسرے یہ کہ ہم نے سابق میں زرارہ کے متعلق بیان کردیا کہ ائمہ علیہم السلام اپنے خواص اصحاب کو بچانے کیلئے ان کو معیوب ظاہر کرتے تھے اور یہ انکے لئے ایک عظیم تعویذ تھا۔ تیسرا جواب وہ ہے جو سلطان العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے دیا کہ مدح کی روایتیں اکثر ہیں اور متواتر قطعی ہیں انکے مقابلہ میں روایات ہجو کمتر اور غیر قطعی ہیں اسلئے روایات ہجو میں ان اخبار کی معارضہ کی طاقت نہیں۔

اب رہ گئی وہ حکایت جو فیما بین ہشام اور ابن ابی عمیر گذری وہ درحقیقت بجائے محل طعن ہونے کے ہشام یوں قابل ترحیب ہیں کہ انھوں نے ذرہ برابر ملاقات اور دوستی کی جنبہ داری نہ کی اور ابن ابی عمیر بھی مستوجب اور توصیف ہیں کہ وہ محبت آل طاہرین علیہم السلام میں غرق تھے کہ انھوں نے ان اخبار کو جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ الا جعفر کلما الاحکام کل زمین امام کی ہدایت سے [illegible]

لیکن ان کی نظر میں شیخین کی دلیل تو یہی تھی اسلئے ابھی شارحت ہوئی اور چونکہ ابن ابی عمیر کی نظر میں کتب امام میں تفریط تھی لہذا ایک دوسرے میں کشیدگی پیدا ہوگئی ۔

رہ گئی یہ بات کہ وہ قطع و یقین امام سے پوچھکر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ کیا یہ قول ایسا ہے جس کے متعلق عبالیوں کا اختلاف ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ جناب غفرانمآب علیہ الرحمہ والرضوان کی نظر میں ایسا ہو لیکن زمانہ کی نزاکت کو جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ جان سکتے ہیں ویسا کوئی اور نہیں جان سکتا ۔

یہ مطلب میرے خیال میں آنا ظاہر ہے جو محتاج بیان نہیں لیکن یہ کچھ بھی ہو اسکو قطع تعلق کہہ لیجئے مہاجرت کہہ لیجئے سب کچھ سہی لیکن ایک نے دوسرے کی جان لینے کا ارادہ تو نہیں کیا ام المومنین اور معاویہ کی طرح امیر المومنین پر شمشیر کشی تو نہیں کی حضرت عمر کی طرح رسول یا امام سے اسطرح تو نہیں کہا کہ اسکو ہذیان کی طرف نسبت دی ہو مجھ کو اسکی مخالفت حکم کی طرف ابھارا ہو اسکا جواب کچھ اس طول سخن سے نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کی حمیت کا یہ مقتضا ہے کہ آپ اسکا باقاعدہ جواب مرحمت فرمائیں اور اپنی معتقدوں کے حق سے سبکدوش ہوں ۔

بیانات سابقہ سے آپکو اصحاب رسول اور اصحاب ائمہ کا فرق معلوم ہو گیا ہوگا ۔ (باقی آئندہ)

جدید فارسی

کامیح علم اردو میں تحریر و تقریر کے لئے ضروری ہو اسے بغیر استاد کے سیکھنے کیلئے فارسی آموز مع فرہنگ قیمت ایک روپیہ پڑھئے جو مہینے دو مہینے میں سلیس زبان میں سالی سے تقریر و تحریر کے قابل کر دیتی ہے مزید ترقی کیلئے **لسان العجم** (حصہ اول و دوم) مع حل قیمت ۱ر فی حصہ مطالعہ کیجئے یہ کتابیں پنجاب کے اسکولوں اور کالجوں، نیز حیدرآباد دکن بھوپال اور بلوچستان کے اسکولوں میں سرکاری طور پر منظور ہو چکی ہیں **دیوان مولاداد** ۔ زبان اردو میں قیمت ایک روپیہ اور دیگر ہر قسم کی کتابیں ہمارے یہاں سے مل سکتی ہیں

المشتہر منیجر سینا اکبر فضل حسین ... لاہور

اہل سنت کے مذہب کی بنا مخالفت اہلبیت پر ہے

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ غدیر نمبر ا)

امیر المومنین کا خطبہ :- اما انہ سیظہر علیکم رجل مندحق البطن رحب البلعوم یاکل ما یجد و یطلب ما لا یجد فاقتلوہ و لن تقتلوہ الا وانہ سیامرکم بسبی و البراءۃ منی -

آگاہ رہو کہ ایک شخص تم میں ظاہر ہوگا جس کا پیٹ آگے کو نکلا ہوگا اور بڑا ہوگا جو کچھ پائیگا کھائے گا اور جو نہ پائے گا اسے طلب کریگا اور مانگے گا۔ دیکھو اسکو قتل کر دینا اور میں جانتا ہوں کہ تم ہرگز نہ قتل کرو گے یہ شخص تمکو حکم دیگا کہ مجھے گالیاں دو اور مجھ سے برات چاہو

یہ خطبہ نہج البلاغہ کے اندر موجود ہے جس سے امام ہمام کے وصی رسول ہونے پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کو آئیندہ کے واقعات کی کیونکر خبر تھی، اس میں جس شخص کا تذکرہ فرما رہے ہیں وہ وہی ہے جس کی سیاسی چالوں نے آخرت کو دنیا کے ہاتھ بیچ ڈالا جس نے اپنے مظالم سے اسلام کی بیخکنی کی جس کا خاندان خاندان رسول کا یکا دشمن تھا جس کے دنیاوی اقتدار نے احادیث کے طبق اور قرآن کے ورق الٹ دیئے جس نے اپنی اساس حکومت مضبوط کرنے کیلئے کسی پہلے سیاسی دماغ والے والی شام بنکر سبق سیکھا تھا اور جس نے وہ تمام پھول جو اسکی نگاہ میں کانٹے بنکر کھٹک رہے تھے رسالت کے باغ سے توڑ کر پامال کر دیے اور اپنے نزدیک اپنی اولاد در اولاد کے لئے انتظام حکومت اور نظام سلطنت درست کر گیا، خدا کا منکر رسول کا مخالف، قیامت و معاد پر مضحکہ اڑانے والا، دنیا کے زبردست انقلاب سے ناواقف، خدائی پرزور قوتوں سے غافل، یہ سمجھ رہا تھا کہ ابد الآباد کیلئے حکومت اس خاندان سے نکل نہیں سکتی مگر اسکو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک دن زمانہ آئیگا جب دنیا ان مظالم کو یاد کر کے اموی خاندان پر اپنے بدعقیدگی کے تحفے پیش کرے گی، اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ایک دن وہ آئیگا جب مظلوم کا نام روشن اور ظالم کے نام کا استیصال ہو جائیگا جس کے متعلق خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے وہ وہی ہے جس کو رسول نے کہا تھا اور اللھم لا تشبع بطنہ خدا اونما اسکا پیٹ کبھی نہ بھرے یہ کی بد دعا دے گیا تھا یعنی معاویہ آج اسکے متبعین جو اسکی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے جھوٹ سے

اثر انہیں مگر ہمیں معلوم ہے کہ رسول کی بد دعا جسکے لئے تھی نہ وہ آج تک شکم ایمانی میں وقیع ہو سکا اور نہ ہوگا۔

اس بات سے شاید کوئی شخص انکار نہ کر سکے کہ معاویہ سنی المذہب تھا بلکہ موجد مذہب اہل التسنن اور شاید اسکی بھی کوئی انکار نہ کرے گا کہ جس قدر خاندان رسول سے اس شخص کو بغض تھا اتنا کہیں اور کم دکھائی دیتا ہے چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح میں ذیل کی عبارت جو واقعات عداوت اعداء سے پر ہے، لکھی ہے۔

(معاویہ کا بغض)

المسألة الثانية في قوله يأمركم بسبي والبراءة مني فنقول ان معاوية امر الناس بالعراق والشام وغيرهما بسب علي والبراءة منه وخطب بذلك على منابر الاسلام وصار ذلك سنة في ايام بني امية الى ان قام عمر بن عبد العزيز فازاله وذكر شيخنا ابو عثمان الجاحظ ان معاوية كان يقول في آخر خطبة الجمعة اللهم ان ابا تراب الحد في دينك وصد عن سبيلك فالعنه لعنا وبيلا وعذبه عذابا اليما وكتب ذلك الى الآفاق فكانت هذه الكلمات يشاد بها على المنابر الى خلافة عمر بن عبد العزيز وذكر ابو عثمان ايضا ان هشام بن عبد الملك لما حج خطب بالموسم فقام اليه انسان فقال يا امير المؤمنين ان هذا يوم كانت الخلفاء تستحب فيه لعن ابي تراب وذكر المبرد في الكامل ان خالد بن عبد الله القسري لما كان

دوسرا مسئلہ تفسیر قول "یأمرکم بسبی" میں ہے یعنی وہ شخص میری دشنام کا حکم کرے گا اور مجھ سے برات کا فرمان جاری کریگا ہم کہتے ہیں کہ در حقیقت معاویہ نے عراق اور شام وغیرہ میں امیر المومنین کے سب و شتم و لعن کا حکم جاری کیا اور اسکے متعلق ممبروں پر خطبہ پڑھا یہ سلسلہ سنت کی حیثیت سے بنی امیہ میں جاری رہا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس رسم بد کو روکا۔ ابو عثمان جاحظ نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ آخر خطبہ جمعہ میں کہا کرتا تھا اے خدا ابوتراب نے تیرے دین میں الحاد کیا اور تیری راہ سے رو گرداں ہوئے اے خدا تو ابوتراب پر سخت لعنت بھیج اور عذاب الیم میں مبتلا کر (اللھم العنہ لعنا وبیلا وعذبہ عذابا الیما) اس رسم منحوس اور فرمان نافرجام کو تمام سلطنت میں پھیلایا اور یہ کلمات سب و شتم منبروں پر جلسوں میں کہے جاتے تھے یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے اسکو بند کیا جاحظ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے حج کیا اور تو موسم میں خطبہ پڑھا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ دن وہ ہے کہ جسدن ابوتراب پر لعنت کرنا خلفاء

امیر العراق فی خلافۃ ہشام کان یلعن
ابا تراب علی المنابر فیقول اللهم العن علی
ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم
صهر رسول الله علی ابنته وابا الحسن والحسین
وروی ابو عثمان الجاحظ ان قوما من بنی امیه
قالوا لمعاویة یا امیر المومنین انک قد بلغت
ما املت فلو کففت عن لعن هذا الرجل فقال
لا والله حتی یربوا علیها الصغیر ویهرم
علیها الکبیر ولا یذکر له ذاکر فضلا وقال
ابو عثمان ایضا وما کان عبد الملک مع
فضله واناته وسداده ورجحانه ممن
یخفی علیه فضل علی وان لعنه علی رؤس
الاشهاد وفی اعطاف الخطب وعلی
صهوات المنابر مما یعود علیه نقصه ویرجع
الیه وهنه لانهما جمیعا من بنی عبد
مناف والاصل واحد ولکنه اراد تشیید
الملک وتاکید ما فعله الاسلاف وان یقرر
فی انفس الناس ان بنی هاشم لا حظ لهم
فی هذا الامر

بنی امیہ مستحب اور سنت جانتے تھے۔ اللھم العن من
اسس اساس الظلم والجور وافتح بیننا وبین
قومنا الظالمین بالحق) تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ خالد بن
عبداللہ قسری جب امیر عراق خلافت ہشام میں ہوا
تو منبر پر یہ کلمات ناسزا زبان سے نکالتا تھا اور یوں
کہتا تھا اے خدا تو علی بن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن
ہاشم داماد رسول و باپ حسن پر لعنت بھیج (اللھم عذبہ
عذابا الیما واجعل مثواہ فی النار) ملاحظہ کیجیے
اس عداوت کو کیا ایسے لوگ مسلمان کہے جا سکتے ہیں یا ان کے
متبوعین گروہ اسلام میں شمار کیے جا سکتے ہیں) جاحظ نے
یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب اس طرح نے زور پکڑا تو ایک شخص نے
معاویہ سے کہا کہ تجھکو دولت و حشمت و سلطنت سبھی کچھ مل گیا اور
تیری مراد دل کے موافق ملا اب اگر تو اس رسم بد کو موقوف کر دے
تو اچھا ہے معاویہ نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں
ہو سکتا جب تک اسی طرح یہ رسم بد چھوٹے بچے نشو و نما پا کر جوان
نہ ہو جائیں اور بڑے بوڑھے سن ہرم کو نہ پہنچ جائیں اور کوئی
شخص علی کی فضیلت بیان کرنے والا دنیا میں دکھائی نہ دے (ذرا
والے دیکھیں جن مذہب کے ایسے پیشوا ہوں جو مخالفت رسول
پر اس درجہ آمادہ ہوں کیا اسکو کوئی حصہ اسلام سے دیا جا سکتا ہے)

جاحظ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ عبدالملک پر امیرالمومنین کی فضیلت پوشیدہ نہ تھی اور باوجود اس پوشیدہ نہ ہونے کے عبدالملک کا
علی پر برملا مجمع عام میں تبرا کرنا، اور منبر پر یہ کہنا، اور خطبوں میں کہنا، عبدالملک کی تمام خوبیوں پر پانی پھیرتا ہے اور ذلت

عبدالملک کی طرف پھرتی ہے اسلئے کہ دونوں بنی عبد مناف سے تھے مگر عبدالملک نے چاہا کہ ملک کی بنی امیہ سلطنت کا اساس مضبوط ہوجائے اور انکے اسلاف کا فضل مؤکد ہوجائے اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات راسخ ہوجائے کہ بنی ہاشم کو کوئی حق امر سلطنت و حکومت میں نہیں۔

مغیرہ بن شعبہ کا بغض

وامر مغيرة بن شعبة وهو يومئذ امير الكوفة من قبل معوية حجر بن عدي رحمه الله ان يلعن عليا ويقوم في الناس فابى ذلك فتوعده فقام فقال ايها الناس اميركم امرني ان العن عليا فالعنوه فقال اهل الكوفة لعنه الله وعاد الضمير الى المغيرة بالنية والقصد

مغیرہ بن شعبہ نے اپنی امارت کوفہ کے زمانہ میں حجر بن عدی رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ وہ معاذ اللہ امیر المؤمنین پر تبرا کہیں اور مجمع میں کھڑے ہو کے کہیں، آپ نے انکار کیا جس پر مغیرہ نے قتل کی دھمکی دی حجر رحمہ اللہ مجبوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا اے گروہ مردم تمہارے امیر نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں علی کو الفاظ ناسزا سے یاد کروں لہذا اس پر یعنی امیر مغیرہ پر لعنت بھیجتا ہوں، یہ سنکر پورے مجمع نے مغیرہ پر لعنت بھیجی کیونکہ جناب حجر نے ضمیر مغیرہ کی طرف پھیری تھی جسکو مجمع نہ سمجھ سکا جیسا نیت جناب عالی نے کیا تھا۔

زیاد کی عداوت

وامر زياد ان يعرض اهل الكوفة اجمعين على البراءة من علي ولعنه وان يقتل كل من امتنع من ذلك ويخرب منزله فضربه الله ذلك اليوم بالطاعون فمات لا رحمه الله بعد ثلث ايام وذلك في خلافة معاوية۔

زیاد نے اسبات کو طے کر لیا تھا کہ تمام اہل کوفہ کو علی پر تبرا کرنے پر مجبور کرے اور حکم نافذ کر دیا تھا کہ جو ایسا نہ کرے گا وہ قتل کیا جائیگا اور اسکا گھر کھدوا ڈالا جائیگا، اس حکم کے نفاذ کے بعد ہی زیاد تیسرے دن طاعون میں مبتلا ہو کر مرگیا خدا اسپر رحم نہ کرے، یہ واقعہ خلافت معویہ کا ہے۔

عبداللہ بن زبیر کا عناد

وكان عبد الله بن الزبير يبغض عليا و

عبداللہ بن زبیر امیر المؤمنین سے بغض رکھتا تھا اور آپکی

ينتقص وينال من عرضه وروى انه مكث ايام خلافته اربعين جمعة لا يصلي فيها على النبي وقال ابن الزبير لابن عباس انى لاكتم بغضكم اهل البيت منذ اربعين سنة۔

منقصت کرتا تھا۔ یہ وہ شخص تھا کہ اپنے ایام خلافت میں اس نے چالیس جمعوں تک رسول پر صلوٰۃ ہی نہیں بھیجی اور یہی ابن زبیر ابن عباس سے کہتے تھے کہ میں تم اہل بیت کا دشمن چالیس برس سے ہوں اور تم اہل بیت کی عداوت میرے دل میں چالیس سال سے پوشیدہ ہے۔

عداوت اہل بیت کا پروپگنڈا

ان معاوية وضع قوما من الصحابة وقوما من التابعين على رواية اخبار قبيحة في علي تقتضي الطعن فيه والبراءة منه وجعل لهم على ذلك جعلا يرغب في مثله۔

معاویہ نے ایک جماعت صحابہ کی اور ایک گروہ تابعین کا تیار کیا جو امیر المومنین کی طرف بری روایتیں گڑھ کے منسوب کرتے تھے وہ روایتیں ایسی ہوتی تھیں جو ذات امیر المومنین میں قدح وطعن کریں، ان لوگوں کو معاویہ ان گڑھی ہوئی روایات پر اُجرت اور صلے دیا کرتا تھا۔ (یہ تھے صحابۂ رسول)

ابوہریرہ کی عداوت اور دنیا پرستی

منهم ابوهريرة وعمرو بن العاص والمغيرة بن شعبة ومن التابعين عروة بن الزبير روى الزهري عن عروة بن الزبير قال حدثني عائشة قالت كنت عند رسول الله اذا اقبل العباس وعلي فقال يا عائشة ان هذين يموتان على غير ملتي او قال ديني وروى عبد الرزاق عن معمر قال كان عند الزهري حديثان عن عروة عن عائشة في علي فسألته عنهما يوما فقال

انھیں لوگوں سے جو دشمن علی تھے ابوہریرہ، عمرو عاص اور مغیرہ بن شعبہ ہیں یہ لوگ صحابہ میں سے تھے رہ گئے تابعین میں تو انھیں سے عروہ بن زبیر ہے جو دشمنی علی پر کمر بستہ تھا زہری نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ اس سے عائشہ نے بیان کیا کہ میں ایک دن رسول کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنے میں عباس اور علی آئے تو رسول نے کہا کہ اے عائشہ عنقریب یہ دو آدمی مذہب اسلام پر نہ مرینگے اور انکو میرے دین پر موت نہ آئیگی۔ اور عبد الرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ زہری کے پاس دو حدیثیں تھیں جنکو اس نے عروہ سے

ما تصنع بهما وبحديثهما الله اعلم بهما قال فاما الحديث الاول فقد ذكرناه واما الحديث الثاني فهو ان عروة زعم ان عائشة حدثته قالت كنت عند النبي اذا اقبل العباس وعلي فقال يا عائشة ان سرك ان تنظري الى رجلين من اهل النار فانظري الى هذين قد طلعا فنظرت فاذا العباس وعلي بن ابي طالب۔

کیا تھا جبکو عائشہ امیرالمومنین کے بارے میں بیان کرتی تھیں، میں نے ایک دن زہری سے پوچھا کہ وہ دونوں حدیثیں کیا ہیں؟ تو اس نے کہا اس کے کیا کروگے اللہ اسکے متعلق بہتر عالم ہے۔ پہلی حدیث تو وہی ہے جو اوپر ابھی ابھی گزری اور دوسری حدیث یہ ہے جو زہری نے عروہ سے اور عروہ نے بی بی عائشہ سے بیان کی ہے کہ ایک دن عباس اور امیرالمومنین خدمت رسول میں گئے تو رسول نے عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ اگر تمہیں اہل جہنم کے دیکھنے سے خوشی ہوتی ہے تو ان دونوں آدمیوں کو دیکھو جو اہل نار سے ہیں عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا تو وہ عباس اور علی بن ابی طالب تھے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) اب اسلام والے خود اس اسلام کا فیصلہ کریں جو ان مدعیان اسلام میں تھا۔)

عمرو العاص اور بخاری کا پروپیگنڈا

واما عمرو العاص فروي فيه الحديث الذي اخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما مسندا متصلا بعمرو العاص قال سمعت رسول الله يقول ان آل ابي طالب ليسوا لي باولياء انما ولي الله وصالح المؤمنين۔

رہ گئے عمرو بن عاص انہوں نے امیرالمومنین کے متعلق اس حدیث کی روایت کی ہے جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے نقل کیا ہے اور اسکا سلسلہ عمرو عاص تک پہونچا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول کو کہتے ہوئے سنا کہ آل ابی طالب میرے اولیا نہیں میرے اولیا میرے تو خدا ہے اور صالح مومنین ہیں۔

ابوہریرہ کی ایک اور دشمنی

واما ابو هريرة فروي عنه الحديث الذي معناه ان عليا خطب ابنة ابي جهل في حياة

ابوہریرہ وہ حدیث انہیں سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ امیرالمومنین نے ابوجہل کی لڑکی سے خطبہ کیا تھا حیات

رسول الله فاستخطت فخطب على المنبر و
قال لا ها الله لا تجتمع ابنة ولي الله وابنة
عدو الله ابي جهل ان فاطمة بضعة مني
يؤذيني ما يؤذيها فان كان علي يريد ابنة ابي
جهل فليفارق ابنتي الخ والحديث مشهور
من رواية حديث الكرابيسي قلت
هذا الحديث ايضا مخرج من صحيحي مسلم
والبخاري عن المسور بن مخرمة الزهري
وقد ذكره المرتضى في كتابه المسمى تنزيه
الانبياء والائمة وذكر ان رواية الكرابيسي
وانه مشهور بالانحراف عن اهل البيت
عليهم السلام وعداوتهم والمناصبة
لهم فلا تقبل روايته وشياع هذا الخبر و
انتشاره ما ذكره مروان بن ابي حفصة في
قصيدة يمدح فيها الرشيد ويذكر فيها ولد
فاطمة عليهم السلام وينحمهم وقد بالغ حتى
ذم عليا۔

رسول ہیں جس سے رسول ناراض ہوئے اور منبر پر فرمایا کہ خدا کی
قسم ولی اللہ یعنی رسول اور عدو اللہ یعنی ابوجہل کی لڑکی ایک
جگہ جمع نہیں ہو سکتی اور یہ کہ فاطمہ میری پارہ جگر ہے جس نے اسکو
ایذا دی اس نے مجھکو ایذا دی اور جو چیز اسکو اذیت پہونچاتی ہے
مجھے بھی، اگر علی کا قصد یہی ہے کہ وہ دختر ابوجہل سے عقد
کریں تو انکو چاہیئے کہ میری لڑکی فاطمہ کو جدا کر دیں، یہ حدیث
مشہور ہے روایت حدیث کرابیسی سے۔ میں کہتا ہوں
(ابن ابی الحدید) کہ یہ حدیث بھی صحیح مسلم و بخاری میں مسور بن
مخرمۃ الزہری سے منقول ہے، اس کا تذکرہ جناب علم الہدیٰ نے
اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء والائمۃ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ روایت
کرابیسی سے ہے جس کا انحراف اہلبیت طاہرین سے مشہور ہے اور کوئی شبہ
نہیں اور اس آدمی کی عداوت اہلبیت سے ظاہر ہے اور اسکی
ناصبیت مسلم ہے لہذا اسکی روایت قابل قبول نہیں۔ اس
(جھوٹی) خبر کی اتنی اشاعت ہوئی اور ایسی پھیلی کہ مروان بن
حفصہ نے ایک قصیدہ میں جو مدح رشید میں کہا گیا اسکا تذکرہ
کیا ہے اور انکی عداوت کا ثبوت دیا ہے اس قصیدہ میں اس نے مدح
رشید کی ہے اور مذمت اولاد فاطمہ علیہا السلام اور اس مذمت میں
اتنا مبالغہ کیا ہے کہ امیر المومنین کو بھی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ دو شعروں کا ترجمہ یہ ہے۔

وساء رسول الله اذ ساء بنته بخطبته بنت
اللعين ابي جهل فذم رسول الله صهر ابيكم
على منبره بالنطق الصادع الفصل۔

رسول خدا کو یہ ناگوار ہوا کہ آنکی بیٹی کو رنج پہونچے بنت ابی جہل کے خطبہ
کیا جاتا، چنانچہ امیر المومنین کی مذمت نہایت فصاحت و بلاغت سے
بر سر منبر رسالتمآب نے کی (یہ خطاب اولاد فاطمہ سے ہے جو تم میں ہیں)

ابوہریرہ کی عداوت اور سنیت کی بنیاد عام جماعت میں

وروی الاعمش قال لما قدم ابوهریرة العراق مع معاویة عام الجماعة جاء الی مسجد الکوفة فلما رای کثرة من استقبله من الناس جثا علی رکبتیه ثم قال یا اهل العراق اتزعمون انی اکذب علی الله وعلی رسوله واحرق نفسی بالنار والله لقد سمعت رسول الله یقول ان لکل نبی حرما وان حرمی بالمدینة ما بین عیر الی ثور فمن احدث فیها حدثا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین واشهد بالله ان علیا احدث فیها فلما بلغ ذلک معاویة اجازه واکرمه وولاه امارة المدینة۔

اعمش سے روایت ہے کہ جب ابوہریرہ معاویہ کے ہمراہ عراق آیا اسی سال جسمیں سنیت کی بنیو پڑی اور جو عام جماعت کہا جاتا تھا تو مسجد کوفہ میں آیا بہت کثرت سے لوگوں نے اسکا استقبال کیا جب اس نے اس کثرت کا مشاہدہ کیا تو گھٹنوں کے بل کھڑا ہو اور کہنے لگا اہل عراق کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں رسول اور خدا پر جھوٹی تہمت لگاتا ہوں اور اپنے کو جہنم کی آگ سے جلاؤں گا، خدا کی قسم میں نے رسول کو کہتے سنا کہ عیر اور ثور کے درمیان ہر نبی کا ایک حرم ہے اور میرا حرم مدینہ میں ہے جو مقام عیر سے لیکر مقام ثور تک ہے جس نے اس مقام مقدس میں کوئی بدعت کی یا نئی بات کی اسپر خدا، ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب نے ایسا کیا ہے حرم رسول میں (معاذ اللہ) جب یہ خبر معاویہ کو پہونچی تو ابوہریرہ کا اکرام اس نے کیا اور اسکو مدینہ کا والی بنادیا، تاکہ لعنت مکتہ رضا ہو اس کی طرف منتقت ہو جائے۔

افسوس ہے کہ مدیر النجم اور اسکے علما یزید جیسے لوگوں پر لعنت بھیجتے ہوئے تاویلات رکیکہ کی سپر ہاتھوں میں لیتے ہیں اور خود لعنت کے بنو امیہ کو مستحق لعنت سمجھتے ہیں مگر آجتک ان مدعیان اسلام نے ابوہریرہ معاویہ اور اسکے اتباع کے متعلق ایک لفظ بھی نہ لکھا بلکہ یہی راوی یعنی ابوہریرہ جو امیر المومنین نفس رسول کو ناسزا کہتا ہے" وسیعلم الذین ظلموا " ثقات میں شمار کیا جاتا ہے اور اسکا ثقہ ہونا محض اسلئے ہے کہ مبغض رسول و خاندان رسول تھا جیسا کہ بخاری کی رواۃ اکثر ایسے ہی ہیں۔ اچھا تو اس نے اسکے عوض میں پایا کیا وہی دنیا کے چند کھوٹے درہم یعنی "مدینہ کی امارت" یہ ہیں وہ لوگ جو آخرت کو بیچ ڈالتے ہیں۔

امیر المومنین کے متعلق معتزلی کی رائے

اما قول ابی هریرة ان علیا احدث فی المدینة فحاش لله کان علی اتقی لله من ذلک والله لقد نصر عثمان نصرا لو کان المحصور جعفر

ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ علی نے مدینہ میں حدث کیا پناہ بخدا امیر المومنین سا متقی بھرے جہان میں نہ تھا آپکی ذات ایسی کمینہ حرکت سے بہت بالا تھی بخدا علی نے عثمان کی مدد دشمن کی ایسی مدد کی کہ

ابي طالب لم يبذل له الا مثله وابو هريرة
مدخول عند شيوخنا غير مرضي الرواية
ضربه عمر بالدرة وقال قد اكثرت بالرواية
واحرى بك ان تكون كاذبا على رسول الله
وروى سفيان الثوري عن منصور عن
ابراهيم التيمي قال كانوا لا ياخذون عن
ابي هريرة الا ما كان من ذكر جنة ونار۔

علی کے بیان جو مشہور ہوتے تو شاید اسکی بھی کچھ اصل
معلوم ہو سکتی مگر یہ کہ ابوہریرہ شخص مدخول ہے ہمارے شیوخ کے
نزدیک مقدوح ہے اور اسکی روایت قابل قبول نہیں ہے وہ
شخص ہے جسکو حضرت عمر نے کوڑے سے مارا تھا اور کہا تھا
کہ تم نے رسول کی طرف بکثرت روایات منسوب کی ہیں لہذا
تم کاذب ہونے کے سزاوار ہو۔ ابراہیم تیمی سے بسلسلہ مذکور
روایت ہے کہ لوگ ابوہریرہ سے کوئی حدیث اخذ نہیں کرتے تھے
مگر وہ جو جنت و نار کے متعلق ہو۔

وروى عن علي عليه السلام انه قال الا ان
اكذب الاحياء على رسول الله ابو هريرة
الدوسي وقال ابو حنيفة والصحابة
كلهم عدول ما عدا رجالا وعد منهم
ابا هريرة وانس بن مالك۔

امیر المومنین فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ دروغ گو رسول اللہ
اوپر الزام لگانے والا ابوہریرہ دوسی ہے اور امام ابو حنیفہ
کہتے تھے کہ صحابہ کل کے کل عادل ہیں سوا انس
بن مالک اور ابوہریرہ وغیرہ کے۔

وروى سفيان الثوري ان ابا هريرة لما
قدم الكوفة مع معاوية كان يجلس بالعشيات
بباب كندة ويجلس الناس اليه فجاء شاب
من الكوفة فجلس اليه فقال يا ابا هريرة
انشدك الله اسمعت من رسول الله
يقول لعلي بن ابي طالب اللهم وال من والاه وعاد من
عاداه فقال اللهم نعم قال فاشهد بالله لقد
واليت عدوه وعاديت وليه ثم قام عنه

سفیان ثوری سے روایت ہے کہ جب ابوہریرہ معاویہ کے ساتھ
کوفہ میں آیا تو شام کو باب کندہ پر بیٹھا کرتا تھا اور لوگ اسکے
پاس آ کے بیٹھتے تھے ایک روز ایک جوان آیا اور ابوہریرہ کے پاس
بیٹھ گیا اور کہا ابوہریرہ میں خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے بتا کہ تو نے رسول
سے سنا ہے کہ نہیں کہ اے خدا تو اسکو دوست رکھ جو علی کو دوست
رکھے اور اسکو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے ابوہریرہ نے کہا ہاں جوان نے
کہا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے دشمن خدا کو دوست رکھا اور
محب خدا کو دشمن رکھا یہ کہکے وہ اٹھ گیا۔

مغیرہ کی عداوت اور اسکا سبب

وكان المغيرة بن شعبة يلعن علياً لعناً صريحاً على منابر الكوفة وكان بلغه عن علي في ايام عمر انه قال لئن رايت المغيرة لارجمنه بجنادله يعني واقعة الزنا بالمراة التي شهد عليه فيها ابو بكرة ونكل زياد عن الشهادة فكان يبغضه لذلك ولغيره من احوال اجتمعت في نفسه قال وقد تظاهرت الرواية عن عروة الزبير انه كان ياخذه الزمع عند ذكر علي فيسبه ويضرب باحدى يديه على الاخرى ـ

مغیرہ بن شعبہ امیر المومنین پر صریحی سب و شتم برملا کرتا تھا، اسکو عمر کے زمانہ میں خبر پہونچی تھی کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ اگر میں مغیرہ کو پاؤں تو اسکو رجم کر دوں کیونکہ اس نے زنا کی تھی اور اسپر ابو بکرہ نے گواہی دی تھی اور زیاد نے کتم شہادت کیا تھا، لہذا مغیرہ اسی وجہ سے آپکا دشمن تھا اس سبب سے بھی اور دیگر اسباب بھی تھے اور اس بارے میں روایات بکثرت ہیں کہ مغیرہ جب آپکا نام سنتا تھا تو غصے سے کانپتا تھا اور آپکو گالیاں دیتا تھا اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر اس بغض کا مظاہرہ کرتا تھا جو اسکو آپ سے تھا۔

حریز بن عثمان کا بغض اور بغض علی کا نتیجہ

كان يبغضه وينتقصه ويروي فيه اخباراً مكذوبة وقد روى المحدثون ان حريزاً روي في المنام بعد موته فقيل له ما فعل الله بك قال كاد يغفر لي لولا بغض علي ـ حدثنا حريز بن عثمان وكان من موالي بني امية وكان من خلف ... سنة وحج غير حجة واتفق ... [illegible] قال حضرت حريز بن عثمان فذكر علي بن ابي طالب فقال ذاك الذي ... [illegible] ـ

حریز بن عثمان علی ابن ابی طالب کا دشمن تھا اور آپکی منقصت کرتا تھا اور آپکے متعلق جھوٹی خبریں اور جھوٹی روایات گڑھتا تھا محدثین نے یہی لکھا ہے کہ حریز کے مرنے کے بعد خواب میں اس سے سوال کیا گیا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا، جواب دیا کہ اگر علی کا بغض نہ ہوتا تو بخش دیتا۔ حریز بن عثمان سلسلہ طویل روایت ہے اور بنی امیہ کا غلام تھا اور جس نے ... [illegible]

بنارس کے حاذق حکیم

عالیجناب تقدس مآب حاج الحرمین الشریفین رئیس الحکما حضرت مولانا عرشی دام ظلہ العالی کی خاص ایجاد

"کمونی"

اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا

جگر کی کامل اصلاح کرنیوالی ورم طحال کو جڑ سے کھود دینے والی ریح البواسیر کی بیخ و بن سے برباد کرنیوالی دستوں کو آہستہ آہستہ کھونیوالی اور روکنے والی بھوک بڑھا کر خواہش کے ساتھ پوری غذا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی۔ نفخ بادگولہ۔ درد شکم قراقر وغیرہ کو چٹکیوں میں ہوا کر دینیوالی ثقیل سے ثقیل غذا کو ہضم کر دینے والی بچکی اور ستی کو بالخاصہ روکنے والی معدہ کی تمام شکایتیں دور کر کے قوت ہاضمہ کو بڑھانیوالی ہضم صحیح کے ساتھ خون صالح پیدا کر کے مادۂ تولید تناسل میں اچھا خاصہ اضافہ کرنیوالی گردوں میں خاص حرارت پیدا کر کے طاقت مردانگی کو ابھارنے والی عورتوں کے ایام کی بے قاعدگی کو ٹھیک کر کے باقاعدہ لانے والی ہر مزاج ہر عمر والے آدمی کو موافق آنیوالی بچوں لڑکوں جوانوں بوڑھوں مردوں اور عورتوں کی تندرستی قائم رکھنے والی اکیلی اور کامیاب دوا ہے جو اپنے اکسیری کرشموں اور عجائب تاثیرات کی وجہ سے ہر کنبہ والے گھر میں رائج اور طبقۂ ذکور و اناث میں پورا پورا اثر جماتی رہی ہے جوش مزہ ایسی ہے کہ بچے تک شوق سے مانگ مانگ کر کھاتے ہیں۔ عورتیں تندرستی کی پوڑیہ کہنے لگی ہیں۔

مرد سفر میں حضر میں حرز جان بنا کر ساتھ رکھنے لگے ہیں۔ اطبا مریضوں کو ہدایت کرنے لگے ہیں کہ کمونی کا استعمال کرو شہروں میں الگ شہرہ ہے دیہاتوں کے ہمت والے خاندانی فیاض زمیندار درجنوں منگا کر غریبوں کو مفت بانٹتے ہیں اگر آپ کا بھی دل چاہے تو امتحاناً ہی سہی منگایئے اور آزمایئے اور زندگی کا لطف اٹھایئے قیمت فی شیشی چار آنہ محصول کے علاوہ مقرر ہے چونکہ ایک سے چار شیشیوں کے مصارف ڈاک یکساں پڑتے ہیں اس لیئے ۴ر سے کم منگانے میں آپ کا خسارہ ہے۔

ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیئے

جناب اڈیٹر صاحب رسالہ الحافظ لاہور نمبر ۲ جلد ۱ میں ارقام فرماتے ہیں "سفوف کمونی اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حاذق مولانا عرشی صاحب دام ظلہ جو جگر کی خرابی، ورم طحال، بواسیر، قبض، نفخ اور بادگولہ وغیرہ امراض کیلیے حکمی علاج ہے شمس العلماء سرکار علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد العصر دام برکاتہ نے اس سفوف کو استعمال کیا اور مفید پایا اور خاکسار مدیر نے بھی استعمال کیا اور سریع التاثیر پایا ہر گھر میں اسکی ایک شیشی موجود رہنی چاہیے" تاکہ بوقت ضرورت کارآمد ہو سکے ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

نقل تحریر سرکار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد پنجاب دام ظلہ العالی
میں نے کمونی خود استعمال کیا نہایت مفید پایا بہت ہی سریع الاثر اور بے ضرر ہے
(حائری)

یہ سفوف واقعاً ہضم طعام اور کمزوری معدہ نفخ و قراقر وغیرہ سے لیے میں نے و نیز میرے دیگر احباب نے مفید پایا گو قیمت میں کم ہے مگر نفع میں زائد ہے
(مدیر سہیل یمن)

ملنے کا پتہ

ایف۔ اے۔ ہاشمی حفیظ گنج بنارس سٹی

باہتمام محمد جواد نظامی پرنٹر یمن و کٹوریہ اسٹیم پریس لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی اڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شایع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنؤ طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا۔
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی
(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ر کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۲ر اور ششماہی ۱ر رہیگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام ابو البراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہوگا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ر کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
(۱۰) خریدارون سے غرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جواب طلب امور کیلیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے
(۱۲) مضامین موصولہ ضروریا الضرور طبع ہونیکے ہم ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض ومقاصد سہیل یمن

۱- ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲- معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع
۳- حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر-
۴- علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵- حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلیے	للعہ	؎ر	عہ ر
چھہ ماہ کیلیے	عہ	عہ	معہ ر
تین ماہ کیلیے	عہ ر	سے ر	للعہ ر
ایک ماہ کیلیے	صہ ر	سے ر	۶ر

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجائش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اجرت بہرحال پیشگی آنا چاہیے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ



یہ رسالہ محض اظہار حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جسکا نتیجہ حفظ مذہب ہے

کسی کی توہین مقصود نہیں مگر کسی امر سے دل آزاری کا خیال ہو تو [illegible]

سہیل یمن

جلد ۳ — جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء — نمبر [illegible]

فہرست مضامین

باب الاستفسارات

ایک صاحب نے ... ستمبر ... کو ... چند استفسارات بھیجے ہیں۔ مجھے خواہش تھی کہ
پرچہ میں ... ہر ہر سوال کے جواب دوں، تاہم ... ضرورت سائل کی مراد دل ہر لحاظ سے پوری
نہیں کر سکتا۔ ایک عدیم الفرصتی جو مجھے لکھنے سے مانع تھی لہذا جواب نہ دلیکا، جو کچھ لکھا جاسکا ہرگز ممکن نہ تھا
بھی چند قسطوں میں ختم ہو لہذا ایک ہی رسالہ میں جواب کی امید نہ رکھی جائے گو کہ یہ بارہا کا فرسودہ مضمون ہے
اطلب ... میں گنجائش سوال نہیں گو پھر بھی لکھنا ضروری ہے۔

سوال اول: کیا اعتقاد ہے حضرات شیعہ کا اس قرآن مروج کے بارے میں کہ آیا یہ قرآن منزل من اللہ بلا کم و کاست ہے؟

جواب اول: حضرات شیعہ کا اعتقاد یہی ہے کہ اسوقت جو کچھ مابین الدفتین ہے وہ منزل من اللہ ہے
رہ گیا یہ امر کہ بلا کم و کاست ہے اسمیں شیعہ و علمائے اہلسنت دونوں اس امر کے قائل ہیں کہ بہت سی آیتیں
اسمیں لکھی سوائے جو دیگر مصاحف میں تھے اسوقت موجود نہیں جیسا کہ تفاسیر اہلسنت کے دیکھنے سے پتہ چلتا
ہے۔ لہذا بلا کم و کاست کا سوال ایک بہت طویل جواب چاہتا ہے اور مجھے ابھی بہت کچھ لکھنا ہے اسلئے اختصار
سے کام لیتا ہوا آگے بڑھتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ حضرات شیعہ ہی صرف اس امر کے قائل نہیں بلکہ زمانے مذہب
اہل سنت کا بھی یہی مذہب تھا۔

جو لوگ قرآن میں کمی کے قائل ہیں انکے نام

(اہلسنت قائل تحریف کو کافر جانتے ہیں)

(۱) حضرت عمر اسکے گواہ ہیں کہ قرآن میں آیہ رجم موجود تھا مگر چونکہ آپ کی اکیلی گواہی تھی لہذا
آپ قرآن میں نہ لکھوا سکے ... قرآن کا [illegible] چھوڑنا مناسب سمجھا ... نہیں کہا جاسکتا کہ آیت رجم منسوخ
تھی ... نہیں لکھوائی ... اسی لئے قائل ہیں کہ یہ قرآنی آیت ضرور ہے لیکن اس خدشہ سے کہیں لوگ یہ
نہ کہیں کہ عمر کتاب خدا میں زیادتی کرتا ہے میں اسکو ترک کرتا ہوں، چونکہ آپ کی گواہی اکیلے میں تنہا تھی
[illegible] کافی نہ سمجھی گئی، مگر حدیث ... میں ... حضرت عمر کی گواہی کافی سمجھی گئی، انکے [illegible] قول [illegible]

دیکھیے صحیح بخاری، محاضرات راغب، اتقان سیوطی، مسند امام احمد بن حنبل، مجمع البحار گجراتی، فتح الباری

وغیرہ وغیرہ ۔

(۲) بی بی عائشہ :۔ فرماتی ہیں کہ سورہ احزاب میں رسول کے وقت میں دو سو آیتیں تھیں یہ بھی فرماتی ہیں کہ

آیت رجم و رضاع کبیر میرے تخت کے نیچے لکھی تھی جس کو بکری کھا گئی (محاضرات راغب اصفہانی)

(۳) عبداللہ بن عمر :۔ اس بات کے قائل تھے کہ یہ قرآن پورا قرآن نہیں (دیکھو درمنثور سیوطی) ۔

(۴) ابی بن کعب :۔ اس بات کے قائل تھے کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر تھا (اتقان سیوطی)

(۵) عکرمہ :۔ کہتے تھے کہ سورہ احزاب بہت بڑا سورہ تھا مگر اب نہیں (درمنثور سیوطی و اتقان)

معلوم ہوا کہ عہد نبوی والا قرآن اور تھا اور وہ قرآن جس پر حضرت ابوبکر وغیرہ عامل تھے وہ بھی نہ تھا جو مصحف

عثمانی کہا جاتا ہے ۔

(۶) ابو موسیٰ اشعری :۔ ہم ایک طویل سورہ قرآن میں پڑھا کرتے تھے مگر اب وہ نہیں اس میں کی ہیں

چند آیتیں یاد رہ گئی ہیں، (مستدرک حاکم)

(۷) مالک :۔ کہتے تھے کہ جب سورہ برات کا اول حصہ حذف کیا گیا تو اسکے ساتھ ہی ساتھ بسم اللہ بھی

حذف ہوا ۔ (اتقان)

(۸) حذیفہ :۔ کہتے تھے کہ سورہ برات اب چوتھائی بھی نہیں جو زمان رسول میں تھا ۔ (مستدرک) اسی

سورہ میں منافقین اصحاب کی مذمتیں تھیں اور اس سورہ نے کسی کو بھی نہ چھوڑا تھا حضرت عمر اسکو خوب جانتے

تھے اور کہتے تھے، اسی لئے اسکا نام سورہ فاضحہ تھا ۔

(۹) زید بن ارقم :۔ عہد نبی میں جو قرآن تھا اسمیں پڑھا کرتے تھے لو کان لابن آدم وادیان

[illegible] اب یہ آیت ہم کو نہیں ملتی ۔

(۱۰) جابر بن عبداللہ :۔ کہتے تھے کہ وہ قرآن جو رسول کے عہد میں تھا اسمیں ہم آیت رجم پڑھتے تھے

مگر اب نہیں بکری کھا گئی ہوگی ۔ (اتقان سیوطی)

(۱۱) ابی بن کعب :۔ کہتے تھے کہ متعدد آیتیں اب اس قرآن میں نہیں جو ہم عہد رسالت میں پڑھا کرتے تھے (اتقان)

ابن عباس بھی ان کمیوں کے قائل تھے۔

حضرت عمر نے عبدالرحمن سے پوچھا کہ اب وہ آیت ان جاھدوا کما جاھدنا اول مرۃ قرآن میں نہیں کہاں
گیا، کہا گئی جہاں سے اور قرآن کی آیتیں حذف کر دی گئیں۔ جمع الجوامع۔ کنز العمال۔

(۱۲) زید بن ثابت :۔ اس امر کے قائل تھے کہ قرآن میں آیہ لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم موجود تھا مگر
اب نہیں۔ (در منثور سیوطی)

(۱۳) ابی یونس مولی عائشہ :۔ کہتے تھے کہ مجھ سے عائشہ نے اپنے لئے ایک قرآن لکھوایا تھا اور یہی آیت
لکھوائی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر اور فرمایا کہ رسول یوں ہی پڑھتے تھے۔
مگر یہ قرآن میں کہاں (در منثور، صحیح مسلم، فتح الباری، موطا)

(۱۴) ابن مسعود :۔ انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین پڑھتے تھے جواب قرآن میں اس طرح نہیں۔

یہ مختصر سی ایک طویل فہرست ہے جس کا سلسلہ ایک ضخیم رسالہ چاہتا ہے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں، اس سے معلوم
ہو گیا ہوگا کہ "کم و کاست" کا لفظ اس کے متعلق کوئی فرقہ نہیں استعمال کر سکتا اور اگر استعمال کرے تو غلط محض اور
کذب صریح کے سب کچھ ہوگا۔

سوال دوم :۔ "اس کو تمسک کرنے کیلئے وصیت کی پیغمبر خدا نے" جواب دوم۔ ان رسالتمآب نے ہمیں قرآن سے
متمسک ہونیکا حکم دیا ہے چنانچہ جسقدر بھی ما بین الدفتین ہے وہ قرآن ہے اور بحمد اللہ ہم اس سے متمسک ہیں جو کچھ
ہم تک نہیں پہونچ سکا کیونکہ وجہ سے کہیں نہ ہو اس کی تکلیف نہ ہم پر ہے نہ ہو سکتی ہے۔

سوال سوم :۔ "اسکو امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے جمع کیا تھا اور اپنے دستخط خاص سے لکھا تھا"

جواب سوم :۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل تشیع قرآن میں زیادتی کے قائل نہیں اور کمی کی صورت میں ہم اور آپ سب
ہمنوا ہیں لہذا اگر قرآن میں سے کچھ کم ہو تو باقی حصہ قرآن ہی رہیگا اس تمہید کے بعد ہے کہ جو امیر المومنین نے قرآن
جمع کیا تھا وہ من حیث المجموع مکمل تھا من حیث الآیات مکمل تھا من حیث الترتیب مکمل تھا۔ اسی لئے بھی جبکہ
قرآن مجید کے لینے کا حکم اولی کس سے تھا وہ اہلبیت طاہرین تھے چنانچہ اس حدیث میں انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی کا اشارہ تھا [illegible]

اللہ قال استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفہ و ابی بن کعب و معاذ بن جبل " چار شخصوں سے قرآن حاصل کرو وہ چار شخص یہ ہیں عبد اللہ بن مسعود سالم مولی ابی حذیفہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل " مشکوۃ ص ۵۶۶

دوسری بات یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جن لوگوں سے حضرت عثمان نے قرآن لیا وہ ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا بلکہ برخلاف اسکے ابن مسعود پر جو مظالم قرآن کے متعلق ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔

اب رہ گیا امیر المومنین کا قرآن کون تھا وہ وہ تھا جس کے متعلق میں نے اوپر لکھا وہ وہ تھا کہ جس کو آپ نے ابو بکر کے سامنے پیش کیا اور وہ مردود قرار دیا گیا جیسا کہ تاریخ یعقوبی میں مندرج ہے۔

اچھا یہ بھی اور دیکھئے کہ مصحف کے جمع کرنے والے حسب ذیل حضرات تھے اور انھیں حضرات کی طرف قرآن منسوب تھا

(۱) مصحف علی بن ابیطالب (۲) مصحف ابن مسعود (۳) مصحف ابی بن کعب - زید بن ثابت -

و علی احد من جمع القرآن و عرضہ علی رسول اللہ و عرض علیہ - ابو الاسود الدئلی و ابو عبد الرحمن السلمی و عبد الرحمن بن ابی لیلی (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۸۵) امیر المومنین نے قرآن جمع کیا اور رسول سے اسکی قرات کی تصحیح کی اور ابو الاسود دئلی ابو عبد الرحمن سلمی ابو عبد الرحمن بن ابی لیلی نے امیر المومنین سے تصحیح کی۔

اس کے بعد اس حدیث پر بھی نظر رہے کہ علی مع القرآن والقرآن مع علی (دیکھو جامع الصغیر و ینابیع المودۃ) اور اب اتنا پوچھنے دیجیے کہ یہ قرآن جس کا پتہ چلتا ہے اور جو علی کا قرآن کہا جاتا ہے کیا کسی عہد میں اس سے مقابلہ کیا گیا اور کیا اسکی ترتیب پر عمل کیا گیا کاش اگر اہل بیت سے قرآن لینے میں کوئی وجہ مانع تھی تو ان لوگوں سے لیا ہوتا جو امیر المومنین سے صحت قرآن کر چکے تھے مگر ایسا کسی ایک نے بھی نہ کیا آخر اسکی کیا علت تھی کبھی اس پر غور کیجیے گا تو تحریف کا معمہ خود بخود حل ہو جائیگا۔

قرآنوں کا اختلاف

اول مصحف امیر المومنین سورہ اقرا تھا پھر سورہ مدثر پھر مزمل پھر تبت پھر تکویر وغیرہ وغیرہ اول مصحف ابن مسعود سورہ بقرہ تھا پھر سورہ نساء پھر آل عمران اور یہی مصحف ابی بن کعب،

ابن مسعود کے مصحف میں معوذتین نہ تھے اور آخر میں سورہ حفد و خلع تھا تھا جس کا کہیں پتہ نہیں اور سورہ فیل و قریش ایک سورۃ تھا جو کہ موجودہ حالت میں دو سورے ہیں۔ (اتقان سیوطی ص ۹۷ و ۹۸) - ان اقوال سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین کا وہ قرآن تھا جو رسول کے سامنے پیش کیا جا چکا تھا اور اسکی ترتیب وہ تھی جو نزول کی تھی۔ مگر اسکے یہ معنی تو نہیں کہ موجودہ قرآن قرآن ہی نہیں نہ اسکا کوئی قائل ہے۔ "باقی آئندہ"

اہل سنت کے مذہب کی بنا مخالفت اہلبیت پر ہے

"بسلسلہ اشاعت گذشتہ"

قال محفوظ قلت ليحيى بن صالح الوحاظي قد رويت عن مشائخ من نظراء حريز فما بالك لم تحمل عن حريز قال لاني اتيته فناولني كتابا فاذا فيه عن فلان عن فلان ان النبي لما حضرته الوفاة اوصى ان تقطع يد علي بن ابي طالب فرددت الكتاب ولم استحل ان اكتب عنه شيئا۔

محفوظ نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن صالح سے پوچھا کہ آپ نے حریز کے ہمعصروں سے روایتیں لی ہیں یہ کیا بات ہے کہ خود حریز سے آپ نے کوئی روایت نہیں لی جواب دیا کہ میں ایک دن گیا تھا اس نے مجھے ایک کتاب دی میں نے جو اسکو دیکھا تو اسمیں یہ لکھا تھا کہ فلاں نے فلاں سے روایت کی ہے کہ جب وقت وفات رسول آیا تو رسول نے وصیت کی کہ امیر المومنین کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں یہ دیکھ کر میں نے وہ کتاب واپس کردی اور اس سے کچھ نقل کرنا یا لینا میں نے حلال نہ سمجھا۔

قال ابو بكر حدثني ابو جعفر قال حدثني ابراهيم قال حدثني محمد بن عاصم قال قال حريز بن عثمان انتم يا اهل العراق تحبون علي ابن ابي طالب ونحن نبغضه قالوا لم قال لانه قتل اجدادي۔

محمد بن عاصم سے بسلسلہ مذکور روایت ہے کہ حریز نے کہا کہ اے اہل عراق تم علی سے محبت کرتے ہو اور ہم لوگ علی سے عداوت کرتے ہیں ان لوگوں نے پوچھا آخر کیوں؟ کہا اس لئے کہ انہوں نے ہمارے اجداد کو قتل کیا۔

اب حضور نجم سے یہ پوچھنا ہے کہ لعنت کے متعلق جو جناب نے ابحاث لکھے ہیں اور سیدھا بنایا ہے کہ مذہب اہل تشیع میں لعنت کرنے کا اصطلاح ہو جانا ایسا مذہب کس کام کا اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ

دشنام بہ مذہبی کہ جائز باشد ※ مذہب معلوم و قدر مذہب معلوم

یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ لعنت کرسکتا ہے یا رسول تو کیا ان لوگوں کیلئے جو مبغضین اہلبیت ہیں کچھ قابل لعنت گردانی کرنے کے مستحق ہیں لعنا فلاں کیا تو ایسے لوگوں کیلئے جناب کی کیا رائے ہے؟ یہ لوگ تو آپ کے پیر و مرشد ہیں۔ یہ کہنا ہے کہ تمہارے کی کتاب کس منہ کہو گے "نحو دیم فلاں" یاد رہے کہ نہیں۔

جناب صاحب سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ در حقیقت یہ لوگ جو صحابہ کے ماننے والے ہیں وہ دشمنان اہلبیت کا لقب بھی

ہونگے جانتے ہیں انکے دلوں میں نہ اسلام کی کوئی وقعت تھی نہ بانی اسلام کی اور نہ اس شخص کی جس نے اپنی کاوشوں سے اسلام کی مدد کی اور اسمیں روح تازہ پھونکی بلکہ ان کا مقصد محض دولت تھی اور انکا بھی یہی پیشہ تھا انکا خیر و دنیا کے مقابلہ میں دین کی کوئی قدر نہ سمجھتے تھے بلکہ سب سے جلب منفعت کو اپنا نصب العین قرار دئے ہوئے تھا جس کا لازمی نتیجہ بیع دین تھا اور وہ بھی خوشنودی امیر کیلئے ۔

یہی وہ گروہ ہے جس کے عیوب کے چھپانے کیلئے النجم اور اسکے اتباع ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، یہی وہ گروہ ہے جسکے مظالم کے پوشیدہ کرنے کیلئے امیوں کے اسلاف نے اپنا حق نمک ادا کیا اور اب مثوائے ظلمت خانہ کی رنگین آغوش میں اسکا نتیجہ دیکھ رہے ہونگے، یہی وہ جماعت ہے جس نے صرف ایسے دنیا پرستوں کیلئے اہلبیت کو چھوڑا رسول کو چھوڑا خدا کو چھوڑا قرآن کی مخالفت کی مسائل جبر و اختیار گوارا کئے خدا سے نفی صفات کی انبیا کو غیر معصوم قرار دیا انکی ہتک کی انبیا کو معاذ اللہ کافر کہا، یہ سب کیوں ہوا صرف اسلئے کہ حضرات صحابہ کے عیوب بیک نظر آنے لگیں اور دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس عیب سے بھی مخصوص نہیں انبیا بھی معاذ اللہ اسکے حصہ دار ہیں کہاں تک تفصیل کی جائے مولوی بشیر صاحب کے رسالہ النجم ہی میں جہاں سے اور خرافات ہیں جنکا ذکر ہم کسی جگہ [illegible] کنندہ بھی کر چکے، وہاں یہ عبارت بھی صفحہ ۲۰ پر نظر آتی ہے۔

واہل تشیع نے صحابہ کو کافر مشرک مرتد منافق کہکر قرآن کو ناقابل وثوق ثابت کرنے میں

کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔؟

گویا اہل تشیع پر یہ بڑا قوی الزام ہے جو جناب خانہ النجم سے وارد کیا گیا ہے مگر خدا معلوم مدیر النجم اسوقت کیا کرینگے جب ہم یہ دکھائیں گے کہ صرف اہل تشیع ہی اس معاملہ میں منفرد نہیں بلکہ صحابہ کرام بھی اس میں شریک ہیں کیونکہ ان کے عیوب پوشیدہ نہ تھے اور عقل سے قوت تمیز گم تھی لہذا این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

خدا معلوم یہ کونسی منطق ہے کہ اگر ہم چند ایسے نفوس کو جن کا شرک و کفر دو کسی زمانہ میں کیوں نہ ہو محض علیحدہ غیر معتبر سمجھیں تو بقول النجم قرآن کا وثوق جاتا ہے، النجم کا یہ دعوی صرف اس لئے ہے کہ انہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا انکی جمع کی ہوئی چیز کیا اختیار کیا ۔

ہم پس اس ناجی کا کہیں ٹھکانا ہے یہ تو ویسے ہی ہے جیسے کسی کافر مطبع میں قرآن طبع ہو اور ہم سے کہا جائے

کہ اس قرآن کو معتبر نہ سمجھنا کیونکہ کافر کا قدم درمیان ہے، مدیر النجم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سونا کسی بیرونی ملاوٹ یا منافق کے چھونے سے اپنی اصلیت کو نہیں چھوڑتا بلکہ وہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا۔

اسکے علاوہ آپ خود خیال کیجیے کہ ایسے صحابیوں کو وفات رسول تک بھی نہ معلوم ہو سکا کہ قرآن میں کون کون سی آیتیں ہیں اور کون کون سی آیتیں نہیں وہ بعد کے زمانے میں کیونکر اپنا اعتقاد قرآن کے متعلق دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں میں ایک مثال دیتا ہوں آپ اس سے سمجھیں یا سمجھنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ کا انتقال ہو گیا دنیا نے اسکا یقین کیا مگر بیہودے رائے رکھنے والے یہ سمجھے کہ رسول کا انتقال نہیں ہوا بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح چالیس دن کیلئے غائب ہو گئے ہیں اور اس بیہودی عقل میں یہ نہ آیا کہ موسیٰ کی روح نہیں گئی تھی بلکہ وہ جسم سمیت گئے تھے اور یہاں جسم مطہر موجود تھا اور خصوصیات روح غائب۔ اچھا پھر کیا ہوا حضرت ابوبکر آئے اور عمر صاحب کو کمال کرامت سے بہکا کر کے بیعت کو تقویت پہونچائی اسکے متعلق مورخ ابن جریر طبری صفحہ ۱۹۹ جلد سوم مطبوعہ مصر میں یہ عبارت لکھتا ہے:۔

ثم اقبل ابو بکر الی المنبر فوجد عمر بن الخطاب	پھر ابوبکر منبر کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ حضرت عمر کھڑے ہوئے
قائما یوعد الناس ویقول ان رسول اللہ صلی اللہ	لوگوں کو دھمکا رہے ہیں کہ خبردار کوئی یہ نہ کہے کہ رسول کا
علیہ وسلم حی لم یمت ... قال فتکلم	انتقال ہو گیا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول زندہ ہیں انتقال
ابو بکر وقال انصت قال فابی عمر ان ینصت فتکلم	نہیں فرمایا یہ سنکر ابوبکر نے عمر سے کہا ذرا میری سنو مگر عمر نے تعمیل
ابو بکر وقال ان اللہ تعالی قال لنبیہ	حکم ابوبکر نہیں کی اور اپنی لگی رہی پس ابوبکر نے قرآن کی
صلی اللہ علیہ وسلم انک میت وانہم میتون	آیت پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول تم بھی مرو گے اور
ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون	وہ لوگ بھی مریں گے۔ پھر کہا کہ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول جیسا
وقال وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ	اور رسول گزر گئے کیا اگر وہ مر جائے یا قتل ہو جائے تو تم
الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم	پچھلے پاؤں پلٹو گے۔ اسکو سنکر اصحاب رسول نے تعجب کیا کہ ان
فلکأن الناس من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم	آیت کا علم انہیں آج سے پہلے نہ تھا کہ یہ آیات قرآن میں ہیں یا نہیں
ما علموا ان ہذہ الآیۃ نزلت حتی قرأہا ابو بکر	واس وقت اصحابی خلیفہ ثانی بھی شریک تھے۔

اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ جن لوگوں کو اس وقت جب رسول کا سلسلۂ حیات قطع ہوا تھا قرآن سے اتنی غفلت تھی کہ وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ یہ آیتیں قرآن میں ہیں یا نہیں وہ لوگ قرآن کی توثیق کی کیا ذمہ داری کرسکتے ہیں ان کا علم بھی ایسا نہ تھا جس پر اعتماد کیا جائے اگر کوئی حدیث رسول پیش کرتا اور کہتا کہ یہ قرآن کی آیت ہے تو انھیں اسکے داخل کرنے میں بھی کوئی عذر نہ ہوتا چنانچہ حضرت عمر حدیث کو بھی قرآن کی آیت سمجھتے تھے جیسا کہ تاریخ میں اسکا تذکرہ ہے اور ہم انشاء اللہ کسی وقت اسکا ذکر بالتفصیل کریں گے ۔

اب رہ گیا یہ امر کہ ہم اسکو کیوں قرآن سمجھتے ہیں اور کیوں اس پر اعتبار کرتے ہیں وہ اسلئے کہ اسکی توثیق ہمارے ائمہ نے کی اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کیونکہ توثیق اس نے کردی جو معصوم تھا جو پروردۂ آغوش رسول تھا، نفس رسول تھا جس کے گھر میں قرآن آیا جس کا دعویٰ تھا کہ قرآن کی ہر ہر آیت کو وہ جانتا ہے کہاں کہاں نازل ہوئی کیونکر نازل ہوئی بحر میں نازل ہوئی یا بر میں زمین نرم پر اتری یا سخت پر مدینہ میں اتری کہ مکہ میں، وہ جو قرآن سے توام تھا، وہ جو قرآن کا محافظ تھا، وہ جس نے قرآن جمع کیا اور عہد اول میں اونٹ پر بار کرکے لا کر پیش کیا تاریخ یعقوبی میں ہے، لہذا اب ہمیں اسکی توثیق میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا ان صفات میں سے صرف ایک صفت کافی تھی چہ جائیکہ اتنی جن کا ذکر ہوا اب تم اپنی کہو جہاں جہالت خیمہ نصب کئے ہوئے ہے اور تاریکی کے سوا نور کا نام نہیں سوجھے تو کیا خاک ؟

خیر میں موضوع بحث سے دور نکل گیا کہنا یہ ہے کہ اصحاب کو ہم نے کافر و فاسق و مرتد نہیں بنایا بلکہ وہ خود ایسے تھے اگر ایسے نہ ہوتے تو دوست دشمن ہم زبان نظر نہ آتے خیر ہم تو دشمن کہے جاتے ہیں لہذا یہ الزام اتہام اور عیب تعصب کی شکل میں نظر آتا ہے، اب ذرا دوستوں کی حالتیں ملاحظہ ہو دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں :-

اصحاب رسول کی آوازیں | جب حضرت عثمان کے قتل کیلئے اصحاب نبی جمع ہوئے تو ان کی آوازیں یہ تھیں جو برابر آرہی تھیں ۔ اقتلوا الیھودی اقتلوا عثمان اس یہودی کو قتل کر ڈالو، عثمان کو قتل کر ڈالو، سیرۃ الحمدیہ صفحہ ۵

ام المومنین کی آواز | نہایہ ابن اثیر باب النون مع العین میں لفظ نعثل کے بیان میں یوں لکھا ہے۔

النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع و منہ حدیث نعثل، شیخ احمق کو کہتے ہیں اور اسی سے ہے حضرت عائشہ کی حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل اللہ نعثلا تعنی بہ عثمان۔ ہے کہ اس شیخ احمق، یعنی عثمان کو قتل کر ڈالو۔

عبادہ بن صامت عثمان وغیرہ کو فاسق جانتے تھے — ان عبادة بن صامت کان	عبادہ بن صامت شام میں تھے ایک روز انکے سامنے سے
بالشام فمر علیه قطار جمال تحمل خمرا فقیل انه	اونٹوں کی قطاریں گزریں جن پر شراب کی مشکیں لدی ہوئی
انها خمر تباع لمعویة فاخذ شفرة وقام الیها	تھیں ان سے کہا گیا کہ یہ شراب ہے اور معاویہ کے لئے بیچی جاتی ہے
فما ترك منها راویة الا شقها ثم ذكر لاهل	عبادہ ایک چھری لیکے اٹھے اور تمام مشکوں کو پھاڑ ڈالا اسکے
الشام سوء سیرة عثمان ومعویة فكتب معویة	بعد عثمان کی بد اخلاقیوں کا تذکرہ اور معاویہ کی نفریات کا ذکر
الی عثمان یشكوه وسال فتحا صاله الی المدینة فبعث	اہل شام سے کرنے لگے معاویہ نے ان کی شکایت عثمان کو لکھی
الیه فاستدعاه فلما دخل علیه قال مالك	عثمان نے عبادہ کو بلا بھیجا . وہ گئے تو ان سے کہا کہ عبادہ
یا عبادة تدعو علینا وتخرج من طاعتنا فقال عبادة	تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم بہت برا مان اور ہماری طاعت سے
سمعت رسول الله یقول لا طاعة لمطیع صلی الله علیه	خارج ہو عبادہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول سے سنا ہے .
تاریخ خمیس صفحہ ۲۶۹ }	وہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا عصیان اور گناہ کرتا ہو اسکی کوئی
	اطاعت نہیں ہے -

اس واقعہ سے چند باتوں کا پتہ چلا ایک تو یہ کہ باوجود معاویہ کی اسلامی بیخکنی کے کچھ لوگ دیندار و دین پرست موجود تھے جو معاویہ اور ان کے ہمخیال لوگوں کو نافرمان خدا سمجھتے تھے اگرچہ وہ کم ہی رہے ہوں۔

دوسرے یہ کہ اسلامی مقامات پر اسلامی گروہ میں اور اسلامی سلطنت میں شراب بنتی تھی اور بکتی تھی اور جن لوگوں کے ہاتھ میں عنان حکومت اسلام تھی وہ اسپر راضی تھے، تیسرے یہ کہ یہ لوگ جو امیر المومنین سمجھے جاتے ہیں ان کی برائیاں اور انکے اسلام کش اعمال ایسے برملا تھے کہ دین پرستان مذہب اسکو نہیں دیکھ سکتے تھے اور اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے تھے اور ایسوں کو فاسق جانتے تھے ۔

کیا مدیر النجم عبادہ بن صامت جن کی مدح میں رجال اہلسنت کی کتابیں تر زبان ہیں یہ کہیگا کہ یہ وہ شخص تھا جو صحابہ کو فاسق بنا کر قرآن کی توثیق میں خلل ڈالتا ہے اور دشمن قرآن ہے کیونکہ عبادہ بن صامت اسی کی فسق کی حدیث بیان کر رہا ہے جسکی بیاض غشائی ہے - عبادہ بن صامت کی جلالت قدر کسی طرح سے نہ ایک تو یہ کہ صحابی تھے دوسرے یہ کہ یہ بدریین میں سے تھے تیسرے یہ کہ ہر غزوہ میں شریک رہے چوتھے یہ کہ عہد رسول میں انھوں نے

قرآن جمع کیا تھا، خدا معلوم یہ کون سا قرآن تھا وہی جسکو حضرت عثمان نے جمع کرایا تھا کوئی اور، نہ معلوم مدیر النجم کا ایمان عبادہ بن صامت کے جمع کردہ قرآن پر بھی ہے یا نہیں اسکے متعلق توضیح فرمادیتے تو اچھا ہوتا۔ احباب عبادہ ابن صامت کے متعلق علمائے رجال کی رائیں بھی سن لیجئے تاکہ ان کی جلالت قدر میں کوئی خفا نہ رہ جائے۔

عبادہ بن الصامت بن قیس الانصاری الخزرجی ابوالولید المدنی احد النقباء بدری مشہور۔

عبادہ بن صامت بن قیس انصاری خزرجی ابوالولید مدنی نقباء میں کے ایک ہیں اور بدری ہیں۔

تقریب صفحہ ۹۶ —

عبادۃ بن الصامت...... شہد بدرا وقال ابن سعد کان احد النقباء بالعقبۃ واخی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم بینہ وبین ابی مرثد الغنوی وشہد المشاہد کلہا وفی الصحیحین عن الصنابحی عن عبادۃ قال انا من النقباء الذین بایعوا رسول اللّٰہ لیلۃ العقبۃ وروی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کثیرا روی عنہ ابو امامۃ وانس وابو ابی بن ام حرام وجابر وفضالۃ بن عبید من الصحابۃ .... وروی ابن سعد فی ترجمتہ من طریق محمد بن کعب القرظی ان ممن جمع القرآن فی عہد النبی وکذا اوردہ البخاری فی التاریخ من وجہ آخر عن محمد ابن کعب وزاد فکتب یزید بن ابی سفیان الی عمر قد احتاج اھل الشام الی من یعلمہم القرآن ویفقہہم

عبادہ بن صامت بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے، ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ نقباء عقبہ میں سے تھے رسول نے انکے اور ابومرثد غنوی کے درمیان رشتہ اخوت محکم کیا تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ اور صحیحین میں باسناد مذکور عبادہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں انمیں کا ایک ہوں جنھوں نے شب عقبہ رسول کی بیعت کی انھوں نے رسول سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ابوامامہ، انس، ابوابی بن ام حرام، جابر، فضالہ بن اور ابن عبید وغیرہ صحابہ نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے اپنے ترجمہ میں طریق محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ عبادہ نے عہد نبی میں قرآن جمع کیا تھا اور یوہیں بخاری نے تاریخ میں لکھا ہے اور دوسرا آخر سے محمد بن کعب روایت کی ہے جسمیں یہ زیادہ ہے کہ یزید بن ابوسفیان نے عمر کو لکھا کہ اہل شام ایسے آدمی کے محتاج ہیں جو انھیں تعلیم قرآن دے تو عمر نے معاذ عبادہ اور

فارسل معاذ او عبادة وابا الدرداء (اصابہ ص۲۶۹) ابو درداء کو بھیجا۔

حضرت عمر نے عبادہ بن صامت کی تمجید و توصیف اس بارے کی جو ان کے متعلق انھوں نے اسوقت کہا جب وہ امیر معاویہ سے خفا ہو کے مدینہ چلے آئے تھے ارجع الی مکانک فقبح اللہ ارضا لست فیھا ولا امثالک وکتب الی معاویة لا امرة لک علی عبادة (استیعاب ص۴۲۵) عبادہ وہیں جاؤ جہاں رہتے تھے اس زمین کا خدا برا کرے جسمیں تم یا تمھارے امثال نہوں اور معویہ کو لکھا کہ تمھاری کوئی حکومت عبادہ پر نہیں"

اب جناب کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ صرف اہل تشیع ہی ان کو جن کو آپ صحابہ کرام کہتے ہیں لقاب مذکورہ نہیں دیتے بلکہ صحابہ رسول اکرم بھی اسمیں شریک ہیں انسے بھی پوچھ لیجیے کہ جب تم عثمان کو ایسا سمجھتے تھے ان کے جمع کردہ قرآن پر تمھارا ایمان کیونکر تھا، چلیے کفر کی فہرست میں ایک صحابی کا اضافہ آپکے نزدیک اور ہوا۔ یہ تو حضرت عثمان کے متعلق رائیں تھیں جو کہ از ہزار ہا بخوف طول کلام لکھی گئیں اب اور صحابہ کرام کے متعلق حضرت عثمان کا رویہ ملاحظہ فرما کر داد حیا غایت کیجیے اور عثمان کے متعلق ابن مسعود کا رویہ دیکھیے اور کچھ فرمائیے۔

صحابی رسول ابن مسعود اور عثمان

العاشر هجره لعبد الله بن مسعود وذلك انه لما عزله الكوفة ثم شخصه الى المدينة هجره اربع سنين الى ان مات مهجورا وسبب ذلك فيما زعموا ان ابن مسعود لما عزل عثمان عن الكوفة وولى الوليد بن عقبة ورأى صنع الوليد في جوره وظلمه فعاب ذلك وجمع الناس في مسجد الكوفة وذكر لهم ما حدث عثمان ثم قال ايها الناس لتامرون بالناس وتضوعن عن المنكر او ليسلطن الله عليكم شراركم ثم يدعوا اخياركم فلا يستجاب لكم وبلغه خبرنعي الى عثمان العدل فقال في خطبة جعفر

دسویں (امور منکرات عثمان میں) یہ ہے کہ انھوں نے عبداللہ ابن مسعود کو ان کے عہدہ سے جدا کر دیا اور یہ اسوقت جب انکو کوفہ سے معزول کر کے مدینہ بھیجا تو چار سال برابر یہ سلوک رہا یہانتک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور اسکا سبب جیسا کہ خیال کیا گیا ہے یہ تھا کہ جب عبداللہ بن مسعود کو عثمان نے معزول کر کے ولید بن عقبہ کو (جو بزبان قرآن فاسق تھا) والی بنایا۔ تو ابن مسعود نے اسکے مظالم اور افعال دیکھ کر لوگوں کو جمع کیا۔ اور مسجد کوفہ میں ان چیزوں کا ذکر کیا جو عثمان نے مظالم کی حیثیت سے کیں تھیں پھر کہا کہ اے گروہ مردم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو کہیں ایسا نہو کہ خدا تم پر بدترین لوگوں کو مسلط کر دے پھر تمھاری نیکیوں کی دعا میں بھی کوئی اثر نہ رہے اسکے علاوہ

من اهل الكوفة بل سمعتم قول الله ثم هولاء
تقتلون انفسكم وتخرجون فريقا منكم من ديارهم
وعرض بذلك لعثمان فكتب الوليد بذلك الى
عثمان فاشخصه من الكوفة فلما دخل مسجد
النبي امر عثمان غلاما له اسود فدفع ابن مسعود
واخرجه من المسجد ورمى به الى الارض وامر
باحراق مصحفه وجعل منزله محبسه وحبس
عنه عطاءه اربع سنين الى ان مات ۔ تاریخ خمیس ص ۲

ابن مسعود کو ابوذر علیہ السلام کے جلا وطنی کی بھی خبر پہونچی تھی تو انھوں نے ایک محفل میں خطبہ پڑھتے ہوئے وہ آیت پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے "پھر یہ لوگ تم کو قتل کرینگے اور ایک گروہ کو اسکے شہر سے نکال دینگے" اس آیت سے فعل عثمان پر تعریض کی اس تعریض کی خبر ولید نے عثمان کو لکھ بھیجی عثمان نے عبد اللہ بن مسعود کو کوفہ سے خارج کر دیا جب ابن مسعود مسجد نبی میں داخل ہوئے تو عثمان نے اپنے غلام حبشی کو حکم دیا اور اسنے ابن مسعود کو مسجد نبوی سے جبراً نکالا اور ان کو زمین پر دے مارا اور عثمان نے ابن مسعود کے مصحف کو جلانے کا حکم دیا، ان کو گھر میں قید کر دیا جہاں سے وہ نکل نہ سکتے تھے اور چار سال متواتر ان کو کچھ بھی نہ دیا جس سے وہ بسر کر سکیں یہانتک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

اس تاریخی واقعہ سے چند باتیں مستفاد ہوئیں، ایک تو یہ کہ صحابہ کرام کے نزدیک صحابیت کی کوئی قدر نہ تھی ورنہ ابن مسعود اور ابوذر رحمہما اللہ سا صحابی یوں مظلوم نہ کر دیا جاتا، حضرت عثمان صحابی کی کوئی قدر نہ کرتے تھے مگر مدیر النجم ان کی سنت کے خلاف توقیر صحابہ کا حکم نافذ کرتا ہے اور ان کی توہین کرنے والے کو مومن نہیں جانتا اسکے معنی یہ ہیں کہ ان تینوں میں صرف صحابیت تھی باقی اس سے محروم تھے، دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ عہد ثالث میں امور منکر ہوتے تھے جس کی گواہی ابن مسعود نے بھرے ہوئے مجمع میں دی اور یہ غلط نہ تھا ورنہ اس مجمع میں کوئی تو رد کرتا، پھر جو حاکم منکرات پر راضی ہو اس کے متعلق کیا خیال کیا جا سکتا ہے ہم تو وہی کہتے ہیں جو ابن مسعود صحابی رسول نے کہا، تیسرے یہ کہ ابن مسعود سا صحابی معزول کر دیا گیا اور ولید بن عقبہ سا فاسق اور ولد یہود ان کی جگہ پر بھیجا گیا حالانکہ اسکے فسق کے متعلق قرآن کی آیت "ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا" آجتک گواہ ہے، اسکو سوا فسق پرستی کے اور کیا کہہ سکتے ہیں اور مومن تو کبھی فسوق دوست ہو نہیں سکتا اب جا ہے جو لقب تجویز کر لیجیے۔ چوتھے یہ کہ ابن مسعود باوجود صحابی ہونے کے مارے گئے اس سے جلالت صحابیت کافی آشکار ہے۔ پانچویں یہ کہ قرآن مجید جو ابن مسعود کا جمع کیا ہوا تھا وہ جلا دیا گیا۔ اور پھر قرآن کی محبت کا دعوی برقرار ہے اسکو سوا کرامات عثمانی کے اور

کیا کہا جا سکتا ہے، اب آپ ہی بتائیے کہ جو شخص قرآن کی یہ قدر کرے اسکی عزت کوئی مومن کیونکر کر سکتا ہے۔ آخر حضرت عثمان میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی صحابیت کے آگے تمام صحابی ہیچکارہ نظر آتے ہیں اور اہلسنت سوا ان تینوں کے کسی کی صحابیت کیلئے فریاد نہیں کرتے، کیا ابن مسعود کا جمع کیا ہوا قرآن قرآن نہ تھا پھر عثمان کو جو شرف دیا جاتا ہے اس میں ابن مسعود کا حصہ کیوں نہیں لگایا جاتا۔ مگر یہ کہو کہ ثلثہ پرستی مانع ہے اور اموی تلوار روکتی ہے۔

ابن مسعود کی جلالت قدر کتب رجال میں | استیعاب و اصابہ اہل سنت میں اس صحابی کے مدائح کئی صفحوں پر ہیں مگر میں بسبب طول بیان بعض باتیں ان میں سے اسجگہ درج کرتا ہوں تاکہ ان کی جلالت قدر سے دنیا آگاہ ہو۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم من سرہ ان یقراء القرآن غضا کما انزل فلیقراہ علی قراۃ ابن ام عبد وکان یلزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ۔ (اصابہ صفحہ ۳۶۹)

رسول نے فرمایا کہ جس شخص کو اس بات میں خوشی ہوتی ہے کہ وہ قرآن کو اسطرح پڑھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ قرات ام عبد (ابن مسعودؓ) پڑھا کرے، ابن مسعود رسول کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور انکی جوتیاں اٹھاتے تھے،

اب آپکو پتہ چلیگا کہ قرآن بن مسعود کیوں جلایا گیا صرف اسلئے کہ اپنی پالیسی کے آگے اور اپنے نفع کے سامنے مخالفت حکم رسول کوئی چیز نہ تھے، جلایا اس لئے گیا کہ نہ وہ ہوگا نہ لوگوں کو تنزیل حقیقی معلوم ہوسکیگی، یہ تھی دشمنی قرآن و رسول و خدا۔ اب کہاں ہے وہ ایمان بالقرآن ذرا ہم بھی دیکھیں۔

عن ابی موسی قال قدمت انا و اخی من الیمن وما نری ابن مسعود الا انہ رجل من اہل بیت النبی لما نری من دخولہ و دخول امہ علی النبی (اصابہ صفحہ مذکورہ)

ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آیا تو میں نے ابن مسعود کو اس کثرت سے رسول کے پاس آتے جاتے ہوئے دیکھا اور ان کی ماں کو، کہ مجھے خیال گزرا کہ یہ شخص اہلبیت نبی میں سے ہے۔

واخرج من طریق الحرث عن علی رفعہ لو کنت مومرا احدا بغیر مشورۃ لامرت ابن ام عبد ومن اخبارہ بعد النبی انہ شہد فتوح الشام وسیرہ عمر الی الکوفۃ

طریق حارث سے ہے کہ رسول نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو امیر بنا تا بغیر مشورہ کے تو ابن ام عبد کو امیر بناتا۔ مطلب صرف جلالت ابن مسعود دکھانا ہے ورنہ حدیث میں گنجائش نظر ہے۔ بعد رسول

لیعلمھم امور دینھم وبعث عمار امیراً وقال انھما من النجباء من اصحاب محمد فاقتدوا بھما (اصابہ صفحہ مذکور)

فتوح شام میں شریک ہوئے اور عمر نے اہل کوفہ کیلئے ابن مسعود کو بھیجا تاکہ وہ لوگ امور دین انسے سیکھیں اور عمار کو امیر بناکے بھیجا اور عمر نے یہ بھی کہا کہ یہ دونوں نجباء اصحاب محمد میں لہٰذا انکی اقتدا کرو۔

کیا کہنا اس سنت عمری پر قیام کا کہ حضرت عمر تو اقتدا کا حکم دیں اور حضرت عثمان زدوکوب فرمائیں اور ان کے قرآن صحیح کو خاکستر بنا کر چشم تعصب میں سرمہ لگائیں، حالانکہ آپکی بیعت اسی بات پر ہوئی تھی کہ آپ سنت شیخین پر قائم رہیں گے۔

ومن طریق سیار عن ابی وائل ان ابن مسعود رای رجلا قد اسبل ازارہ فقال ارفع ازارک و انت یا ابن مسعود فارفع ازارک فقال انی لست مثلک ..... فبلغ ذالک عمر فضرب الرجل ویقول اترد علی ابن مسعود۔

طریق سیار سے ابی وائل سے روایت ہے کہ ابن مسعود نے ایک شخص کو دیکھا جس کی ازار زمین پر لوٹتی چلتی تھی تو ابن مسعود نے کہا ذرا اٹھا کے چل (کیونکہ علامت غرور و تکبر تھا) اس شخص نے بھی کہا تم بھی اٹھا کے چلو، ابن مسعود نے جواب دیا کہ میں تجھ سا تو نہیں، یعنی میری ازار تو نہیں لوٹتی، یہ خبر عمر کو جب پہونچی تو انھوں نے اس شخص کو جو ابن مسعود سے ہمکلام ہوا تھا مارا اور کہا کہ تو قول ابن مسعود کی رد کرتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

ملاحظہ کیا آپنے کہ صرف ابن مسعود کو جواب دیا تھا جس پر شخص پٹا گیا اور حضرت عمر نے کہا کہ تو ابن مسعود کی رد کرتا ہے، نہ معلوم حضرت عثمان کی کیا گت ہوتی اگر اسوقت حضرت عمر زندہ ہوتے جب عثمانی فرمان ابن مسعود کی پسلیاں توڑ رہا تھا۔

(خود حضرت عثمان عبد الرحمٰن بن عوف کو منافق کہتے تھے)

وذلک ان الصحابۃ لما نقموا علی عثمان بما احدثہ وعاتبوا عبد الرحمٰن فی تولیتہ ایاہ فی اختیارہ فندم علی ذالک وقال انی لا اعلم ما یکون وان الامر الیکم فبلغ قولہ عثمان فقال ان عبد الرحمٰن

اور یہ اسوقت جب صحابہ رسول نے عثمان سے انتقام لیا کیونکہ انھوں نے بدعتیں کیں تھیں (مدیر النجم! یہ صحابہ کیسے تھے انکی حالت قدر کیسی تھی آپکے نزدیک یہ مسلمان تھے یا کافر حضرت عثمان تنہا تھے اور صحابہ کا ایک گروہ بہ سبب و شتم

انکے قتل پر تلا ہوا تھا اب ذرا کثرت آرا کو ملحوظ رکھتے ہوئے — منافق وانہ لا یبالی ما قال فحلف ابن عوف لا یکلمہ

فیصلہ کیجئے گا جیسا سقیفہ میں ہوا) اصحاب نے عبدالرحمن ابن — ماعاش ومات علی ھجرتہ۔

عوف پر عتاب کیا کیونکہ عثمان کی نصب کرنے میں انھیں بزرگ کا ہاتھ تھا عبدالرحمن اپنے کئے پر نادم ہورہے تھے آخر انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اب کیا ہو جو تمھارا دل چاہے کرو، جب یہ عثمان کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا عبدالرحمن بن عوف منافق ہے اس پر عبدالرحمن نے قسم کھائی کہ تاحین حیات عثمان سے نہ بولیں گے چنانچہ مرگئے اور نہیں بولے۔ کیوں جناب یہ ان کا ایمان کیسا تھا۔ ؟

ان واقعات کے علاوہ عمار کے مظالم ابوذر کا اخراج اشتر نخعی کی ہتک حرمت وغیرہ وغیرہ یہ وہ خبریں ہیں جو علاوہ اسکے کہ ان کا فاعل فاسق وفاجر کہا جائے اس بات پر بھی روشنی ڈالتی ہیں کہ یہ لوگ صحابہ کی خود کچھ قدر نہیں کرتے تھے اور یہی وہ بات ہے جسکی شکایت مدیر النجم سا با فہم ہم سے کرتا ہے۔

اب جو جواب آپکا ان لوگوں کے ایمان کے متعلق ہو جو صحابہ میں قدح کرتے تھے وہی جواب ہمارا بھی سمجھئے۔

اہل انصاف متوجہ ہوں، جہانتک واقعات کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے وہ یہی کہ اسلاف اس گروہ کے دنیا طلبی اور زر پرستی میں ایسے اندھے تھے کہ وہ نہ اہلبیت رسول کی محبت کرسکتے تھے نہ رسول کی اور نہ قرآن کی ان کا قبلہ دولت تھی اور ان کا کعبہ زر تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ جتنا تفحص کریں گے آپ کو ملیگا کہ حضرات اہلسنت یا تو خلفائے ثلثہ کی عظمت کریں گے یا ان کی لڑکیوں کی اور وہ ایسی عظمت ہوگی جس کے سامنے توقیر نبی کی کوئی وقعت نہیں، رہ گیا اور صحابیوں کے متعلق تو ہمہ شما ہیں وہ بھی داخل ہیں کبھی کسی کیلئے آپ ہمارے دوہرے نہ سنیں گے جو خلفائے ثلثہ کیلئے ہوتا ہے جیسے ان کے علاوہ کوئی صحابی تھا ہی نہیں۔ اور پھر معاویہ کے متعلق تمجید وتوقیر کا بازار گرم ہوگا اسکے معنی صاف یہ ہیں کہ انکی مخاصمت کیوجہ صرف رسول اور اسکے اہلبیت ہیں کیونکہ جو ان کا مخالف ہے وہ اہلسنت کا نور نظر اور سرتاج دکھائی دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ دشمنان اہلبیت کی تمجید وتشریف ان کے یہاں دیکھیں گے، حد یہ ہے کہ قاتلان حسین اور دشمنان اسلام کی نقل کردہ روایتیں ان کے یہاں موثق سمجھی جائینگی اور محب اہلبیت نے اگر کہیں روایت کردی تو وہ روایت ضعیف اور ناقابل وثوق ہوگی چنانچہ صحیح بخاری کا پایہ صرف اسی لئے بلند ہے کہ اسمیں قاتلان حسین راوی اور دشمنان

آل رسول سلسلہ رواۃ میں موجود ہیں اور اسلئے وہ بعد از کتاب باری سمجھی جاتی ہے۔

زیاد کی نسبی حالت اور اسکے بغض سے جو امیر المومنین سے تھا کون لاعلم ہے مگر اسکی مذمت بھی گناہ ہے یزید کی برائی بھی حرام ہے معاویہ کا تو کوئی ذکر ہی نہیں کیونکہ خود امیر ہونے کے علاوہ صحابی رسول بھی تھے اور صحابہ کو کچھ کہنا قرآن کی توثیق میں بقول النجم قدح کرنا ہے اور ایمان کا کھو دینا ہے پھر ایسے شخص کیلئے تو یہ جرم اور سنگین ہوگا جو کاتب وحی بھی مشہور ہو اور صحابی بھی ہو۔ اتو اس کلیہ کے اعتبار سے حضرت رسول کا ایمان بھی جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے کیونکہ آپکی قدحیں معاویہ کے بارے میں کافی سے زیادہ ہیں۔

ابھی میں نے جس زیاد کا ذکر کیا اور رسالۃ قتال حسین میں جس کی بزرگ داخت کیگئی ہے وہ بھی باوجود دشمن رسول ہونے کے معاویہ ایسے صحابی کی اجلال میں واقف تھا جس کو اس نے یوں ظاہر کیا ہے اور اس وقت جب معاویہ کا خط زیاد کو بعد قتل امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام طاہر ہوا جس میں تہدیدی فقرات تھے تو زیاد نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا۔

لعجب من ابن آکلۃ الاکباد و کہف النفاق و رئیس الاحزاب کتب الی یتھددنی۔　　ہند جگر خوار کے بیٹے معاویہ پر تعجب ہے جو کہف نفاق ہے اور فتنین کا سر گروہ مجھکو دھمکاتا ہے۔

یہ عبارت طبری صفحہ ۹۷ جلد سیوم سے صرف اسلئے میں نے نقل کی ہے کہ ان صحابیوں کا منافق ہونا ہر دوست و دشمن پر ظاہر تھا لہذا یہ الزام کہ اہل تشیع کا یہ اتہام ہے غلط ہے یہ لوگ سچے ہی منافق اور فاسق جیسا کہ کہف النفاق کا ترجمہ ہو اور یا علی لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق معاویہ کے نفاق کو اور واضح کرتا ہے اور پھر جنگ صفین کا قتال اس نفاق پر اور روشنی ڈالتا ہے کیونکہ منافقین سے جنگ کا حکم رسول کو تھا جس کو علی نے پورا کیا یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین" معلوم ہے کہ رسول نے صرف کفار سے جہاد کیا اور امیر المومنین نے منافقین سے جہاد کر کے تبلیغ کی تکمیل کر دی۔

اب تو معلوم ہوا کہ تنہا ہمیں منافق نہیں کہتے بلکہ دوست و دشمن سب اسکو ہم آواز نظر آتے ہیں اور رسول کی حدیث اور علی کی جنگ تائید مستزاد کرتی ہے۔

"باقی آئندہ"

النجم کی فتنہ انگیز دروغ بافی

ایک استدلالی مضمون اور برہانی تحریر خمسہ نجبا اہلبیت محمد مصطفےٰ کی مدح میں ماہ ربیع الثانی کے سہیل یمن میں میرے قلم سے معرض شاعت میں آیا تھا جس میں اڈیٹر النجم کے امام (بخاری) کی نقل کردہ حدیثوں پر تبصرہ کیا تھا اور یہ امر دکھایا تھا کہ اڈیٹر اور اوسکے ائمہ صنمی قریش کی محبت میں ایسے سرشار و غافل ہیں کہ انھوں نے جلالت قدر کا شرف جناب رسالتمآب کے مطلقاً لحاظ نہیں کیا اور ازواج نبی کی مدح سرائی میں ایسی حدیثیں گڑھ ڈالیں جن میں رسالتمآب کی معصوم تصویر خاطی کے قالب میں اور شہوت پرست کے پیکر میں نظر آنے لگی حالانکہ دامن رسول ان بدنما دھبوں سے اسیطرح پاک و صاف ہے جسطرح مذہب امامیہ شبہات رکیکہ اور اعتراضات واہیہ سے۔ اڈیٹر النجم کے بہر کیف میرے اس مضمون کا جواب اڈیٹر النجم نے اپنے رسالہ میں اس سرخی کے تحت میں تحریر کیا ہے۔ (سہیل کی شر انگیز گالیاں) حالانکہ اس مضمون کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اڈیٹر النجم نے اصل مضمون کا تو کوئی جواب نہیں دیا ہے ہاں ایک ذخیرہ سب و شتم کا جمع کر دیا ہے اور عاجزی کے وقت جو طریقہ اسکے اسلاف کا تھا اسی طریقہ و سنت پر عمل پیرا ہوا ہے البتہ کہیں پر میرے نام سے تعریض کی ہے اور لکھا ہے (بجائے اللہ کے بندہ ہونیکے حسین کا بندہ ع آنکہ فخر تست آں ننگ من است)

حالانکہ فاقد الحیا اپنے گریبان میں منھ ڈالکر شرماتا نہیں اور سمجھتا نہیں کہ اعلام میں معانی اصلیہ مراد نہیں ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ بریں عبد حسین بعنوان مجاز اگر ہو تو کیا برا ہے اسلئے کہ لغت میں عبد بمعنی غلام ہے اور ہر مطیع اپنے مطاع کیلئے بمنزلۂ غلام ہوا کرتا ہے لہذا میں بھی غلام حسین ہوں پھر خدا کا بندہ ہونیکے منافی بندۂ حسین ہونا کیونکر ہے حالانکہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ خداوند عالم نے خمسہ نجبا محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی کے توسط سے عالم کو پیدا کیا ہے اور انھیں کیلئے خداوند عالم نے پیدا کیا ہے پھر شکور) کے معنی ستور باندک علف بسیار کنندہ صراح میں مرقوم ہے اور صاحب قاموس یوں رقم طراز ہیں الشکور دابۃ تسمن علی قلۃ العلف) اب اڈیٹر بندہ ستور کو شرم کرنی چاہیئے اور سلہ وہ چوپایہ ہے جو تھوڑی سی گھاس کھا کر فربہ ہو جائے۔)

..

عبدیت کے مقابل عبد شعور ہونے پر ناز نہ کرنا چاہیئے ع۔ آنکہ فخر تست آں ننگ من است)

بعض مقام پر اڈیٹر نے آیۃ تطہیر کا شان اہلبیت میں ہونے سے انکار کیا ہے چنانچہ لکھا ہے (کہ آیۂ تطہیر ہرگز پنجتن کی شان میں نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے) حالانکہ اسکے بزرگوں کی کتابیں ان احادیث سے لبریز ہیں جنمیں یہ امر دکھایا گیا ہے کہ یہ آیت شان اہلبیت محمد میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ میں ابن حجر لکھتا ہے:۔

الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم الآیۃ الاولی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علی وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ	پہلی فصل ان آیات میں ہے کہ جو شان اہلبیت میں نازل ہوئی ہیں۔ پہلی آیت آیۃ تطہیر ہے انما یرید الخ جز ایں نیست کہ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم سے رجس کو دور کرے اے اہلبیت محمد اور تمکو پاک کرے اس طرح جس طرح حق ہے پاک کرنیکا۔ اکثر مفسرین قائل ہیں اس امر کے کہ یہ آیت شان میں علی و فاطمہ

حسن و حسین کے نازل ہوئی ہے۔ دلیل اسپر ضمیر عنکم اور دیگر ضمائر کی تذکیر ہے۔ اسلئے کہ اگر ازواج کیلئے ہوتی تو ضمیر جمع مونث کا استعمال کیا گیا ہوتا۔

بعد اسکے علامہ ابن حجر احادیث کا ذکر کرتے ہیں جنمیں یہ مضمون صراحتاً موجود ہے کہ آیہ تطہیر شان اہلبیت میں ہے ملاحظہ ہوں سلسلہ رواۃ بغرض اختصار حذف کیا جاتا ہے۔

اخرج احمد عن ابی سعید الخدری انہا نزلت فی خمسۃ النبی صلی اللہ علیہ وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین۔	احمد نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آیۂ تطہیر محمد اور علی اور فاطمۃ حسن و حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا۔
واخرجہ ابن جریر مرفوعا بلفظ انما نزلت ہذہ الآیۃ فی خمسۃ فیّ وفی علی والحسن والحسین وفاطمۃ اخرجہ الطبرانی ایضاً۔	ابن جریر نے مرفوعاً ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ آیہ تطہیر نازل کی گئی ہے جناب محمد مصطفیٰ علی و حسن و حسین فاطمہ کے شان میں اسکو طبرانی نے لکھا ہے۔
ولمسلم انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادخل	مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت صلعم نے اہلبیت کو اپنی چادر

اولنا ثم غطت کساء علیہ وقرء هذه الآیۃ وصح انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعل علی هؤلاء کساء وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی وخاصتی اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا فقالت ام سلمہ انا معهم قال انک علی خیر۔ وفی روایۃ انہ قال انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم وعدو لمن عاداهم۔

اوڑھائی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت رسول نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو چادر اوڑھائی اور فرمایا کہ اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت اور خواص ہیں ان سے رجس کو دور فرما اور ان کی تطہیر فرما جو حق ہے تطہیر کا۔ ام سلمہ زوجہ رسول خدا نے عرض کیا کہ میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم خیر پر ہو۔ اور ایک روایت میں بعد لفظ تطہیر حضرت نے فرمایا کہ میرے اہلبیت سے لڑنے والوں سے لڑنے والا ہوں اور صلح کرنے والوں سے صلح کرنے والا ہوں۔ اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔

وفی اخری انہ جمعهم والقی علیهم کساء ووضع یدہ علیها ثم قال اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد انک حمید مجید۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت نے ایک چادر پنجتن پاک پر ڈالی اور پھر فرمایا کہ پروردگارا یہ میرے آل محمد ہیں پس اپنی رحمت اور اپنی برکتیں ان پر نازل فرما تو حمید و مجید ہے۔

اور بھی بہت سی روایتیں ہیں کہ جو خوف تطویل سے ترک کی جاتی ہیں۔ ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ آیۂ تطہیر شان پنجتن پاک کے نازل ہوا ہے۔ شان میں ازواج کے نازل نہیں ہوا ہے ورنہ ام سلمہ کو چادر کے اندر جانے سے رسول اللہ منع نہ فرماتے۔ اب اور علماء کی کتابوں سے کچھ حدیثیں اس مطلب پر نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۳۳ عن واثلہ ابن اسقع قال اتیت فاطمۃ اسئلها عن علی فقالت توجہ الی رسول اللہ فجلست انتظرہ واذا برسول اللہ قد اقبل ومعہ علی والحسن والحسین قد اخذ بید کل واحد منهم حتی دخل الحجرۃ فاجلس الحسن علی فخذہ الیمنی والحسین علی فخذہ

سبط ابن جوزی نے تذکرہ صفحہ ۱۳۳ میں واثلہ بن اسقع سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں جناب فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ علی کے متعلق دریافت کروں۔ پس بعد دریافت معلوم ہوا کہ حضرت علی رسول کی خدمت میں گئے ہیں پس میں انتظار میں ان حضرت کے بیٹھ گیا ناگاہ جناب رسالتمآب مع علی و حسن و حسین کے اس طرح تشریف لائے

الیسریٰ واجلس علیاً وفاطمة بین یدیه ثم حسنین کا ہاتھ رسالتمآب پکڑے ہوئے تھے اور حجرہ میں تشریف

لف علیهم کساءه او ثوبه ثم قرء انما یرید الله
لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیراً
ثم قال هٰؤلاء اهلی حقاً

لے گئے حسن کو داہنے زانو پر حسین کو بائیں زانو پر بٹھایا اور جناب
فاطمہ و حضرت علی کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کو چادر میں ڈھانپ
لیا پھر اللہ تعالیٰ آیۂ تطہیر نازل ہوئی اسکی تلاوت فرمائی
اور فرمایا کہ یہی میرے اہلبیت ہیں حقیقتاً۔

اس حدیث میں تو اولاً وفعلاً جناب رسالتمآب نے بیان کر دیا کہ آیۂ تطہیر سے مراد اہلبیت محمد کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اب اگر نواصب النصاب کو بعداوت کے ان احادیث کے معانی نہ سمجھ میں آئیں تو یہ اسکی فہم کا قصور ہے۔ شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ☆ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مطالب السئول فی مناقب آل رسول میں محمد ابن محمد بن طلحہ شافعی مسلم کی سند سے نقل کرتے ہیں۔

عن یزید بن حیان قال انطلقت انا وحصین
بن سبرة وعمرو بن مسلم الی زید بن ارقم
فلما جلسنا الیه قال له حصین لقد لقیت یا زید
خیراً کثیراً رأیت رسول الله وسمعت حدیثه
وغزوت معه وصلیت خلفه لقد لقیت یا زید خیراً
کثیراً حدثنا یا زید ما سمعت من رسول الله
قال یا ابن اخی لقد کبرت سنی وقدم عهدی ونسیت
بعض الذی کنت اعی من رسول الله فما احدثکم فاقبلوه
وما لا فلا تکلفونیه ثم قال قام فینا رسول الله یوماً خطیباً
بماء یدعی خماً بین مکة والمدینة اما بعد ایها الناس انما انا
بشر یوشک ان یأتینی رسول ربی فاجیب
وانی تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب الله

یزید ابن حیان ناقل ہیں کہ میں اور حصین بن سبرہ اور
عمرو بن مسلم ایک مرتبہ زید ابن ارقم کی خدمت میں گئے پس
جب ان کے پاس بیٹھے حصین نے کہا اے زید تم نے خیر کثیر
حاصل کیا۔ رسول اللہ کو دیکھا اور انکی حدیثیں سنیں ان کے
ہمراہ غزوات میں شریک ہوئے۔ اور نماز میں ان کے پیچھے
آنحضرت کے پس تم نے خیر کثیر آپ نے حاصل کیا جو کچھ رسول
اللہ سے سنا ہے تم اسکو بیان کرو۔ زید ابن ارقم نے کہا
اے بیٹے میرا بڑھاپا ہو گیا زمانہ رسالت کا عہد پرانا ہو گیا
اور بعض حدیثیں جو یاد تھیں بھول چکا ہوں۔ اس وجہ جو کچھ میں تم سے
بیان کروں اسکو قبول کرو۔ اور جو نہ بیان کر سکوں اسکی
تکلیف نہ دو۔ پھر کہا کہ ایک روز خطبہ پڑھنے کیلئے رسول خدا
کھڑے ہوئے ایک پانی پر جسکو خم کہتے ہیں۔ درمیان مکہ و

• فحمد الله واثنی علیه ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایها الناس انما انا

فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به مدینہ کے اور بعد حمد و ثنا کے وعظ فرمائی اور ذکر کرتے رہے

فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال واهل بیتی پھر فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں قریب ہے کہ خدا کا قاصد

اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین من آئے اور میں اسکی اجابت کروں اور داعی اجل کو

اهل بیته یا زید الیس نساؤه من اهل بیته قال لبیک کہوں۔ اور میں تم لوگوں میں دو گراں بہا

لا اهل بیته من حرمت الصدقة علیهم بعده چیزیں چھوڑے جاتا ہوں پہلی ان میں سے خدا کی کتاب ہے

جسمیں نور ہدایت ہے۔ پس خدا کی کتاب لو اور اُسے تمسک کرو پس سکو آپ نے آمادہ کیا تمسک بالکتاب ہونیکے لئے۔ اور رغبت

دلائی اس کتاب خدا کی۔ پھر فرمایا دوسری چیز ان میں کی اہلبیت میرے ہیں۔ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں بابت اہلبیت کے

بارے میں یہ جملہ تین بار حضرت نے فرمایا حصین نے زید سے پوچھا کہ اہلبیت رسول کون ہیں کیا ازواج رسول اہلبیت ہیں

زید بن ارقم نے کہا نہیں ازواج اہلبیت میں نہیں ہیں اہلبیت محمد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

(اصابی الصفحہ) و نقل ترمذی فی صحیحہ

ان رسول الله کان من وقت نزول هذه الآیة الی اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ آیہ تطہیر جب نازل ہوا

قریب من ستة اشهر اذا خرج الی الصلوٰة اسوقت سے چھ مہینہ تک جب نماز صبح کیلئے نکلتے تھے تو دروازہ

یمر بباب فاطمة یقول الصلوٰة اهل البیت انما یرید سیدہ پر گذرتے تھے اور فرماتے تھے الصلوٰة اور آیہ تطہیر کی

الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ایسی ایسی واضح حدیثیں کتب علماء اہل سنت میں موجود ہیں لیکن اڈیٹر النجم کو دکھائی نہیں دیتیں اور دکھائی دیں تو کیونکر دیں تعصب کی زور دار پٹی آنکھوں پر بندھی ہوئی ہے ہاں یہ تعصب کی پٹی اگر کھل جائے تو اڈیٹر النجم کو بھی مانند روز روشن کے معلوم ہو جائے کہ آیہ تطہیر کس کی شان میں نازل ہوا ہے آیا اہلبیت محمد میں یا ازواج ہیں۔

صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ فی مسلم عن زید) بلکہ مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ حدیث ہے اسقم۔

ان ولی الله قال وانک یوم غدیر خم وهو انی تارک کو رسول اللہ نے یوم غدیر خم ارشاد فرمایا تھا

بالجحفة تکام وانا اذکرکم الله فی اهل بیتی غدیر خم ایک مقام جحفہ میں ہے جیسا کہ اس حدیث

التقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اختار من خلقہ من کان اہلاً وجعل ہادیاً لمن استہدی وفاز لمن جعلہ
جعلہ واختار من بینہم سید العرب والعجم خاتم النبیین وسید المرسلین واٰلہ الاطہار
صلی اللہ علیہ وعلیہم سلاماً دائماً ابداً وسلم تسلیما۔

امابعد میں نے رسالۂ نفیسہ و نسخۂ شریفہ ضیاء الاعتقاد فی تنویر المساوات جسکو حامی دین متین ناشر الدین
مودت آل طٰہٰ و یٰسین ناصر الایمان وظہیر المومنین عمدۃ الفضلاء الکملاء المولوی غلام علی صاحب قبلہ مدت معالیہ نے شائع
فرمایا ہے دیکھا اور اسکے مضامین سے مستفید ہوا مودت اہلبیت اعتقاد فضل امیر المومنین علیہ السلام کی تعمیم اسکے پرنور
عبارتوں سے آشکار ہے جو مشام ایمانی کو کسیطرح ناگوار نہیں بلکہ ترویج منع اور تقویت بصارت کیلئے ایک بے بہا ہار ہے
جس مسئلہ پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ درحقیقت ایک صراط ہے جس پر سالک کا جانا بے توفیق یزدانی کے سوا مشکل ہے میری نظر میں یقیناً
ظاہر ہے ارباب فضائل کے اصناف اور طبقات میں باعتبار تواتر فیصلہ کرنا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے جبکہ باب عصمت
میں مگر یہ بحث مجھسے تو غیر معصوم اسکی کسی ایسی میزان کہاں سے لائے جو اہمی عصمتوں اور فضیلتوں کے تفاضل کو واضح
کرسکے اس سے زیادہ یہ امر صعوبت کا وقت ہے جب یہ بحث خاتم النبیین اور سید الوصیین میں ہو، لیکن اگر ایسی تو یہ
کوئی الہی کتاب اور وہ کچھ بتادے تو ہم کچھ کہہ سکتے ہیں اسلئے شاید یہ کہنا میرے اسکے اعتقاد کے موافق ہوگا کہ جسقدر قرآن و حدیث سے
فرق معلوم ہوسکا ہے اسکے علاوہ ان دونوں سرداران خلق و مولائے امت میں فرق کے نکالنے کی کوشش عجب نہیں کہ افراط
میں داخل ہو جیسا کہ مقام استثنا میں بھی مساوات کا دعویٰ قطعاً مسلک افراط ہے یہ رسالہ مبارک جسکے نام کو میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں
وہ بھی میرے خیال میں اسی منہج وسط کا سالک ہے جو مستثنیٰ کو داخل نہیں کرنا چاہتا اور غیر مستثنیٰ کو خارج نہیں کرتا لہذا وہ نہایت
متین اور سنجیدہ تحریر ہے اور جن عبارتوں میں کیقدر ابہام نظر آتا ہے اسکا محمل بھی غالباً وہی ہے کہ جسطرح انشاء اللہ
قابل شبہ نہیں۔ فجزاہ اللہ عن النبی واہل بیتہ المعصومین خیر الجزاء فقد بیدہ الواذی من قد
سبلحس النقوط علی جبینہ صحیفۃ عملہ فی الآخرۃ۔

قلنا لزید من اھل بیتہ نساؤہ قال لا وایم اللہ — میں لوگو کم اشرفی ہتی زیادہ ہو اسوقت راوی نے زید
ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم — سے سوال کیا کہ اہلبیت محمد کون ہیں آیا ان کے ازواج ہیں
یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا اھل بیتہ — زید نے کہا نہیں قسم خدا کی عورت شوہر کے پاس ایک
اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ — مخصوص زمانہ تک رہتی ہے پھر شوہر جب طلاق دیدیتا ہے تو اپنے
میکے ماں باپ قوم و قبیلہ کی طرف پلٹ جاتی ہے اہلبیت محمد وہ قرابتدار لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اس روایت سے زیادہ صریح کونسی روایت ہو سکتی ہے۔ اسمیں زید نے خدا کی قسم کھا کر اہلبیت محمد سے ازواج کو خارج کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ اہلبیت رسول بجز ان کے قرابتدار لوگوں کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور علی و فاطمہ حسن و حسین سے زیادہ قریبی قرابتدار رسول اللہ کے کوئی نہیں ہے لہذا یہی لوگ مصداق آیہ تطہیر ہیں۔ نمبر ۳ میرے اس کلام پر کہ باتفاق جملہ فرق اسلام آیہ تطہیر شان اہلبیت میں نازل ہوا ہے اعتراض کیا تھا حالانکہ مقصد اس قول کو یہ سمجھ میں آیا کہ مراد میری اتفاق سے اتفاق جمیع علمائے اسلام ہے اور اسمیں شک نہیں کہ جو لوگ واقعی علمائے اسلام ہیں خواہ وہ اہلسنت میں سے ہوں خواہ اہل التشیع میں سے ہوں ان سبھوں کا اتفاق اس بات پر ہو چکا ہے کہ آیہ تطہیر شان پنجتن نجبا کے نازل ہوا ہے اب اگر شاذ و نادر جہلا اختلاف کریں تو وہ قادح اتفاق نہیں۔ علاوہ بریں اختلاف حادث ہوا ہے بعد کو اور اتفاق سابق ہے اور اختلاف لاحق اتفاق سابق کیلئے قادح نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس جملہ تحریر سے میری اصل مدعا روشن کے واضح ہو گیا کہ آیہ تطہیر شان اہلبیت محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کے نازل ہوا۔

اذا لم یکن للمرء عین صحیحۃ — فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر

"محررہ عبد الحسین عفی عنہ"



تصحیح رسالہ اگر بخشہ کے رسالہ میں صفحہ ۱۲ سطر ۱۳ میں بجائے "قطعی المسلک" کے قطعی المسلک شائع ہو گیا ہے ناظرین صحت فرمالیں۔

معرکۃ القلم

"بسلسلہ ماسبق"

خوف النجم یعنی عود الجواب الرجم

قول النجم: پہلے اعتراض کے جواب میں النجم نے تین باتیں لکھی گئیں۔

(۱) لفظ ہجر یا ہجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہے۔ پردہ نشین محقق صاحب کو اگر اپنے مذہب و علمائے مذہب کی کچھ بھی لاج ہو تو کتب اہلسنت سے صرف ایک معتبر روایت بسند صحیح پیش کر دیں جس میں یہ لفظ حضرت عمر کا مقولہ ہو۔"

سہیل: آپ صرف ایک روایت اپنے یہاں سے غیر صحیح ہی سہی ایسی پیش کر دیں جس میں یہ ہو کہ حضرت عمر نے یہ لفظ نہیں کہی۔ بس اسی بات پر ہمارے آپکے فیصلہ ہے۔ دیکھئے آپ کی زندگی ہی تمنائیں ختم ہو جائیں گی اور آپ کو ایسی روایت زندگی بھر نہ ملے گی۔ جبھی جانیں کہ النجم ماہ ذیقعدہ کے صفحات پر وہ حدیث لکھی ہوئی ہو جس میں حضرت عمر سے اس قول کی نفی کی گئی ہو اور اگر آپنے ایسا نہ کیا تو سوا اپنی تکذیب کے آپکا حاصل زندگی کچھ نہ ہوگا۔ ہم کہاں تک لکھیں اور کیونکر آپ پر ثابت کریں اور انکا لیکہ آپنے اپنے جسم مبارک کو ایک صنم منحوت ثابت کر دیا ہے جو استدلال سمجھے نہ بات۔ آپکے بڑے بڑے عالم جو کچھ گئے آپ طفل کی سمجھ بھلا نہیں وہ سمجھے ہیں کہ یہ کلمہ حضرت عمر کا کہا ہوا ہے اور آپ بلا وجہ انکار فرماتے ہیں اگر آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں کہا تو تمام استدلال وسیع یہ بات ہے کہ اگر آپ حضرت عمر کو آخر میں تک ثابت فرمائیں پھر ہم کچھ نہ کہینگے لیکن جوہر نطق کی موجودگی ہوتے ہوئے آپکا یہ ارشاد کہ نہیں کہا آپکی زبردستی ہے۔ ہم نے جو شوال کے سہیل میں لکھا تھا وہ روایت کے اثبات کیلئے کافی تھا خصوصاً صاحب نسیم الریاض کا قول واما الاختلاف الذی وقع عندہ کما درج فی الاخبار الصحیحۃ من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بدواۃ اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمران الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ یعنی وہ اختلاف جو پیغمبر کے سامنے واقع ہوا جیسا کہ اخبار صحیحہ میں وارد ہے کہ پیغمبر نے اپنے مرض میں کہا کہ میرے پاس دوات لاؤ تاکہ تمہیں میں ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو تو عمر نے کہا کہ معاذ اللہ یہ مرد ہذیان کہ رہا ہے خدا کی کتاب ہمیں کافی ہے" اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ

ایک خبر صحیح نہیں بلکہ بہت سی خبریں صحیح موجود ہیں جنمیں یہ عبارت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عمر نے کہا کہ ان الرجل لیہجر لیکن مدیر برابر اپنے مطالبہ کو جاری کئے ہوئے ہیں اسلئے ہمیں لازم ہوا کہ ہم ان کی پوری تسلی کر دیں - سنئے -

"چور پکڑا گیا" غور سے ملاحظہ ہو

وفی بعض طرقہ ای طرق ہذا الحدیث المرویۃ عنہ فقال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہجر بفتح اولہ وضم ثالثہ ای یاتی بہجر من القول وہذہ روایۃ الاسمعیلی من طریق ابن خلاد عن سفیان (نسیم الریاض صفحہ ۲۷۸)

اور شرح شفائے ملا علی قاری میں ہے وفی بعض طرقہ کما فی مستخرج الاسمعیلی من طریق ابن خلاد عن سفیان فقال الخ ۲۷۸ مطبوعہ مصر - اب آپ اسکے راویوں میں قدح کر کے اسکو تعریف صحیح سے نکال دیں۔ یا یہ فرمادیں کہ یہ روایت ہی نہیں ہمیں دونوں طرح کوئی عذر نہیں ناظرین بجائے خود انصاف کریں گے کہ ہم نے تمام کر کے آپ کی فرمائش پوری کر دی کہ ایک روایت آپ ہی کے دار سے ایسی پیش کر دی جس میں مرقوم ہو کہ یہ حضرت عمر کا مقولہ نہیں ہے - ہمنے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا۔

اور ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں بیان کیا ہے الثالث ان الذی وقع فی مرضہ کان من اہون الاشیاء وابینہا فانہ قد ثبت فی الصحیحین انہ قال لعائشۃ فی مرضہ ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب لابی بکر کتابا لا یختلف علیہ الناس من بعدی ثم قال یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر فلما کان یوم الخمیس ہم ان یکتب کتابا فقال لہ عمر مالہ اہجر فشک عمر ہل ہذا القول من ہجر الحمی کان ہذا مما خفی علی عمر کما خفی علیہ موت النبی بل انکرہ - تیسرے یہ کہ جو امر آپکے مرض کی حالت میں واقع ہوئیں وہ بظاہر حقیر اور کچھ زیادہ مہتم بالشان نہ تھیں اسلئے کہ صحیحین میں یہ بات ہے کہ آپ نے عائشہ سے فرمایا کہ اپنے باپ بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ابوبکر کے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ لوگ ان کے باب میں میرے بعد اختلاف نہ کریں اسکے بعد خود ہی فرمایا کہ خدا اور مومنین ابوبکر کے سوا سب سے انکار کرتے ہیں جب پنجشنبہ کا دن ہوا تو آپ نے ایک نوشتہ کا ارادہ کیا تو عمر نے کہا کہ کیا ہذیان کہہ رہے ہیں تو عمر کو شک ہوا کہ یہ بخار کا ہذیان ہے یا کچھ اور یہ بات حضرت عمر پر مخفی رہی جیسا کہ ان پر پیغمبر کی موت مخفی رہی بلکہ پیغمبر کی موت کا انکار کیا۔ بہر حال ان تمام بیانات کے

دیکھتے ہوئے کسی عاقل کو شبہ نہیں ہوتا کہ حضرت عمر ہی اس کلمہ لغو کے موجب ہیں اور بھلا کیس کی مجال تھی کہ پیشگاہ حضرت نبوی میں اس قسم کی گستاخی کرے روایات مصرح ہیں علما قائل ہیں تاریخیں بول رہی ہیں لیکن کرگس گوشی ہو کہ توبہ۔

سوال دوم: ہجر یا یہجر ہجر سے مشتق ہیں جس کے معنی ہذیان کے نہیں بلکہ یہ لفظ جدائی کے معنی میں آتا ہے اور سچ پوچھو تو جدائی کے معنی زیادہ مشہور و متبادر ہیں۔ یہ لفظ اردو شاعری میں بکثرت مستعمل ہے ہجر و وصال برابر بولا جاتا ہے اور حدیث قرطاس میں بھی معنی چسپاں ہوتے ہیں۔

سہیل: مدیر با فہم! اس زبان تو نظر آتی ہے لیکن دماغ میں عقل کی چھاؤں نظر نہیں آتی روایتوں کے الفاظ بہت مختلف ہیں کہیں ہجر ماضی کے صیغہ میں ہے کہیں اہجر استفہموہ ہے تو مدیر اپنے فہم کی بنا پر یہ معنی پیش کر رہا ہے کہ ہجر یعنی رسول نے انتقال کیا دوسرے فقرہ کے معنی مذاق مدیر پر یہ ہوں گے کہ کیا رسول نے انتقال کیا اور اسکے بعد کتنا لطیف فقرہ یہ ہے کہ استفہموہ یعنی پیغمبر سے پوچھو تو کیا انھوں نے انتقال کیا ہے آجتک نہیں سنا کہ جسنے انتقال کیا ہو اس سے پوچھا بھی جاتا ہے کہ کیا تمنے انتقال کیا لیکن جب مدیر ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہوں تو جو نہ ہو وہ تھوڑا ہے لہ ارشاد "کہ جس کے معنی صرف ہذیان کے نہیں" یہ کس نے دعوی کیا تھا کہ صرف ہذیان کے ہیں۔ فرماتے ہیں "بلکہ یہ لفظ جدائی کے معنوں میں آتا ہے" یہاں بھی نہیں ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ہجر جدائی کے معنوں میں فقط مستعمل ہوتا ہے یہ کیا خوب ارشاد ہوا "کہ سچ پوچھو تو جدائی کے معنی زیادہ مشہور و متبادر ہیں" یہ اور لطیفہ ہوا کہ یہاں تبادر جو دلیل حقیقت ہے اس سے تمسک فرمایا ہے اسکا حاصل یہ ہوگا کہ دوسرے معنوں میں مجاز ہے مگر ارشاد ہونا چاہیئے کہ آپکا تبادر جو بانا لہ کا زبان آشنا ہے عربی کے تبادر کو کیونکر ثابت کر سکتا ہے پھر ارشاد فرماتے ہیں "اور حدیث قرطاس میں یہی معنی چسپاں ہوتے ہیں" جی ہاں مگر تعصب کی لئی سے۔

میں صرف مدیر النجم ہی کو نہیں کہتا جن جن علمائے اہلسنت نے یہ معنی لکھے ہوں وہ اپنی مصیبت کی وجہ سے دست پاچہ اون کو نہ راویان حدیث کے مقولے یاد ہیں نہ ائمہ مذہب کی تصریحات محفوظ ہیں حضرت عمر ایک مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں اون کا منہ غلط کرکے وہ نہ ہوش میں ہیں نہ حواس میں۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۲ میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا سفیان عن سلیمان بن ابی مسلم خال ابن نجیح سمع سعید بن جبیر یقول قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی فقلنا یا ابا العباس وما یوم الخمیس

قال اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی لکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر قال سفیان یعنی ھذی استفہموہ

بسند مذکور سلیمان سے روایت ہے کہ سعید بن جبیر کہتے تھے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ پنجشنبہ کا دن اور پنجشنبہ کا دن کیسا تھا اسپر روئے اور اتنا روئے کہ سنگریزے بھیگ گئے پھر کہا کہ اے ابو العباس کیا تھا روز پنجشنبہ کہا کہ رسول اللہ کے درد شدید ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آؤ میں تمھیں ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو تو صحابہ نے نزاع کرنا شروع کیا حالانکہ کسی پیغمبر کے پاس جھگڑا نزاع نہ کرنا چاہیئے تو ان لوگوں نے کہا کہ آخر پیغمبر کو کیا ہو گیا ہے ای ھجر سفیان راوی حدیث کہتا ہے کہ ہجر کے معنی ہذی کے ہیں یعنی کیا پیغمبر ہذیان بک رہا ہے۔

اب مدیر صاحب مع ابن حجر وغیرہ آگے بڑھیں اور سفیان راوی صحیح بخاری سے جنگ فرمائیں اور آپ اپنے نئے معنوں سے اسکی خانہ رسائی کریں۔ نسیم الریاض صفحہ ۲۷۰ میں ہے استفہموہ ای قولھم اھجر بھمزۃ الاستفہام الانکاری الھجر بضم الھاء استفہموا من توقف فی امتثال امرہ بالکتابۃ ای یصدر عنہ ھجر و ھو الھذیان (پھر صفحہ ۲۷۹ پر ہے) وعلی ھذا الامر الذی قررہ من عصمتہ فی اقوالہ ونزاھتہ لا یصح روایۃ من روی ھجر بدون استفہام من الھجر بالضم والفتح اذ معناہ ھذی تکلم بکلام کثیر لا فائدۃ فیہ ولا انتظام فقائلہ ممن لا یعرف قدرہ علیہ الصلوۃ والسلام لخلل فی دینہ او عقلہ لقرب عھدہ بالاسلام ...... یقال ھجر یھجر کضرب یضرب ھجرا بالفتح اولہ وسکون ثانیہ کما فی بعض الشروح اذا ھذی بالذال المعجمۃ من الھذیان۔

فرماتے ہیں کہ ہذیان کے معنی وہاں نہیں ملتے

وجہ اول یہ کہ ہذیان کا شبہ جب اس بات سے ہوتا ہے جو خلاف عقل ہو ایک پیغمبر نے آخر وقت میں فرمایا کہ کاغذ لاؤ میں ایک ایسی ہدایت نامہ لکھوا دوں اسمیں کونسی بات خلاف عقل ہے جسکو کوئی ہذیان کہہ سکے۔"

سہیل:۔ مولوی عبد الشکور صاحب یہ چاہتے ہیں کہ جو شخص رسول کو ہذیان سے نسبت دے اسکی نسبت عقلمند ہیں بھی ہے بھلا یہ کونسی عقل کی بات ہے لیکن قدرت کو بضد ہے کہ پیغمبر تو نہیں مگر اسکا دشمن ہذیان گو ہو چنانچہ پیغمبر کی مشیت موثر ہو گئی اور جس جس نے ہذیان کی نسبت دی تھی وہی ہذیانی گو ثابت ہوا آپ سہیل کی سرخی کے

معنی سمجھ گئے ہوں جس کی آپ کو شکایت ہے (دشمن رسول کا ہذیان) یہ سرخی یہیں سے یا معنی ثابت ہوتی ہے کیا اچھا ہوتا اگر یہ تقریر آپ حضرت عمر سے مخاطب ہو کر فرمائیں تو آپ باہوش آدمی کہے جاسکتے تھے۔

وجہ دوم:۔ یہ کہ روایت میں ہجر کے بعد استفہموہ کا لفظ بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ سے پوچھو اگر ہجر کے معنی ہذیان کے لئے جائیں تو استفہموہ بے ربط ہوجاتا ہے جسکو ہذیان ہوگیا اس سے پوچھنا بالکل خلاف عقل ہے۔

سہیل:۔ وجہ دوم میں مدیر خود متحیر ہے کہ کیا کرے کیونکہ اگر وہ ہجر کو ہذیان کے معنوں میں لیتا ہے تو استفہام کے معنی نہیں بنتے کیونکہ بقول مدیر جس کو ہذیان ہوگیا ہو اس سے کچھ پوچھنا ہو بالکل خلاف عقل ہے اور اگر ہجر کو وہ اپنے تراشے ہوئے معنوں میں مستعمل کرتا ہے تو اور بھی ستم ظریفی سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ جس پر موت کا احتمال کیا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیوں ابھی آپ نے انتقال فرمایا نہیں کیوں جناب عالم مدیر صاحب یہی مطلب ہوا یا نہیں اور یہ تو بڑی عقلمندی کی بات ہے کہ کسی مریض سے یہ پوچھا جائے کہ تم مر گئے یا نہیں نہ معلوم ایسے وقت جواب کون دیگا تاکہ استفہام کا کچھ حصل ہو اب اس مطلب سے مرتبط کرکے مدیر کی یہ عبارت دیکھو۔

النجم: اب دیکھو ہجرانی کے معنی کس خوبی کے ساتھ نبھاتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت مرض کی حالت میں ہدایت نامہ لکھوانے کو فرمایا تو صحابہ کرام کے قلوب پر اک بجلی سی گر گئی کہ شاید وہ قیامت کی گھڑی آگئی ہے ~ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ؛ روی گل سیر ندیدیم بہار آخر شد ۔ کیونکہ ایسی تحریر آخر وقت میں لکھوائی جاتی ہے لہذا انھوں نے کہا کہ اھجر استفہموہ کیا حضرت اب جدا ہو رہے ہیں

سہیل:۔ مجھے اس شخص کی اس جرأت پر کمال تعجب ہوتا ہے جو باوصف دعوائے مولویت و باوجود تفاخر علمی اشتغال کے اس و بیجا شیب جو چاہتا ہے کہتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ میں کن لوگوں سے باتیں کر رہا ہوں آیا وہ کوئی صرف عربیت جانتے ہیں یا نہیں اور قواعد زبان عرب کو جانتے ہیں یا نہیں کوئی شخص برائے خدا سمجھائے کہ ماضی ہر جگہ مضارع کے معنوں میں نہیں آتا یہ دعا کا موقع تو ہے نہیں پھر اہجر میں ماضی کا استعمال یہ معنی کیونکر پیدا کردے گا کہ کیا حضرت اب جدا ہو رہے ہیں اس جملہ کا استفہموہ کے معنی کھلے ہوئے معنی جو میزان منشعب کا پڑھنے والا بچہ جان سکتا ہے یہ ہے کہ کیا حضرت نے انتقال کیا ذرا پوچھو تو اب فرمائیے کہ کتنی جیالی معنی ہیں سبحان اللہ ~ بیچند پوچھئے اپنی جبیں سے

ہنگامہ یہ تضعفات جنکو منکر زبان سے مرد بھی ہنس پڑے کہ صحابہ کرام کے علی پر بجلی گر گئی حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ذوق کہ معلوم

ایسے ہی بجلی گرے ہے دلوں کو جو محبت سے کھنچے اور چلے جاتے تھے ہنیہ لے قتل ہم ہجر ان میں مبتلا کر دیا اور کہہ دیا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے یہ میرے پاس جھگڑا اور غل غپاڑا کیسا آپ ہوتے تو غالباً پیش گاہ رسالت میں یہ سفارش کرتے کہ یا حضرت انہیں مجھے ان کے دل پر بجلی گری ہے اور جو لکھوانا ہو خواہ مخواہ بھیجئے گا نہیں معلوم مدیر جی کے پر تبسم نیم باز ہے یا ندامت جان نواز کاش اسی آخری وقت کی نصیحت یا وصیت کہہ کر کاغذ قلم دوات حاضر کر دیتے تو ہم ان صحابہ کو کرام کہتے ہیں لیکن ابتو کرام کاتبین کہیں کہ دو کام تھے یا لکام وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا منشورا۔

النجم کا مثلث منفرج الزوایا

یہ ہیں وہ تین باتیں جن پہ مدیر النجم کو نازش ہے اور یہ نازش نتیجہ نافہمی قدیم ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) اس تحریر کے نہ لکھوانے کا الزام تنہا حضرت عمر پر قائم کرنا سخت بے انصافی ہے حضرت عمر نے منع کیا تھا تو دوسرے صحابہ خصوصاً حضرت علی نے اس تحریر کو کیوں نہ لکھوایا لہذا سب سے زیادہ الزام حضرت علی پر عائد ہوگا کیونکہ بزعم شیعیان انکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب سب سے زیادہ تھا۔

سہیل ان شاباش یہ بات ہم سے پوچھنے کی ہے پہلے یہ بتاؤ کہ امیر المومنین بھی وہاں موجود تھے اور دیگر اہلبیت تھے انکا وجود روایت میں نہ اشارۃً ثابت ہے نہ کنایۃً اور جس روایت میں اہلبیت کی لفظ موجود ہے وہاں تصریح علمائے اہلسنت قرابت داران رسول مراد نہیں اگر آپ اسکی تفصیل پوچھیں گے تو آیندہ ہم اسے مفصلاً لکھیں گے لیکن ہم اگر تسلیم بھی کر لیں کہ موجود تھے تب بھی ہم جواب کیلئے حاضر ہیں۔ اچھا کیا پوچھا (لیکن اسکو اعتراض کی شکل میں نہ پوچھو بلکہ مستفیدانہ لہجہ میں پوچھو اور ہمارے افادہ پر اگر تمہارا دل پھڑک اٹھے تو بیساختہ کہہ اٹھنا کہ زندہ باد دوستان علی، و پائندہ باد دولت آل محمد۔

اچھا اب ہمارا جواب سنو تم سرخی (قصہ قرطاس کی حقیقت) صفحہ ۸ پر لکھ آئے ہو کہ "آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ قرطاس یعنی کاغذ لاؤ میں ایک تحریر لکھوا دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو" اب جب اس جملہ کے مخاطب صحابہ کرام ہیں تو تکلیف اطاعت صحابہ کرام سے متعلق ہوئی نہ قرابت داران رسول اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے پھر حضرت علی علیہ السلام کیوں اس کاغذ کو لکھواتے۔ ایک صحیح الدماغ شخص جس سے خود جناب باری کا آنزو طلب ہو وہ دوسرا خود ہی (دیکھا اور دوسرا نہیں اٹھا سکتا) فقط اجب ز ہیر ہیر کوئی کا دینا واجب ہے تو عمر باوصف عدم وجوب

زکوٰۃ دے اور کیا عمر و کے زکوٰۃ دینے سے زید کی تکلیف شرعی خصت ہو جائیگی یہ ایک جواب ہوا۔ دوسرا جواب جو اپنی نوعیت میں سب بے نظیر ہے یہ ہے کہ اگر علی بن ابی طالب علیہ السلام اس نوشتہ کو لکھواتے تو تم کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ العیاذ باللہ آپ معصوم نہ تھے اور آپ پر بھی بعد رسول معاذ اللہ گمراہی کا ڈر تھا کیونکہ متن حدیث نبوی میں یہ فقرہ داخل ہے کہ لن تضلوا بعدی میں ایسا نوشتہ تمھیں لکھدوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہو معلوم ہوا کہ جو لوگ قلم و دوات لانے کے مکلف تھی ان پر پیغمبر کو گمراہی کا ڈر تھا لہٰذا اگر امیر المؤمنین لکھواتے تو آپ بھی مشتبہ ہو جاتے ثابت ہوا کہ آپ کا نہ لکھوانا اسلئے تھا کہ آپ سے پیغمبر نے قلم دوات نہیں مانگی تھی اور نہ آپکے لئے ہدایت نامہ لکھنے کی ضرورت تھی کیونکہ آپ بنص خدا و رسول معصوم تھے تفرقۂ مراتب دیکھو کہ قلم و دوات کا لانا علی کیلئے عیب تھا اور صحابہ کیلئے ہنر تھا اگر بصیرت ہو تو دیکھو لیکن جب وہ حسب الطلب نہ لائے تو وعید من یعص اللہ ورسولہ میں داخل ہو گئے آیا سمجھ میں فلا تشکرو ولا تکفرو۔ "پھر فرماتے ہیں"

(۲) اس تحریر کے نہ لکھوانے کا الزام معاذ اللہ رسول خدا پر بھی آتا ہے کیونکہ جب وہ ایسی ضروری تحریر تھی تو بحیثیت منصب رسالت کے آپ پر اسکی تبلیغ فرض تھی اسوقت اگر نہیں لکھوایا تھا تو اسکے بعد پانچ دن کا موقع ملا تھا چاہیئے تھا کہ کسی اور وقت لکھوا دیتے مگر آپنے نہ لکھوایا تو " معاذ اللہ فرض رسالت کو ترک کر دیا۔

سہیل:۔ جی ہاں اب تو حضرت عمر پر اعتراض ہوا ہے دیکھیئے کون کون مورد الزام ہوتا ہے امیر المومنین رحمۃ للعالمین اور خود جناب باری کوئی بھی بچ سکتا ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا اسکی شناعت ارباب فہم پر واضح ہے اور یہ خود ہی مدفوع ہے رفع کرنیکی ضرورت نہیں تاہم رفع شکایت کیلئے کچھ الفاظ نذر خدمت ہیں اگر مدیر صاحب سمجھنے کا قصد نہ فرمائیں گے تو ناظرین رسالہ فہم سے کام لیں گے پہلا جواب وہ ہے جو خدا نے اس حیثیت کے عام مقامات کے لئے تجویز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ دین میں کچھ جبر نہیں ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر اختیار کرے اور خدا کے ساتھ ایمان لائے اس نے عروۃ وثقیٰ کے ساتھ تمسک کیا پیغمبر صرف ابلاغ کا مکلف ہے اور وہ اسنے اس عبارت سے اچھی طرح کر دیا کہ کاغذ لاؤ

ایک تو نوشتہ لکھدو جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو صحابہ نے اپنی ہدایت ضروری نہ سمجھی اور ضلال منظور کرلیا انمیں
پیغمبر کا کیا قصور ہے اگر قصور ہے تو اون کا جنھوں نے اسے منظور نہ کیا پیغمبر ہرگز اسبات کا مکلف نہ تھا کہ وہ
جبراً اپنے احکام کی تبلیغ کرائے لست علیھم بمصیطر قول باری اسکا شاہد ہے رہ گئی ضرورت اسکی توضیح
کرنے والا یہ فقرہ ہے کہ اسکے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے میرے خیال میں کوئی ضرورت اس ضرورت سے زیادہ نہیں
ہو سکتی لیکن جلبے قول نے تعمیل رہ گیا ہو لیکن عظیم فائدہ اسکا یہ نکلا کہ اسیوقت ہدایت رخصت ہوئی اور
ضلالت سپیدہ کی طرح واضح ہوگئی کیونکہ جو چیز ذمہ دار ہدایت تھی یعنی نوشتہ وہ نہوا اور نہونے پایا۔

اب رہ گئی یہ بات کہ پانچ دن کا وقفہ ملا تھا کیوقت لکھوا دیتے اسکا جواب یہ ہے کہ مطلوب نبی یعنی اظہار
ضلال صحابہ بالفعل حاصل ہوچکا تھا اب اسکے بعد دوبارہ کلام کی ضرورت نہ تھی وہ لوگ جن کا کلام رفیع ہوتا ہے
ان کو اپنے سخن کے رائگاں ہونے کا سخت ملال ہوتا ہے قوموا عنی (چلے جاؤ میرے پاس سے) اسکا شاہد
عادل ہے پھر آپ کس دل سے ان صحابہ کو مخاطب کرتے اسکے علاوہ مجھے نہیں معلوم کہ ان لوگوں کے اٹھادینے کے
بعد پھر ان لوگوں کو موقع حضوری ملا ہو پھر کہا جاتا تو کس سے کہا جاتا اسکے علاوہ جب یہ ہمارا مسلمہ ہے کہ وحی
کے بغیر کچھ فرماتے ہی نہ تھے جب وحی آئی تو فرمایا پھر اسکے متعلق نہیں آئی نہیں کہا اسمیں آپ کا کیا اجارہ ہے
گویا مدیر صاحب ابلیس کی حمایت سے جناب رب العزت کو محل اعتراض بنانا چاہتے ہیں کہ اگر ابلیس نے ترک سجود کرم
کیا تھا تو اسے پھر مورد طعن ولعن بنانا نہ چاہئیے تھا بلکہ زمانہ کا دامن وسیع تھا پھر دوسرے وقت میں سجدہ
کرالیتا کیوں جناب مجمل تقریر یہی ہوا نہ پھر جو جواب جناب باری کے دوبارہ حکم نہ دینے کا ہے وہی جواب حضرت
رسالتماب کی طرف سے سمجھئے۔ فرماتے ہیں " اور یہ بات کسیطرح قابل قبول نہیں کہ حضرت عمر کے روکنے یا اُن کے
خوف سے آپنے ایسا ضروری کام ترک کردیا انبیا علیہم السلام اگر اسیطرح کسی کے روکنے سے یا کسی کے خوف سے
تبلیغ وہدایت کا کام ترک کردیا کریں تو دین پر کوئی اعتبار نہ رہیگا نبوت ایک بازیچہ اطفال ہوجائیگی "۔

ذرا آپ خیال تو فرمائیں کہ آپکے ان اقوال سے معصیت رسول کا الزام کیونکر رفع ہوسکتا ہے۔ دو تو
ہوچکا میں یہ کب کہتا ہوں کہ حضرت عمر کے قول سے تبلیغ رک جاتی ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جس تبلیغ کی مصلحت
نوشتہ پر موقوف تھی وہ نوشتہ پر راضی نہوے اسکے بعد بمقتضائے آیہ کریمہ دعھم فی غمرتھم یعمھون

وحکم فتولی عنہم فما انت بملوم ان لوگوں سے اے رسول منہ پھیر لو تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہی آپ نے ان لوگوں سے روگردانی فرمائی ارشاد ہوتا ہے "پھر حضرت عمر کیا پانچ روز تک رات میں کسی وقت حضرت کے پاس سے ہٹے ہی نہیں جسوقت نہوتے اسوقت حضرت لکھوا دیتے" میں تو عرض کرتا ہوں کہ پھر حضرت عمر کو دور اون کے اتباع کو قوموا عنی کے کہنے کے بعد آنا ہی نصیب نہیں ہوا بلکہ قیامت میں بھی مفارقت کا پیغام حتمی تھا تمام ہی زمانہ خالی تھا لیکن مقصود تو یہ تھا کہ حضرت عمر پر اس نوشتہ کی وجہ سے حجت تمام ہو جائے اگر ان کی عدم موجودگی مطلوب ہوتی تو آپ انکے سامنے ذکر ہی نفرماتے حالانکہ ان کے سامنے ذکر فرمایا اور بہت اچھا ہوا کہ رسول کی معصیت ان کے ہاتھوں واضح ہو گئی ورنہ پیغمبر سے ان بزرگ کی مخالفت واضح نہ ہوتی۔

(۳) غور و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود کسی تحریر کا لکھوانا تھا ہی نہیں بلکہ آپ اپنے صحابۂ کرام کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ کہانتک ان کو دین میں پختگی حاصل ہوئی ؟

سہیل واہ کیا نوٹ ہے کیا تصنع ہے بھلا ایسا بھی کوئی امتحان لیتا ہے جس کے آخر میں یہ کلمہ ہوتا ہے کہ لن تضلوا بعدی جس سے ہمیں سات کا یقین ہو جاتا ہے کہ چونکہ نوشتہ نہوا لہذا سب گمراہ ہوئے اور یوں حکم وجوبی دیکے امتحان کیا جاتا ہے جسکی مخالفت سے تمام صحابہ مانعین عدول سے نکلکر فسق میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر جب وہ امتحان میں پختہ ظاہر ہوتے ہیں تو بجائے خوش ہونے کے ان سے فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے چلے جاؤ پھر اسی طرح یہ کہ پیغمبر نے تو ان کا امتحان لیا اور وہ پیغمبر کا یوں امتحان لے رہے ہیں کہ ان سے پوچھتو کہ حواس میں ہے یہ معاذاللہ ہذیان تو نہیں ہے۔ ضعف الطالب والمطلوب۔ پھر فرماتے ہیں۔

آیۂ قرآنی اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہو چکی تھی اور سب کو بتا دیا گیا تھا کہ دین الٰہی کامل ہو چکا نعمت خداوندی پوری ہو چکی اگر کہیں خدانخواستہ اکابر صحابہ لکھوانے کی درخواست کرتے تو حضرت کو بڑا رنج ہوتا کہ باوجود اس آیت کے تم ابتک دین کو کامل نہیں سمجھے؟

سہیل:۔ ناظرین سہیل کو یاد ہوگا کہ ہمنے محفل شوریٰ کی کارروائیوں کو یہ کہکے باطل کیا تھا کہ یہ اگر دین کی بات تھی تو پیغمبر کی تبلیغ اس سے پہلے ضروری تھی اور اجماع صحابہ کی ضرورت نہیں اور اگر دین کے اندر نہ تھی

تو محض بے دینی تھی" مدیر محترم نے اس ہمارے افادہ کو صفحۂ خیال میں محفوظ رکھا جواب تو اس جملہ کا ہو نہ سکا لہذا
جس نے سکھایا تھا اسی پر حملہ افگن ہو گئے ؎

کس نیاموخت علم تیر از من ۔۔۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد۔

لیکن حربہ بنایا ہوا ہمارا تھا جسطرح ہم اسے استعمال کرتے ہیں ویسا استعمال کسی اور کو کب اور کیونکر آسکتا
ہے جواب یہ ہے کہ ہمنے کب کہا تھا کہ یہ کوئی نئی تبلیغ تھی تاکہ آپ یہ فرمائیں کہ دین کامل ہو چکا تھا بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں
کہ تبلیغ ہو چکی تھی اسی حکم کو جو تبلیغی تھا اور جسکی تبلیغ کر چکے تھے چاہتے تھے کہ لکھوا دیں تاکہ کسی خود غرض کو اس سے
اختلاف کا موقع نہ ملے یہ عظیم مصلحت تھی لیکن جن کا اس سے ضرر تھا وہ سمجھ گئے اور کسیطرح لکھنے پر راضی نہوئے۔ مصنف
تاریخ بغداد نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بافتخار فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ نے کاغذ قلم مانگا تھا
میں اپنی فراست سے سمجھ گیا کہ علی کی خلافت کے متعلق لکھوائینگے چنانچہ میں اسمیں خلل انداز ہوا اور پیغمبر کو نہ لکھنے دیا
ابن ابی الحدید معتزلی جو حضرت عمر کا دم بھرتے ہوئے راستہ چلتا ہے شرح نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ مصر میں
رقمطراز ہے ۔ و روی ابن عباس قال خرجت مع عمر الی الشام فی احدی خرجاتہ فانفرد یوما یسیر علی بعیرہ
فاتبعتہ فقال لی یا ابن عباس اشکو الیک ابن عمک سألتہ ان یخرج معی فلم یفعل و لم ازل
اراہ واجدا فیم تظن موجدتہ قلت یا امیر المومنین انک لتعلم قال اظنہ لا یزال کئیبا لفوت
الخلافۃ قلت ھو ذاک انہ یزعم ان رسول اللہ اراد الامر لہ فقال یا ابن عباس واراد رسول اللہ
الامر لہ فکان ماذا اذا لم یرد اللہ تعالی ذلک ان رسول اللہ اراد ذلک واراد اللہ غیرہ فنفذ
مراد اللہ تعالی ولم ینفذ مراد رسولہ او کلما اراد رسول اللہ کان انہ اراد اسلام عمہ ولم یردہ
اللہ فلم یسلم وقد روی معنی ھذا الخبر بغیر ھذا اللفظ وھو قولہ ان رسول اللہ اراد ان یذکرہ
للامر فی مرضہ فصددتہ عنہ خوفا من الفتنۃ وانتشار امر الاسلام فعلم رسول اللہ ما فی
نفسی و امسک وابی اللہ الا امضاء ما حتم یعنی ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے
ان سفروں میں سے جو شام کی طرف ہوئے ہیں بعض سفروں میں میں بھی ساتھ تھا ایک دن تنہا حضرت عمر اپنے اونٹ پر
جا رہے تھے تو میں پیچھے ہو لیا مجھ سے کہا کہ ابن عباس میں تمہارے پسر عم کی تم سے شکایت کرتا ہوں کہ ان سے میں نے

کہا تھا کہ میرے ساتھ چلو نہ مانا اور میں تو برابر ان کو رنجیدہ پاتا ہوں تمہارا کیا خیال ہے آخر وہ کس لئے رنجیدہ رہتے ہیں میں نے (ابن عباس) کہا کہ امیر المومنین خود ہی جانتے ہیں کہا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کی رنجیدگی خلافت کے نہ ملنے کی وجہ سے ہے میں نے کہا کہ ہاں بات یہی ہے ان کا خیال ہے کہ پیغمبر نے خلافت انہیں کے لئے چاہی تھی حضرت عمر نے کہا کہ ابن عباس رسول خدا کے چاہنے سے ہوتا کیا ہے جب تک کہ خدا نہ چاہے اگر پیغمبر نے کچھ ارادہ کیا اور خدا نے کچھ ارادہ کیا تو پیغمبر کا ارادہ نہ نافذ ہوگا اور خدا کا ارادہ نافذ ہوجائیگا کیا جس چیز کا ارادہ رسول خدا کرینگے وہ ہوجائے گا انہوں نے چاہا تھا کہ ان کا چچا ایمان لائے لیکن خدا نے نہ چاہا تو وہ اسلام نہ لائے اسکے غیر الفاظ میں بھی یہ خبر مروی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے مرض میں علی کی خلافت کا تذکرہ کریں لیکن اسلام کی معاملات کے انتشار اور فتنہ وفساد کے خوف سے میں نے انہیں باز رکھا پیغمبر میرے دل کی بات سمجھ گیا اور وہ ساکت ہوگیا خدا کو جو کچھ کرنا تھا اسنے وہی کیا"۔

اقرار جرم کے بعد بھی نہ معلوم آپ سمجھے یا نہیں سمجھے آپ فرمارہے ہیں اور اپنے فعل کی تعلیل بھی کررہے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ فصددتہ عنہ خوفاً من الفتنۃ میں نے پیغمبر کو روکا فتنہ کے خوف سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی نظر کو نظر پیغمبر سے زیادہ نکتہ رس سمجھتے تھے خطا وار تھی تو کیا ہوا لیکن مقام عصمت سے زیادہ آپ کی بلند پروازی تھی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

لیکن الحمد للہ کہ صحابہ کرام اس امتحان میں کامل اترے اور اس کامیابی میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ حضرت فاروق اعظم کو ملا۔

سہیل:۔ ناظرین با اطلاع مدیر النجم کو بھی اسی شمارہ میں درج کردیا جاتا ہے جسمیں حضرت عمر بھی ہیں وہی وجہ ہے جس وجہ سے حضرت فاروق اعظم کو نمایاں حصہ ملا ہے اور آپ اسے تسلیم کررہے ہیں اسی وجہ سے بعینہ ہم کہتے ہیں کہ آپکے فاروق اعظم میں چند باتیں نمایاں طور پر پائی گئیں پیغمبر کے حکم کی نافرمانی [۱]۔ اہانت پیغمبر [۲]۔ رفع صوت [۳] ان سب کی سزائیں مدیر النجم کو معلوم ہیں یہ تمام جرائم ایک وقت میں موجود ہیں جنمیں سے ایک کی پاداش وہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مہین یعنی جو خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے اور انکے مقرر کئے ہوئے حدود سے تجاوز کرے تو اسکو خدا

جہنم میں ڈالے گا اور اسکے لئے عذاب ذلیل کن ہوگا ۔ اس امتحان میں کامل اترنا یہ جبھی مسلم ہو جب کوئی اجنبی اعتقاد بستہ حضرت عمر کا ممتحن ہو لیکن اگر خدا اور رسول ممتحن ہوں تو نامہ اعمال کے نتائج لکھنے والا خود ہی جا نتا ہی اور نہیں تو ان کے دئے ہوئے نمبر حشر کے دن شائع ہوں گے اسمیں ایڈیٹر النجم کا حصہ بہت کچھ ہوگا ۔ کیونکہ حضرت عمر نے معصیت رسول کی نیو ڈالی اور آپنے اسکی مزید تاکید فرمائی ۔

ارشاد ہوتا ہی چند نامعلوم الاسم حضرات لکھوانے کے خواہشمند تھے جس کی بابت ظن غالب یہ ہی کہ وہ جدید الاسلام حضرات ہوں گے "۔

سہیل :۔ جی ہاں مطیع لوگ تو آپ کی نظر میں جدید الاسلام ہوں گے اور حضرت عمر ایسے لوگ قدیم الاسلام ہمیشہ نافرمان نکلے ۔ ان نامعلوم الاسم لوگوں کو جن کو یہ جاہل جدید الاسلام کہہ رہا ہی میں بتا تا چاہتا ہوں کہ وہ کون تھے ۔ انہیں بزرگ کے قبلہ و کعبہ خیر جاری شرح صحیح بخاری میں تمطراز ہیں جیسا کہ سہیل متعلق شوال میں صفحہ ۲۱ پر لکھا جا چکا ہی لا شک فی ان رسول اللہ رای المصلحۃ فی کتابۃ الکتاب بدلیل قولہ لن تضلوا بعدی و لا شک ایضا ان عمر نہی الاصحاب عن احضار الدواۃ و القلم و لا شک ایضا ان اہل البیت الحوا علی احضارھما وطال النزاع بین الفریقین حتی اخرجھم النبی جمیعا وھذا القدر مما یتبادر الی الذھن من نص الحدیث و لا یرتاب فیہ احد ۔

یعنی اسمیں شک نہیں کہ پیغمبر نے کتابت تحریر میں مصلحت خیال فرمائی کیونکہ یہ جملہ فرمانا کہ تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ گے اسی مصلحت پر دلالت کرتا ہے اور اسمیں شک نہیں کہ عمر ہی نے اصحاب کو دوات و قلم کے حاضر کرنے سے روکا اور اسمیں بھی شک نہیں کہ اہلبیت نے دوات و قلم کے حاضر کرنے پر زور دیا اور نزاع دونوں فریقوں میں بڑھی یہاں تک کہ ان سبکو پیغمبر نے نکال دیا نص حدیث سے اسقدر تو ضرور سمجھ میں آتا ہے جسمیں کوئی شخص شک نہیں کر سکتا ۔

سہیل :۔ ملا یعقوب نے جو یہ آخر جملہ لکھا کہ اسمیں کوئی شخص شک نہیں کر سکتا یہ وجود عقل کے ہوتے ہوئے اسنے کلیہ حکم کر دیا ہی ورنہ ایڈیٹر النجم ہی ایک ایسے بزرگ ہیں جن کو یقینًا شک ہی ۔ اچھا اس کلام سے صاف ظاہر و آشکار ہے کہ جو لوگ کاغذ و قلم دوات کے لانے پر زور دے رہے تھے وہ اہلبیت تھے ۔

جن اہلبیت کی تطہیر پر آیہ تطہیر نے نص کی ہو وہ تو غیر معلوم الاسم اور جدید الاسلام تھی اور جنکی داڑھیاں

بت پرستی میں پیدا ہو گئی ہوں وہ تھے قدیم الاسلام وا مرے دماغ معکوس ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق۔

طعن نافذ

ان بیانات یقینیہ سے ثابت ہے کہ دو گروہ تھے جن میں نزاع تھی۔ ایک وہ جو کاغذ قلم دوات لانے میں تردد کر رہا تھا ایک وہ جو لانے سے منع کر رہا تھا ان دونوں کو ذہن میں رکھکر اہجر او ہجر ہمزہ سمیت یا بے ہمزہ یا ان الرجل لیھجر ان میں سے کوئی آواز ہوا سے غور سے خیال کرو تمھیں صاف معلوم ہوگا کہ ہذیان کی تجویز کرنیوالے انھیں میں سے تھے اور اتفاق سے حضرت عمر اس گروہ کے راس و رئیس تھے دنیا کہتی ہے کہ یہ آواز حضرت عمر کی آواز تھی مدیر النجم کا بیان ہے کہ حضرت عمر کی آواز نہ تھی کسی دوسرے کی آواز تھی اب ان کو ثابت کرنا چاہیئے کہ دوسرا کون تھا تاکہ وہ ماخوذ ہو اور حضرت عمر چھوڑ دیئے جائیں لیکن جب تک کہ یقینی کوئی دلیل مخرج ثابت نہ ہو تو اسوقت تک ان کا اس دام محکم سے رہا ہونا مشکل ہے۔ عینی جدید الاسلام ان لوگوں کو کہتا ہے جنمیں حضرت عمر تھے بلکہ اس گروہ کے راس و رئیس تھے چنانچہ وہ لکھتا ہے والذی ینبغی ان یقال الذین قالوا ماشانہ اہجر او ھجر بالھمزۃ وبدونھا ھم الذین کانوا قریبی العھد بالاسلام سزاوار یہ ہے کہ یہ یوں کہا جائے کہ جن لوگوں نے ہذیان قائل کا استفسار کیا یا ہذیان کی آنجناب کی طرف سے نسبت دی وہ لوگ نو مسلم تھے۔ اب آپ (مدیر النجم) اور عینی شارح صحیح بخاری میں ایک مصارعہ ہو جانا چاہیئے تاکہ ہم تماشا دیکھیں۔

فرماتے ہیں "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور امتحان تھا اسکی دو زبردست دلیلیں ہیں اول یہ کہ جب آیت قرآنی تکمیل دین اور اتمام نعمت کی خبر دے چکے تھے تو ناممکن تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بعد کسی ضروری تحریر کی حاجت ظاہر فرما کر دین کو ناقص اور نعمت خدا کو نا تمام قرار دیں۔

سہیل:۔ گویا آپ کا مقصود یہ ہے کہ تکمیل دین اور اتمام نعمت کے بعد اب پیغمبر واجب الاطاعت رہا نہیں تاکہ کوئی شخص پیغمبر کی اوامر کی تعمیل کرے میں کیا تمام عملی دنیا اسبات کے سمجھنے سے قاصر ہے کہ کمال دین ہونے سے پیغمبر کی جلالت قدر اور وجوب طاعت میں نقصان ہو جاتا ہے اور اطیعوا الرسول کا حکم بعد تکمیل دین منسوخ ہو جاتا ہے اور قول نبی معاذ اللہ ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اگر ایسا ہی مطلب ہے تو قیامت ہے اور اگر وجوب طاعت رسول بعد کمال دین بھی ہے تو اعتراض اپنی حال پر ہے اور چونکہ ملا یعقوب نے اس امر سے نفی شک کیا ہے کہ پیغمبر نے ضرور نوشتہ میں مصلحت امت دیکھی اور وہ مصلحت

عدم ضلالت امت بھی تو اس سے زیادہ اور کون سی ضرورت ہوسکتی ہے لیکن غریب مدیر النجم کی عبارت یہ ہے کہ ناممکن تھا کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بعد کسی ضروری تحریر کی حاجت ظاہر فرماکر دین کو ناقص اور نعمت خدا کو ناتمام قرار دیتے ۔ ایڈیٹر صاحب مجھے امید ہے کہ آپ برا نہ مانینگے میں آپکے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیشک دین کامل ہوچکا تھا اور بیشک نعمت تمام ہوچکی تھی لیکن اس تحریر کا باعث نقصان دین نہ تھا بلکہ نقصان امت تھا اسکو یوں سمجھئے کہ قرآن نازل ہوچکا تھا اور تمام وکمال اتر چکا تھا پھر بھی بعد وفات پیغمبر حضرت عمر قسمیں کھاتے تھے کہ ہرگز پیغمبر نے وفات نہیں پائی اور ایک ایک پہر دہ تان رہے تھے تو آپ ہی ملاحظہ فرمائیں کہ اس حافظہ کو دیکھتے ہوئے کیا برا تھا کہ ایک نوشتہ اہم باتوں کے متعلق لکھوا دیا جاتا کہ اس حافظہ کے نقصان کو وہ پورا کرتا رہتا اور ضلال سے امت محفوظ رہتی۔ دوسری مثال اگر طبیب مثلاً آپکے تقویت دماغ کیواسطے احتقان تجویز کرے اور اجزاء نے ذرا بیان کرشے اور بعد میں کہے کہ ان اجزاء کو کاغذ پر لکھ لینا بھی ضروری ہے تاکہ آپ بھول نہ جائیں اور غلط استعمال نہ فرمائیں تو کیا یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ بیان تو کر دیا اب لکھنے کی کیا ضرورت ہے بس جیسا یہ ایک عقلائی عمل ہے ویسے ہی معاملہ وہی ہے ضروری نوشتہ بھی سمجھئے اور یہ امتحانی نہ تھا بلکہ مصلحتی تھا۔

اسکے بعد دوسری تائید اس مطلب کی فرماتے ہیں"

فاعترفوا بذنوبہم

"دوم یہ کہ اس قصہ قرطاس سے بہت پہلے حدیث ثقلین ارشاد ہوچکی تھی اس حدیث میں رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماچکے تھے کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم ان دونوں سے تمسک کروگے تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے جو صفت قرطاس والی تحریر کی بیان فرمائی ہے وہ صفت کی دو چیزیں جب آپ امت کے ہاتھ میں دے چکے تھے تو اب اس تحریر کی کیا حاجت تھی"

الحمدللہ کہ نتیجہ بحث ثقلین اتنا تو نکل آیا کہ مدیر النجم ایسے بزرگ نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ پیغمبر نے دو چیزیں چھوڑی تھیں جن کا خاصہ یہ تھا کہ ان دونوں سے تمسک کرنیوالا گمراہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہم اس اعتراف کو معجزہ اہلبیت سمجھتے ہیں یہاں وادِ تعصب اس اعتراف میں بھی دے دی اور وہ یہ کہ ان دونوں چیزوں کا نام نہ بتایا تاکہ وفاء اہلبیت پر کسی قدر پردہ رہے لیکن اگر انھوں نے نہیں بتایا تو ہم اس پردہ کو اٹھا دیتے ہیں تاکہ پیغمبر نے

جس چیز کا اظہار چاہا تھا وہ مخفی نہ رہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے ایک ہی کتاب باری جسے قرآن کہتے ہیں اور دوسرے اہلبیت علیہم السلام ہیں جن کو نہ مدیر النجم تمسک کے قابل سمجھتے ہیں نہ حضرت عمر ہی ایسا سمجھتے تھے چنانچہ انھوں نے حسبنا کتاب اللہ کہا یعنی ہمیں صرف کتاب خدا کافی ہے ان کا مطلب یہ تھا کہ اہلبیت کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں ہمکو قرآن ہی کافی ہے جس سے ان کی ذہانت اور عدول حکمی دونوں پر پوری روشنی پڑتی ہے

ایک قابل لحاظ غلطی

مدیر نے تحریر کیا ہے کہ "اسی صفت کی دو چیزیں" اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ تنہا قرآن کا تمسک بھی کافی ہے اور تنہا اہلبیت کا تمسک بھی ایسا نہیں ہے اور اسی لئے حسبنا کتاب اللہ کہنا غلط تھا کیونکہ پیغمبر نے حدیث مبارک ثقلین میں ما ان تمسکتم بھما جب تک ان دونوں چیزوں سے تمسک کروگے گمراہ نہ ہوگے تو ان دونوں کی اجتماعی حیثیت نظر شارع میں ملحوظ ہے اور اسی وجہ سے ان دونوں میں تفرقہ اندازی موجب ضلال ہے۔

یہ تو وہ باتیں تھیں جو اثنائے کلام میں پیش آئیں لیکن جواب اس توہم کا کئی مرتبہ ہم لکھ چکے اب پھر بہ تبدیل الفاظ لکھا جاتا ہے کہ اگر حدیث ثقلین بھی بیان ہو چکی تھی اور اسکی تبلیغ سے پیغمبر فارغ ہو چکا تھا تب بھی چونکہ پیغمبر اس نوشتہ کو ضروری سمجھ رہا تھا اسلئے لکھوا لینے میں کیا حرج تھا اگر یہ تمام تبلیغ ہوتی تو عذر کر کے پوچھ لیا جاتا کہ ہم سے تو آپ اسے بیان کر چکے تھے پھر کیا ضرورت بیان واقع ہوئی یہ اور بات تھی مخالفت کلام نبی تو نہ ہوتی نسبت ہذیان تک تو نوبت نہ پہونچتی صحابیت کے دفتر سے جابہ قوموا عنی کہکے پیغمبر نام تو نہ کاٹتا بہرحال عصیاں اپنے حال پر باقی ہے اور آپکے کہنے سے ہم اسی امتحانی نہیں سمجھ سکتی درانحالیکہ اہلبیت سے زیادہ البصر کون ہو سکتا ہے وہ تحریر بے نذر دے رہی تھی اگر امتحان ہوتا تو پیغمبر مسکرا دیتا وہ جھنجلانے کا مقام نہ تھا الک سب کو حکم دیکر نکالدیں نہ غلب علیہ الوجع کہنے کا موقع تھا نہ "ان الرجل لیھجر" کہنے کی ضرورت تھی کیونکہ مجتمع کچھ دنیا میں کوئی ہذیان گو نہیں کہہ سکتا ہاں اگر کہا جاتا تو یہ کہا جاتا کہ تبلیغ تو ختم ہوگئی اب آپ کیا لکھوانا چاہتے ہیں اگرچہ یہ بھی سوء ادب اور جرأت سے خالی نہ تھا مگر ایک کلام تو ایسا ہوتا جس کو مقتضائے مقام سے ربط ہوتا یہی حیثیت تو تجہیز جیش اسامہ میں بھی ہوئی وہاں بھی غالبًا آپ یہی فرما دیں کہ فقط امتحانًا کہا تھا کہ جیش اسامہ کا ساتھ دو ورنہ تبلیغ کے ختم کے بعد آپ کی نظر میں کیسی تجہیز اور کیسا حکم لیکن وہاں ایک کلمہ موجود ہے لعن اللہ

من تخلف عن جیش اُسامۃ اب اس لعنت کو متخلفین حصہ رسد بانٹ لیں اور کہیں کہ حکم امتحانی تھا ۔

اب ایک بات ہم اور کہیں

اور وہ یہ کہ ابن عباس جو حبر امت مسلم ہیں وہ اس امتحانی حکم کے مل جانے میں کیوں اتنا بیچین ہو کر روتے تھے کہ سنگ ریزے بھیگ جاتے تھے کیا اس حبر امت میں اتنی بھی سمجھ نہ تھی لیکن چونکہ وہ شاہد واقعہ تھے لہٰذا جو مصیبت گزری تھی وہ ان کی پیش نظر تھی آپ زاویہ پا تا نالہ میں مقیم رہ کر تک بندیاں کیا کیجئے لیکن واقعہ اتنا سنگین ہے کہ بنائے نہیں بنتی اور بنائے کیا بنے دل زبان کو جھٹلا رہا ہے مگر مذہبی تعصب پیچھا نہیں چھوڑتا ۔

"حادثہ جانکاہ"

"باقی آئندہ"

سید محمد رفیع صاحب مصطفےٰ آباد سے تحریر فرماتے ہیں :۔ امید کہ جناب اس صدمہ جانکاہ کو اپنے رسالہ میں جگہ دیں گے افسوس ہزار افسوس کہ میرے نانا جناب سید یوسف حسین صاحب تعلقدار مصطفےٰ آباد نے بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی [illegible] مطابق ۱۲ اکتوبر [illegible] بروز جمعہ بوقت صبح [illegible] اس دنیائے فانی سے عاقبت کو خیرباد کہا اور عالم بقا کی طرف چل بسے ۔ ہم لوگوں کے دل پر اپنی جدائی کا داغ دے کر گئے خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو [illegible] تصدیق [illegible] مرحوم بڑی خوبیوں کے انسان تھے جملہ مومنین سے التماس ہے کہ مرحوم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے اور بعد نماز [illegible] سورہ فاتحہ مرحوم کی روح پر ہدیہ کریں گے [illegible] اہل سخن کہنہ مشقوں سے التماس ہے کہ براہ کرم مرحوم کی تاریخ وفات کہہ کر روانہ فرمائیے ۔ مشکور ہوں گا ۔ ہم کو اس حادثہ جانکاہ میں جناب مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ناظرین سہیل جناب مرحوم کے لئے ایک سورہ فاتحہ سے دریغ نہ فرمائیں گے ۔ "مدیر سہیل"

سفوف مسیحا دافع جریان ضعف و مقوی اعضا

چونکہ عوام جریان سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہمکو یہ بتانا ضرور ہے کہ جریان کیا چیز ہے اور اس سے کیسے مہلک امراض تک نوبت پہونچتی ہے تاکہ جن حضرات کو یہ مرض ہو وہ ایک بکس سفوف مسیحا ہم سے طلب کرکے استعمال کریں۔ جریان کو عربی میں سیلان اور ہندی میں پرمیہ یا پرموت اور دھات بہنا کہتے ہیں اور دھات ایک جوہر نفیس ہے جس کا ہر قطرہ خون کے دس قطروں سے بنتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کو انسان کا جوہر راست کہنا زیبا ہے کیونکہ یہی تمام خواہشوں کا بادشاہ جسمانی طاقت کا نگہبان دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ تمام حسینان جہان اسی کی بدولت حسین ثابت ہوتے ہیں اور جسقدر اس میں نقص ہوتا ہے اسی قدر رنگ روغن چہرہ کی چمک رنگ طبیعت کی بشاشت دلکی فرحت میں فرق آجاتا ہے علامات جریان حسب ذیل ہیں۔ بعد پیشاب اور کبھی قبل پیشاب اور کبھی پیشاب کیساتھ یا حالت قبض میں دھات کا خارج ہونا۔ دھات کا پتلا ہو جانا اور کبھی کبھی احتلام مگر جب خواہش نفسانی سے حرکات بیہودہ مثلاً مشت زنی وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو اول مثانہ کی حالت بگڑ جاتی ہے یعنی حالت بول (پیشاب کرتے میں) گرمی اور جلن کا معلوم ہونا پیشاب میں سوزش بار بار پیشاب کا ہونا۔ سرعت انزال کمی لذت خواہش ہوکر ٹھہر کر زائل ہو جانا۔ درد کمر ہتھیلیوں اور تلووں کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا کمزور پیدا ہونا۔ پنڈلیوں کا پھٹنا دوران سر سستی۔ کاہلی۔ نیند کی کمی غرضکہ بڑھتے بڑھتے سخت امراض مثل مرگی لقوہ۔ فالج۔ گٹھیا۔ جنون۔ تپ شدید وغیرہ رجوع ہو کر جان پر بنجاتی ہے ہم نے بہ غرض رفاہ عام یہ سفوف صرف ہندوستانی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہے معدنیات سے بالکل پاک ہے جس سے بجز فائدہ کے ذرہ بھر نقصان نہیں یہ سفوف جریان کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام منی کو گاڑھا کرنا اور تکالیف کی اصلاح کرنا کمزور معدے کو طاقتور بنانا۔ تمام اعضاء رئیسہ کی خرابیوں کو دفع کرنا اور ان کے افعال کو قوی کرنا عضو مخصوص کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کیساتھ اپنے منصبی کام کے لئے آمادہ کرنا۔ نامردی ضعف مثانہ ضعف اعصاب ضعف دماغ، جگر و معدہ۔ ذیابیطس اور اصلاح قلب کیلئے بمنزلہ تریاق ہے۔ طاقت جوانی پیدا کرنے کے لئے اکسیر ہے اور ہر قسم کے جریان کا دافع ہے لطف یہ کہ اس کے استعمال کیلئے نہ کسی موسم کی قید نہ زیادہ پرہیز کی ضرورت۔ قیمت فی بکس مع خرچ تین روپیہ سے

فہرست کارخانہ حسب الطلب بیرنگ روانہ کی جاتی ہے

المشتہر مرزا سجاد حسین عطار مالک دواخانہ معین العلاج نئی کوٹھی وکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ

الکاظم۔ تاریخ امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام ۶ر

ہدم الاساس تحقیق

حدیث قرطاس ۵ر

تشریح الاحکام شرح میراث وصیت و ہبہ و

شرائع الاسلام عہ

سہیل یمن جلد اول و دوم

کی اگر ضرورت ہو اور نئی مجاہدات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجئے

مجلد	چار روپیہ للعہ
غیر مجلد	ہیر

محصول بذمہ خریدار

سہیل یمن جلد اول

پہلا نمبر دفتر میں بالکل باقی نہیں حضرات نوٹ کرلیں۔

اگر کوئی صاحب نمبر نذر کو عنایت فرمانا چاہیں تو وہ دفتر سے آٹھ آنے کے ٹکٹ وصول فرماسکتے ہیں۔

نوٹ جو حضرات دو خریدار فراہم کرکے انکا چندہ پیشگی دفتر میں بھیجدینگے انکو سہیل جلد اول بلا قیمت حاضر کیا جائیگا

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

باہتمام محمد جواد نظامی پرنٹر و کٹوریہ اسٹیم پریس لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی اڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شایع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنؤ طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا
(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہو گی
(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا
(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۲ روپیہ اور ششماہی ۱ روپیہ ہوگی
(۶) جملہ مراسلات وارسال زروخط وکتابت بنام ابو البراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنو ہونا چاہیے۔
(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔
(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بلغیر استعانت حاضر خدمت نہو گا۔
(۹) نمونہ کا پرچہ ۴ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہو گا۔
(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے
(۱۱) جو طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے
(۱۲) مضامین موصولہ ضروریا لضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض و مقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع
۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔
۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور ان ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔
۵۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک سال کیلئے	للعہ	دیسہ/	سہ عہ/
چھ ماہ کیلئے	عہ عہ	سہ عہ/	معہ/
تین ماہ کیلئے	عہ تہہ/	سے/	للعہ/
ایک ماہ کیلئے	صہ/	سے/	عا/

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجایش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اجرت بہر حال پیشگی آنا چاہیے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنو



یہ رسالہ محض احقاق حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جس کا مقصد حفظ مذہب ہے

کسی کی توہین کی ہو اگر کسی کو اس رسالہ کی زبان ناگوار ہو تو سے ... شائع کیا گیا



سہیل یمن



نمبر ۱ — رجب المرجب ۱۳۴۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۸ء — جلد ۳

فہرست مضامین

منثورات

نہ ابر ہے میکن کہ شیر اندک دہد ۔ مادر مشفق بہ فرزند خموشی

النجم محرم نمبر ۱۳۴۳ھ جمادی الثانیہ ۱۳۴۳ھ کے ہفتہ آخر میں دفتر سہیل میں آیا ماشاء اللہ اس نادوقتیہ کا گیا کہنا اخدا نظر بد سے بچائے رفتار اچھی ہے اور فرار بہت خوشگوار و پرشوکت ابکی جب خریداروں نے زجر و توبیخ کی اور سہیل کی صوری و معنوی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہوئے النجم کی مذلت آگین حیثیت پر روشنی ڈالی اور چندہ کی وقعت اور النجم کی بے وقعتی کو ظاہر کیا تو بیچارہ مدیر سہم گیا ڈرا کہ کہیں یہ تھوڑے سے خریدار بھی دام فریب سے رم کرتے ہوئے نہ نظر آئیں لہذا سہیل کی اتباع میں النجم کے لیے ایک لفافہ میں بھیجنا مناسب سمجھا تاکہ کچھ تو وقار بڑھے مگر افسوس کہ اسکا بھی طرۂ امتیاز وہی روسیاہ ستارہ ہے جو کسی کے دل کی حالت بیان کر رہا ہے، خیر اسمیں ہے کیا کچھ بھی نہیں وہی مزخرفات پارینہ وہی خالی از مغز باتیں دیکھیں یہ سیاہ شامی ستارہ سہیل یمن کی اتباع میں اپنی چال بھولتا ہے یا نہیں، مثل تو کچھ اور کہتی ہے، ۱۳۴۳ھ کی ترقی کے بعد بھی عرق انفعال سہیل کے مقابلہ میں ”بآں قطرہ نمی رسد“ کو بھولا نہوگا وابن الثریا من ید المتطاول جابجا اسمیں فریادیں ہیں کبھی اہلسنت کے لیے سوط حمیت دینی اٹھاتا ہے کبھی صوت حمایت مذہبی بلند کرتا ہے اور غیرت فرار کو بلاتا ہے، مگر توبہ باطل کی طرف جائے کون اور فریب دمنۂ مذہب سے دھوکا کھائے کون اب وہ زمانہ تو رہا نہیں کہ حضرت ابوہریرہ کی طرح پیاز کی شان میں رسول کی حدیث وضعی بیان کرکے منوں پیاز بیچ ڈالیں اور قیمت سے جیب خاص گرم کریں اب تو دنیا کھوٹے کھرے کو پرکھ لیتی ہے، النجم اور اس کے اڈیٹر کا فرار اب اظہر من الشمس ہے دولت کا خواب فضول ہے خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی امید وہم ہے لہذا اب تمہارے غیرت دلانے سے کام نہ چلے گا۔ اچھا اب میں ناظرین سہیل پر یہ بھی ظاہر کردوں کہ اسمیں ہے کیا کیا ملاحظہ ہو

(۱) معروضات خاص، اسمیں خدا کا شکر ادا کیا گیا ہے اور اس انداز میں جیسے کوئی پکا عیسائی یسوع مسیح کو پکارتا ہو، اسلامیت کا کوئی شائبہ نہیں (۲) مذہب شیعہ کے دو سوسائل کے سلسلہ کا تذکرہ ہے اور اسے باقیات الصالحات سے تعبیر کی ہے جس سے بفضل خدا حضرت ام المومنین محروم تھیں ہمکا جواب کیا ہے؟

ہیکہ انشاءاللہ آیندہ سے یا ممکن ہو اسی رسالہ سے "الفیہ" شروع ہوجائے جسمیں اہلسنت کے ایک ہزار مسائل ہونگے اور ایسے کہ دُنیائے تسنن میں ایک تہلکہ مچتا ہوا نظر آئے گا جس کی دوا یہ ہوا اگر یہ سوناری ہو فریاد کے کچھ نہ ہوگی

(۳) چند سطروں میں سہیل سے مخاطب ہو اور فواتح الرحموت کے حوالہ کے متعلق بحث ہے" اسکے جواب کیلیے صرف اتنا کافی ہے کہ تمھارا دیا ہوا حوالہ غلط نکلا اور تمھارا بھرم کھل گیا اب رہ گیا یہ امر کہ اسکے علاوہ دوسرے مقام پر فواتح الرحموت میں ہے اس سے کوئی بحث نہیں تم نے جو حوالہ دیا تھا وہ تو غلط نکلا۔

ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:۔

"کاش کوئی ایسا انتظام ہوجائے کہ اس دفتر کی کتابیں بار بار چھپتی رہیں اور اس خیر جاری کا سلسلہ رُکنے نہ پائے"

افسوس اس صاف صاف مانگنے اور کشکول مسافر النجم کے سرگرداں ہونے پر بھی کوئی نہیں سنتا اور کوئی انتظام نہیں ہوتا میرے نزدیک اسمیں اتنا فقرہ اور بڑھا کے شائع کیجئے "اور ناچیز ایڈیٹر کے اہل و عیال اس قحط کے زمانہ میں اور سرمائی آفات میں خلو شکم سے محفوظ رہیں" تب شاید انجاح مرام کی صورت نظر آئے۔

دروغ بے فروغ پھر کہتا ہے:۔ "ابھی حال ہی میں مجتہدین شیعہ کیطرف سے کوئی فتوی چھپا ہے کہ النجم کو کوئی شیعہ نہ خریدے" شیعوں کے معاملات ستر رازداری کے ہوتے ہیں کہ ان کا پتہ چلانا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے"

یہ ہے وہ دروغ جسکی کوئی اصلیت نہیں صرف خلیفہ ثانی کی روح کی مدد سے یہ ہوش خبر النجم میں شائع کی گئی ہے سچ ہے شیعوں کی رازداری کا سلسلہ رسول سے چلا آتا ہے حذیفہ یمان کی رازداری اور رسول کا حکم رازداری تم بھولے ہونگے حضرت عمر اپنے نفاق کو پوچھتے پوچھتے جاں بحق تسلیم ہوگئے مگر ان کو نہ بتایا گیا اور یہ کوفت ان کو مرتے دم تک رہی مگر تمھیں اس سے کیا سروکار تم تو عائشہ و حفصہ کے افشاء راز پر مٹے ہوے ہو اور تمھیں اسکی عادت ہے۔ یاد رکھو ان مکروں سے اب کشکول شکم پر نہیں ہو سکتا اگر سچے ہو تو اس فتوے کو دکھاؤ۔

تمھاری دلسفیہ و دانیاں خاموشی سے ہوتی ہیں یا ہماری (ہم کو النجم کے خس و خاشاک کی اگر کبھی پروا ہوئی ہوتی تو ہم ایسا کرتے مگر یاد رہے کہ مذہب اہل تشیع کی خدائی طاقت کسی سیل سے بھی نہیں ٹل سکتی) یہ جگہ

برعکس کی جنبش تک سے نہ ایسا فتویٰ ہماری طرف سے شائع ہوا نہ ادارہ داری کی حیثیت سے اسکی اشاعت ہوئی
نہ اسکی ضرورت ہمیں لاحق تھی اور نہ خوشی ہے بلکہ انھیں کو مبارک کرے جنکے یہاں کا نکاح ظلم اور تعدد کے بانسوں اوپر
کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ البتہ تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے یہاں کس نجی حیثیت سے خطوط بھیجے جاتے ہیں۔ علاوہ
کچھ مکرر تذکرہ یاد دیں کرتے علاوہ تمھیں یاد ہوگا کہ تم نے سہیل کی طاقتوں سے مرعوب ہوکر سال گزشتہ ایک خط [illegible]
چھپوا کر خریداران النجم کو بھجوایا تھا اور جس میں تم نے بہت کچھ قلیل ہو جائے تھے وہ خط دفتر سہیل میں محفوظ
ہے مگر ہم بعض وجوہ سے اسکو بجنسہ نہیں شائع کرتے البتہ تمہارے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے اس کے
بعض بعض فقروں اور بعض بعض اشعاروں کو یہاں نقل کرتے ہیں۔ دیکھو۔

خط کا عنوان اس شعر سے ہے:-

نمی دانم چہ سیف نامہ چون است ‖ ہمی دانم کہ عنوانش بخون است

(۱) اس دردناک حالت کا علم ہو جائے جسکو النجم میں شائع کرنا قرین مصلحت نہ تھا" (۲) ایسے نقصان
مایہ دیگر شماتت ہمسایہ" (۳) اب آپ لوگ خود سوچیں کہ یہ کام کیسا کیا گیا اور النجم غریب النجم
کے رگ حیات کو کس بے رحمی سے کاٹا گیا واقعی النجم کی سزا یہی ہے"

سہیل: بصد افسوس ہمیں آپ سے اس معاملہ میں ہمدردی ہے کہ سہیل واقعاً آپ کے ساتھ
برا سلوک کر رہا ہے اور روز آپ کے مذہب کا ملمع اڑاتے رہتا ہے۔

(۴) پھر آخر میں یہ شعر ہے:- "فلک ہمت آں قاتلم کہ بعد از مرگ ‖ نعش من دو سہ زخم دگر مزید کند"

اب آپ خود انصاف کیجیے کہ کہاں رازداری سے کام لیا جاتا ہے اور کہاں نہیں مگر چونکہ تمہاری خلیفۂ اولیاں
وصول کے بلاد کا افشا کر چکی ہیں لہذا تمہارا راز بھی کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ واقعاً سہیل سے تم کو بڑی ایذا
پہنچی مگر صبر کرو مشیت ایزدی کچھ یوں ہی تھی۔ اسکے بعد آپ نے نعوذ باللہ من مباہلہ اور خباثت دینیہ کا تذکرہ کیے
شروع کرتے ہیں ایک مناظرہ کی صورت ادیب اور قلم کی روانی روکی ہوئی ہے ساری کائنات اس نظم کی-

عشوہ محبوب بے شکل و نظر بازی کور ‖ حسن صورت بے اصول علم بحیف الجہاں

اسی النجم نمبر میں ایک پنجابی صاحب یہی رونا روتے ہیں اور اپنے دستگیر غوث اعظم سے یوں مخاطب ہیں یا غوثا

جانتی ہے کہ یہ مخاطب ''خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِلِ کوزہ'' کی مصداق ہے۔ فرماتے ہیں:-

غالباً جناب والا نے (یعنی پیر دستگیر حضرت خفت افروز مدیر النجم نے) متعدد مباحث میں سہیل کے ہمنشین محقق اور مجتہدین لکھنؤ کی تحقیقات کے ارکان کو سرنگوں کرنے کے بعد سہیل کی طرف توجہ ترک فرمادی (توجہ تو جاری ہے مگر ہم بعض الظالمہ کی تلاوت و فعل میں مشغول ہیں اور کوئی جواب نہیں چھپتا۔ جناب آپ کو ترک توجہ کا دھوکا ہو رہا ہے۔ سہیل) مہری رائے ناقص میں سہیل کی طرف متوجہ ہونا اپنے وقت گرامی کو ضائع کرنا ہے اور کیونکہ آپ کی توجہ بے سود ہوتی ہے اور سہیل کا گراں الزام اپنی جگہ سے ہلائے نہیں ہلتا لہذا سعی لاحاصل ہے اور آپ سوا تضییع وقت کے کچھ حاصل نہیں، اسکے علاوہ اس رائے ناقص پر عمل کرنے کے بعد آپ کا پیچھا بھی چھوٹ جائیگا اور ہمارا الزام رائے ناقص کے سر منڈھیگا ترکیب اچھی ہے عمل ضرور کیجیے اگر معیار مستقیم اس غیر مستقیم رائے سے فریاد و جوع نہ بلند کرے۔ سہیل)۔

'' اسکو سب اچھی طرح دیکھ چکے کہ مسئلہ ایمان بالقرآن اور طعن قرطاس میں اور بھی بعض مباحث میں جناب نے سہیل کو بالکل لاجواب اور عاجز و مبہوت کر دیا اور اب ایسے عاجز و مبہوت کو پھر مقابلہ کی عزت دینا کچھ ضروری نہیں الی آخر الخرافات ''

افسوس کہ اس عبارت کے دیکھنے کے بعد میرے قلم کی حکایت صفحات سہیل نہیں کر سکتے کیا کہنا اس سمجھانے کا جو ایک بے خبر بیخبر کو تسلی دے رہا ہو مسئلہ قرطاس میں جیسے مدیر النجم کو دیکھنا پڑا ہے خدا نہ کرے کہ وہ دن کسی شخص کو دیکھنا نصیب ہو سہیل کے اوراق صاعقۂ عذاب لیے ہوئے مدیر کے خرمن جان کو گھیرے ہوئے ہیں اور اب وہ بیچارہ اس دائرہ سے نکلنا چاہتا ہے جسکی تدبیر یہ کیا بھیجا ہے اس رجب نمبر میں بھی حدیث قرطاس کے متعلق جناب سید لطافت حسین صاحب کا مضمون ہے خدا لگتی تو دیکھو سہیل نے حق کا جواب تو تم کیا دوگے کچھ اس مضمون پر خامہ فرسائی کر دو کچھ تو خلافت کی تہذیب کی دھجیاں حدیث قرطاس میں کیسی اڑائی جا رہی ہیں اے علم فاضلی ذرا دیکھ رہے ہو کیا کرتے ہو جب جواب ہی نہ لا کر سکتے ہو تم نے مجھ سے صحیح حدیث کا مطالبہ کیا تھا ہم نے صحیح حدیث ایک صفحہ سطر لکھدی مگر تم میں جرأت واقعی ہے خلکو اصحاب مسئلہ کا بیخبر کا مضمون ہے خوش ہو گر حکمت تجربہ بیان کا سہیل کے بعد کہ شغف

اب جبکہ تم سے کچھ بن نہیں پڑتا تو سوا تعلیلوں کے تمھارے پاس اور کیا رکھا ہے غل مچاؤ شور مچاؤ جو تمھارے اسلاف کا قاعدہ تھا یہی غم غلط کرنے کی ایک تدبیر ہے۔ شنیدم کہ چوں غم رساند گزند؛ خروشیدن وقت بود سودمند۔ پھر ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حدیث قرطاس کے متعلق جو ہمارا جواب لکھا ہے اسکے کسی ایک نقطہ ہی کی رد کرو ورنہ شکم پری کے لیے النجم کا بھرنا تو بہت آسان ہے اس سے غافل نہ ہونا کیونکہ ذریعہ رزق یہی ہے۔

برزماں کہ در یابی نان گرم و بریانی وقت را غنیمت داں ہر قدر کہ توانی

نوا را تلخ تر میزن چو ذوق نغمہ کم یابی حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

سہیل کی سرگرمیاں اور اسکی کوششیں جو اس نے اپنی قلیل عمر میں دفاع عن المذہب کی حیثیت سے کی ہیں ارباب نظر اور دلدادگان مذہب سے مخفی نہیں مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ اسکی تمام محنتیں آپکی نگاہ توجہ پر منحصر ہیں، اگرچہ ابھی یہ دسواں نمبر ہے اور اس سال کے دو نمبر ابھی باقی ہیں مگر وہ ابھی سے اپنے ہر خریدار کو اس وقت کیلئے آمادہ کرنا چاہتا ہے جب اسکا دوسرا سال شروع ہو جسکے لیے آپ کی ادنی توجہ کافی ہے وہ یہ کہ قبل اسکے کہ سہیل بہ استعمال بالجبر بالالزام اپنے سرے آپ اسکی معہ بدلہ ڈاک منی آرڈر فرمادیں تاکہ طرفین زحمت و نقصان سے بچیں، اور اگر خریداری نامنظور ہو تو ایک ماہ قبل ہی دفتر کو مطلع کر دیجیے تاکہ ایک مذہبی ادارہ زیر بار نہو؛ اتنی التجاؤں کے بعد اب اس امر کی گنجائش کہاں رہی کہ میں یہ بھی کہوں کہ ہر خریدار ایک نئے خریدار کی فکر کرے تاکہ سہیل کی توسیع اشاعت اس تنگنائے دہر میں دشمنوں کے لیے باعث رشک اور دوستوں کے لیے سبب بالیدگی روح ہو۔

"ولادت حسین ؑ سے زمانہ پُر بہار ہے"

سید الشہداء روحی وارواح العالمین لہ الفداء کی مسرت ولادت کے اظہار میں جناب جعفر مہدی صاحب نے محفل قصیدہ خوانی بنا کی ہے جسمیں مومنین کو بحیثیت مداح امام ہمام دعوت شرکت دی ہے چونکہ یہ دعوت الی الخیر ہے لہذا سہیل بھی اسکے نشر میں حصہ لے رہا ہے مصرعہ طرح وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا قافیہ بہار، مدار، وغیرہ ہے مقام محفل بردولی ضلع بارہ بنکی۔ محبان اہلبیت اطہار سے توقع امید ہے کہ شرکت بزم سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

گوہر صدف کعبہ

به سوی کعبه رود شیخ و من بسوی نجف — بحق کعبه که اینجا راست حق به طرف

تفاوتی که میان من و ساده او این است — که من بسوی گہر رفتم او بسوی صدف

قال الحاكم في ترجمة حكيم بن حزام وقول مصعب فيه لم يولد قبله ولا بعده في الكعبة احد فقد تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت امير المومنين عليا في جوف الكعبة ... كتاب بشائر المصطفى فانه ولد يوم الجمعة الثالث عشر من شهر رجب بعد عام الفيل بثلثين سنة في الكعبة ولم يولد فيها احد سواه قبله ولا بعده وكان عمر النبي ثلثين سنة فاحبه وكان يطهره وقت غسله ويوجره اللبن عند شربه ويحرك مهده عند نومه ويناغيه في يقظته ويحمله على صدره ويقول هذا اخي ووليي وناصري وصفيي وذخري وكهفي وصهري وزوج كريمتي واميني ووليي ووصيي ويطوف به جبال مكة وشعابها واوديتها۔

ازالة الخفا جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۵۱

حاکم نے ترجمہ حکیم ابن حزام میں کہا ہے کہ امیرالمومنین کے پہلے کوئی کعبہ میں پیدا ہوا اور نہ بعد کو کسی کی ولادت ہوئی یہ واقعہ تواتر کی حد کو پہونچ گیا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کعبہ میں تشریف لائیں اور جوف کعبہ میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام پیدا ہوئے کتاب بشائر مصطفے میں ہے کہ آپ (علی بن ابیطالب) جمعہ کے دن سیزدہم رجب المرجب تیس برس عام فیل کے بعد کعبہ میں پیدا ہوئے آپ کے سوا کسی کی ولادت کعبہ میں نہیں ہوئی نہ قبل اور نہ بعد رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اسوقت تیس برس کی تھی آپ علیؑ کو بیحد محبوب رکھتے تھے اور بچے کو نہلاتے تھے علیؑ کے جھولے کو جھلاتے تھے جب وقت خواب ہوتا تھا اور لوریاں دیتے تھے جب امیرالمومنین جاگتے تھے رسالتمآب علی کو اپنے سینہ سے لگائے پھرتے تھے اور فرماتے تھے یہ میرا ناصر ہے یہ میرا صفی ہے یہ میری کائنات ہے یہ میرا ملجا ہے یہ میرا داماد ہے یہ میری بیٹی کا شوہر ہے اور یہ میرا امین ہے ولی ہے وصی ہے۔ آپ علیؑ کو گود میں لیے مکہ کے پہاڑوں مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں سیر کیا کرتے تھے۔

و في سنة ثلثين من مولد محمد صلعم ولد علي بن ابي طالب في الكعبة. فحسن فاطمة بنت اسد ام علي قالت لما ولدته سماه عليا محمد صلعم و تفل في فيه ثم انه القمه لسانه فما زال يمصه حتى نام قالت فلما كان من الغد طلبنا له مرضعة فلم يقبل ثدي احد فدعونا له محمد صلعم فالقمه لسانه فنام فكان كذلك ما شاء الله. سيرة الحلبية

۳۰ میں مولد نبی کے امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت کعبہ میں ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین سے روایت ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کا نام رسولخدا نے علی رکھا اور آپکے دہن اقدس میں اپنا لعاب دہن دیا اور زبان مطہر کو چوسایا یہاں تک کہ سو گئے دوسرے دن امیر المومنین کیلئے مرضعہ (دایہ) کی تلاش ہوئی اور بلائی گئی مگر امیر المومنین نے کسی کا دودھ نہیں پیا پھر رسول اللہ بلائے گئے اور آپ نے اپنی زبان مطہر علی کے منہ میں دی اور پھر آپ چوستے چوستے سو گئے یہی برابر ہوتا رہا

ذكر في ذلك ضياء الدين ابو المويد موفق بن احمد الخوارزمي في كتابه المناقب ان علي رضي الله عنه ولد بمكة المشرفة داخل البيت الحرام في يوم الجمعة الثالث عشر من شهر الله الاصم رجب سنة ثلثين من عام الفيل قبل الهجرة بثلث وعشرين سنة وقيل بخمس وعشرين وقبل المبعث باثنتي عشرة سنة وقيل بعشر سنين ولم يولد في البيت قبله احد سواه وهي فضيلة خصه الله بها اجلالا له واعلاء لمرتبته واظهارا لتكرمته

ضیاء الدین ابو المؤید موفق بن احمد خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ امیر المومنین مکہ مشرفہ میں بیت الحرام کے اندر جمعہ ۱۳ رجب ۳۰ عام الفیل میں ہجرت سے تئیس ۲۳ برس پہلے اور بعثت سے بارہ برس پہلے یا دس برس پہلے پیدا ہوئے۔ کعبہ میں نہ آپ کے پہلے کوئی پیدا ہوا اور نہ بعد اور یہ علی کی وہ مخصوص فضیلت ہے جو خدا نے علی کے اجلال و بزرگی پر روشنی ڈالنے کیلئے ظاہر فرمائی۔

من كتاب المناقب لابي المعالي الفقيه المالكي وهو خبر يرفعه الى علي بن الحسين انه قال كنا عند الحسين في اجتماع الايام واذا بنسوة مجتمعات فاقبلت امرأة منهن علينا فقلنا من انت يرحمك الله

کتاب مناقب ابو المعالی فقیہ مالکی میں یہ خبر ہے جس کا سلسلہ حضرت علی بن الحسین تک پہنچتا ہے۔ زین العابدین کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت حسین کے پاس بیٹھے تھے اور کچھ عورتیں اکٹھی تھیں ان میں سے ایک عورت آگے بڑھی تو ہم نے کہا تو کون ہے

رحمک الله قالت انا لبابة ابنة الصلت من بنی ساعدة فقلت لها هل عندک من شئ تحدثینا به قالت ای والله حدثتنا ام عمارة بنت عبادة بن نضلة بن مالک بن العجلان الساعدی انها کانت ذات یوم فی نساء من العرب اذ اقبل ابو طالب کئیبا حزینا فقلت له ما شانک قال ان فاطمة بنت اسد فی شدة من الطلق ثم انه اخذ بیدها وجاء بها الی الکعبة فدخل وقال اجلسی علی اسم الله فطلقت طلقة واحدة فولدت غلاما نظیفا منظفا لم ار احسن منه وجها فسماه ابو طالب علیا:

سمیته بعلی کی یدوم له — عز العلو وفخر العز ادومه

وجاء النبی فحمله معه الی منزل امه وکان مولد علی رضی الله عنه بعد ان دخل رسول الله عند خدیجة بثلاث سنین وکان عمر النبی یوم ولادة علی ثمانی وعشرین سنة ۔ مناقب خوارزمی ص ۱

خدا تجھ پر رحم کرے اس نے کہا کہ میں لبابہ دختر صلت ہوں جو بنی ساعدہ سے تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کوئی نئی چیز سنا سکتی ہو اس نے کہا کہ ہاں تو مجھ سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہاں خدا کی قسم ہم سے ام عمارہ بنت عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان ساعدی نے روایت کی ہے کہ وہ ایک روز عرب کی عورتوں کے مجمع میں بیٹھی ہوئی تھی کہ جناب ابوطالب غمگین تشریف لائے تو اس نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ رنجیدہ کیوں ہیں کہا کچھ نہیں فاطمہ بنت اسد کو شدید درد زہ عارض ہے پھر ابوطالب نے فاطمہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ میں لیکے آئے اور اندر داخل ہوئے اور فرمایا خدا کے نام پر یہیں بیٹھ جاؤ آپ نے حکم کی تعمیل کی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک حسین و جمیل طاہر و مطہر لڑکا جس سے بہتر خوبصورتی میں میں نے نہیں دیکھا پیدا ہوا ابوطالب نے اسکا نام علی رکھا جس کے متعلق یہ شعر بھی فرمایا میں نے اس بچہ کا نام علی اسلئے رکھا تا کہ بلندی کی عزت و فخر ہمیشہ ہے اسکے لیے ہمیشہ رہے۔

پھر رسول آئے اور اس بچہ کو اپنے ساتھ مکان لیگئے۔ آپکی ولادت باسعادت تین سال بعد عقد خدیجہ سے ہوئی رسول کی عمر اسوقت اٹھائیس برس کی تھی قول و فعل دو چیزیں ہوتی ہیں اگرچہ مسلک صادقین جناب احدیت کے یہاں دونوں صداقت و تعقد کے اعتبار سے مساوی ہیں مگر پھر بھی فعل کے تاثیر استقلال سے کہیں زائد ہیں انبیا علیہم السلام کی عبدیت انکے نفس قول و فعل قرآن اپنی طرف منسوب کی تھی اور امیرالمومنین کے یہاں اس نسبت خاص پر تقدیری احکام ایک خاص روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ بروز وجود و ختم وجود دونوں میں مخصوص عبدیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی ولادت جو بیت اللہ ہے رجب میں ولادت جو شہر اللہ ہے جمعہ کے دن ولادت جو یوم اللہ ہی ہوتی ہے اسی وجود ذیجود کے وفات پر نظر کرو تب بھی معلوم ہوگا کہ مقتل خانہ خدا تھا اور رمضان المبارک شہر اللہ میں وفات بھی ہوئی یوم جمعہ تھا جو یوم اللہ کہا جاتا ہے۔ بہرحال علیؑ کی نسبت عبدیت الی اللہ ایسی مستحکم و مضبوط ہے کہ جسپر زبان رسول کے علاوہ یہ باتیں بھی گواہ ہیں

اقوال رسولؐ کتب اہل سنت سے

فضائل علیؑ کی ایک لڑی

(۱) اخرج ابن سعید بن المسیب قال کان عمر بن الخطاب یتعوذ باللہ من المعضلة لیس لہا ابوالحسن عن ابی ہریرة قال قال عمر بن الخطاب اقضانا علی۔ تاریخ الخلفاء ص۱۷۱

(۱) سعید بن مسیب نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس مشکل مسئلہ میں جسکے حل کرنے کیلئے ابوالحسن نہوں، ابوہریرہ کہتے تھے کہ عمر کا قول تھا کہ ہم سب صحابہ سے علی مسند قضا پر افضل ہیں۔

(۲) عن علی قال لقد عهد الی النبی الامی وقال لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق۔ ترمذی ص۲۲۶

(۲) امیرالمومنین کہتے ہیں کہ نبی امی کا عہد ہے، تھا کہ مجھے مومن دوست رکھیگا اور منافق دشمن رکھے گا یعنی میرا دوست مومن ہے اور میرا دشمن منافق ہے۔

(۳) عن ابی سعید الخدری رض قال انا کنا نعرف المنافقین ونحن معاشر الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب

(۳) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم گروہ اصحاب منافقین کو عداوت علیؑ سے پہچانا کرتے تھے۔ ترمذی ص۲۴۳ جلد ۲

(۴) عن حذیفة قال قالوا یا رسول اللہ لو استخلفت علینا قال ان استخلفت علیکم خلیفة فتعصوہ ینزل العذاب قالوا لو استخلفت علینا علیا قال انکم لا تفعلون وان تفعلوا تجدوہ هادیا مهدیا یسلك بکم الطریق المستقیم۔ ازالة الخفاء ص۱۰۱

(۴) حذیفہ سے روایت ہے کہ اصحاب نے رسول سے کہا کہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیجیے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں تو تم اسکی نافرمانی کر کے مستحق عذاب ہوگے عرض کی کہ اگر علی کو خلیفہ بنا دیجیے فرمایا تم ایسا کبھی نہ کروگے اور اگر کیا تو تم اسکو راہبر اور ہدایت یافتہ پاؤگے وہ تمہیں لے کے صراط مستقیم پر چلے گا۔

(۵) وان تومروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ هادیا مهدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اخرجہ جماعة ازالة الخفاء ص۱۱۴

(۵) اور اگر علیؑ کو امیر بناؤ اور میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہ کروگے تو تم اسے ہادی و مہدی و سالک راہ مستقیم پاؤگے یہ بھی فرمایا کہ جسکا میں مولی ہوں اسکے علیؑ مولی ہیں۔

(۶) علی قسیم النار۔ کنوز الحقائق للمناوی حرف العین

(۶) علیؑ قسیم النار ہیں۔

(۷) حب علی حسنة لا تضر معها سیئة (حرف الحاء من الیاء کنوز الحقائق)

(۷) علیؑ کی محبت وہ حسنہ ہے جسکے ہوتے ہوئے کوئی برائی ضرر نہیں پہونچا سکتی۔

(۸) الناس من شجرٍ شتی وانا وعلی من شجرة واحدة۔ تاریخ الخلفاء

(۹) انا وعلی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی۔ حرف الالف کنوز الحقائق

(۸، ۹) لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہوں۔

(۱۰) قال النبی الفاطمة مهجة قلبی وبعلها نور بصری وابناها ثمرة فؤادی والائمة من ولدها امناء ربی حبل ممدود من السماء الی الارض من اعتصم بهم نجی ومن تخلف عنهم فقد هوی۔ تفسیر کشاف جلد آیت واعتصموا بحبل اللّٰہ

(۱۰) فاطمہ میری روح دل ہے اور اسکا شوہر میرا نور نگاہ ہے اور اسکے بچے میرے دل کے ثمر ہیں اور انکی اولاد ائمہ اور امین خدا ہیں یہ ایک سیدھی جو آسمان تک کھنچی ہوئی ہے جس نے اس رسی سے تمسک کیا وہ نجات ہے جس نے اسکو چھوڑا وہ گمراہ ہے۔

(۱۱) ان اللّٰہ جعل ذریة کل نبی فی صلبه وذریتی فی صلب علی ابن ابیطالب۔ جامع الصغیر سیوطی جلد ا صفحہ ۱۷۲

(۱۱) خدا نے ہر نبی کی ذریت اسکے صلب میں ودیعت کی ہے اور میری ذریت علی بن ابیطالب کے صلب میں ودیعت کی ہے۔

(۱۲) قال علی علیہ السلام علی المنبر بمشهد من اصحابه انا الصدیق الاکبر امنت قبل ایمان ابی بکر۔ شرح تجرید قوشجی صفحہ ۳۸۹

(۱۲) امیر المومنین نے گروہ صحابہ میں منبر پر فرمایا کہ میں صدیق اکبر ہوں اور ابو بکر سے پہلے میرا ایمان ہے۔

(۱۳) یا علی انت اخی فی الدنیا والاخرة ومثله روی المناوی فی کنوز الحقائق (جامع الصغیر سیوطی)

(۱۳) اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

(۱۴) الصدیقون ثلاثة حزقیل مومن آل فرعون وحبیب النجار وعلی بن ابیطالب دعرائس ثعلبی حال حزقیل۔ جامع الصغیر سیوطی صفحہ ۱۵۶

(۱۴) صدیق تین ہی ہیں، حزقیل مومن آل فرعون، حبیب النجار اور علی بن ابیطالب۔

(۱۵) قال ان اللّٰہ امرنی ان ازوج فاطمة لعلی ابن ابیطالب جامع الصغیر صفحہ ۱۵

(۱۵) خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کو علیؑ سے بیاہ دوں۔

(۱۶) اللّٰهم انصر من نصر علیا واخذل من خذل علیا (کنوز الحقائق للمناوی حرف العین)

(۱۶) خدایا تو اسکی مدد کر جس نے علیؑ کی مدد کی اسکو چھوڑ جس نے علیؑ کو چھوڑا۔

(۱۷) علی منی وانا منه ،،

(۱۷) علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں

(۱۸) علی خیر البشر من شک فقد کفر - کنوز الحقائق للمناوی

(۱۸) علی بہترین خلق ہیں جسے اس میں شک کیا وہ کافر ہے

(۱۹) قال الامام احمد بن حنبل ما ورد لاحد من اصحاب رسول اللہ من الفضائل ما ورد لعلی رضی اللہ عنہ - تاریخ الخلفاء ص ۱۶۸

(۱۹) احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ جو فضائل رسول نے علی کے بیان کیے وہ کسی ایک صحابی کے بھی نہ تھے۔

(۲۰) قال علیہ الصلوٰۃ والسلام معرفۃ آل محمد براءۃ من النار وحب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب - شفاء قاضی عیاض ص ۴۳

(۲۰) آل محمد کی معرفت جہنم سے برات کا وسیلہ ہے اور انکی محبت صراط سے گزر جانے کا ذریعہ اور ان کی دوستی عذاب سے امان ہے۔

(۲۱) قال من احبنی واحب ہذین واشار الی حسن وحسین واباہما وامہما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ۔

(۲۱) جو مجھ کو دوست رکھے اور حسن وحسین اور انکے ماں باپ کو وہ میرے ہمراہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا

شفاء عیاض جلد ۲ ص ۴۳ ازالۃ الخفا فضائل اہلبیت ترمذی۔

(۲۲) واخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمۃ عن رسول اللہ قال من احب علیا فقد احبنی ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ۔

(۲۲) جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؑ کو دشمن رکھا وہ میرا دشمن ہے اور خدا کا۔

(۲۳) قال یا علی انت یعسوب المومنین - حیوۃ الحیوان جلد ۲ ص ۴۸۵

(۲۳) اے علی تم تو مومنین کے یعسوب سردار ہو۔

(۲۴) وروی ابن السماک ان ابابکر قال سمعت النبی یقول لا یجوز علی الصراط الا من کتب لہ علی الجواز

اسعاف الراغبین ص ۱۵۹

(۲۴) ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کو کہتے ہوئے سنا کہ صراط پر سے وہی گزر سکتا ہے جس کو علی پروانہ لکھ دیں اور دیدیں۔

(۲۵) عن عبد اللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ النظر الی وجہ علی عبادۃ - ازالۃ الخفا ص ۲۶۳

(۲۵) عبد اللہ بن مسعود راوی ہیں کہ رسول کہتے تھے کہ علیؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

(۲۶) عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ من سب علیا فقد سبنی رواہ احمد والحاکم وعن اخرجہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی محدث الشام

(۲۶) ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول نے فرمایا جس نے علی بن ابیطالب کو سب وشتم کیا اس نے گویا مجھے سب وشتم کیا اسکو احمد، حاکم، محمد بن یوسف کنجی شافعی محدث شام نے ابن عباس سے

عباس واخرجه الحافظ النمري عن عمر الاسلمي واخرجه الطبراني وابن عساكر عن ابي عبيدة بن محمد بن عمار

روایت کی ہے اور حافظ نمری نے عمر اسلمی سے اور طبرانی اور ابن عساکر نے ابو عبیدہ محمد بن عمار سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰

(۲۷) یا علی انک ستقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیله - تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵

(۲۷) اے علی تم تاویل قرآن پر ویسے ہی جنگ کروگے جیسا میں نے تنزیل قرآن پر کی

(۲۸) واخرج الطبرانی والحاکم وصححه عن ام سلمة قالت کان رسول الله اذا غضب لم یجترئ احد یکلمه الا علی۔

(۲۸) طبرانی و حاکم نے تصحیح حدیث کرتے ہوئے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ جب رسولؐ کو غصہ آتا تھا تو کسی شخص کو آپ سے گفتگو کی جرأت نہ ہوتی تھی سوا علی ابن ابیطالب کے۔

(۲۹) عن ابن عباس ان النبی امر بسد الابواب کلها الا باب علی - ترمذی ۲ جلد ص ۲۳۵

(۲۹) رسول نے تمام دروازوں کو جو مسجد میں کھلتے تھے بند کرا دیا سوا دروازہ علیؑ کے

(۳۰) قالوا یا رسول الله سددت ابوابنا کلها الا باب علی فقال ما انا سددت ابوابکم ولکن الله سدها وفی روایة ما انا سددت ابوابکم وفتحت باب علی ولکن الله فتح باب علی - سیرة الحلبیة ۳ جلد ص ۳۷۵

(۳۰) اصحاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے ہمارے تمام دروازے بند کرا دیے اور علی کے گھر کا دروازہ نہیں بند کرایا فرمایا میں نے کچھ نہیں کیا خدا نے حکم دیا کہ تمہارے دروازے بند کر دیے جائیں اور علی کا دروازہ کھلا رہے، لہٰذا میں نے تعمیل کی اور جو کچھ کیا خدا نے کیا نہ میں نے

(۳۱) وسد رسول الله ابواب المسجد غیر باب علی فکان یدخل المسجد جنبا - سیرة محمدیة ص ۲۶۲ ایضا ص ۲۳۳ ازالة الخفاء ص ۲۶۱ سیرة محمدیة ص ۲۳۲ ایضا ص ۲۶۲

(۳۱) رسول نے سب دروازے بند کرا دیے مگر علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا امیر المومنین مسجد میں جنب کی حالت میں آتے جاتے تھے۔

(۳۲) قال علی والذی فلق الحبة وبرأ النسمة انه لعهد النبی الامی الی ان لا یحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق رواه مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۴ ترمذی ص ۲۳۶

(۳۲) امیر المومنین نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ میں شگاف دیا اور خلق کو پیدا کیا مجھ سے نبی امی کا یہ عہد ہے کہ مجھے مومن کے سوا کوئی دوست نہ رکھے گا اور منافق کے سوا کوئی دشمن نہ رکھے گا

(۳۳) یا علی محبک محبی ومبغضک مبغضی۔ کنوز الحقائق وحرف الیاء	(۳۳) اے علیؑ تمہارا محب میرا محب ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے
(۳۴) حدثتنی ام شراحیل قالت بعث النبی جیشا فیہم علی قالت فسمعت رسول اللہ وھو رافع یدیہ یقول اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا۔	(۳۴) ام شراحیل سے روایت ہے کہ امیر المومنین کو ایک لشکر کے ہمراہ رسولؐ نے بھیجا اور اسکے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا فرماتے تھے کہ پروردگارا مجھکو موت نہ آئے جب تک میں علیؑ کو دیکھ نہ لوں۔
ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۶ ۔ ازالۃ الخفا صـ۲۶۳	
(۳۵) دخل صلے اللہ علیہ وسلم علی فاطمۃ فقال انی وایاک وھذا النائم یعنی علیا وھما یعنی الحسن والحسین لفی مکان واحد یوم القیٰمۃ ۔ ازالۃ الخفا صـ۲۶۳	(۳۵) رسول سیدہ کے گھر میں آئے اور فرمایا کہ اے سیدہ میں اور تم اور یہ سونے والا یعنی علیؑ اور وہ دونوں یعنی حسنؑ وحسینؑ ایک مقام اور ایک درجہ میں قیامت کے دن ہوں گے ۔
(۳۶) واخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ یقول علی مع القرآن والقرآن مع علی لا تفترقان حتی یردا علی الحوض وقد اخرجہ الحاکم والطبرانی فی الاوسط والثعلبی فی تفسیرہ عن ابن مسعود واخرجہ السیوطی فی جامع الصغیر صـ۹۸ تاریخ الخلفا صـ۱۷۱ دراسات اللبیب صـ۲۱۲	(۳۶) طبرانی نے اوسط وصغیر میں ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ فرماتے تھے، علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس کوثر پر پہونچیں (اسکو حاکم، طبرانی) ثعلبی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں لکھا ہے
(۳۷) عن زید بن ارقم ان رسول اللہ قال لعلی وفاطمہ والحسن والحسین انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم رواہ الترمذی ۔ مشکوٰۃ صـ۵۶۲	(۳۷) زید بن ارقم سے روایت ہو کہ رسول نے علیؑ فاطمہ حسن حسین علیہم السلام کے لیے فرمایا کہ جو تم سے حرب کرے میں اسکے لیے حرب ہوں اور جو تم سے صلح کرے میں اسکے لیے صلح ہوں
(۳۸) یا علی انت تبین لامتی ما اختلفوا فیہ من بعدی ۔ کنوز الحقائق صـ۲۰۳	(۳۸) فرمایا اے علیؑ تم بیان اور فیصلہ ہو اس اختلاف میں جو میرے بعد میری امت میں ہوگا۔
(۳۹) یا علی انت ولی کل مومن بعدی۔ کنوز الحقائق حرف الیاء صـ۲۰۳	(۳۹) فرمایا اے علیؑ تم ہر مومن کے ولی میرے بعد ہو۔
(۴۰) یا بریدۃ ان علیا ولیکم من بعدی۔ صـ۲۰۱	(۴۰) فرمایا اے بریدہ تم لوگوں کا ولی میرے بعد علیؑ ہے

(۴۱) عن ابی حمراء قال قال النبی من اراد ان ینظر
الی آدم فی علمه والی نوح فی فهمه والی یحیی فی زهده
والی موسی فی بطشه فلینظر الی علی بن ابی طالب
رواه البغوی فی صحاحه وروی البیہقی باسناده
الی رسول الله من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه والی
نوح فی تقواه والی ابراهیم فی خلته والی موسی فی
هیبته والی عیسی فی زهده وعبادته فلینظر الی
علی بن ابی طالب وقد اخرجه ابو الخیر الحاکمی عن
ابی الحمراء وعن ابن عباس وقد اخرجه النیشاپوری
فی تفسیره والرازی فی تفسیره الکبیر فی ذیل
آیة المباهلة وقد اخرجه شارح المواقف وشارح
التجرید مسلمو بصحته شرح مواقف ص ۲۱۶
واوجب مساواته للانبیاء فی صفاتهم والانبیاء
افضل من باقی الصحابة فعلی افضل من باقی
الصحابة لان المساوی للافضل افضل شرح تجرید ص ۳۸۹

(۴۱) ابی حمراء سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جو شخص چاہے
کہ آدم کو انکے علم میں، نوح کو انکے فہم میں، یحیی کو انکے زہد میں،
موسی کو انکے غیظ میں دیکھے تو چاہیے کہ وہ علی کو دیکھے بغوی
نے اپنے صحاح میں اسے لکھا ہے۔ اور بیہقی نے اپنے اسناد سے
یوں لکھا ہے کہ جو شخص چاہے کہ آدم کو انکے علم سمیت اور
نوح کو تقوی سمیت اور .... ابراہیم کو خلت
سمیت موسی کو ہیبت سمیت اور عیسی کو انکے زہد و عبادت
سمیت دیکھے تو اسے چاہیے کہ علی کا روئے زیبا دیکھے اس کو
ابو الخیر حاکمی نے ابی الحمراء اور انھوں نے ابن عباس سے روایت
کی ہے اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں رازی نے ذیل آیت
مباہلہ میں تفسیر کبیر میں لکھا ہے اور شارح مواقف اور شارح تجرید نے
اس روایت کی تصحیح کی ہے اور اسے تسلیم کیا ہے۔
رسول نے جب مساوات انبیا علیؑ سے کر دی صفات میں تو
ظاہر ہے کہ انبیا صحابہ سے افضل ہیں لہذا علی افضل صحابہ
ہونگے کیونکہ مساوی افضل افضل ہوگا۔

(۴۲) قال ما ترضی ان یکون منی بمنزلة هارون
من موسی - بخاری جلد ۲ ص ۹۵

(۴۲) فرمایا کیوں علی کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے
وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسی سے تھی

(۴۳) عن ابی ذر قال ما کنا نعرف المنافقین الا
بتکذیبهم الله ورسوله والتخلف عن الصلوة وبغضهم
لعلی بن ابی طالب - ازالة الخفا ص ۲۶۳

(۴۳) چار چیزیں منافقین کی علامت تھیں، تکذیب
رسول، تخلف عن الصلوۃ و عداوت علی بن ابی طالب
ابو ذر سے روایت ہے

(۴۴) عن ابی هریرة قال قالت فاطمة یا رسول الله

(۴۴) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب سیدہ نے پوچھا اے

وجئتني من علي وهو فقير لا مال له فقال يا فاطمة
اما ترضين ان الله عز وجل اطلع على اهل الارض
فاختار رجلين احدهما ابوك والآخر
بعلك وفي مسند احمد بن حنبل
(۴۵) ان ابا بكر وعمر خطبا الى رسول الله فاطمة
فقال انها صغيرة فخطبها علي فزوجها منه
ازالة الخفا ص ۲۶۲ جامع الصغير حرف الالف مع النون
(۴۶) ان النبي آخى بين الناس
وترك عليا فقال يا رسول الله
آخيت بين اصحابك وتركتني فقال
انما تركتك لي ولنفسي انت اخي وانا
اخوك فان ذكرك احد فقل انا عبد
الله واخو رسول الله لا يدعيها
بعدك الا كذاب والذي بعثني
بالحق ما اخرتك الا لنفسي وانت
مني بمنزلة هارون من موسى
غير انه لا نبي بعدي
وانت اخي ووارثي۔
مسند احمد بن حنبل
ترمذی صفحہ ۲۱۳
(۴۷) عن النبي قال مكتوب على باب الجنة

عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے مجھے علیؑ سے بیاہ دیا جن کے
کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کیوں فاطمہ کیا تم اس فضیلت پر راضی نہیں کہ
خدا نے اہل ارض میں سے دو شخصوں کا انتخاب کیا۔ ایک تمہارے
باپ کا دوسرا تمہارا شوہر علیؑ ابن ابیطالب۔
(۴۵) مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ عمر و ابوبکر نے جناب سیدہ کی
تزویج چاہی تو رسولؐ نے فرمایا کہ ابھی وہ چھوٹی ہے اور جب علیؑ
بن ابیطالب نے درخواست کی تو آپ نے بیاہ دیا۔
(۴۶) رسول نے اصحاب میں مواخاۃ کی نسبت کی اور علیؑ کو چھوڑ دیا
تو آپ نے فرمایا کہ اے رسولؐ آپ نے اصحاب میں ایک دوسرے کو بھائی
قرار دیا اور مجھے کسی کا بھائی نہ قرار دیا فرمایا میں نے تمھیں اپنے کو
باقی رکھا ہے تم میرے بھائی ہو اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہو میں عبد
خدا اور برادر رسول ہوں۔ عبداللہ و اخو رسول اللہ۔
ثبوت کہ یہ وہی کلام تھا جس کی تعمیل علیؑ نے اس وقت کی جب جبریہ
بیعت کا کام ہو رہا تھا اور جب آپ کو قتل کی دھمکی دی گئی تو
آپ نے فرمایا کہ کیا تم عبد خدا اور برادر رسول کو قتل کروگے جس پر عمر نے
کہا کہ تم برادر رسولؐ نہیں ہو۔ (کتاب السیاسۃ والامامۃ)
اس خدا کی قسم جس نے مجھکو مبعوث برسالت کیا میں نے تمھیں
اپنے نفس کے لیے بچا رکھا ہے اور تم کو اے علیؑ مجھ سے وہی نسبت
ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تم میرے
بھائی اور میرے وارث ہو۔
(۴۷) دروازہ جنت پر لکھا ہوا ہے کہ محمدؐ رسول خدا ہیں اور علیؑ

معصومین اللہ و علی خیر رسول اللہ قبل ان یخلق اللہ السموات بالفی عام اخرجہ السیوطی جامع الصغیر حرف العین مع اللام

ان کے بھائی خلق سموات سے دو ہزار برس بیشتر تحریر ہوا

(۴۸) عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ادعوا الی سید العرب فقلت الست سید العرب قال انا سید ولد آدم و علی سید العرب (کنز الحقائق و ذخائر العقبیٰ ص ۲۵، سیرۃ النبویہ ص ۲۵۲، ینابیع المودۃ ص ۵۵، النزہ ازالۃ الخفا ص ۲۶۲)

(۴۸) عائشہ کہتی ہیں کہ رسول ؐ نے کہا کہ سید العرب کو بلاؤ تو میں نے کہا کہ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور علیؑ سید العرب ہیں۔

(۴۹) عن سلمان قال قال رسول اللہ اولکم وارد علی الحوض اولکم اسلاما علی بن ابیطالب وعن زید بن ارقم قال ان اول من اسلم مع رسول اللہ علی بن ابیطالب۔ ازالۃ الخفا ص ۲۶۳

(۴۹) فرمایا سب سے پہلے اسلام لانے والا اور سب سے پہلے حوض کوثر پر پہونچنے والا علی ابن ابیطالب ہے زید بن ارقم کہتے ہیں کہ علیؑ کا اسلام سب سے پہلے ہے۔

(۵۰) و فی خصائص العشرۃ للزمخشری ان النبی تولی تسمیتہ لعلی و تغذیتہ من ریقہ المبارک لسانہ۔ سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ ص ۲۸۵

(۵۰) نبی نے علیؑ کا نام علیؑ رکھا اور اپنے لعاب مبارک سے ان کا تغذیہ کیا آپ رسول کی زبان چوستے تھے۔

(۵۱) انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ حیوۃ الحیوان ص ۶۹

(۵۱) فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اسکے دربان۔

(۵۲) عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ من یرید ان یحیی بحیاتی و یموت مماتی و یسکن جنۃ الخلد التی وعدنی ربی فلیتول علی بن ابیطالب۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶

(۵۲) جو شخص چاہے کہ میری زندگی زندہ رہے اور میری موت مرے اور جنت خلد اسکا مقام ہو اسے چاہیے کہ علیؑ کو دوست رکھے۔

(۵۳) قال النبی صلعم لعلی انت منی و انا منک۔

(۵۳) فرمایا اے علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ بخاری جلد ۲ ص ۹۱ ترمذی ص ۲۱۳

(۵۴) علی امام البررۃ و قاتل الفجرۃ منصور من نصرہ و مخذول من خذلہ کنوز الحقائق ص ۹۰ ضمن جامع صغیر ص ۹۰ ذیل حرف ع لام

(۵۴) علی امام ابرار ہیں قاتل فجار ہیں جس نے انکی مدد کی وہ منصور ہوا جس نے انکی مدد نہ کی وہ نامراد و مخذول ہے۔

(۵۵) علی باب حطة من دخل منه كان مومنا ومن	(۵۵) علیؑ "باب حطہ" ہیں جو اس سے داخل ہوا
خرج منه كان كافرا (جامع الصغیر حرف العین مع اللام)	وہ مومن ہے جو اس سے خارج ہے وہ کافر ہے۔
(۵۶) یا علی انت تغسل جثتی وتؤدی دینی - کنوز الحقائق حرف الیاء	(۵۶) اے علیؑ تم مجھے غسل دوگے اور میرے قرض کو ادا کروگے۔
(۵۷) حب علی براءة من النفاق - ؍؍	(۵۷) علیؑ کی محبت نفاق سے برارت ہے۔
(۵۸) حب علی براءة من النار ؍؍	(۵۸) علیؑ کی محبت جہنم سے برارت کا وسیلہ ہے
(۵۹) حب علی یاکل الذنوب كما تاكل النار الحطب ؍؍	(۵۹) علیؑ کی محبت گناہوں کو یوں کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو
(۶۰) علی منی بمنزلة راسی من بدنی - جامع الصغیر حرف العین	(۶۰) علیؑ بمنزلہ میرے سر کے ہیں۔
مع اللام - کنوز الحقائق حرف العین - اسعاف الراغبین ص ۱۵۸	
(۶۱) ذکر علی عبادة کنوز الحقائق - جامع الصغیر ص ۳۲۵	(۶۱) علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔
(۶۲) النظر الی وجه علی عبادة - ازالة الخفا ص ۱۲۳ اسعاف ص ۱۵۸	(۶۲) علیؑ کے چہرہ پر نظر عبادت ہے۔
(۶۳) یا علی انت بمنزلة الكعبة - کنوز الحقائق حرف الیاء	(۶۳) علیؑ بمنزلہ کعبہ ہیں۔
(۶۴) ثم اخرج النسائی والحاكم قال جاء النبی اناس	(۶۴) نسائی و حاکم نے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ قریش کے
من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانك وحلفاؤك وان	رسولؐ کے پاس آئے اور کہا کہ اے رسولؐ ہم آپ کے ہمسایہ
من عبیدنا قد اتوك لیس لهم رغبة فی الدین	اور حلفا ہیں اور ہمارے کچھ غلام آپ کے پاس بھاگ آئے
	ہیں جنہیں آپ کے دین سے کچھ رغبت نہیں لہذا انہیں پھیر
ولا رغبة فی الفقه انما فروا من ضیاعنا واموالنا	دیجیے رسولؐ نے ابوبکر سے پوچھا کہ تم اس بارے میں کیا
فارددهم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال صدقوا	کہتے ہو کہا یہ لوگ سچ کہتے ہیں یہ آپ کے ہمسایہ بھی ہیں اور
انهم لجیرانك وحلفاؤك فتغیر وجه النبی ثم قال	حلفا بھی یہ سنکر رسولؐ کو غصہ آیا پھر آپ نے عمر
لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجیرانك وحلفاؤك	سے پوچھا انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو ابوبکر نے
فتغیر وجه النبی ثم قال ابو بکر انا هو یا رسول الله	دیا پھر ابوبکر نے کہا کہ آپ کے ہمسایہ اور حلفا ہیں
قال لا قال عمر انا هو قال لا ولكن ذلك الذی	سے کہا ہرگز نہیں عمر نے کہا میں ہوں کہا نہیں دیکھو وہ
	ہے جو میری جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ اور مسند احمد بن
یخصف النعل وفی مسند احمد بن حنبل قال	حنبل میں ہے کہ آپ نے کہا کہ تم میں ایک شخص ہے

انه منكم من يقاتل على تاويل القران كما قاتلت على تنزيل القرآن فقال ابو بكر انا هو فقال لا فقال عمر انا هو قال لا ولكنه خاصف النعل وكان علي يخصف النعل نعل رسول الله في الحجرة عند فاطمة - ازالة الخفاء ص۲۵۶ ترمذی جلد ۲ ص۲۳۲

جو تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ابوبکر نے کہا میں ہوں کہا نہیں عمر نے کہا تو میں ہوں کہا نہیں دیکھو وہ ہے جو میری جوتیاں ٹانک رہا ہے اس وقت امیر المومنینؑ حجرہ سیدہ میں بیٹھے ہوئے رسولؐ کی جوتیاں سی رہے تھے۔

(۶۵) انا وعلي حجة الله في ارضه على عباده انا وعلي حجة الله في خلقه يوم القيمة (كنوز الحقائق حرف الالف)

(۶۵) میں اور علیؑ حجت خدا روئے زمین پر ہوں خدا کے بندوں کے لیے اور یوم قیامت بھی رہوں گا۔

(۶۶) من طريق ان النبي قال من اذى عليا فقد اذاني يا ايها الناس من اذى عليا بعث يوم القيامة يهوديا او نصرانيا
باب فضائل علیؑ۔ مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ، ترمذی۔
ازالۃ الخفاء، تاریخ الخلفاء، جامع الصغیر سیوطی۔

(۶۶) جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھکو اذیت دی جس نے علیؑ کو اذیت دی وہ روز قیامت نصرانی اور یہودی محشور ہوگا۔

(۶۷) يا علي من اطاعني فقد اطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ومن اطاعك فقد اطاعني ومن عصاك فقد عصاني اخرجه الحاكم۔ ازالۃ الخفاء ص۲۹۴

(۶۷) اے علیؑ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری معصیت کی اس نے خدا کی معصیت کی اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تمہاری معصیت کی اس نے میری معصیت کی۔

(۶۸) لكل نبي وصي ووارث ووصيي ووارثي علي ابن ابي طالب۔ کنوز الحقائق ص۵۱۳

(۶۸) ہر نبی کے لیے ایک وصی اور ایک وارث ہے اور میرا وصی و وارث علیؑ ہے۔

(۶۹) اخرج الطبرانی وابن ابی حاتم قال ما انزل الله يا ايها الذين امنوا الا وعلي اميرها وشريفها ولقد عاتب الله اصحاب محمد في غير مكان وما ذكر عليا الا بخير۔

(۶۹) کوئی آیت جسکا شروع یا ایہا الذین امنوا ہو نہیں اتری مگر یہ کہ علیؑ اسکے امیر تھے، اصحاب رسول پر بارہا خدا کا عتاب ہوا اور ہمیشہ قرآن میں علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ ہوا۔ تاریخ الخلفاء ص۱۷۱

(۷۰) قال النبي يا عمار ان رايت عليا قد سلك

(۷۰) فرمایا اے عمار جب دیکھو کہ علیؑ ایک راستہ پر جا رہے ہیں

ولعدیا ما الناس ھادیا فاسلک مع علی ودع الناس انہ لا یدلک علی ردی ولن یخرجک من الھدیٰ اخرجہ الدیلمی جامع الصغیر جلد (۱) صلا	اور لوگ دوسرے راستے پر تو علی کا ساتھ دو کیونکہ وہ صراط مستقیم پر ہوں گے اور تم ان کے اتباع میں گمراہ نہ ہو گے۔
(۱۷) حب علی ایۃ الایمان وبغض علی ایۃ النفاق اخرجہ البخاری	(۷۱) علیؑ کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور علی کی عداوت نفاق کی علامت ہے۔
(۷۲) قال ؐ طوبیٰ لمن احبک وصدق فیک و ویل لمن ابغضک وکذب فیک۔ ازالۃ الخفا صـ ۲۹۴	(۷۲) اے علیؑ خوشحال اسکا جس نے تم سے محبت کی اور تمہاری تصدیق کی اور رسوا ہوا جس نے تم سے عداوت کی اور تمہاری تکذیب کی (فدک کا واقعہ یاد کیجیے)
(۷۳) علی صاحب الحوض یوم القیمۃ۔ کنوز حرف عین	(۷۳) علیؑ مالک حوض کوثر ہیں روز قیامت۔
(۷۴) علی قسیم النار والجنۃ۔ کنوز حرف العین	(۷۴) علیؑ قسیم جنت و دوزخ ہیں۔
(۷۵) ھذا ابن عمی واخی وزوج ابنتی فکاک رقاب الرجال والنساء من النار۔ کنوز حرف عین	(۷۵) ذیل حدیث طویل میں فرماتے ہیں) میرا بھائی اور میرا ابن عم اور میرا داماد عورتوں اور مردوں کو نار جہنم سے آزاد کرنے والا قرار دیا گیا۔

"تلک عشرۃ کاملہ الی اخر الاب"

جس طرح ہم نے تمہاری کتابوں سے فضائل امیر المومنین لکھے اسی طرح تم ہماری کتابوں سے خلفاے ثلاثہ کے فضائل محدود یا کم از کم ایسے ہی فضائل کی ایک فہرست پیش کرو جس میں تمہارے علما نے قدح کسی حیثیت سے نہ کی ہو ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔



قصیدہ در مدح مولائے متقیان امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام

از حضرت شمس العلما سلطان المتکلمین مولانا مولوی سید سبط حسن صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

صبح چوں دہر رخ مہر منور بیند — مہد گردوں طرف روضۂ حیدر بیند

آں اما میکہ چشمش بہ ولادت گہ خویش — خانۂ حق نگرد روئے پیمبر بیند

پیر دیرینۂ گردوں بہ شمار یادہا ات — کم ز تعداد او صفت سبحۂ اختر بیند

چوں قلم دست ز ترقیم مطالب بکشد — لوح محفوظ سوے سینۂ اطہر بیند

عادلے کو چو نشیند بعدالتگہ خویش — آئینہ عکس بجیشمان سکندر بیند

حق پرستے کہ بترویج اصالیب خلیل — ز غضب در صفت صنعت آذر بیند

در دبستان ازل روح امین وقت جواب — بصد امید سوے روئے منور بیند

زد چناں جود و عطایش بجہاں سکۂ عقل — باز بے شوب طمع روے کبوتر بیند

در چمن زار نجف از کرمش فصل بہار — خار را ہمچو رگ برگ گل تر بیند

در دو عالم بصف انجمن فضل رسولؐ — رو بہ داماد کند یا سوے دختر بیند

خامہ بگرفتہ عطارد بکف از صنع خدا — پے وصفے تو سوئے صفحۂ خاور بیند

وعظ از نوک زبانت چو بیاید معراج — چرخ را عرش تہ عرشۂ منبر بیند

رفت گر تاج امارت بسر غیر چہ غم — افسر دین خدا کے سوے افسر بیند

کیست سالک ز تو در وادی عرفان الٰہ — کہ ترا خضر در یں بادیہ رہبر بیند

جبہہ سائے تو شود آنکہ نبی را خواہد — رہرو شہر تواں گشت اگر در بیند

ذات تو منزلۂ سر بود از جسم نبی — کہ شناسد بدنے را نہ اگر سر بیند

چشم حق بیں بزیارت چو کشد سرمۂ نور — زیر ابرو حبت کعبۂ داور بیند

ہر کہ خواہد کہ بساحل اثر یم بیند — ربع مسکوں ہماں در کف قنبر بیند

جاں فروش رہ خالق کہ بلیل ہجرت — رو بتابد ز حیات و سوے بستر بیند

پے اتمام عبادت ز دعا ے لب تو — بازۂ خورشید رو طارم اخضر بیند

سمک از حکم تو در شعلۂ آتش برود	آب را چون کرۂ نار سمندر بیند
اوج بگرفت ز تو حصن حصین اسلام	لشکر خویش نبی از تو مظفر بیند
سایۂ تیغ تو بر خرمن جاں برق عقاب	بار ایماں شجر دیں ز تو در بر بیند
تیغ صیقل کن آئینۂ نصرت بشود	چشم جوہر چو سواد رخ لشکر بیند
خوف جاں جامۂ ہستی بدرد روز مصاف	تا بخون تیغ تو گر چشم غضنفر بیند
چوں چکد شعلۂ خوں ز آتش تیغت بغضب	چشم در جا نگہ مردمک اخگر بیند
چشم عالم ز لب فتح جبیں از حیرت	گہ بانگشت گہ قلعۂ خیبر بیند
طبق خاک بلرزد ز رسم دلدل تو	اثر تیغ ترا روح بہ شہپر بیند
عالم علم لدنی و سلونی گفتار	تو کشف قلب ترا مظہر و مظہر بیند
غایت مزج عناصر بدی و مبادی	کہ حدوث و قدمیت دہر برابر بیند
فرض حجاج حرم حج نشد الا بسبب	تا بعید سہ ز قمرین مولد حیدر بیند
یوم لا ینفع مال نظر غاصب حق	حق پاداش بہ عبرتگہ محشر بیند
حذر از زر کہ پیش محو شود نص غدیر	آہ از آں دہر کہ سگ را بغضنفر بیند
کور آں چشم بود کز ہوس دولت و جاہ	خویش را با دل اسلام برابر بیند
آں شہ سابق اسلام ملائک مرجع	کے روا بود کہ سوے دگرے نور بیند
حرص دنیم کند راکب دوش مرسل	قاسم خلد سوے حلۂ پرزر بیند
رخ تاریک منافق ز نفاق دل خویش	آتش تازہ تہ غالیۂ تر بیند
یا علی نیست کسے غیر تو امید دلم	اے خوشا بخت چو شاہے سوے حشر بیند
چشم را معجزہ قند شنا کرد الکن	ہر کجا منقبت تست مکرر بیند
ایں خلوصے کہ دلم با در تو میدارد	دہر بعد از من اعتقاد زدہ کمتر بیند
رو سیہ گشت بمدح تو مدام از تقصیر	کے عرض مرتبت پایۂ جوہر بیند
چشم حق بیں تمناست کہ در باغ نعیم	جام از دست علی ساقی کوثر بیند

التقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اختار من خلقه من کان اهله وجعلهما دیا لمن استهداه فازاح بعلمه جهله واختار من بینهم سید العرب والعجم خاتم النبیین وسید المرسلین وآله واهله صلے اللہ علیه وعلیهم ما ارسی جبله وسهل سهله :-

اما بعد میں نے رسالہ منیفہ ونمیقہ شریفہ خیر الاعتقاد فی تنویر المساوات جس کو حامی دین مبین ناشر الویۃ مودۃ آل طٰہٰ ولکن ظہر الایمان وظہیر الایمان وظہیر المومنین ذو الفضل الجلی المولوی غلام علی صاحب دامت معالیہ السامیہ نے شائع فرمایا ہے دیکھا اور اُس کے مضامین سے مستفید ہوا مودت اہلبیت اور اعتقاد فضل امیر المومنین علیہ السلام کی شمیم اس کے پُرنور عبارتوں سے آرہی ہے جو مشام ایمانی کو کسی طرح ناگوار نہیں بلکہ ترویح روح اور تقویت بصارت کے لیے ایک پُربہار گلدستہ ہے جس مسئلہ پر یہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ در حقیقت ایک صراط ہے جس پر سلوک اصحاب بینش ودانش کے سوا مشکل ہے میری نظر یقیناً قاصر ہے، ارباب فضائل کے اصناف اور طبقات میں باعتبار توازن فیصلہ کرنا مشکل ہے بلکہ ناممکن چہ جائیکہ ارباب عصمت میں اگر یہ بحث پڑے تو غیر معصوم پاس کوئی ایسی میزان کہاں سے آئی جو باہمی عصمتوں اور فضیلتوں کے تفاضل کو واضح کرسکے اس سے زیادہ یہ اور صعوبت کا دقت ہے جب یہ بحث

خاتم النبیین اور سید الوصیین میں ہو، لیکن اگر اسی نور سے کوئی روشنی آئے اور وہ کچھ بتا دے تو ہم کچھ کہہ سکتے ہیں اس لیے شاید یہ کہنا میرا میرے اعتقاد کے موافق ہوگا کہ جسقدر قرآن و حدیث سے فرق معلوم ہو سکا ہے اس کے علاوہ ان دونوں سردار خلق و مولائے اُمت میں فرق نکالنے کی کوشش عجب نہیں کہ تفریط میں داخل ہو جیسا کہ مقام استثنا میں بھی مساوات کا دعویٰ قطعاً مسلک افراط ہے یہ رسالہ مبارکہ جس کے نام کو میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں وہ بھی میرے خیال میں اسی منہج وسط کا سالک ہے وہ مستثنیٰ کو داخل نہیں کرنا چاہتا اور غیر مستثنیٰ کو خارج نہیں کرتا لہٰذا وہ نہایت متین اور سنجیدہ تحریر ہے اور جن عبارتوں میں کسی قدر ابہام نظر آتا ہے اس کا محصل بھی غالباً وہی ہے جو کسی طرح انشاء اللہ قابل شبہ نہیں۔ فجزاہ اللہ عن النبی واھلہ المعصومین خیر الجزاء بمقہ بیدہ الوازرۃ سبط حسن النقوی اعطی بیمینہ صحیفۃ عملہ فی الاخرۃ۔ پہلی تقریظ میں چونکہ بہت اغلاط کتابت تھے لہٰذا حسب خواہش مصنف تنزیہ المساوات یہ تقریظ بار دیگر طبع کی گئی۔ (مدیر)

وما علینا الا البلاغ

حقیر ۱۳۲۰ھ سے ۱۵ شعبان المعظم کے لیے ہدیۃً عریضہ خدمت مومنین میں پیش کرتا ہے جن مومنین والا تمکین کو ضرورت ہو عرائض طلب فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور حضرت حجۃ عجل اللہ فرجہ کی خدمت میں اپنے مطالب تحریر کر کے پیش کریں۔

والسلام

محمد طاہر علیخاں عفی عنہ

رستم نگر لکھنؤ

مذہب جماعت تقلیدی ہے

از ملک مولانا سید ابوالحسین صاحب مدرس معقولات جامعہ سلطان المدارس لکھنؤ

اساس مذہب اہلسنت وجماعت اقناعیات وخطابیات پر قائم ہے اور اسکی متزلزل بنا تقلید وہم کے ستون پر اٹھائی گئی ہے جن دلیلوں سے یہ لوگ اپنے مذہب فاسد پر استدلال کرتے ہیں وہ سب واہیات اور جن حیلوں سے یہ لوگ اپنے درہم کا سکہ مروج کرنا چاہتے ہیں وہ سب عقول عرفاء کے نزدیک بازار تحقیق میں نامروا ہیں۔ نمونہ کے طور پر کچھ امور ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ عقلاء روزگار اور محققین عصر انکو اپنی بصارت وبصیرت نقادہ سے پرکھیں اور کھوٹے کھرے مذہب میں امتیاز حاصل کریں۔ اور مذہب احناف کی کمزوریوں پر مطلع ہوکر انصاف کریں اور حق کا راستہ اختیار کریں۔ لیکن پہلے تعصب کی عینک اتار ڈالیں اور بغض عداوت کو دل سے نکال ڈالیں ورنہ تعصب کا تاریک پردہ انکے بصیرت اور بصارت میں ایسا تفرقہ پیدا کردےگا کہ وہ شمس کو اور دن کو رات سمجھنے لگیں گے۔ بحمد اللہ موجودہ زمانہ میں تحقیق کا مادہ ہر کہ ومہ میں پایا جاتا ہے۔ اور کوئی حکم اور کوئی فتویٰ بھی بغیر دلیل وبرہان قابل قبولیت نہیں سمجھا جارہا ہے۔ پھر عملیات میں جب دلیلوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو اعتقادیات کا بلا ادلہ وبراہین قبول کرلینا کونسی عقلمندی ہے اور جب امور مذہبیہ بغیر قطعیات ویقینیات کے پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچتے تو دینیات کے اثبات میں ادلہ وبراہین سے قطع نظر کرنی کونسی دانشمندی ہے۔ اس عہد علمی میں بھی اگر انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثارھم مقتدون والے پر لوگ عمل پیرا ہوا کرینگے تو پھر آئندہ کونسا زمانہ تحقیق کا آئیگا جسمیں تحقیق کرینگے اور اُخروی نجات کا ذریعہ واحد مذہب ہی ہے اگر اسمیں تقلید آباء پر اکتفا کی جائیگی تو پھر آئندہ نجات کا حصول کیا ممکن ہوسکیگا۔ لہذا جو کچھ ان اوراق میں لکھا جاتا ہے اسکو بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور حق اگر مل جائے تو اسکو اپنا مسلک قرار دیں اور باطل کے حدود سے نکل کر مذہب حق کے عمارت میں قیام فرمائیں۔

اہلسنت نے جب یہ دیکھا کہ واقعۂ خلافت جو بذریعہ تواتر ان تک پہونچا ہے یہ تھا۔ کہ بعد انتقال نبی کے مہاجرین وانصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں مجتمع ہوئے اور ایک شخص کو جسمیں صلاحیت واستعداد خلافت کی انکے

گمان باطل کے مطابق موجد حقیقی خلیفۂ رسول بنا دیا۔ اور اس امر کا یقین بھی کر لیا کہ جو کچھ تم عدم سے حیز وجود میں
آیا وہی حق ہے اور اس خیال کو آپ نے ایک اصل وقاعدہ قرار دے لیا اور علم استدلال میں اسکو بمنزلۂ یقینیات
سمجھ کر قیاسات و ادلہ میں بھی استعمال کرنے لگے۔ الا انکہ یہ خیال ان کا عقیدۂ جبریت اشاعرہ سے حاصل تھا
اور اسی خیال وہمی سے اپنے انھوں نے اور امر کا بھی استنباط کر لیا کہ نصب امام و خلیفہ خدا کا فریضہ نہیں ہے
اور خلیفہ میں عصمت لازم نہیں نص من الرسول بھی اسکے لیے لازم نہیں۔ ان اصول امور کے تسلیم کر لینے کی اصلی وجہ
یہ بھی تھی کہ انکا مسلّم خلیفہ ان اوصاف سے خالی تھا معصوم و منصوص من الرسول نہ تھا بلکہ وہ معتقد رکھتے ہیں
کہ اگر شخص منصوب متصف بعصمت و نص ہوتا تو خلافت حق ہوتی اور یہ تمام باطل ہوتا۔ انکے مذہب والے دو گروہ میں
منقسم ہیں ایک معتزلہ دوسرے اشعریہ دونوں کا اعتقاد یہی ہے کہ جو کچھ سقیفہ میں واقع ہو گیا وہی حق تھا اشاعرہ
تو اسلیے ایسا کہتے ہیں کہ یہ لوگ حسن و قبح عقلی کے قائل نہیں اور بندہ کو فاعل مجبور سمجھتے ہیں انکے خیال میں خلافت
حضرت ابوبکر سقیفہ میں خدا کے ارادہ سے واقع ہوئی اور اسلیے وہ مراد خدا اور حق تھی۔ اور جو چیز خدا کی مراد ہو
اور حق ہو اس کا تسلیم کر لینا واجب ہے اور اس میں رد و قدح نا جائز۔

معتزلہ اگرچہ جمیع افعال کو خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ افعال کی دو قسمیں کرتے ہیں ایک
مباشر دوسرے متولد اور فعل مباشر سے وہ فعل مراد لیتے ہیں جو محل قدرت میں حادث ہو جیسے حرکت ید۔ اور
فعل متولد سے وہ فعل مراد لیتے ہیں جو غیر محل قدرت میں حادث ہو جیسے حرکت قلم بذریعۂ حرکت ید اول کو
سبب دوسرے کو مسبب قرار دیتے ہیں یہ لوگ فعل مباشر کا فاعل عبد کو قرار دیتے ہیں اور فعل متولد کو
منسوب الی العبد کہتے ہیں۔ لہذا انکے نزدیک بندہ فاعل ہے خدا ہر فعل کا فاعل نہیں حسن و قبح عقلی کے
بھی قائل ہیں اور خداوند عالم کو فاعل قبیح نہیں مانتے۔ عدالت خدا کے قائل ہیں جو کچھ خارج میں واقع
ہو جائے اسکو مراد خدا نہیں قرار دیتے۔ لیکن ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ لوگ خلافت صدیقی کو حق بھی
سمجھتے ہیں اور دلیل یہ قائم کرتے ہیں کہ خلافت ابی بکر پر چونکہ ان لوگوں نے اجماع و اتفاق کر لیا جو لوگ
حاشیہ نشین مجلس نبوت تھے عقلا و علماء تھے مددگار و معین دین اسلام تھے۔ جنھوں نے اپنے اعزا و اقارب
و اموال و مواشی کو رسول کی نصرت میں قربان کر دیا کفار قریش سے ہمیشہ بر سر جنگ رہے۔ اعلاء کلمۃ اسلام

شب و روز فکر و شاں رہا کیے معدول و متدین تھے۔ قرآن و احادیث میں مشغول تھے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے جو امور پذیر ہوگا وہ حتماً حق و صحیح ہوگا۔ لہٰذا خلافت ابی بکر کا انعقاد بھی چونکہ انہیں کے ہاتھوں سے ہوا تھا لہٰذا وہ بھی حق ہوگی۔ اب اگر خلافت مشکوکہ میں ہم قدح کریں تو ان اصحاب کے جو انعقاد میں شریک تھے قدح لازم آئے گی حالانکہ انکی قدح عین اسلام کی توہین ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ عقلائے دہر و حکمائے عصر اگر تقلید و تعصب کا طوق اتار کے نظر حق بین سے معائنہ کریں اور فہم ثاقب و ذہن نقاد سے تامل کریں تو انکو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں مسلک معتزلہ کا ہو خواہ اشاعرہ کا وہمی محض ہے اور سراب ہے جسکو پیاسا پانی سمجھتا ہے اور اسکی تلاش میں دوڑتا ہے لیکن قریب پہونچکر اسکو کچھ نہیں آتا بجز تابات ریگ کے یہاں پر چند وجہیں لکھی جاتی ہیں جن سے حق ظاہر ہو جائیگا اور باطل مضمحل ہو جائے گا۔

وجہ اول یہ ہے کہ دونوں گروہ کے استدلال سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ انکا مذہب اس قضیہ کلیہ پر مبنی ہے کہ کلما وقع فی الخارج یجب ان یکون موافقا لرضاء اللہ تعالیٰ (جو کچھ خارج میں واقع ہو جائے وہ رضائے خدا کے موافق ہوا کرتا ہے) حالانکہ یہ قضیہ دونوں گروہ کے اصول کے مطابق نہیں ہے اور دونوں فرقوں کے قواعد کے لحاظ سے صحیح نہیں اسلیے کہ اشاعرہ خدا کی رضا اور اسکے ارادہ میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادہ خدا مستلزم رضائے خدا نہیں ہوتا ورنہ جو کچھ خدا کے ارادہ سے واقع ہوتا وہ رضائے خدا کے مطابق ہو جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے اسلیے کہ کفر و نفاق فسق و فجور اور عصیان دنیا میں (معاذ اللہ) خدا کے ارادہ سے واقع ہوتے ہیں لیکن یہ امور مطابق رضائے خدا نہیں ہیں۔ اسلیے کہ اگر یہ امور مطابق رضائے خدا ہونگے تو موافق شریعت بھی ہو جائینگے حالانکہ امور مذکورہ خلاف شریعت یقیناً ہیں۔ اور نیز اگر یہ امور جس طرح سے مراد خدا ہیں پسندیدہ بارگاہ ایزدی ہوتے تو ان امور پر عقوبت کا ترتب نہ ہونا چاہیے تھا حالانکہ خداوند عالم نے ان امور پر عقوبت اخروی کا وعدہ فرمایا ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ کفر و فسق و عصیان وغیرہ مراد خدا مسلک اشاعرہ پر اگرچہ ہیں لیکن پسندیدۂ خدا نہیں ہیں لہٰذا یہیں سے معلوم ہو گیا کہ خلافت صدیقی چونکہ خارج میں واقع ہو چکی ہے لہٰذا مراد خدا تو انکے مسلک پر ہو گئی لیکن یہ امر رضا کی جہت اسکی رضا کے مطابق نہیں ہوا کرتی تو خلافت صدیقی کا بھی پسندیدۂ خدا ہونا اور موافق رضائے خدا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کسی نص من الرسول یا حکم خدا سے ثابت نہ ہو جائے اور یہ دونوں امر خلافت

مذکورہ میں مفقود ہیں۔ لہذا ہم بہانگ دہل کہتے ہیں کہ خلافت صدیقی چونکہ خلاف رضائے خدا تھی اسلیے وہ خلاف شریعت محمدی بھی تھی اور ہر وہ شے کہ جو خلاف شریعت ہو اسکی ممانعت صریحاً یا کنایۃً شریعت میں وارد ہو چکی ہے لہذا خلافت صدیقی بحکم شرع ممنوع قرار پائی۔ جو رہیت ممکن ہے کہ اس خلافت کو منعقد کرنے والے مستحق عقوبت قرار پائیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ مستحق عقاب ہوں اسلیے کہ قرآن حاکم ہے کہ ہر وہ شخص کہ جو خدا کی رضا کے خلاف کرے اور شریعت کے خلاف کرے وہ مستحق عقاب ہوا کرتا ہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ قضیہ کل ما وقع فی الخارج فہو موافق لرضاء اللہ تعالیٰ) بالکل غلط ہے اور اس سے استدلال کرنا عقلیات کا خون کرنا ہے اور وہمیات کو مقابل یقینیات اختیار کرنا ہے۔ معتزلہ چونکہ ہر وہ شے جو خارج میں واقع ہو جائے اسکو مراد خدا نہیں قرار دیتے بلکہ وہ لوگ فعل مباشر کو فعل مکلف سمجھتے ہیں اسلیے انکے نزدیک خلافت صدیقی نہ موافق رضائے خدا ہے نہ موافق ارادۂ خدا ہے بلکہ چند اشخاص کے اتفاق و اتحاد کا نتیجہ ہے۔ لہذا یہ لوگ جب تک خلافت مذکورہ کو کسی دلیل خارجی سے مطابق رضائے خدا ثابت نہ کر دیں یہ قضیہ کل ما وقع فی الخارج فہو موافق لرضاء اللہ ثابت نہیں ہوتا۔ اب تو روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہو گیا کہ کسی شے کا خارج میں موجود ہونا نہ اسکی حقیقت کا اثبات کرتا ہے نہ اسکے پسندیدہ خدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(دوسری وجہ) یہ ہے کہ علوم حکمیہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جزئیات سے حکم کلی کا اخذ کرنا اور صادق جزئیات سے ایک حکم عام کا نکال لینا جسکو اصطلاح میں استقراء کہتے ہیں یہ مفید قطع و یقین نہیں ہوتا۔ اسلیے کہ اکثر خلاف واقع ہو جایا کرتا ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ جزئیات غیر محصور ہوا کرتے ہیں ان کا احاطہ تامہ ہوتا نہیں یا تصفیہ قطعی نہیں ہوتا اسلیے عقلاً حکم کلی بذریعہ قوت عقل نکالا کرتے ہیں اور اسکے تحت میں جزئیات تمام و کمال آجایا کرتے ہیں لہذا یہ امر خلافت نائب انبیاء و نیابت نبوی جسمیں کمال حامل علم و حامل عصمت حامل کی شرط لگی ہوئی ہو اسکا اثبات ایک واقعہ جزئیہ سے کرنا یعنی خلافت منعقدہ صدیقی سے ہرگز ہرگز مفید یقین نہیں ہو سکتا اسلیے کہ لازم نہیں ہے کہ وہ شے جو خارج میں واقع ہو جائے وہ مطابق رضا ہیت الٰہیہ و اذن شرعیہ ہو خصوصاً جب اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ شر نہ فاعل سے امکان رکھتا ہے لہذا جائز ہے افراد ممکن سے صادر ہو کیونکہ شر کا ہونا لازمی ہے لہذا خلافت اولیٰ بکر چونکہ کثرت کے اتحاد کا نتیجہ ہے لہذا منبع شر و فساد ہے۔

(تیسری وجہ) اگر ابوبکر کی خلافت خدا نے قائم کی ہے اور افعال خدا میں سے ہے (جیسا کہ مسلک اشاعرہ ہے) کہ ہر فعل کا فاعل خدا ہے تو اسکی شان بھی نبوت کی شان ہونی چاہیے تھی اور بندوں کے اتفاق واتحاد کو اسمیں دخل نہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ مخالفین اجماع اصحاب کو اسمیں دخیل مانتے ہیں۔ اور اگر بندوں کا فعل ہے اور بندوں کی قائم کردہ خلافت ہے (جیسا کہ معتزلی کا خیال ہے) تو پھر کیوں اسکو باطل نہیں سمجھا جاتا حالانکہ بندوں کے افعال اغلب طور سے باطل اور خلاف رضاے خدا ہوا کرتے ہیں بلکہ خلاف شریعت بھی ہوا کرتے ہیں۔

اب اگر معتزلہ کہیں کہ خلافت ابی بکر کا انعقاد ان اصحاب کے ہاتھوں سے ہوا ہے جو عدول اور علماء تھے جنھوں نے اعلاء کلمۂ حق کیلئے بڑے بڑے جہاد کیے۔ اور ترویج اسلام میں اپنے نفوس و اموال سب دے ڈالے۔ تو میں کہوں گا کہ عدول و ثقہ مان لینے کے بعد بھی جب وہ معصوم نہ تھے تو جائز الخطا ضرور تھے۔ اور ہر جائز الخطاء کا فعل خلاف شریعت ہو سکتا ہے اور اسکے حق ہونے کا یقین ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا خلافت مذکورہ کی حقیقت کا جزم ہرگز ہرگز نہو سکے گا۔ اب اگر وہ لوگ کہیں کہ خلافت صدیقی پر اجماع ہو گیا تھا۔ اور اجماع خطا پر نہیں ہوتا تو میں کہوں گا کہ صرف چار یا پانچ آدمیوں کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا اسلیے کہ جنکے اتفاق سے یہ خلافت منعقد ہوئی وہ صرف یہ پانچ شخص تھے۔ حضرت عمر۔ ابوعبیدہ سالم مولی حذیفہ۔ بشیر بن سعد۔ اسید بن حضیر۔ علاوہ بریں اگر اجماع فرض کر لیا جائے بھی تو ایسا اجماع جسمیں معصوم موجود نہو حجت نہیں ہے اسلیے کہ مجموعۂ خطاکار کا خطاء کا ارتکاب کرتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ عدول تھے اور انکی عدالت مانع خطاء تھی۔ میں کہوں گا کہ اولاً ان سب کا عادل ہونا ثابت نہیں اور تقدیر ثبوت بھی عدالت صرفہ مانع خطاء و عصیان نہیں جب تک حد عصمت تک نہ پہونچ جائے اور عصمت ہر ایک سے مفقود تھی۔ بلکہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کا عادل ہونا قطعاً ثابت نہیں بلکہ ایمان بھی بعض کا درجۂ ثبوت تک نہیں پہونچتا۔ اہل کتب سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں کچھ لوگ منافقین بھی تھے علاوہ بریں اگر عدالت کو مان بھی لیا جائے جب بھی عدالت مانع معصیت بالکلیہ نہیں ہوتی اسلیے کہ مانع معصیت صرف عصمت ہے اور وہ ان میں موجود نہ تھی۔ لہذا میرے لیے

حق ہے کہ میں کہوں کہ چونکہ صحابہ معصوم نہ تھے لہذا خلافت صدیقی بعنوان خطا واقع ہوئی اور غیر حق تھی۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ (افعال اہل العدالۃ تبنی علی الصحۃ) عادل کا فعل صحت پر محمول ہوا کرتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ ایک قضیہ اجتہادیہ ہے مبنی ہے ظن و وہم پر۔ مقام استدلال میں ایسی بے ثبوتی چیز عقل اسکو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بلکہ عقل تجویز کرتی ہے کہ عادل بھی خطا کار ہوں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ ممدوح قرآن اور احادیث ہیں تو میں کہوں گا کہ ان آیات اور احادیث میں اصحاب سے مراد بعض اصحاب ہیں نہ کل اور بعض سے مراد وہ اصحاب ہیں کہ جنپر عہد خلفاء میں مظالم کیے گئے نہ وہ لوگ جنھوں نے بعد وفات رسالتمآبؐ جناب سیدہ کے گھر کو آگ سے جلانا چاہا اور دروازہ پہلوے سیدہ پر گرایا فدک غصب کر لیا علیؑ کی گردن میں رسی باندھ کر کھینچتے ہوئے در مسجد تک لیگئے جنھوں نے بدعتوں کا اختراع کیا بعد رسولؐ اپنے عقب کی طرف پلٹ گئے۔ دفن و کفن رسولؐ میں شریک نہوے۔ اور اس شعر کا مصداق بن گئے ؎ اہل دُنیا کار دُنیا ساختند ٭ مصطفیٰ را بیکفن انداختند ٭ ما علینا الا البلاغ

ایک التجا

جن حضرات کے خریداری نمبر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ان کا سال خریداری اس ماہ میں ختم ہو گیا ہے، اُمید ہے کہ سال آئندہ کے لیے ایسے حضرات اپنا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر اعانت سہیل فرمائیں گے اور نقصان وی پی سے طرفین کو محفوظ رکھیں گے یا اس بات کی اجازت دینگے کہ وی پی حاضر خدمت کیا جائے جسکا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا اور مذہبی امداد ہوگی۔ ۸۶۲ ۸۰۸ ۸۱۸ ۸۸۴

۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۲

۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸

قضیہ قرطاس کے پردہ نشین قالوا کی تلاش
اور
ایڈیٹر النجم کا ہذیان

از خامۂ عالیجناب سید لطافت حسین صاحب بلگرامی

(بسلسلۂ گزشتہ)

مدیر نے شیعوں کی روایتوں کے حوالے سے جمہور اہل اسلام کے اس عقیدہ کا ثبوت دیا ہے کہ جمہور اہل اسلام حضرت ابوبکر و عمر کے معتقد تھے اور ان کو افضل امت مانتے تھے اور ان کے رتبۂ عالی کے سامنے مرتبۂ امامت تو ایک ادنیٰ اور حقیر شے ہے۔ لیکن کیا عرض کروں کہ قرآن جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کی مخالفت میں مرتبۂ امامت کو ایک اعلیٰ مرتبہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ آیت قرآنی یہ ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور (اے پیغمبر بنی اسرائیل کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور انھوں نے ان کو پورا کر دکھایا تو خدا نے رضامند ہو کر فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام (یعنی پیشوا) بنانے والے ہیں (ابراہیم نے) عرض کیا اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا (ہاں مگر) ہمارے (اس) اقرار میں وہ داخل نہیں جو برسر ناحق ہونگے۔ (ترجمہ مولوی نذیر احمد)

کیسے بھلا خداوند عالم بعد آزمائش جناب ابراہیم علیہ السلام کو مرتبۂ امامت سے فیضیاب کرے اور جناب خلیل اللہ امامت کی تمنا اپنی ذریت کیلئے کریں اور عقیدہ جمہور اہل اسلام یہ ہو کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے مرتبۂ عالی کے سامنے امامت تو ایک ادنیٰ اور حقیر شے ہے یعنی ان لوگوں کی ذات مرتبۂ نبوت سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ جب ہی تو امامت ایک پست تر چیز قرار دی جا رہی ہے۔ یہ ہے قرآن فہمی جمہور اہل اسلام کی جنھوں نے قرآن جمع کیا۔ اور یہی وہ محبت اصحاب ثلاثہ کی ہے جسکے لئے تنقیص رسالت کی جا رہی ہے۔ پناہ بخدا ایسے عقیدہ سے۔

اسی قسم کی لاطائل تحریر کے بعد اصل بحث قرطاس کے متعلق ذیل کے چند عنوان قائم کر کے یہ تحریر فرمایا گیا ہے کہ سہیل نے النجم کی آخری تین باتوں کا کوئی جواب معقول یا نامعقول کسی قسم کا نہیں دیا۔

مدیر کی آخری تین باتیں یہ ہیں:-

(۱) تحریر نہ لکھوانے کا الزام حضرت علی پر بھی ہے۔ (۲) اس تحریر نہ لکھوانے کا بڑا الزام معاذاللہ آنحضرت صلعم پر لازم آتا ہے
(۳) نفیس تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو شجاع مقصود تھا صفحہ ۱۶ النجم

(۱) آخری بات کے اول عنوان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے عقائد کی تصریح بحوالہ کتب شیعہ صہ میں لکھدی ہے کہ "اُس زمانہ میں جمہور اہل اسلام حضرت ابوبکر و عمر کے معتقد اور اُنکے پیرو تھے" ایسی حالت میں حسب اعتقاد شیعہ حضرت علی۔ حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت سلمان کا لکھوانا جنھوں نے جبراً بیعت کی (جیسا کہ آپ نے لکھا ہے) اور جو حکم رسول کی بجا آوری کیلئے ساعی بھی تھے ان مخالفین کے مقابلہ میں جو اس تحریر کے ہونے کی سختی سے مخالفت فرما رہے تھے کیا فائدہ دیتا۔ اگر یہ پانچ شخص تحریر لکھوا بھی لیتے تو مانتا کون۔ حضرت عمر یہی فرماتے رہتے کہ حالت ہذیان کی تحریر قابل التفات نہیں۔ اسے پھاڑ ڈالو جیسی طرح قضیۂ فدک میں ہبہ فدک کی تحریر جناب سیدہ سے لے کر پھاڑ ڈالی گئی

(۲) آخری بات کے دوسرے عنوان کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم پر نہ لکھوانے کا الزام ہرگز نہیں آسکتا آنحضرت چاہتے تھے کہ تحریر ہو جائے مگر جبکے لیے چاہتے تھے وہ راضی نہ ہو تو اس میں آنحضرت کا کیا قصور۔ آنحضرت صلعم کچھ حضرت عمر نہ تھے کہ درہ ہر شخص کے پیچھے لیے پھرتے۔ رسول کا کام ہدایت کرنا ہے۔ ہدایت پانے والا ہدایت نہ پائے تو رسول کیا کرے۔ رسول تبلیغ اسلام فرمائیں اور جو کافر اسلام نہ لائے تو کیا رسول کی ذات اسوجہ سے مورد الزام ہو جائیگی کہ وہ کافر اسلام نہیں لایا۔ اسی طرح رسول جسکے لیے تحریر چاہتے ہوں اور وہ تحریر نہ لیوے تو اس کا الزام رسول پر کیسا؟

(۳) آخری بات کا تیسرا عنوان آپ کی نفیس تحقیق ہے جو نہایت نفیس ہے۔ آیۂ اکمال دین کے بعد یہ تو سب کو بتا دیا گیا کہ دین کامل ہو چکا ہے تو کیا یہ بھی جتا دیا گیا تھا کہ اس تحریک کے بعد رسول کو کسی تقریر یا تحریر کی ضرورت نہیں اور کیا رسول جب تقریر کرتے یا تحریر لکھواتے پر آمادہ ہوں تو آیۂ اکملت کے رو سے حضرت عمر اسکے مجاز تھے کہ رسول کو روک کر یہ ارشاد فرمائیں کہ بس حضرت بس۔ دین کامل ہو گیا۔ آپ کو بولنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کتاب خدا ہمارے لیے کافی ہے۔ اسلئے اکمال دین نے عہد پیغمبری

آپ کو خارج کر دیا۔ اب آپ خانہ نشین ہو جائیے۔ کیوں جناب مدیر صاحب تحریر پیغمبر تو نقیض آیت اکملت لکم دینکم ہے۔ مگر تقریر پیغمبر کے متعلق آپنے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جسطرح تحریر نقیض آیت ہے۔ اسی طرح تقریر کو بھی نقیض آیت اکملت ہونا چاہیے۔ پھر اس آیہ کے بعد تحریر تو رد کر دی گئی اور تقریر کو جاری رہنے دیا گیا۔ کیا خوب آپ نے آیہ اکملت کے معنی سمجھائے ہیں۔ ماشاء اللہ۔

اب لطیفہ سنیے مدیر صاحب فرماتے ہیں کہ غور و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود کسی تحریر کا لکھوانا تھا ہی نہیں۔ بلکہ آپ اپنے صحابۂ کرام کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ کہاں تک ان کو دین میں پختگی حاصل ہوئی ہے ص۱۲ النجم مطلب یہ ہے کہ باطن میں قصد یہ کیا کہ تحریر نہ لکھوائیں اور ظاہر یہ کیا کہ دوات قلم لاؤ لکھ دیں۔ کیا خوب گویا رسول اپنے اصحاب سے تقیہ کر رہے تھے۔ تو پھر آپ کو تقیہ سے چڑ کیوں ہے جو آپکے یہاں بھی جائز و واجب ہے۔ اور لطف یہ کہ رسول دین کی پختگی کا معیار تحریر یا عدم تحریر کو قرار دے رہے ہیں۔ پھر وہ رسولؐ جسکو ان صاحبان کا تجربہ جنگ کے موقع پر بارہا ہو چکا ہے۔

مدیر لکھتا ہے کہ اگر خدا نخواستہ اکابر صحابہ تحریر لکھوانے کی درخواست کرتے تو حضرت کو بڑا رنج ہوتا کہ باوجود اس آیت کے تم ابتک دین کو کامل نہیں سمجھتے۔ ص۱۶ النجم جواباً عرض ہے کہ وہ صحابہ یہ عرض کرتے کہ بیشک دین کامل ہو گیا۔ اور نعمتیں تمام ہو گئیں لیکن ہم سب حضور کو عہدۂ پیغمبری سے حیات و ممات میں کسی طرح علیحدہ نہیں کر سکتے۔ اسلیے تا زمانہ حیات جب بھی آپ تقریراً کچھ عرض کرینگے آپ کی باتوں کو سنینگے اور تحریراً اگر چاہیں گے تو لکھنے کے لیے آمادہ ہو جائینگے کیونکہ حضور اکمال دین اور اتمام نعمت کے تمامی رموز و نکات سے واقف ہیں لہذا اگر اسکی تصریح و تشریح و تفسیر کے لیے حضور تقریر کریں یا تحریر لکھوائیں تو بجا آوری حکم میں ہمارے مستعدی پر حضور کی خفگی آیندہ تعمیل حکم میں سد باب ہوگی۔ لہذا مدیر کے جواب سے رسول کی بے موقع خفگی محل اعتراض میں آجائیگی کیونکہ رسول کا بطون کچھ ہو اور ارادہ کچھ کریں تو تعمیل حکم میں انسان مذبذب رہیگا۔ اور رسول کا ہر حکم ایک پہیلی ہو جاوے گا۔

آنحضرت کے امتحاناً لکھوانے کی دو زبردست دلیلیں آپ لکھتے ہیں انکی بھی حقیقت ملاحظہ فرمائیے اول دلیل یہ ہے کہ جب آیت قرآنی تکمیل دین و اتمام نعمت کی خبر دے چکی تھی تو نا ممکن تھا کہ معاذاللہ

صلے اللہ علیہ وسلم اسکے بعد کسی ضروری تحریر کی حاجت ظاہر فرما کر دین کو ناقص اور نعمت خدا کو نا تمام قرار دیتے ص۱۲ النجم"۔

جواب:- یہ کیسے آپنے سمجھ لیا کہ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی آیت کے بعد رسول خلاف قرآن کوئی تحریر لکھوانا چاہتے تھے میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس تکمیل دین اور اتمام نعمت کی تفسیر مطلوب تھی جس تفسیر کی موجودگی میں فرقۂ اسلام گمراہی میں نہ پڑتا۔کیوں جناب کیا آیت اکمال دین کے خلاف یہ تحریر کیونکر ہو جاتی۔ ایک عام لغو خیال محض حضرت عمر سے الزام ہٹانے کے لیے یہ پھیلایا جاتا ہے کہ رسولؐ کو کوئی تحریر لکھوانا مقصود نہ تھا۔کیونکہ آیت اکملت نازل ہو چکی تھی۔ پوچھیے یہ کس نے کہا ہے کہ رسولؐ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی نیا مذہب قائم کر رہے تھے۔ یا مذہب میں کوئی نئی ایجاد مثل تراویح فرما رہے تھے۔ اجی مولوی صاحب۔ رسولؐ اللہ جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے وہ بپابندی قرآن لکھوانا چاہتے تھے۔ قرآن سے علیحدہ کوئی تحریر لکھوانا مقصود نہ تھا۔ اسی آیت اکمال دین کے متعلق سنی شیعہ میں اختلاف ہے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ آیت اکمال دین کی اسوقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرتؐ نے بتصرف آیۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل علیک حضرت علی کو خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ اور آپ اس عقیدے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ - اب بتلائیے اسی آیت کی تفسیر کو آنحضرت بذریعہ تحریر فرما دیتے تو اسلامی فرقہ آج تباہی وضلالت میں نہ پڑا ہوا ہوتا۔

دوم دلیل:- یہ کہ اس قصۂ قرطاس سے بہت پہلے حدیث ثقلین ارشاد ہو چکی تھی۔ اس حدیث میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے جو صفت قرطاس والی تحریر کی بیان فرمائی۔ اس صفت کی دو چیزیں جب آپ امت کے ہاتھ میں دے چکے تھے تو اب اس تحریر کی کیا حاجت تھی۔ - اس تحریر کی حاجت تو اسوقت ہوسکتی ہے جب ان دونوں چیزوں میں یہ صفت نہو۔ لہٰذا ناممکن ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ہی حدیث کے خلاف ایسی بات فرماتے۔ ص۱۶ النجم"

جواب:- مدیر صاحب اتحریر کی ضرورت تھی۔ آنحضرت صلعم نے بقول آپکے حدیث قرطاس سے بہت پہلے حدیث ثقلین ارشاد فرمائی تھی اسی وقت سے یاروں نے رنگ بدلا جس کا ایک اعلیٰ نمونہ تحریر کتاب کے منع کے وقت

حضرت عمر سے ظہور میں آیا کہ دو ثقل میں سے صرف ایک کے تمسک (حسبنا کتاب اللہ) کا اعادہ کیا اور دوسرے ثقل یعنی تمسک اہلبیت سے گریز کیا۔ اسی رنگ کو آنحضرت نے محسوس کر کے یہ چاہا تھا کہ ثقل ثانی کا اتباع کے لیے جس سے جناب ثانی اور اُن کے ہمراہیوں نے گریز کرنا چاہا تھا بذریعہ تحریر قوت دیدیں۔ اور اس طرح حدیث ثقلین کی توضیح بذریعہ قرطاس کر دیجائے پس حدیث قرطاس ہرگز حدیث ثقلین کی مخالف تعبول کی جاسکے نہیں ہوسکتی ہے۔ بلکہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی تاکید کر رہی ہیں۔

مدیر صاحب آپنے اپنی دو زبردست دلیلوں کی حقیقت ملاحظہ فرمالی۔ اور کیا اب بھی آپ فرمائینگے کہ آپ کی دلیلوں میں پائداری ہے۔

سہیل سے آپ کو یہ شکایت بھی کہ اُس نے آپ کی آخری تین باتوں کا جواب نہیں دیا مگر خدارا انصاف فرمائیے کہ حضرت عمر کی ذات پر منع کتابت کے اعتراض کو ان آخری تین باتوں کے جواب نہ دینے سے کیا علاقہ۔ اور جواب نہ دیے جانے سے حضرت عمر کے منع کتابت کے اعتراض کا بطلان کیونکر ہوگیا۔ آپ کو اپنی جھوٹی قابلیت دکھا کر سہیل کا عجز دکھانا تھا۔ حالانکہ سہیل نے اصل مبحث قرطاس میں حضرت عمر کی ذات کو ملزم قرار دیدیا اور الزام کو ثابت کر دیا۔ مدیر کو چاہیے تھا کہ الزام ثابت شدہ کو حضرت عمر کی ذات سے ہٹاتے نہ کہ غیر متعلق بحث سے صفحات النجم کو پُر کرتے۔

غرضکہ ۱۶ صفحہ مدیر نے بالکل غیر متعلق بحثوں سے پُر کرنے کے بعد صفحہ ۱۷ سے سہیل کے جواب کی تردید کی ہے جس نے مدیر کی اول تین باتوں کا (جو اصل مبحث ہے) جواب دیا ہے۔ وہ اول تین باتیں یہ تھیں۔

(۱) لفظ ہجر یا یہجر حضرت عمر کا قول نہیں (۲) ہجر یا یہجر کے معنی صرف ہذیان کے نہیں بلکہ یہ لفظ جدائی کے معنی میں آتا ہے۔ (۳) بفرض محال اگر یہ لفظ بمعنی ہذیان ہو تو بھی یہ لفظ ہمزۂ استفہام کے ساتھ ہے۔ اور یہ استفہام انکاری ہے۔

(۱) جناب مدیر صاحب آپ فرماتے ہیں کہ لفظ ہجر یا یہجر حضرت عمر کا قول نہیں۔ پھر آپ ہی فرمائیں کہ کس کا قول ہے۔ شیعوں نے اہلسنت کی تحقیقات کی بنا پر حضرت عمر کا نام قائلین ہجر میں پیش کیا تھا آپ کسی صحابی کا نام روایت سے پیش کر کے حضرت عمر کی گلو خلاصی کرا دیتے اور شیعوں کا دعویٰ باطل ہوجاتا

آپ کے اس کہنے سے کہ اس اثنا میں کچھ لوگوں نے جن کا نام کسی روایت میں مذکور نہیں کہا کہ اہجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استفہموہ سٹ النجم" وہ فرد جرم جو سہیل نے لگا کر عمر کو ماخوذ کیا تھا حسب ادعا مندرجہ النجم ص ۱۹ آپ نے اپیل میں وہ فرد جرم چاک نہیں کرائی - اور اسوقت تک فرد جرم چاک نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ کسی صحابی کا نام بعد تحقیقات روایت سے پیش کر کے حضرت عمر کو الزام سے بری نہ کرا دیں - مگر آپ تحقیقات کی اسلیے کوشش نہ فرمائیں گے کہ ع

کوئی اس پردۂ قالوا میں ہے مستور ضرور

تحقیقات علما سے تو صاف صاف تصریح اس امر کی ہے کہ حضرت عمر نے ہجر کا لفظ (جو کسی معنی میں ہو) رسول کے لیے تجویز کیا جسکا بے ادبی الفاظ میں آپ کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں الحمد للہ کہ صحابہ کرام اس امتحان میں کامل اترے اور اس کامیابی میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ حضرت فاروق اعظم کو ملا ص ۱۲ النجم پس حصول کامیابی میں جسکا نمایاں حصہ ہوگا - وہ منع کتابت کیلئے بھی نمایاں طریقہ اختیار کریگا - چنانچہ حضرت عمر نے وہ نمایاں طریقہ لفظ ہجر یا یہجر کے استعمال سے اختیار کیا - چونکہ روایت میں قالوا بصیغہ جمع ہے لہذا حضرت عمر کے اس کلام کی ہمنوائی اوروں نے بھی کی جن میں حضرت ابوبکر اپنی شخصیت کے اعتبار سے وہ فرد ہیں جنھوں نے قول عمر سے ضرور اتفاق کیا ہوگا کیونکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ فاروق اعظم کا یہ قول انکے لیے ایک سلطنت کی بنیاد قائم کر رہا ہے - رہ گئے خلیفہ ثالث انکو سیرت شیخین پر عمل کرنے کی ابجد خوانی کا غالباً یہ پہلا موقع ملا - لہذا فاروق اعظم نے جو کچھ ارشاد فرمایا حضرت ثالث نے ہاں میں ہاں ملائی جب لفظ ہجر کے کہنے والوں کی تعداد کم سے کم تین تک ہوگئی تو راویان حدیث یا ناقلان حدیث روایت و حدیث کے اظہار و نقل سے گریز تو نہ کر سکے لیکن موقع کی اہمیت اور نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان تینوں کو لفظ قالوا کے پردے میں پردہ نشین بنا دیا - اب غور کرنے کا مقام ہے کہ مدیر کے سلف تو یوں پردہ داری کریں اور پردہ نشین قالوا کے ناموں کی تصریح شیعوں سے چاہی جائے - گو اس پردہ پوشی پر بھی شیعوں نے نام کی تصریح کر دی اور تحریر بالا میں بتا دیا گیا کہ پردہ نشین قالوا کون کون بزرگ ہیں لیکن مدیر بھلا کیوں ماننے لگا اسلیے کہ شیعوں کی روایت کہ پردہ نشین قالوا کے نام کی تصریح تحقیقات علما کے بنا پر مدیر کیسے قبول کریگا جبکہ روایت ہی سنایت رد کی جائیگا - لہذا مدیر کے دعوے کے ساتھ ہی ساتھ میرا بھی ایک عرض ہے قرآن کی

ایک آیت ہے:-

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ؕ

اگر تم نہ مدد کرو گے رسولؐ کی تو اسکی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اسکو نکالا کافروں نے دو ادمیوں میں کا دوسرا جب وہ جان سے دونوں غار میں تھے جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ غار ثور میں آنحضرتؐ کی معیت میں حضرت ابوبکر تھے۔ مدیر صاحب النجم بتائیں اس آیت میں حضرت ابوبکر کا نام کہاں ہے۔ یا براہ کرم قرآن سے وہ آیت پیش کریں (روایت نہیں) جس میں حضرت ابوبکر کے نام کی تصریح ہو وقعہ غار کے متعلق ہو دیکھیے میرے دعوے پر آپ کی نظر رہنی چاہیے کیونکہ میں اپنے دعوی سے (آپ کی طرح طالب روایت نہیں) سر مو ہٹنا نہیں چاہتا اور میرا مطالبہ برابر یہی رہیگا کہ واقعہ غار میں ثانی اثنین کے نام کی تصریح (جنکا نام آیت میں درج نہیں) آیت سے چاہیے آیت سے۔ اگر بلا حق نام میں میرے دعوے کے خلاف آپنے اصیل کو دخل دیا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کو اپنے دعوے کی پابندی سہیل سے کرانی ہرگز مناسب نہیں ہے جس نے لفظ قاتلوا کے ایک فرد عالی کو آپکے سامنے شل گنہگار کھڑا کر دیا اب آپ کی یہ دیانت کہ بمقابلہ رسول اس گنہگار سے آپ کوئی تعرض نہ کریں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مدیر فضیلت غار کیونکر قائم کرتا ہے

مدیر غایت درجہ بے بس ہو کر لکھتا ہے کہ حضرت عمر کے قائل بجبر ہونے کی شہرت شیعوں نے اسقدر دی کہ مدیر کے علما دھوکے میں آگئے۔ وہ شخص جو ذرا بھی سمجھ رکھتا ہوگا وہ ضرور یہ کہدے گا کہ ؎

ہنسنے کے ہے قابل تری طفلانہ یہ تحریر

بھلا پوچھیے تو شیعہ حضرت عمر کے قائل بجبر ہونے کی شہرت دیں اور مدیر کے علما ایسے بھولے بھالے ہیں کہ انکی دی ہوئی شہرت سے وہ دھوکے میں پڑ گئے۔ ایک مدیر ہی ایسا ہوشیار زمانہ نکلا کہ وہ دھوکے میں نہیں پڑا اجی حضرت آپ کے علما تو آپ سے زیادہ چالاک زمانہ تھے کسی عالم نے نام کی تصریح کے بجائے قاتلوا کر دیا کسی نے جملہ خبریہ کے بجائے ہمزۂ استفہام کر دیا یہ سب تحریفیں آخر کس غرض سے ہو رہی ہیں۔ ؏

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

لطف یہ ہے کہ مدیر نے اپنے علما کے دھوکا کھانے کے جو دلائل بیان فرمائے ہیں وہ دیکھنے کے لائق ہیں۔ کیا ہی

مستحکم دلائل ہیں جو بعد ثلاثہ دیے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

اول۔ یہ کہ روایت کوئی ایک بھی ایسی نہیں ملی جس سے حضرت عمر کا قائل اہجر ہونا ثابت ہو۔

دوم۔ حفاظ حدیث کی شہادت ملی کہ کسی روایت میں یہ قول حضرت عمر کا نہیں بیان کیا گیا۔

سوم۔ علمائے شیعہ بھی جنکو تجسس و تفحص جستجو میں خاص مشق ہوئی ہے۔ ورجن کے ورجن ایک سو

برس سے روایت کی تلاش میں ہیں مگر کوئی روایت ان کو نہ ملی ص ۲۵ النجم۔

کوئی یہ سہ دلیلیں دیکھے اور مدیر کی صحت دماغی کی تعریف کرے کہ اس نے اپنے علمائے دھوکا کھانے کے کیا لطیف دلیل دیے ہیں۔ مدیر کہتا ہے نہ کوئی روایت حضرت عمر کے قائل اہجر ہونے کی ہے نہ حفاظ حدیث کی شہادت ہے اور نہ شیعوں نے بعد تجسس بسیار روایت نکالی جس کا نتیجہ ہوا کہ مدیر کے علما اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہجر کے قائل حضرت عمر تھے۔ اور اگر روایت ملتی۔ اور شہادت حفاظ حدیث ہوتی۔ اور شیعہ ڈھونڈھ کر حدیث بھی پیدا کرتے اسوقت مدیر کے علما اس بات کے قائل ہوتے کہ حضرت عمر قائل ہجر نہ تھے۔ ماشاء اللہ ماشاء اللہ بقراط ہوتا تو ان دلیلوں کو دیکھکر مدیر کے سامنے زانوے ادب تہ کرتا۔

(۲) مدیر کی دوسری بات لفظ ہَجَر یا ہَجر کے معنی کے متعلق ہے۔ چنانچہ مدیر لکھتا ہے کہ ہجر کے معنی جدائی کے ہیں۔ لیکن شکر ہے کہ ہجر کے معنی ہذیان کے ہونے سے مدیر نے انکار کیا ہے۔ لہذا لفظ کے موقع استعمال کے بنا پر مدیر نے جدائی کے معنی لیے ہیں اور اسکی دو وجہیں قرار دی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

وجہ اول۔ یہ کہ ہذیان کا شبہ آدمی اس بات پر کرتا ہے جو خلاف عقل ہو ایک پیغمبر اپنے آخر وقت میں فرماتا ہے کہ کاغذ لاؤ میں ایک ضروری ہدایت نامہ لکھوا دوں۔ اسمیں کونسی بات خلاف عقل ہے جسکو کوئی شخص ہذیان کہہ سکے ص ۱۴۳ النجم۔

جواب:۔ بات تو سچ ہے لیکن کیا کیا جائے کہ جب انسان کو کوئی مطلب حاصل کرنا ہوتا ہے تو اسی قسم کی خلاف عقل بات کہکر اپنا مقصد حاصل کرتا ہے حضرت عمر نے اس نازک موقع پر مرض پیغمبر کی تشخیص ہذیان کی کرکے ایک بڑا مطلب حاصل کیا۔ جسطرح مرگ پیغمبر کے موقع پر بہت پیغمبر سے انکار کرکے صریح جھوٹ بول کر دوسرا مقصد حاصل کیا

وجہ دوم۔ یہ کہ روایت میں ہجر کے بعد استفہموہ کا لفظ بھی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ آپ سے پوچھو۔ اگر ہجر کے

معنی ہذیان کے لیے جائیں تو استفہموہ بے ربط ہو جاتا ہے جسکو ہذیان ہو گیا ہے اب اُس سے پوچھنا بالکل خلاف عقل ہے۔ ص ۱۴ النجم۔

جواب :- اگر ہجر کے معنی ہذیان کے لیے جائیں تو لفظ استفہموہ بے ربط نہیں ہوتا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب پیروفشین قالوا نے ہذیانی کیفیت تجویز کی تو اُس جماعت نے جو تحریر لکھوانے کی موید تھی ہذیانی حالت کو رسول کی فرمت سے بری سمجھکر یہ کہا کہ رسولؐ سے اچھی طرح مطلب دریافت کرو۔ ہذیانی کیفیت تو نہیں ہے۔ مقصد یہ تھا کہ جو لوگ ہذیان تجویز کر رہے ہیں رسول سے پوچھنے پر رسول سے تقریر خود ان پیروفشین قالوا کی تکذیب کر دے گی۔ چنانچہ پیروفشین قالوا کے پوچھنے پر رسولؐ نے تکذیب کر دی جو آیندہ نقل روایت سے ظاہر ہو گی۔ لہذا یہ لفظ استفہموہ بے ربط نہیں ہے اور نہ پوچھا جانا خلاف عقل۔ بلکہ بالکل قرین عقل۔

مدیر لکھتا ہے "اب دیکھو جدائی کے معنی کس خوبی کے ساتھ بن جاتے ہیں۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شدت مرض کی حالت میں وصایت نامہ لکھوانے کو فرمایا تو صحابہ کرام کے قلوب پر ایک بجلی سی گر گئی کہ شاید وہ قیامت کی گھڑی آ گئی ے حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد۔ کیونکہ ایسی تحریر آخر وقت میں لکھوائی جاتی ہے۔ لہذا انھوں نے کہا کہ اہجر استفہموہ کیا حضرت اب جدا ہو رہے ہیں۔ آپ سے پوچھو تو۔ ص ۱۴ النجم۔"

اسکے جواب کی تصریح کیلئے کہ ہجر بمعنی جدائی کے ہیں یا ہذیان کے ایک رسالہ رحلت مصطفیٰ مصنفہ عبدالرزاق ملیح آبادی سے میں چار روایتیں صفحہ ۳۰ سے نقل کرتا ہوں۔ ناظرین خود غور کریں کہ ہجر کے معنی جدائی کے ہیں جیسا کہ مدیر کہتا ہے یا ہذیان کے جیسا کہ سہیل نے لکھا ہے۔

"مشہور واقعہ قرطاس - (۱) پنجشنبہ کے دن بیماری کا زور زیادہ تھا - اسی شدت کے عالم میں آپنے کاغذ اور دوات مانگی کہ وصیت لکھوا دیں۔ مگر صحابہ نے اس خیال سے کہ آپ مرض کی شدت سے متاثر ہو کر یا قصداً ایسا فرما رہے ہیں کاغذ اور دوات پیش نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس پر اس واقعہ کا بڑا اثر تھا وہ اسے بڑے ہی تاثر سے بیان کیا کرتے تھے۔ سلیمان بن ابی مسلم سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ نے ایک دن مجلس میں فرمایا پنجشنبہ! آہ تم کیا جانو پنجشنبہ کیا ہے؟ یہ کہکر آپ رونے لگے اور اسقدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ سلیمان کہتے ہیں

میں نے کہا: یا حضرت! پنجشنبہ کا کیا معاملہ ہے؟ کہنے لگے: اس دن رسول اللہ پر تکلیف بہت تھی۔ اسی حالت میں آپ نے فرمایا کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر صحابہ میں جھگڑا پیدا ہوا حالانکہ نبی کے حضور میں جھگڑا روا نہیں۔ صحابہ کہنے لگے۔ آپ کی یہ کیا حالت ہو رہی ہے؟ ہذیانی کیفیت تو نہیں ہے؟ اچھی طرح مطلب دریافت کرو۔ چنانچہ آپ سے مطلب پوچھنے لگے تو فرمایا: مجھے رہنے دو، مجھے چھوڑ دو، جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم بلا رہے ہو۔ پھر تین باتوں کی وصیت کی: مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو وفد کو ویسا ہی عطیہ دو جیسا میں خود دیتا۔ راوی کہتا ہے تیسری بات حضرت ابن عباس نے نہیں بتائی یا بتائی اور میں بھول گیا۔

(۲) دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ نے تحریر لکھنے کے لیے فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا: رسول اللہ پر بیماری کا غلبہ ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے اور کتاب اللہ ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اور بعض کہنے لگے "نہیں کاغذ پیش کر دو تاکہ آپ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو۔ اور بعضوں نے کچھ اور کہنا شروع کیا۔ جب اختلاف بہت بڑھا اور شور مچنے لگا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے جاؤ۔" (متفق علیہ)

(۳) حضرت عمر کی روایت میں ہے ہم نبی صلعم کی خدمت میں حاضر تھے اور ہمارے اور عورتوں کے درمیان پردہ پڑا تھا کہ آپ نے فرمایا: مجھے سات مشکوں سے نہلاؤ اور کاغذ دوات لاؤ تاکہ ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر عورتوں نے کہنا شروع کیا: رسول اللہ جو کچھ مانگتے ہیں دیتے کیوں نہیں؟ میں نے ان سے کہا: چپ بیٹھی رہو تم ہی رسول اللہ کی مصیبت ہو۔ آپ بیمار ہوتے ہیں تو آنسو بہاتی ہو۔ تندرست ہوتے ہیں تو گردن لیتی ہو۔ آنحضرت نے میرا جواب سن لیا اور فرمایا: وہ تم سے اچھی ہیں۔ (ابن سعد)

(۴) بعینہ یہی روایت ابن عباس سے ایک اور طریقے سے مروی ہے۔ کہتے ہیں نبی صلعم نے فرمایا دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر عمر نے کہا فلاں فلاں رومی شہر کون فتح کرے گا؟ نہیں۔ رسول اللہ سو تب تک فوت نہیں ہوں گے جب تک ہم یہ شہر فتح نہ کر لیں۔ اور اگر آپ مر جائیں گے تو ہم آپ کی واپسی کا اسی طرح انتظار کریں گے جس طرح بنی اسرائیل موسیٰ کے منتظر ہوئے تھے۔ حضرت زینب نے کہا دیکھتے نہیں رسول اللہ تمہیں کیا حکم دے رہے ہیں؟ اس پر صحابہ میں تکرار ہونے لگی اللہ آپ نے فرمایا اٹھ جاؤ۔ (ابن سعد)

روایت بالا میں بخاری کے متعلق جب ہذیان کی نسبت دی گئی تو آنحضرت نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ ہے

"مجھے رہنے دو" "مجھے چھوڑ دو" "جس حال میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے بلا رہے ہو" ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ ہجر کے معنی یہاں ہذیان ہی کے ہیں جب ہی تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس حال میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ کیونکہ "پردہ نشین قالوا" رسول اللہ کو ہذیان کی طرف بلاتے تھے۔ اور رسول نے پردہ نشین قالوا کی تکذیب کردی۔

اس روایت میں یہ الفاظ خاص توجہ کے لائق ہیں کہ "تیسری بات حضرت ابن عباس نے نہیں بتائی یا بتائی اور میں بھول گیا" تیسری وہی بات ہے جسکے متعلق آج تیرہ سو برس سے نزاع چلی آرہی ہے۔ اور اسی نزاع کا انقطاع بذریعۂ تحریر کے چاہتے تھے تاکہ اُمت راہ ضلالت سے بچے۔ لیکن حضرت عمر نے وہ ہنگامہ آرائی کی کہ آج اُمت رسول راہ ضلالت میں مبتلا ہے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ قابل دید ہیں کہ بعضوں نے کچھ اور کہنا شروع کیا۔ مدیر النجم غور سے اپنے بیان کے راویوں کی تحریف ملاحظہ فرمائیے کہ اصل لفظ ہجر یا یہجر تو روایت میں نہیں کہا اور اسکے بجائے یہ کہدیا کہ بعضوں نے کچھ اور کہنا شروع کیا۔ یہی حالت قالو کی بھی سمجھ لیجیے۔ راویوں نے پردہ نشین قالوا کی شخصیت کو اعتراض سے بچانے کے لیے لفظ قالوا استعمال کیا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ جن پردہ نشین قالوا کی حالت یہ ہو کہ قیامت کی گھڑی پہونچنے پر اُنکے قلوب پر بجلی گرے (جیسی بجلی گری وہ ثقیفہ کے دخل سے ظاہر ہے) اور رسولؐ سے ہمدردی ظاہر کریں مگر رسول معاذ اللہ ان لوگوں سے یہ بداخلاقی برتیں۔ مجھے رہنے دو مجھے چھوڑ دو یا دوسری روایتوں کے مطابق اپنے پاس سے چلے جانے کا حکم دیں ایک معمولی مریض جسکی عیادت کو لوگ جاویں تو اسکے اخلاق کا اثر اس مریض کے دل پر ہوتا ہے لیکن رسول کی عیادت کو وہ لوگ جائیں جنکے دلوں پر بوجہ ہمدردی بجلی گرے ان کو رسول نکل جانے کو کہیں۔ اگر ہجر کے معنی آپکے مطابق جدائی لیے جائیں تو رسولؐ معاذ اللہ بداخلاق قرار پاتا ہے۔ مگر مدیر کو اس سے کیا غرض رسول پر جو اعتراض بھی وارد ہو مگر پردہ نشین قالوا پر آنچ نہ آوے۔ اور اگر ہجر کے معنی ہذیان کے لیے جاویں تو رسول کا اس کلمۂ بدتہذیبی پر پردہ نشین قالوا کو نکل جانے کا حکم دینا بالکل مناسب تھا۔ لہذا حدیث قرطاس میں پردہ نشین قالوا نے ہجر یا یہجر ہذیان ہی کے معنی میں کہے تھے۔ نہ کہ جدائی کے معنی میں۔

(۳) تیسری بات کے متعلق مدیر لکھتا ہے کہ "بفرض محال اگر یہ لفظ بمعنی ہذیان ہو تو بھی یہ لفظ ہمزۂ استفہام کے ساتھ ہے اور یہ استفہام انکاری ہے" ص۱۵ النجم۔ آپ کی اس مہمل تاویل کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی شان میں کوئی شخص ان الفاظ کا اعادہ کرے کہ "کیوں مدیر صاحب النجم آپ کو ہذیان تو نہیں ہو گیا ہے" تو یقینی آپ اسے گالی سمجھینگے۔ چہ جائیکہ پردہ نشین قالوا کی زبان سے رسولؐ کی شان میں یہ الفاظ نکلیں تو ہمزۂ استفہام کی آپ تاویل کرکے سکوت اختیار کریں۔ استغفر اللہ! نبوت پر مدیر کا کیا کنا پختہ ایمان ہے۔ سبحان اللہ

آپنے یہ حرکت خوب کی کہ شعبان کو موید بن تحریر کا قول لکھکر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مطلب بھی شراح حدیث نے بیان کیا ہے۔ دیکھو ص۱۵ کیوں جناب مدیر صاحب روایت میں تو صاف طور پر ظاہر ہے کہ ہجر یا ہجر کے قائل وہ تھے جو یہ چاہتے تھے کہ رسول کوئی تحریر اپنے بعد نہ چھوڑیں۔ اب روایت کے موجود ہوتے شارحین کے مطلب سے آپ کو کیا مطلب۔ اگر شارحین کے مطلب کے آپ قائل ہو گئے ہیں تو پھر شیعوں سے بلا طلب روایت اُن علما کے قول کے آپ بھی قائل ہو جاویں جنکا یہ خیال ہے کہ ہجر یا ہجر کا قول ہے۔

مدیر النجم یہ بھی لکھتا ہے کہ "چند نامعلوم الاسم حضرات لکھوانے کے خواہشمند تھے جن کے بابتہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ جدید الاسلام حضرات ہونگے" ص۱۶ اجی حضرت یہ کیا بدحواسی میں لکھ گئے روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج نبی صلعم اور عبداللہ ابن عباس تحریر کیلئے مصر تھے۔ بلکہ عبداللہ ابن عباس تو جمعرات کو یاد کرکے اکثر رویا کرتے تھے کہ اُسدن تحریر رسول رہ کر گئی۔ اب مدیر بتا دے کہ ازواج نبی اور عبداللہ ابن عباس جدید الاسلام لوگ تھے۔

غریب مدیر نے جہاں اس روایت کے معنی میں عجیب و غریب کرشمہ دکھائے ہیں وہاں اس بیچارے نے یہ بھی لکھدیا کہ حدیث غریب ہے۔ غریب کیا کرے دیکھتا ہے کہ پردہ نشین قالوا کے ایک فرد یعنی حضرت کی عزت شان نبوی میں بدتہذیبی کرنے سے مٹ رہی ہے لہذا حدیث کو غریب بنا دیا۔ خیر کیا کرنا ہے مدیر کی بات قبول کرنا چاہیے تاکہ کسی طرح مٹنے والی عزت کو بقا تو ہو۔ مگر افسوس مدیر کی یہ سعی بھی بے نتیجہ ہے۔ کیونکہ ایک حدیث بین الفریقین ہے کہ جو حدیث مطابق قرآن ہو اس سے تمسک کرو اور جو نہ ہو اس سے تمسک مت کرو۔ اس معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس غریب حدیث کو قرآن سے مطابق کرو۔ اگر مطابق قرآن ہو تو خواہ کیسی ہی غریب سی غریب حدیث ہو اُسکا درجہ صحت کے درجہ پر ہو گا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا - یعنی اللہ کی رسی کو جمع ہوکر پکڑو اور فرق فرق نہو - اس آیت میں افتراق کی ممانعت کا حکم ہے کیونکہ افتراق راہ ضلالت ہے اور مجتمع ہوکر گرفت حبل کا حکم ہے اور یہ گرفت حبل یقینی ضلالت سے روکنے والی چیز ہے - رسول اپنے اخیر زمانہ مرض میں اسی حبل اللہ کی تصریح بذریعہ تحریر چاہتے تھے کیونکہ منشاء رسول گمراہی اور ضلالت سے اُمت کو بچانا اور لاتفرقوا کی حیثیت قائم کرنا تھا - لیکن حضرت عمر تحریر رسول روک کر دُنیا کا نقشہ تفرقوا کی صورت میں پیش کرکے فاروق اعظم کہلائے - یہ تو حدیث کی مطابقت آیت قرآنی سے تھی - اب اس حدیث کو واقعہ سے مطابق کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج دُنیائے اسلام میں بہتیرے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو صحیح راستہ پر سمجھ کر دوسرے فرقہ کو گمراہی اور ضلالت پر سمجھتا ہے - اگر یہ نقشہ دُنیائے اسلام میں پایا جائے تو حدیث قرطاس کو اس نقشہ سے مطابق کرو تو یہ پایا جائیگا کہ رسول کی پیشینگوئی عدم تحریر کے باعث پوری ہوگئی اور رسول کی صدق مقالی ہر شخص آج دُنیا میں مشاہدہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کی تکذیب کس شد و مد سے ہو رہی ہے کہ ہر فرقہ اسلامی کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن اُنکی مذہبی کتاب ہے لیکن وجود قرآن مسلمانوں کے اس ضلالت اور افتراق کو مٹا نہیں رہا ہے اور وہ صورت اسلام کی جو شکل واحد میں عہد رسول میں تھی رسول کے بعد باقی نہیں رہی - یہ نتیجہ ہے اس تحریر کے نہ ہونے کا جسکے متعلق رسول کہہ چکا تھا کہ لاؤ ایک ایسی تحریر لکھوا دیں جسکے بعد تم گمراہ نہو - پس یہ حدیث آیت قرآنی اور صورت واقعہ کے مطابق ہونے کے باعث بالکل سچی - صحیح حدیث ہے - پھر نہ معلوم مُدیر جی سے غریب بنانے سے کیا فائدہ ہوگا -

مدیر النجم کی یہی خواہش تھی کہ اسکی چھ باتوں کا جواب دیا جاوے - لہذا اسکی تعمیل کردی گئی - اور سہیل بھی کردیگا اب رہا سہیل کی گالیاں - سہیل کا مسخرا پن اور سہیل کی جاہلانہ باتیں جن کا جواب دیکر آپنے صفحات النجم برباد کیے اسکا جواب اگر دیا جاوے تو اوراق سہیل برباد ہوں اور دوسرے ضروری مطالب پر روشنی نہ پڑے - ممکن ہے کہ سہیل آپ کی باتوں کا جواب دے - لہذا آپکے کفر شکن فیصلہ کی تردید لزلہ افگن صورت میں پیش کردی گئی - خدا آپ کی ہدایت کرے اور ایک گستاخ کی پالالسنی سے خدا کرے کہ آپ توبہ کریں -

سید لطافت حسین بلگرامی الہ آباد

مذہب اہلسنت کی بنا مخالفت و عداوت اہلبیت پر ہے

(بسلسلہ گزشتہ)

اقساط ماسبق سے ایک خاص حد تک مذہب اہلسنت کا ذہن نشین ناظرین سہیل ہوگیا ہوگا، اب یہ بھی معلوم ہوجانا چاہیے کہ محبت آل رسول اور تسنن ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے حق تو یوں ہے کہ اکابر اہلسنت بغض و عداوت امیرالمومنین کو مستحب جانتے ہیں اور ان حضرات کے نزدیک مقربات سے ہے کہ حضرت علی ابن ابیطالب کا بغض اگر کسی شخص کے دل میں پستہ یا بادام کے برابر بھی نہو تو وہ سُنّی نہیں چنانچہ اسکی تصریح ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں علی بن جہم شاعر کے تذکرہ میں کی ہے، علی ابن جہم وہ شخص تھا جو اپنی ناصبیت کی وجہ سے اپنے باپ پر محض اسلیے لعنت کرتا تھا کہ اُس نے اسکا نام "علی" کیوں رکھا، اللہ اللہ اس دشمنی کی کوئی حد ہے کہ باپ نام رکھنے کی وجہ سے قابلِ لعنت ٹھہرا" چنانچہ ابن خلکان اس عداوت علیؑ میں اسکو معذور خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں وانہ کان معذوراً فی بغض علی وفی الانحراف عنہ لان محبتہ لایجتمع مع التسنن یعنی علی بن جہم شاعر علی سے دشمنی رکھنے میں معذور تھا کیونکہ تسنن اور محبت علیؑ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی" اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ عدوے آل رسول و دشمن نفس رسول سُنّی ہوتا ہے" اور یہی توزک تیموریہ کے بعض تراجم میں آپ کو ملے گا کہ ماوراءالنہر کے عالموں نے امیر تیمور کی خدمت میں عرض کی کہ اگرچہ علی ابن ابیطالب چوتھے خلیفہ تھے مگر چونکہ وہ قتل عثمان میں شریک تھے لہذا ان کا بغض دل میں رکھنا چاہیے اور یہ بھی درخواست کی کہ اس مضمون کا فرمان تمام قلمرو میں جاری کیا جائے۔ بادشاہ نے اپنے مرشد شیخ زین الدین سے اس مسئلہ کا استفسار کیا اور خلیفہ شیخ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

برعرش برین باشد اگر منزل تو در کوثر اگر سرشتہ باشد گل تو گر حب علی نباشد اندر دل تو مسکین تو سعیہا بیحاصل تو

واے بر عثمانے کہ علی بقتلش رضا دادہ باشد۔

ہم اسی اس بات کو جانتا ہوں کہ رسول نے علی اور انکی محبت کو ایمان اور انکے بغض کو نفاق و کفر بتلایا ہے۔ مگر قول رسول کے خلاف اسلامی دعوی کرتے ہوئے آپکو اسی مذہب میں یہ ملیگا کہ امام حنبل یہ فرمائیں الرجل لا

یکون من مناحتی ببغض علیا قلیلا" کوئی آدمی اسوقت تک مومن نہیں جب تک وہ تھوڑی سی عداوت علی کی نہ رکھے۔

انشاءاللہ اگر زمانہ نے فرصت دی اور وقت نے مدد کی تو میں کسی سلسلہ میں یہ ظاہر کرونگا کہ ان لوگوں نے رسول خدا، قرآن اہلبیت اور اسلام کے دشمنوں کو وہ شرف دے رکھا ہے اور اسی پردہ میں اسلامی مسلغ اور اسلامی چیزوں سے وہ دشمنی برتی ہے کہ بایدوشاید، اگرچہ یہ موضوع مجملاً اسی سلسلہ میں ہدیۂ ناظرین ہو رہا ہے مگر پھر بھی ایک تفصیل کی ضرورت ہے، جو انشاءاللہ کبھی ہو کے رہے گی اچھا مجملاً تو یہ سنتے جائیے کہ جو لوگ رسول کی ہجو کیا کرتے تھے اور جنکا اسلام قطعاً اور یقیناً برائے نام تھا وہ لوگ اس فرقہ کے نزدیک اسقدر گراں منزلت ہیں کہ نفس رسول کی عظمت ان کفر پرستوں کے سامنے گویا ہیچ ہے، یہ لوگ ہیں کون؟ ابوسفیان، عمرو بن عاص اور انکے اولاد و احباب حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو رسول کی مذمت کیا کرتے تھے "الثلاثۃ الذین کانوا یھجون رسول اللہ وھم عمرو بن العاص و ابی سفیان بن حرب و عبداللہ بن الزبعری"[1] یعنی جو لوگ کہ رسول کی ہجو کیا کرتے تھے وہ تین تھے عمرو بن العاص جو فاتح مصر کہلاتے تھے اور حضرت اہلسنت صرف اسلئے کہ دشمن رسول تھا اور پسر ابوسفیان معاویہ کا دوست تھا اسکی رفعت کے سامنے عرش آلہی کو بھی معاذاللہ کم جانتے ہیں دوسرے ابوسفیان یہ وہ شخص تھا جو علاوہ ہجو رسول کے حرب رسول کا باعث تھا اسکے لئے حضرت عمر اپنا مخصوص وسادہ بچھا کے جگہ نکالتے تھے۔ چنانچہ محبت کی حد دیکھیے کہ ابوسفیان و معاویہ کے مقابلہ میں رسول اور علی کی کوئی توقیر آپ نہ پائیے گا اگر انکی زبان مفافقۃً کہیں مدح کرتے ہوئے ملیگی تو انکے افعال اسکے خلاف آپ کو نظر آئیں گے۔

علی کی محبت سے صحابہ صحابہ نہیں رہتے بلکہ معاذاللہ یہ کافر ہو جاتے ہیں اور لائق قتل علی کی دشمنی اس حد پر پہونچی ہوئی ہے کہ آپ دیکھینگے کہ صحابیت کا ورق اس محبت کیوجہ سے اُلٹ دیا جاتا ہے اور اس فرقہ کا کوئی آدمی نہ فریادی نظر آتا ہے اور نہ تذلیل صحابہ پر توجہ کن ہوتا ہے۔ اسکی تصدیق ذیل کا واقعہ کریگا یہ معلوم ہے کہ حجر بن عدی صحابہ رسول میں سے تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ جلیل ترین صحابہ میں سے تھے یہ بھی معلوم ہے کہ انکا کوئی

[1] ابوالفدا مطبوعہ مصر ص ۳۷ استیعاب ذکر حسان بن ثابت ۱۲

قصور اور کوئی خطا ایسی ثابت نہیں ہو سکتی جس سے وہ بحیثیت مسلم اور وہ بھی صحابی قابل قتل سمجھے جائیں اور مع اپنے ساتھیوں کے معاویہ کے حکم سے قتل کر ڈالے جائیں اور اہل سنت اس فعل کو نظر استحسان سے دیکھیں اور آیت ومن قتل مومنا متعمدا سے بالکل بے پروا ہو کر اپنے ایمان بالقرآن کو واضح کریں۔ جناب حجر بن عدی کی مظلومیت کا ایک عالم قائل ہے اور دنیا انکی کوئی خطا (معاذ اللہ) نہیں پا سکتی بجز اسکے کہ وہ امیر المومنین سے محبت کرتے تھے اور انکے جاں نثاروں میں تھے چنانچہ عبارات ذیل سے آپ کو پتہ چلے گا۔

حجر بضم اوله وسکون الجیم انه شهد القادسیة وبعد ذلك شهد الجمل وصفین وصحب علیا فکان من شیعته وقتل بمرج عذرا بامر معاویه ... وذکره یعقوب بن سفیان فی امراء علی یوم صفین ... رجل من اصحاب النبی .... وکان ابن عمر یتخبر عنه فاخبر بقتله وهو بالسوق فاطلق حبوته وولی وهو یبکی .... ودخل معاویه علی عائشه فانبته فی قتل حجر و اصحابه۔ اصابه ابن حجر مطبوعہ مصر حرف حار قسم اول ص۳۱۵

جناب حجر بن عدی حرب قادسیہ میں شریک تھے اور اسکے بعد جمل اور صفین کے معرکوں میں لڑے اور امیر المومنین کے ساتھ رہے۔ حجر علی ابن ابیطالب کے مخصوص محب و شیعہ تھے مقام مرج عذرا میں معاویہ کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے یعقوب بن سفیان نے لکھا ہے کہ حجر یوم صفین امرائے لشکر امیر المومنین میں تھے ایک شخص تھے اصحاب رسول میں۔ جب حجر قید ہو کے معاویہ کے پاس گئے تو ابن عمر خلیفہ زادے انکی حالت کو پوچھا کرتے تھے یہاں تک کہ انکے قتل کی خبر ایک روز سنائی دی اور یہ بازار میں تھے اس خبر کو سنکر یہ بہت روئے۔ معاویہ جب عائشہ کے پاس آیا تو ام المومنین نے معاملہ قتل حجر و اصحاب حجر میں معاویہ پر (زبانی) بہت عتاب کیا۔

وکان من افاضل اصحاب النبی وکان مستجاب الدعوة .... قالت عائشه یا معاویه اما خشیت الله فی قتل حجر و اصحابه قال انما قتلهم من شهد علیهم۔

استیعاب مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ ص۲۵

حجر رحمۃ اللہ افاضل اصحاب نبی سے تھے اور مستجاب الدعوۃ تھے۔ عائشہ نے معاویہ سے کہا کہ کیوں معاویہ تجھے خدا کا خوف نہ آیا جب تو نے حجر اور انکے اصحاب کو قتل کیا؟ جواب دیا کہ حجر وغیرہ کو انھیں نے قتل کیا جن نے انکے خلاف گواہیاں دی تھیں۔ یہ ایسا ہی جواب ہے جیسے عمار بن یاسر کے متعلق اس بے دین نے کہا تھا۔

یہ واقعہ بہت طویل ہے لہذا حوالہ جات کثیر کتب تاریخ وغیرہ سے ترک کرتا ہوں جس کا دل چاہے وہ تاریخوں کی طرف رجوع کرے اور حق کی جانچ سے فائدہ اُٹھائے مجھے تو صرف یہ دکھانا ہے کہ صحابہ پرست طبقہ سوا ابوبکر و عمر و عثمان کے کسی ایک کو بھی نہیں مانتا اور نہ کسی کی صحابیت کا اقرار تینوں اور امیر شام کے مقابلہ میں لیتا ہے ورنہ حجر سے صحابی کے قتل پر آج نام نہاد مسلمان معاویہ کے مدح میں یوں تر زباں نہ دکھائی دیتے اور اسے امیرالمومنین کہتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی۔

حجر کے بیگناہ مقتول ہونے کا اثر ایک نفس پر

ولما بلغ ربیع بن زیاد الحارثی وکان عالما جلیلا و عاملا لمعاویہ علی خراسان فلما بلغہ قتل معاویہ حجر بن عدی دعا اللہ عزوجل فقال اللھم ان کان لربیع عندک خیرا فاقبضہ الیک وعجل فلم یبرح من مجلسہ حتی مات ۔ استیعاب ص۳۵۹

ربیع بن زیاد حارثی جو ایک عالم جلیل تھے اور معاویہ کی طرف سے خراسان کے عامل تھے، جب قتل حجر کی خبر پہونچی تو انھوں نے از فرط حیرت انقلاب زمانہ سے متاثر ہوکر دعا کی کہ اے خدا اگر تیرے پاس ربیع کے لیے اچھائی ہے تو تو اسے موت دیدے یہ دعا یوں مستجاب ہوئی کہ اسی وقت مرگئے۔

بغض علیؑ کی ایک دوسری مثال

ویقال ان معاویہ قد وجہ حبیب بن مسلمہ بجیش الی نصر عثمان فلما بلغ وادی القری بلغہ مقتل عثمان وان الحسن بن علی قال لحبیب بن سلمہ فی بعض خرجاتہ ابعد صفین یا حبیب رب مسیر لک فی غیر طاعۃ اللہ فقال لہ حبیب اما الی ابیک فلا فقال لہ الحسن بلی واللہ لقد طاقت معاویۃ علی

حبیب بن مسلمہ یہ بھی اصحاب نبی میں شمار کیے جاتے ہیں چونکہ معاویہ کا دم بھرتے تھے لہذا چشم و چراغ اہلسنت ہیں یہ وہ ہیں جنکو لشکر سمیت معاویہ نے عثمان کی مدد کے لیے بھیجا تھا مگر قبل اسکے کہ یہ کام آئیں حضرت عثمان کام آگئے۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے بعد صفین اسکو بغرض سفر جاتے ہوئے دیکھکر کہا کہ حبیب تمہارے بہتسے سفر خلاف رضائے خدا ہیں حبیب نے جواب دیا رہا یہ خلاف مرضی خدا ہوں مگر تمہارے باپ علیؑ بن ابی طالبؑ کی

دنیاہ وسارعت فی ھواہ فلئن
قام بك فی دنیاك فقد قعد بك فی
دینك فلیتك اذا اسات الفعل
احسنت القول فتکون کما قال اللہ
واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا
عملا صالحا واخر سیئا و لذلك کما
قال اللہ کلا بل ران علی قلوبھم الخ
استیعاب مصر برحاشیہ اصابہ حرف حاء صفحہ ۳۳۳

طرف نہ جاؤں گا امام حسن نے فرمایا کہ معاویہ بالکل دُنیا
کا ہو گیا ہے اور اپنی خواہشات کا، وہ اگر تجھ کو دُنیا کے
لیے لے کے اُٹھا ہے تو جان لے آخرت کے لیے لے کے
بیٹھ گیا ہے کاش جب تیرا عمل بدتر ہے تو قول ہی بہتر ہوتا
تاکہ تو اس آیت کا مصداق ہوتا اور دوسرے ایسے
ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں اعتراف کیا عمل بد و نیک
کو خلط کیا، مگر تو ان میں ہے جن کے متعلق خدا نے فرمایا
ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے۔

چمنستان تبلیغ میں آمد بہار

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا آٹھواں سالانہ عظیم الشان مشاعرہ

۱۹-۲۰-۲۱-۲۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مدرسہ کی ذاتی عمارت میں منعقد ہوگا اور جناب معلی القاب جلالتمآب معین الاسلام خان بہادر راجہ سید توکل حسین صاحب بالقابہم کرسی صدارت کو زینت فرمائیں گے جمیع علمائے کرام و رؤسائے عظام اور مؤمنین عالی مقام اور ہمدردان تبلیغ اسلام سے توقع مسرور ہے کہ وہ مثل سال ہائے گزشتہ اپنی تشریف آوری سے جلسوں کی رونق و زینت بڑھا کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں گے۔ اہل مدرسہ کی سالانہ کارروائی اور مبلغین و واعظین کی تبلیغی جد و جہد کے نتائج خصوصاً سنگاپور۔ سیام۔ برما۔ اور ممالک چین اور تبت اور ترکستان و افریقہ کے تبلیغی کارناموں اور منتخب مقررین واعظین کی ایمان افروز تقریروں کو سماعت فرما کر اپنے نورانی قلوب کو نور علی نور کا مصداق بنانے میں تامل نہ فرمائیں گے۔ اگرچہ انتظامات کے متعلق اخبارات میں مختلف رائیں شائع ہوئی تھیں۔ لیکن مدرسہ نے مثل سابق انتظامات برقرار رکھے یعنی داخلہ کا کوئی ٹکٹ بھی نہ ہوگا قیام طعام کا انتظام بھی ہوگا۔ اسٹیشن پر رضاکار بھی حاضر رہیں گے۔

نیاز مند مرزا محمد حسین آنریری جنرل سکریٹری۔

بنارس کے حاذق حکیم

بانی جناب تقدس مآب جناب ملک الحکما عمدۃ الشریفین رئیس الحکما حضرت مولانا عرشی دام ظلہ العالی کی خاص ایجاد

"کمونی"

اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا

جگر کی اصلاح کرنے اور طحال کو [illegible] کھو دینے [illegible] دستوں کو آہستہ آہستہ کم کرنے والی بھوک بڑھا کر خواہش کے ساتھ پوری غذا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی [illegible] اور قراقر وغیرہ کو چٹکیوں میں ہوا کر دینے والی ثقیل [illegible] غذا [illegible] ہاضمہ [illegible] تمام شکایتیں دور کر کے قوت ہاضمہ کو بڑھانے والی ہضم صحیح کے ساتھ خون صالح پیدا کر کے [illegible] پیدا کر کے طاقت مردانگی [illegible] عورتوں [illegible] ہر عمر کے آدمی کو موافق آنیوالی بچوں لڑکوں جوانوں بوڑھوں مردوں اور عورتوں کی تندرستی قائم رکھنے کے لیے [illegible] کامیاب [illegible] ہر جو اپنے [illegible] تاثیرات کی وجہ سے ہر [illegible] خوش مزہ [illegible] ہے کہ بچے تک شوق سے مانگ مانگ کر کھاتے ہیں عورتیں تندرستی کی پڑیا [illegible] لگی ہیں

[illegible] حضرت جان بنارس [illegible] لکھنے لگے ہیں [illegible] کمونی کا استعمال [illegible] میں [illegible] خاندانی [illegible] منگا کر [illegible] ہیں اگر آپ [illegible] چاہتے ہیں تو [illegible] منگائیے [illegible] اور زندگی کا لطف [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول [illegible] مقرر ہے چونکہ ایک سے چار شیشیوں کے مصارف ڈاک یکساں پڑتے ہیں اس لیے ہم سے کم منگانے میں آپ کا خسارہ ہے۔

ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیے

جناب [illegible] صاحب رسالہ الحافظ لاہور [illegible] جلد [illegible] میں رقمطراز فرماتے ہیں "سفوف کمونی اعلیٰ درجہ کی خوش ذائقہ ہاضم اور مقوی معدہ دوا ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حاذق مولانا عرشی صاحب [illegible] کی خرابی ورم طحال [illegible] قبض اور باد گولہ وغیرہ امراض کیلئے [illegible] سرکار علامہ [illegible] صاحب قبلہ مجتہد العصر دام برکاتہ نے اس سفوف کو استعمال کیا اور مفید پایا اور خاکسار مدیر نے [illegible] استعمال کیا اور سریع التاثیر [illegible] ہر گھر میں اس کی ایک شیشی موجود رہنی چاہیے [illegible] بوقت ضرورت کار آمد ہونے کے ترکیب استعمال کا پرچہ ہمراہ ہوگا۔

نقل تحریر سرکار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب قبلہ مجتہد پنجاب دام ظلہ العالی
میں نے کمونی خود استعمال کیا نہایت مفید پایا بہت ہی سریع الاثر اور بے ضرر ہے (حائری)

یہ سفوف واقعی ہضم طعام اور کمزوری معدہ نفخ و قراقر وغیرہ کے لیے میں نے اور میرے دیگر احباب نے مفید پایا گو قیمت میں کم ہے مگر نفع میں زائد ہے (مدیر سہیل یمن)

ملنے کا پتہ

الیف۔ اے۔ ہاشمی حفیظ گنج بنارس سٹی

باہتمام محمد جواد نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی ڈیرو پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شایع کیا



باہتمام محمد جواد در نظامی پریس لکھنؤ طبع گردید

قواعد سہیل یمن

(۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ مین شایع ہوگا

(۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی

(۳) سہیل جملہ خریدارون کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا

(۴) اگر خریدارون کے پاس کسیوجہ سے نہ پہونچ سکے تو ۲۰ ماہ عربی تک دفتر مین اطلاع پہونچنے پر دوبارہ روانہ کیا جاسکتا ہے اسکے بعد ۴؍ کا ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔

(۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال سے؍ اور ششماہی ۶؍ ہوگی

(۶) جملہ مراسلات وارسال زر وخط وکتابت بنام ابوالبراعۃ مولوی سید ظفر مہدی گہر مدیر خاص سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہیئے۔

(۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر حدود منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اُترینگے تو بصد امتنان شایع کیے جائینگے۔

(۸) سہیل کو چونکہ آیندہ اپنے کام مین جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے توسیع پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہوگا۔

(۹) نمونہ کا پرچہ ۴؍ کا ٹکٹ آنے پر بھیجا جائے گا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔

(۱۰) خریدارون سے عرض ہے کہ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل ناممکن ہے

(۱۱) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے

(۱۲) مضامین موصولہ ضروریا لضرور طبع ہونگے ہکا ذمہ دار اڈیٹر نہین اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

اغراض و مقاصد سہیل یمن

۱۔ ہندوستان کے بہترین اہل قلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔

۲۔ معاندین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب شیعہ کے بیجا اعتراضات اور حملون کا دفاع

۳۔ حقیقی اخلاق اسلامی کا نشر۔

۴۔ علمی قومی اور مذہبی اور اُن ملکی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ ونقد۔

۵۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم وسوانح کا نشر۔

مشتہرین

اس کثیر الاشاعۃ رسالہ مین اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخنامہ ضرور ملاحظہ فرمالین

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایکسال کیلئے	للعہ	دسپہ ر	سعہ ر
چھ ماہ کیلئے	عہ	سعہ ر	معہ ر
تین ماہ کیلئے	عتہ ر	سے ر	للعہ ر
ایک ماہ کیلئے	صہ ر	سے ر	۶ ر

کوئی صاحب کمی اجرت کی خواہش نہ فرمائین رعایت کی گنجائش نہین۔ ٹائٹل پیج کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتا ہے اجرت بہرحال پیشگی آنا چاہیئے۔

منیجر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

[illegible]



یہ رسالہ محض احقاقِ حق کی نیت سے نکالا جاتا ہے جسکا نتیجہ حفظ فرائض مذہب ہے

کسی کی توہین یا تحقیر [illegible] دل آزاری کا خیال [illegible]

سہیل یمن

نمبر ۹ — جمادی الثانی [illegible] مطابق [illegible] — جلد ۳

فہرست مضامین

استفسارات

(بسلسلۂ سابق)

سوال چہارم:۔ "اسی کو ائمہ ہدیٰ نے حفظ کیا تھا وغیرہ وغیرہ"۔ (سہیل) ہاں اسی قرآن کو حفظ کیا تھا جو رسولؐ پر اترا تھا جسکو امیر المؤمنینؑ نے جمع کیا تھا اور جسکی تصحیح رسول نے کی تھی جسکی ترتیب کا بھی تذکرہ ابھی ابھی پیش کیا گیا۔

سوال پنجم:۔ "یہی وہ قرآن ہے جسکے خلاف قول و فعل باطل ہے"۔ (سہیل) بیشک یہی وہ قرآن ہے۔

سوال ششم:۔ "یہی وہ ہے جسمیں تبدیل و تحریف دخل نہیں؟"۔ (سہیل) اسکا دعویٰ تو قرآن نے کہیں نہیں کیا رہ گیا تبدیل و تحریف کا ثبوت اُسکی ایک مختصر سی فہرست اسکے قبل پیش کر دی گئی قرآن کے اختلافات پیش کر دیے گئے جو من حیث الترتیب تھے، یہاں پر کچھ تھوڑا سا اور سُن لیجیے تاکہ تحریف کی مثال روشن ہو جائے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرأ علی عهد رسول الله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنینؑ ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس۔ (درمنثور سیوطی وغیرہ)

ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ ہم زمانِ رسولؐ میں آیت "بلغ" کو یوں پڑھتے تھے "بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین۔

ابن مسعود یہ بھی پڑھتے تھے کفی الله المؤمنین القتال بعلی ابن ابیطالب جسکو صاحب معارج النبوۃ نے لکھا ہے۔ مگر کیا اب یہ دونوں آیتیں اسی طرح قرآن میں ہیں؟ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ابن مسعود کی پسلیاں کیوں توڑی گئیں تھیں اور قرآن کیوں جلائے گئے تھے۔ اور باوجود اسکے کہ اصحاب نبی کا جمع کردہ قرآن موجود تھے ایک قرآن الگ سے کیوں جمع کیا گیا اور اسمیں اہلبیت سے کیوں مدد لیگئی اگر ہم نہیں سمجھتے تو آپ ہی سمجھا دیجیے خدا آپ کا بھلا کرے۔

اسکے علاوہ مصحف ابن مسعود میں یہ بھی تھا ان الله اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراهیم وآل عمران وآل محمد علی العالمین۔ کیا آج آپ آل محمدؐ کی لفظ قرآن میں ڈھونڈھ دینگے (تاریخ ثعلبی)۔

اب یہ کہنا کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ یا انا لہ لحافظون سے عدم تحریف پر استدلال کرنا بچوں کا ڈھکوسلا ہے اور ان لوگوں کی مغالطہ دہی ہے جو قرآن کو نہیں سمجھتے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ اگر یہی معنی ہوتے تو نہ قرآن نیزوں پر بلند کیا جاتا جیسا معاویہ نے کیا نہ آج اتنی آیتیں غائب ہوتیں جسکا ذکر تفاسیر وغیرہ میں ہے نہ الفاظ کی تبدیل ہو سکتی نہ قرآن پھاڑا جا سکتا جیسا ولید نے کیا نہ اس پر تیر برسائے جاتے نہ وہ جلایا جاتا جیسا حضرت عثمان نے کیا نہ اسکو پیشاب وخون سے لکھنے کی اجازت دیجا سکتی جیسا کہ کتب فقہ اہل سنت میں موجود ہے ہر جگہ انا لہ لحافظون کام دیتا مگر یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی کچھ اور ہیں جو سمجھے نہیں جاتے اور غیر ضروری تاویلوں سے کام لیا جاتا ہے اگر اب بھی یقین نہ ہو تو آج قرآن کے طبعی اغلاط پر نظر ڈالیے تب بھی آپ کو پتہ چل جائے گا کہ لحافظون کا وہ مطلب نہیں جو کہا جاتا ہے۔

اب تحریف کے وجود کی ایک بین مثال ملاحظہ ہو اور کاتب وحی کی شان دیکھیے۔

وکان عبداللہ (عامل عثمان) قد اسلم قبل الفتح و کتب الوحی فیبدل القرآن (ابوالفدا) ص۱۵۲ — عبد اللہ جو خلیفہ ثالث کا عامل تھا کتابت وحی کرتا تھا اور قرآن کے الفاظ بدل کر لکھتا تھا۔

اب آپ خود بتائیے کہ جب تک آپ کسی جاننے والے سے مدد نہ لیں آپ کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ وحی تھے۔ اس روایت سے کم از کم تحریف کی ایک صنف تو ثابت ہو اور انا لہ لحافظون کے جو معنی لیے جاتے ہیں وہ غیر ثابت۔

سوال ہفتم۔ یا وہ قرآن اور تھا اور یہ اور ہے اگر وہی ہے تو ولیسا فرمائیے اگر وہ قرآن اور تھا تو اسمیں کتنی آیتیں تھیں اور کیا مذکور تھا اور اس میں اور اس میں کتنا فرق ہے۔

جواب ہفتم۔ جو کچھ قرآن کا تفرقہ تھا وہ آپکے بیان کی روایتوں سے ثابت کیا گیا سورتوں کی کمی جملوں کی کمی لفظوں کی تبدیلی آیتوں کی کمی وغیرہ وغیرہ اسمیں کیا کیا تھا؟ اسکے متعلق بھی مختصراً عرض کر دیا گیا ترتیب کے متعلق بھی عرض کر دیا گیا۔

اب یہاں کچھ اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ سُنیے — مشکوٰۃ باب السہو والنسیان و فضائل القرآن فصل اول ص۱۵۲

وعن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی والی براءۃ وھی المائعین — (خلاصہ) ابن عباس نے حضرت عثمان سے کہا کہ آپنے بعد سورہ انفال کے سورۂ توبہ کو قرآن میں ترتیب دیا اور

فقرنتم بينهما ولم تكتبوا سطر بسم الله الرحمن
الرحيم ووضعتموها في السبع الطوال ما حملكم على
ذلك قال عثمان ان رسول الله مما ياتي عليه
الزمان وهو ينزل عليه السور ذوات العدد وكان
اذا نزل عليه شئ دعى بعض من كان يكتب
فيقول ضعوا هولاء الايات في السورة التي
يذكر فيه كذا وكذا فاذا نزلت عليه الاية في السورة
التي يذكر فيه كذا وكذا فاذا نزلت عليه الاية في
السورة التي يذكر فيه كذا وكذا وكانت الانفال من
اوائل ما نزلت بالمدينة وكانت براءة من اخر القرآن
نزولا فقصتها فقبض رسول الله ولم يبين لنا انها
منها لاجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بسم الله الرحمن
الرحيم ووضعتها في السبع الطوال رواه احمد والترمذي

اور بسم اللہ سورہ پر نہ لکھا اور اسے طولانی سوروں کے سلسلے
میں درج کیا اسکا کیا سبب؟ عثمان نے جواب دیا کہ جب
رسول اللہ پاس کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آپ فرماتے
تھے کہ اس آیت کو بعد فلاں آیت کے فلاں سورہ میں لکھدو
اور انفال اول اُن سوروں کا ہے جو مدینہ میں نازل ہوا
اور توبہ آخری سورہ ہے چونکہ ان دونوں کا قصہ بہت شبیہ تھا
لہذا میں نے دونوں کو یکجا رکھنا مناسب خیال کیا۔ اسوا
اسکے رسولؐ کا انتقال بھی ہوگیا اور اسکے متعلق کچھ فرما
نہ گئے اسلیے میں نے دونوں کے اتصال کے بعد بسم اللہ
بیچ سے اُڑا دی۔
(غالباً بسم اللہ کے اُڑا دینے کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ مصحف
کو یہ پتہ نہ چلا ہو کہ یہ دونو ایک سورہ ہیں یا دو یہ عذر
کافی نہیں)

اس واقعہ سے اور اسکے قبل کے روایات سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ نے خود سوروں اور آیتوں کو مرتب
کردیا تھا اور اپنی زندگی میں یہ کام بھی کر گئے تھے پھر خدا معلوم اس ترتیب اور اس رسم الخط کے بدلنے کی
کیا ضرورت صحابۂ کرام کو پیدا ہوگئی اور وہ کیا وجہ تھی جسکے لیے یہ طومار باندھا گیا نیز یہ بھی معلوم ہوا
کہ قرآن میں یہ تصرف اجتہاد حضرت عثمانی تھا۔

سوال ہشتم:- اب دُنیا میں کوئی اس قرآن کا حافظ ہے یا نہیں؟ "سہیل" جب حضرت عمر باوجود قرب عہد
"انک میت وانھم میتون" اور "فاکھۃ وابا" کے متعلق قسم کھائے ہوے تھے کہ یہ قرآن میں نہیں
اور انھیں اسوقت یاد نہ تھا تو اب تو بڑا زمانہ گزرا وہ قرآن بھی جلا دیے گئے وہ لوگ بھی نہ رہ گئے
اموی پروپگنڈے نے ہزاروں رنگ بدلے لہذا آپ ایسے حافظ کو بیکار پوچھتے ہیں۔ وہ قرآن ہی جو را

جلا دیا کر کیا گیا تو اسکے حافظ کیسے بس خدا ہی اسکا حافظ ہے یا آپ کے اور ہمارے یہاں کی وہ کتابیں جو آج تک اپنے دامن میں ان تذکروں کو لیے ہوے ہیں اور یا وہ جو اسرار آلیہ کا رازدار ہے۔

سوال نہم۔ اب کوئی نقل اسکی کسی ملک میں موجود ہے کہ نہیں اگر موجود ہے تو فرمائیے کہ کہاں ہے اور اگر موجود نہیں تو فرمائیے کہ کہاں ہے "سہیل" کہاں تک فرماؤں؟ اگر حضرت عثمان نے نذر آتش نہ کردیا ہوتا اور اپنا مولفہ قرآن امصار و بلاد میں رائج نہ کیا ہوتا تو آپ کو سب قرآن ملتے ابن مسعود کا الگ اور ابی ابن کعب کا الگ مگر اب کوئی کہاں سے لاسکتا ہے جب ہزاروں کی تعداد میں قرآن نذر آتش ہوگئے کس سبب سے غائب ہوگیا؟ اس سبب سے کہ آگ لگادی گئی اور کوئی نسخہ باقی نہ چھوڑا گیا قاریوں سے آیتیں لی گئیں اور جمع کی گئیں جو اس قرآن کو باقی رکھنا چاہتے تھے انکی پسلیاں توڑی گئیں تو اب قرآن کی غیبت کا سبب پوچھنا بیکار ہے۔

قرآن اور توریت دونوں خدا کی کتابیں ہیں ان دونوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوا "یحرفون الکلم عن مواضعہ" توریت کے لیے شاہد عادل ہے۔ قرآن مجید میں بھی بنص حدیث نبوی کہ جو کچھ موسیٰ کی امت میں ہوا ہے وہ میری امت میں بھی ہوکے رہے گا، تحریف کی گئی جسکی مثالیں اوپر گزریں۔ رہ گئی تحریق قرآن وہ بھی احراق توریت کی طرح عمل میں لائی گئی۔

قال السدی والکلبی لما رجع الی قریتہ وقد حرق بختنصر التوراة بکی عزیر علی التوراة فقال انا عزیر فلم یصدق قولہ حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ ص۳۰۰	سدی وکلبی سے روایت ہے کہ جب اپنے قریہ میں پہونچے اور اس وقت جب بختنصر نے تورات کو جلادیا تھا تو عزیر نبی توریت پر روئے اور کہا میں عزیر ہوں مجھ سے توریت لو مگر لوگوں نے انکے قول کی تصدیق نہ کی

یہ احراق توریت اور وہ احراق قرآن ملتا جلتا ہوا ہے عزیر کا توریت لکھوانا اور یہود کا منظور نہ کرنا اسی طرح ہے جیسے امیر المومنین کا صحیح رسول قرآن پیش کرنا اور لوگوں کا نہ ماننا۔

سوال دہم: جن لوگوں نے قرآن جمع کیا اگر وہ منافق تھے تو منافقین کے روایات پر اعتماد کیسا؟

جواب یہ ہے کہ اول تو ان کے روایات پر اس وقت تک اعتماد ہوتا نہیں جب تک کہ اسکی توثیق کسی معتمد موثق ذات سے نہ ہو جائے کیونکہ ان جاءکم فاسق بنباء پیش نظر ہے ثانیاً یہ کہ قرآن موجود بنص معصومین قرآن ہے لہذا نفاق وکفر جامعین کا سوال ہی پیدا کرنا لغو ہے ثالثاً یہ کہ اسلامی جوہر اگر کسی چور کے

یہاں سے برباد ہوا اور رہ وہ چند کا فر و فاسق بھی ہوں تو نہ جوہر انہی جوہریت سے خارج ہوگا نہ صاحب مال اسکے لینے سے منکر نہ اسمیں کوئی دھوکا ہوگا نہ اسکے پہچاننے میں کوئی حجاب مانع ہوگا اب یہ اور بات ہے کہ مال مسروقہ کا بعض حصہ ملے تو اس بعض کے نہ ملنے سے جو کچھ ملا ہے اسمیں کوئی قدح کیونکر ہو سکتی ہے اور اسکی ماہیت کیونکر بدل سکتی ہے۔ وہ تھا لیکہ ایک اعلم بالقرآن کی نص و شہادت بھی ہو کہ مال وہی ہے جو خود اندر رسالت میں تھا رہا ایسا ہو کہ جامعین قرآن میں صرف حضرت عثمان ہی کی ذات نہ تھی بلکہ امیر المومنین ابی بن کعب ابن مسعود عبادہ بن صامت، زید بن ثابت، وغیرہ وغیرہ ان سب لوگوں نے قرآن جمع کیا، خود عہد نبی میں قرآن جمع ہوگیا تھا فرق اتنا تھا کہ عہد رسول میں جو جمع ہوا وہ من جمیع الوجوہ مکمل تھا کیونکہ منزل قرآن زندہ تھا اور بعض سورتوں اسکی صحت کر چکا تھا اور اس عہد میں جو قرآن کو جلا کے بنایا گیا وہ من جمیع الجہات مکمل نہ تھا، اسلیے بھی کہ کما یا نکی علم اسکی جمع سے عاجز تھی نیز اسلیے بھی کہ بحر قرآن کے احاطہ کے لیے وہ دماغ چاہیے تھا جو آب و ہوائے وحی میں پرورش ہوا ہو اور وہ یہاں بحمداللہ گم تھا چنانچہ بہت سی آیتوں کے متعلق یہ شک باقی رہا کہ قرآن ہے یا نہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مصحف حفصہ میں جس سے کہ عم خود حضرت عثمان نے مقابلہ کیا تھا اور جس پر شیخین نجیب الطرفین کا ایمان تھا آیت عامہ اللہ علیہ موجود نہ تھی، جب ایسا تھا تو قرآن شیخین تو تشریف لے گیا اور چونکہ اسی قرآن پر حضرت عمر نے تراویح کی بنائے فاسد ڈالی تھی لہذا وہ بھی برباد ہوئی۔

ایک معارضہ

نامی اور معتبر قراء اہل سنت کے نزدیک عاصم، عبدالرحمن، زر بن حبیش، ابن عباس، ابن ابی لیلے، سلیمان بن اعمش، حمران بن اعمش، عبداللہ عمدان، ابوالاسود نحوی و کسائی و حمزہ و یعقوب و منذر بن سلام ہیں اور ان سب کا سلسلہ عاصم، اعمش، ابن عباس اور ابوالاسود پر ختم ہوتا ہے اور یہ سب شیعہ تھے اور اہل سنت کے نزدیک بہترین حافظ قرآن تھے، یہ اعمش کوفی وہ ہیں کہ جو عثمان سے ناراض تھے اور باوجود ظلم مروانیہ انھوں نے تبدیل مذہب نہ کیا، یہ وہیں "سدی" جو حضرت عثمان کو آیہ رویا التی اریناک فتنۃ للناس کے ماتحت بتلاتے ہیں، یہ وہیں امام احمد و بخاری و عبدالرزاق محدث سے

صحیح حدیث کرتے تھے، اب ان باتوں کے جاننے کے بعد یہ بھی معلوم رہے کہ اعمش، سدی اور عبدالرزاق کو علمائے اہل سنت شیعہ کہتے ہیں، یوہیں امام ابوحنیفہ تلمیذ حماد تھے اور حماد شیعہ تھے اور نجعی ابن حجر شیعہ کافر ہیں تو آپ ہی بتائیے کہ ان کافروں سے علم دین یا علم قرات و تجوید حاصل کرنا کیا اور تصحیح روایات کیسی اور ان کافروں پر اعتماد کیسا۔ پھر ترمذی اور مشکوٰۃ میں اعمش، سدی اور عبدالرزاق کی روایت ہے اور تفسیر تو پھر نجعی کی روایت سے مملو ہے آخر یہ اعتماد کافروں پر کہاں سے پیدا ہوا اور ان روایات پر عمل اور ان علوم پر عمل اہلسنت کو کیونکر جائز ہو گیا اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ جب کفر مانع اعتماد نہ ہوا تو نفاق کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسکے علاوہ امیرالمومنین کا قول ہے کہ خذ والحکمۃ ولو من منافق۔ حکمت لو چاہے وہ منافق ہی کیوں نہ ہو۔

اب ایک سوال کے جواب کی ایک تھوڑی سی توضیح ضروری ہے وہ یہ کہ "جو قرآن امیرالمومنین نے جمع کیا تھا اسکا وجود کہاں تھا یا کہاں ہے" اسکے متعلق صرف اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ علاوہ اسکے اس قرآن کا اور جمع قرآن کا تذکرہ صحاح و تاریخ و کتب رجال وغیرہ اہل سنت میں ہے یہ بھی ایک دلیل قوی ہے کہ اگر وہ نہیں تھا تو آخر زمخشری اور سیوطی کو اسکی ترتیب اور اختلاف قرات کا علم کیونکر ہوا آج جس کا دل چاہے تفسیر درمنثور و زمخشری و اتقان و بغوی و نیشاپوری و مدارک التنزیل سے ہر ایک صحیفہ اصحاب و انتخاب کر سکتا ہے۔ اب یہ قرآن درحقیقت کہاں ہے وہیں جہاں کے لیے آیت نے انا لہ لحافظون کا وعدہ کیا ہے۔ اور قل اور ثنا الکتاب کا اشارہ کیا ہے۔

جدید فارسی

کا صحیح علم اردو میں تحریر و تقریر کے لیے ضروری ہے اسے بغیر استاد کے سیکھنے کیلئے فارسی آموز مع فرہنگ، قیمت ایک روپیہ چار پیسے جو مہینے دو مہینے میں سلیس زبان میں آسانی سے تقریر و تحریر کے قابل کر دیتی ہے مزید ترقی کے لیے لسان العجم حصہ اول و دوم ہر حصہ مل قیمت ۸ ہر حصہ مطالعہ کیجیے یہ کتابیں پنجاب کے اسکولوں اور کالجوں، نیز حیدرآباد دکن، بھوپال، اور بلوچستان کے سکولوں میں سرکاری طور پر منظور ہو چکی ہے۔

داستان مولا کا داد:- زبان سادہ و مناسبت ایک پیسہ پانہ دیگر ہر قسم کی کتابیں ہمارے یہاں سے مل سکتی ہیں۔

المشتہر منیجر جدید فارسی بکڈپو [illegible]

اہل سنت کے مذہب کی بنا مخالفت اہلبیت پر ہے

(بسلسلۂ گذشتہ)

چند متواتر قسطوں سے ناظرین نے یہ امر بخوبی جان لیا ہوگا کہ یہ گروہ ہمیشہ بغض و عداوت اہلبیت کا نہ صرف حامی بلکہ عامل بھی رہا، ظاہر کرنے کے لیے تو یہ ہے کہ ہم اہل اسلام ہیں اور محبت اہلبیت ہمارا شیوہ مگر جب آپ اقوال سے افعال کو منطبق کرکے دیکھینگے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ قول و فعل میں زمین آسمان کا فرق ہے، دنیا پرستی کے آگے قرآن، حکم خدا حکم رسول، قرابتداران رسول اور فرامین رسول کی نہ کوئی وقعت ہے اور نہ کوئی عزت،

یہ معنی جلی حیثیت سے وہاں آپ دیکھیں گے جہاں صحابہ کرام کے سپوت پوت محض محبت اہل بیت کی وجہ سے قابل لعن و تشنیع ٹھہرینگے اور جہاں خلفاء راشدین میں محض اہلبیت کی وجہ سے موقع طعن اور بجائے خوردہ گیری نظر آنے لگے گی مثال کے طور پر یہ عرض کرنے دیجیے کہ محمد بن ابی بکر سا صالح اور دیندار آدمی محض اسلیے مبغوض اہلسنت ہے کہ اس نے طریق مستقیم کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور گمراہی کو اپنے پاس آنے نہیں دیا وہ اسلام کے صحیح معنوں سے واقف تھا اور اسی وجہ سے عثمان کی داڑھی اسکے ہاتھ میں بدزیب بھی نہ تھی یا "یہودی" کے لقب سے عثمان کو ملقب کرنا برا بھی نہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ حضرت عثمان کی اسلامی حالت بہت کمزور تھی اور آپ کا سارا اسلام صرف آپ کی حیا کی نذر گھسا ہوا تھا، آپ خود غور کریں کہ آخر وہ کونسی وجہ تھی جس سے خلیفہ اول کا لائق فرزند جس پر عائشہ سی بہن برسوں روئے معاویہ کے ہاتھوں اس بیدردی سے قتل کردیا جائے اور اہل سنت کے ولائی جذبہ پر جوں تک نہ رینگے اور صحابہ پرستی کے بحر میں کوئی جزر و مد نہ پیدا ہو بلکہ معاویہ کا یہ فعل مستحسن سمجھا جائے اور "لا یعذب بالنار الا رب النار" آگ سے عذاب وہی کرے گا جو رب آتش ہے کے خلاف محمد کا جثۂ مبارکہ نذر آتش کیا جائے اور اس خوشی میں عورتیں عائشہ کے پاس ہدیہ بھیجیں اور بھنا ہوا گوشت اسلیے بھیجا جائے کہ بہن کو بھائی کے لاش کی مثلہ یاد آئے تاکہ انکو تکلیف پہونچے جیسا کہ تقاضائے فطرت انسانی ہے۔

اب نہ ام المومنین کی تکلیف دہی سے کفر متوجہ ہوگا نہ انکی جلالت قدر یہاں کام آئے گی نہ حدیث رسول کچھ موثر ہو سکے گی صرف اسلیے کہ گو ام المومنین کے بھائی تھے گو کہ ابوبکر کے بیٹے تھے گو کہ مسلمان تھے گو کہ صحابہ تھے

گو کہ مجاہدین میں شمار تھا گو کہ علم و عمل میں منفرد تھے مگر جہاں اتنے حُسن تھے وہاں ایک عیب تھا اور اتنا بڑا عیب کہ وہ سارے محاسن کو خاک میں ملائے دیتا تھا یعنی محبت امیر المومنین انکے دل میں تھی اور وہ ممدوح علی ابن ابیطالب علیہ السلام تھے لہذا جو کچھ انکے ساتھ کیا گیا وہ اسکے لائق تھے ان بدسلوکیوں کا انتقام جو انکے ساتھ کی گئیں معاویہ وغیرہ سے نہیں لیا جا سکتا و لفظاً ہی کیوں نہ او رچاہے صرف اتنا ہی یہ نہ کہا جائے کہ معاویہ نے بُرا کیا، اچھا اسکو جانے دیجئے یہ ایک طویل واقعہ ہے اب ذرا ایک دوسری نظیر پر غور کیجئے دیکھیے اس واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کس نتیجہ پر پہونچتے ہیں!

یزید ملعون سے کون فرد ہے جو نہیں واقف اور کون ایسا ہے جو اسکو قابلِ لعنت نہیں سمجھتا مگر حضرات اہلسنت یزید کے اسلام کے قائل ہیں اور اسکو اسلام میں داخل سمجھتے ہیں اور اسپر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے بہرحال صرف اسلیے کہ وہ معاویہ کا بیٹا تھا اور معاویہ دشمن علی ابن ابیطالب و خاندان رسول تھا اسکی عظمت کرتے ہیں یا اسلیے کہ اس نے خود جگر گوشۂ رسول کو قتل کر دیا اسلیے اسکی وقعت کرتے ہیں بہرحال کچھ بھی ہو یزید بھی انکے یہاں کا خلیفہ ہے اور اسکی بھی تعظیم وہ ویسی ہی کرتے ہیں جیسا کہ معاویہ کی۔

اچھا اب ملاحظہ ہو اس خاندان میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے جو یزید کا بیٹا ہے وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا صرف اسکے مُنہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جو محبت علیؑ پر دال ہیں لہذا وہ زندہ دفن کر دیا جاتا ہے اور اسوقت یہ خیال نہیں آتا کہ یہ یزید ایسے ممنوع اللعن کا بیٹا اور معاویہ ایسے کہف نفاق کا پوتا ہے، کجا لعنت کی ممانعت کجا جان لینے کی اجازت اور موت پر مسرت "ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا" حیوۃ الحیوان جلد اول ص

خلافة معوية بن يزيد بن معوية بن ابی سفيان لما خلع نفسه صعد المنبر فجلس طويلا ثم حمد الله واثنى عليه ثم قال يا ايها الناس انا بالراغب فى الامارة عليكم لعظم ما اكرهته منكم وانى لا علم انكم تكرهوننا ايضا لانا بلينا بكم و بليتم بنا الا ان جدى معوية قد نازع فى هذا الامر من كان اولى به منه

(خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان) جب معاویہ نے تخت و تاج شاہی سے دستبرداری کی تو منبر پر گئے اور بہت دیر تک بیٹھے پھر خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا کہ اے گروہ مردم میں اسپر راغب نہیں کہ تم پر امارت کروں جو بات تمہاری مجھنا گوار ہے وہ عظیم اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ تم ہمیں تم کراہت کی نگاہوں سے دیکھتے ہو کیونکہ ہم تمہیں کیونکہ تم ہمارے ساتھ مبتلا کیے گئے اور ہم تمہارے ساتھ ہاں میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے بارے میں اس سے نزاع کی

ومن غيره لقرابته من رسول الله وعظم
فضله وسابقته اعظم المهاجرين قدرا و
اشجعهم قلبا واكثرهم علما واولهم ايمانا
واشرفهم منزلة واقدمهم صحبة ابن عم
رسول الله و ہ واخوه وزوجه ابنته
فاطمة وجعله لها بعلا باختياره
لها وجعلها له زوجة باختيارها له
وسبطيه سيدا شباب اهل الجنة
وافضل هذه الامة تربية الرسول
وابني فاطمة البتول من الشجرة
الطاهرة الزكية فركب جدي معه ما
تعلمون وركبتم معه ما لا تجهلون حتى
انتظمت لجدي الامور فلما جاء القدر
المحتوم واخترمته ايدي المنون بقي
مرتهنا بعمله فريدا في قبره ووجد ما قدمت يداه
ورأى ما ارتكبه واعتداه ثم انتقلت الخلافة
الى يزيد ابي فتقلد امركم لهوى كان ابوه فيه
ولقد كان ابي يزيد بسوء فعله اسرافه على نفسه
غير خليق بالخلافة على امة محمد صلعم فقال والله
ما فعلته ولكني مجبول ومطبوع على حب علي فلم
تقبلوا منه ذلك واخذوه ودفنوه حيا

جو اس سے بہتر تھا نہ صرف میرے دادا سے بلکہ اوروں سے بھی کیونکہ وہ
شخص جس سے نزاع کی گئی وہ قریب ترین قرابت دار رسول تھا
اول المہاجرین تھا اور سابق تھا قدر کے اعتبار سے بھی شجاع تھا
تھا اور عالم ترین تھا اور وہ تھا جو سب سے پہلے ایمان لایا جسکی منزلت
بزرگ تھی جسکو عہد قدیم سے صحبت رسول کا شرف حاصل تھا جو
ابن عم رسولؐ تھا جو اسکا داماد تھا، اسکا بھائی تھا اور رسولؐ کی
لڑکی کا شوہر تھا فاطمہؑ نے برضا اسکو اپنا شوہر بنایا اور علیؑ نے
بخوشی فاطمہؑ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا وہ جسکے نواسے دو بیٹے سردار
جوانان بہشت ہیں اور بہترین امت ہیں جن کو رسولؐ نے پرورش
کیا اور فاطمہؑ نے جو شجرہ طاہرہ زکیہ سے ہے۔ میرے دادا نے اس شخص
سے مقابلہ کیا اور تم لوگوں نے باوجود علم مراتب اسکا ساتھ دیا یہاں تک
کہ امر خلافت میرے دادا کے لئے منظم ہو گیا، جب معاویہ کو موت آئی اور موت
کے ہاتھوں نے اسے پکڑا تو وہ مرہون اعمال تھا اور قبر میں اکیلا تھا اس نے
جو کچھ کیا تھا اسکی پاداش اسے مل گئی ہوگی اور اپنے ارتکاب اعمال و تجاوز
کی جزا اس نے دیکھ لی ہوگی اسکے بعد خلافت یزید کی طرف منتقل
ہوئی اور عنان حکومت اس نے لی۔ اور معلوم ہو کہ یزید میرا باپ
اپنے برے افعال اور اسراف کی وجہ سے قابل و مستحق خلافت نہ تھا اور نہ
اس لائق تھا کہ امت محمدؐ پر حکومت کرے یہ جو کچھ بھی میں نے تمہارے سامنے
کہا اس محبت وولا کی وجہ سے جو علی علیہ السلام سے مجھے ہے اور جو
فطرت میں ہے۔ اہل شام کو اسکی یہ باتیں بہت ناگوار ہوئیں اور
اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس بندۂ خدا کی موت اظہار محبت علی و اعلان حق کی وجہ سے ہوئی اب ناظرین خود خیال فرمائیں کہ جس مذہب کی اساس بغض علیؑ پر جس طرح قائم کی جائے اسکو اسلام سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔ یوں ہی امام نسائی کی موت جو علمائے اہل السنن میں سے شمار کیے جاتے ہیں اور جنکی صحیح آج تک موجود ہے چنانچہ ان کی موت کا تذکرہ تاریخ ابن خلکان فی ترجمہ ابی عبدالرحمن النسائی میں یوں ہے۔

واخرج الى دمشق فسئل عن معاوية وما روي من فضائله فقال ما اعرف له فضيلة الا لا اشبع الله بطنه وكان يتشيع فما زالوا يدفعون في حضنيه حتى اخرجوه من المسجد۔

جب امام نسائی دمشق کی طرف گئے تو لوگوں نے ان سے فضائل معاویہ کے بارے میں پوچھنا شروع کیا تو اُنھوں نے کہا مجھے اسکی کوئی فضیلت نہیں معلوم بجز اسکے کہ رسولؐ نے کہا تھا کہ پروردگار اسکا پیٹ کبھی نہ بھرے اور امام نسائی شیعہ تھا یہ سُن کر لوگوں نے اسے اتنا مارا اور اسکے اسفل کو اتنا کچلا کہ وہ بیچارہ بیدم ہو گیا اور مسجد سے نکال دیا گیا۔

بیچے اگر معاویہ کی فضیلت کسی کو نہ معلوم ہو، جیسا کہ واقعہ تھا کیونکہ کوئی فضیلت تھی ہی نہیں، تو اسپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ شیعہ تھا، بہر حال یہ پتہ چلا کہ معاویہ کے عیوب کا چھپانے والا گروہ اور موضوعی فضائل بیان کرنے والا گروہ سُنی کہلاتا ہے اور محب اہلبیت اور حق گو شیعہ کہلاتا ہے، یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ معاویہ بیعت طلب امیرالمومنین کو قطعاً نہیں مانتا تھا اسی طرح جس طرح قرآن و رسول پر اسکا ایمان نہ تھا، کیونکہ معاویہ وہ شخص ہے جس نے امیرالمومنین کی بیعت نہیں کی چنانچہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۳ پر عبارت ہے۔

والخلافة يثبت لعلى بعد موت عثمان بمبايعة الصحابة سوى معاوية مع اهل الشام

اور خلافت عثمان کے بعد علی علیہ السلام کے لیے ثابت ہوتی ہے کیونکہ تمام صحابہ نے آپکی بیعت کی تھی سوا معاویہ اور اہل شام کے۔

ایک سوال کیا حضرات اہلسنت بتا سکتے ہیں کہ اہل شام اور انکے امیر معاویہ کا کیا مذہب تھا، شیعہ تو تھے نہیں جیسا کہ بدیہی ہے اور سُنی بھی نہ تھے کیونکہ حضرات اہلسنت چار خلفا مانتے ہیں اور چوتھے حضرت علیؑ ہیں اور معاویہ نے آپ کی بیعت تو کی نہ تھی لہٰذا بتایا جائے کہ معاویہ اور اہل شام کا کیا مذہب تھا؟ خدا معلوم وہ مذہب کونسا تھا بہی مذہب ہے کہ تمام ماتحت ہر ایمان کا دعویٰ اور سب ایمانی باتیں نہ اور یہ بھی کہ امیرالمومنین کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں اور یہ بھی کہ معاویہ کو بچانا کہ جو دشمن رسولؐ و علیؑ دونوں تھا،

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ایں خیال است و محال است و جنوں

بغض خاندان رسالت کی ایک روشن دلیل

فرزند رسول اور جگر گوشۂ بتول کی حقیقت و حقانیت و عظمت و جلالت سے کون سادہ شخص ہے جو واقف نہیں مگر بغض کی یہ انتہا ہے کہ اس نور محض پر ایک فاسق و فاجر و ملعون و خمر انجوار و سگ پرست کو فضیلت دیجاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ حسین پر (معاذ اللہ) یزید کی اطاعت واجب تھی کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم چنانچہ ابو شکور جیسکے خیالات عبد الشکور سے ملتے جلتے ہیں حاشیہ شرح عقائد نسفی کے صفحہ پر بسلسلۂ ذکر خلافت معاویہ یہ عبارت لکھتا ہے "وان طاعتہ کانت واجبۃ علی حسین: حسین علیہ السلام پر طاعت یزید واجب تھی" اس ذات بے ہمتا یعنی حسین ابن علی روحی و ارواح العالمین لہ الفدا کو کون شخص حق نہیں جانتا کون ہے جو اسے فرزند رسول نہیں کہتا کون ہے جو اسکو اسلام کا بچانے والا نہیں جانتا کون ہے جو اسے متبع حق نہیں خیال کرتا یہانتک کہ کافر و مشرک بھی اسکے جلالت قدر و توقیر پر ایمان لائے ہوئے ہیں ۔ یا وجود اس کھلے ہوئے اجلال کے صرف آپ کو دنیا میں ایک گروہ ملے گا جس کے افراد بادۂ صحابہ پرستی سے سرشار اور مئے باطل پرستی میں بدمست یہ کہتے ہوئے دکھائی دینگے کہ حسین علیہ السلام کو معاذ اللہ یزید کی بیعت کر لینی چاہیے تھی (کیا یہ اسلام کے دوست ہیں ؟) یہ کہتے ہوئے دکھائی دینگے کہ یزید پر لعنت نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ مسلمان تھا (کیا ایسے لوگ مسلمان کہے جا سکتے ہیں ؟) یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ مظلوم پر رونا بدعت ہے۔ (کیا اسکے کھلے ہوئے معنی یہ نہیں کہ مظالم صحابہ پر پردہ ڈالا جائے اور حق چھپایا جائے) یہ کہیں گے کہ ذکر حسینؑ و اعظا پر حرام ہے (کیا اسمیں یہ علم نہاں نہیں کہ جنکی فضیلت کا یہ طبقہ کلمہ پڑھتا ہے انھوں نے وہ کیا جو اسلام کے خلاف خدا کے خلاف اور رسولؐ اور اسلامی اخلاق کے خلاف تھا اور اسی وجہ سے اسکی پردہ پوشی کی کوشش ہے)

ان تمام باتوں کو جانے دیجیے اس سے زیادہ صراحت بغض اور کیا ہو گی کہ صحیح بخاری جسکی تمجید کے آگے دیگر صحاح سربسجود نظر آتے ہیں اور جسکی سربلندی کے سامنے تمام صحاح سرنگندہ دکھائی دیتی ہیں اسیا اور اسکے غیر میں وہ رواۃ احادیث آپ کو ملیں گے جنکے اعتبار کی قسم یہ فرقہ کھاتا ہے وہ لوگ جو قاتل فرزند رسول

دشمن اہل بیت عدوئے دولت آل محمد یعنی دشمنان خدا و رسول ہیں وہ خلعت وثوق سے سرفراز کیے جاتے ہیں اور جو لوگ کہ محب اہلبیت ہیں وہ اسلیے اور صرف اسلیے کہ محبت اہل بیت رسول انکے دلوں میں ہے شیعیت کا عیب لگا کے مقدوح کیے جاتے ہیں اور اس قابل نہیں سمجھے جاتے کہ انسے روایتیں لیجائیں یا اُن کا اعتبار قاتلان حسینؑ و قاتلان اصحاب حسین علیہم السلام کے مقابلہ میں کیا جائے۔

چنانچہ یکے از ہزارے نمونہ کی حیثیت میں میں یہاں لکھتا ہوں کہ معاویہ اور اہل شام چونکہ دشمن امیر المومنینؑ تھے اور انھوں نے علیؑ کی بیعت نہ کی تھی لہذا بخاری انکے متعلق رقمطراز ہے وقال البخاری ماروی عن الشامیین فھو اصح، جو روایت شامیوں سے ہو وہ صحیح ترین روایت ہے اکیسے عراقیین نے کیا قصور کیا تھا بجز اسکے کہ بیعت امیر المومنین کی تھی، کیا اسکی وجہ سے اور خود تمہارے اعتقاد کی بنا پر کہ امیر المومنین خلیفہ رابع تھے، عراقیین دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے کیا ان میں کوئی ایسا نہ تھا جسکی روایت کو "اصح" کہا جا سکے۔

قاتلان امام حسین علیہ السلام در نظر بخاری اور خشکی قلب اہل سنت میں	
عمر بن سعد بن ابی وقاص المدنی نزیل الکوفۃ صدوق۔ تقریب ابن حجر ص۲۴۳ شمر الکاہلی الکوفی صدوق۔ ص۱۶۹	عمر بن سعد بن ابی وقاص مدنی صدوق ہیں (بڑے سچے) شمر کاہلی کوفی صدوق ہے عبید اللہ بن زیاد کندی دمشقی ثقہ ہے۔
عبید اللہ بن زیاد الکندی الدمشقی ثقۃ ۔ ص۱۱۰	(لعنۃ اللہ علی کاتم الحق و قائل الکذب)

اور ملاحظہ ہو کہ مشہور کافر ناصبی خارجی مرجی قدریہ وغیرہ وغیرہ تمام لوگ اس قابل ٹھہرے جس سے روایت لیجائے مگر صرف گروہ اہل تشیع میں کوئی اس قابل نہ نکلا۔

حصین بن نمیر مصغر الواسطی ابو محصن الضریر الکوفی الاصل لا باس به رمی بالنصب من الثامنة تقریب ص۶۱	حصین بن نمیر کوفی الاصل ہیں ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں یہ ناصبی تھے طبقہ ہشتم سے
حفص بن عبد الرحمن بن عمر و ابو عمر والبلخی الفقیہ النیشاپوری قاضیا صدوق عابد رمی بالارجاء ص۶۱	حفص بن عبد الرحمن بن عمر بلخی فقیہ نیشاپوری قاضی تھے اور صدوق ہیں اور عابد ہیں ان سے بھی روایت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں یہ فرقۂ مرجیہ سے تھے اور ان کا وہی اعتقاد تھا۔
حفص بن غیلان ابو معید مصغر و موحدۃ الہمدانی الشامی صدوق فقیہ رمی بالقدر من الثامنۃ ص۶۱	حفص بن غیلان ابو معید شامی ہیں صدوق ہیں فرقۂ قدریہ سے ان کا شمار تھا طبقہ ہشتم سے تھے۔

خصیب بن عبد الرحمن الجزری ابو عون صدوق ... رمی بالارجاء — خصیب بن عبدالرحمن جزری ابو عون صدوق ہیں۔ یہ بھی فرقہ مرجبۂ میں تھے۔

داؤد بن حصین ... مولاهم ابو سلیمان المدنی ثقة رمی برأی الخوارج — داؤد بن حصین اموی ثقہ ہیں۔ یہ خارجی تھے۔

زیاد بن علاقة الثعلبی ابو مالک الکوفی ثقة رمی بالنصب — زیاد بن علاقہ ثعلبی ابو مالک کوفی ثقہ ہیں یہ ناصبی تھے۔

اتنے نام مختصر نمونہ از خروارے کے طور پر لکھے گئے ہیں ان میں کوئی خارجی ہے کوئی ناصبی ہے کوئی فرقہ مرجبہ میں ہے کوئی قدریہ میں کوئی قاتل حسینؑ ہے کوئی دشمن امیرالمومنین مگر یہ سب کے سب اس قابل ہیں کہ اہلسنت انکو ثقہ صدوق ثبت وغیرہ الفاظ سے یاد کریں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی محب اہلبیت سلسلہ رواۃ میں آ جائے کیا تو یہی حق گوئی ہو اور یہی اسلام کا تقاضہ ہو۔

دشمنان علی کی ایک مختصر فہرست

(۱) انس بن مالک جو علیؑ کی بددعا سے کوڑھی ہو گیا تھا دیکھو نہج البلاغہ مطبوعہ مصر۔ (۲) زید بن ارقم جسکے متعلق حسینؑ نے عاشور کے دن مخاطب ہو کر کہا تھا کہ میں کون ہوں زید بن ارقم سے پوچھو (۳) اشعث بن قیس جسکو امیرالمومنینؑ نے حائک بن الحائک کر کے خطاب کیا ہے اور اسکو دشمن اسلام ہونا ظاہر کیا ہے دیکھو نہج البلاغہ (۴) ابو مسعود وہ ہے جسکو امیرالمومنین یہودی کہا کرتے تھے (۵) کعب الاحبار یہ وہ ہے جسکو امیرالمومنین کذاب کہا کرتے تھے (۶) سمرۃ بن جندب یہ وہ ہے جو آیات قرآنی کو جنمیں مذمت کا پہلو تھا علیؑ کے لیے صرف کرتا تھا اور جنمیں مدح کا پہلو تھا وہ دشمنان علی اور ابن ملجم کے لیے صرف کرتا تھا یہ وہی ہے جو حسینؑ کے خلاف لوگوں کو انکے قتل پر آمادہ کرتا تھا۔ یہ وہ ہے جسکو رسول اللہ نے کہہ دیا تھا کہ یہ جہنمی ہے (۷) ابوہریرہ یہ وہ بزرگ ہیں جنکے متعلق مفصل مضمون میں لکھا جا چکا ہے (۸) عبداللہ بن زبیر انکے متعلق بھی لکھا جا چکا ہے کہ خاندان بنی ہاشم کو جلا دینا چاہا اور پنجتن پاک پر لعنت کرنے میں اسکو باک نہ تھا (۹) ولید بن عقبہ یہ وہ ہے جو بزبان قرآن فاسق ہے (۱۰) عبداللہ بن عبدالرحمن ... معاویہ کے ساتھ ہو کر فئہ باغیہ کا وہی لقب حاصل کیا ہے یہ وہی ہیں عبداللہ بن عمر خلیفہ دوم کے بھی تھے (۱۱) قتادہ بن ... ایک ... سلیمی سے اپنی ... میں ... معاویہ کے ہاتھ جنگ میں

پناہ لی (۱۲) نجاشی شاعر شراب پی تھی امیرالمومنینؑ نے حد جاری کی تھی آخرت چھوڑی اور علیؑ سے ناخوش ہو کر معاویہ کے پاس چلا گیا (۱۳) کعب بن جعیل شامی شاعر (۱۴) وائل بن حجر (۱۵) مطرف بن عبداللہ (۱۶) عبداللہ بن شداد (۱۷) عبداللہ بن شقیق ان تینوں نے بغض امیرالمومنین پر آپس میں قسم کھائی تھی یہ ہیں (۱۸) حنظلہ کاتب (۱۹) جریر بن عبداللہ (۲۰) مرہ ہمدانی (۲۱) عبداللہ بن نمیر (۲۲) اسود بن یزید (۲۳) مسروق بن اجدع یہ دونوں صبح سے شام تک امیرالمومنین کو گالیاں دیا کرتے تھے (۲۴) ابووائل (۲۵) قیس بن حازم (۲۶) عبدالرحمٰن بن عطیہ (۲۷) مکحول (۲۸) زہری۔ اور کہاں تک لکھوں تمام اہل بصرہ جمل کے کینوں کی وجہ سے آپ کے دشمن تھے اور اکثر اہل کوفہ و مکہ و مدینہ آپ کے دشمن تھے جتنے زیادہ تھے اسی کے اعتبار سے نسل کی زیادتی کے ساتھ آج تک کی عداوت کا خیال کیجیے اب اس مختصر فہرست کے دیکھنے کے بعد ذرا ٹھنڈے دل سے آپ حضرات بھی غور فرمائیں کہ یہی لوگ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور یہی لوگ زیادہ تر معتبر علمائے اہلسنت کے نزدیک ہیں۔

ناصبی اور خارجی سے روایات لینے والے ہم سے کس منہ سے کہتے ہیں کہ منافقین سے قرآن کیوں لیا۔

حصہ اول تادیب الجانین بجمایت ہفوات المسلمین	عالیجناب علامہ نبیل فہامہ جلیل شاہزادہ مولوی مرزا سلطان احمد صاحب چشتی گورگانوی کی ذات ستودہ صفات علم کلام و مناظرہ کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں آپ کے تصنیفات و تالیفات باطل مذہب کے لیے سوط عذاب سے کم نہیں

ہوتے آپ کی قوت انتقاد ان کتابوں کی خبر لیا کرتی ہے جس کو وہم پرست طبقہ نے صحاح کا لقب دے رکھا ہے اور جو در حقیقت بر عکس نہند نام زنگی کافور" سے زیادہ وقعت نہیں یہ تصنیف بھی آپ کی از یں قبیل ہے آپ کی تصنیف اول ہفوات المسلمین میں یہ دکھایا گیا تھا کہ صحابہ کی محبت میں وضع احادیث کا کیا راستہ مسلمانوں نے اختیار کیا کہ جس سے ذات رسولؐ اور اسلام سر تا پا عیب نظر آتا ہے اور غیر مذاہب ان احادیث کو دیکھ کر بانی اسلام پر مضحکہ کرتے ہیں اس کا شہرت کتب مولفہ اہلسنت سے لیا دیا گیا کہ آج تک کوئی عالم اس کی رد میں منہ نہ کھول سکا مگر قادیانی مذہب کے رہنما نے اس کا جواب لکھا جو خارج عن المبحث تو ہے کا ایک مجموعہ ہے اسی کے جواب

عُلُومُ الائمہ

افرکلک جناب نواب محمد حسین صاحب دام مجدہ

(۱) جب کسی قوم وملت کی جہالت درجۂ اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے کوئی شخص صاحب حکمت منجانب اللہ ہدایت کے واسطے معین ہوتا ہے جو افراد قوم کو زدہ زدہ پھر شاہراہ کمال کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس شخص کو مسلمین نبی۔ زردشتی وخشور اور زبان سنسکرت میں رشی کہتے ہیں۔

(۲) اسی قاعدہ کلیہ اور دستور عام کے مطابق کارساز حقیقی نے جب اہل عرب کی بداطواری حد سے تجاوز کر گئی تو محمد مصطفےٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو اصلاح خیالات کا ذریعہ قرار دیا اس برگزیدہ درگاہ الٰہی نے مذہب و شریعت کی اصلاح کے علاوہ علوم متداولہ کے وہ مسائل جو عرب کیا یونان وروم کے بھی وہم وقیاس سے خارج تھے تعلیم فرمائے۔ جب حضرت اعلیٰ نے انتقال فرمایا مظہر تم الٰہی جناب علیؑ مرتضیٰ اور حضرت علی مرتضیٰ کے بعد ائمہ اہلبیت نے وہ رموز ونکات علمی جنکا وجود اس زمانہ میں کیا اسکے بعد بھی صدہا سال تک خلائق کے وہم وخیال میں بھی نہ تھا بشرح وبسط اس طرح بیان کیے گویا اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہیں۔

(۳) دانشوران یورپ نے تواریخ متداولہ سے کام لیا اور نہ سب اثنا عشری کی کتابیں انکی نظر سے نہیں گزریں ورنہ حکمائے یونان کی طرح ائمہ اہلبیت بھی مروج علوم قرار پاتے مگر امر حق یہ ہے کہ یہ قصور خود اہل عرب کا سمجھنا چاہیے جو باوجودیکہ ہم وطن وہمزبان تھے ان برگزیدگان عالم کی قدرشناسی سے قاصر رہے یا یہ عذر بھی درست ہے کہ جو رموز واسرار قدرت زمانہ دراز کے بعد آج حکمائے فرنگ نے ذرائع مختلفہ سے دریافت کیے ہیں انکو قدمائے عرب یقیناً ائمہ اہلبیت سے سُن کر محض افسانہ سمجھتے ہونگے اور افسانے کی قدردانی معلوم ہے بہرحال کواکب کے متعلق جو اس عہد میں معلوم ہوا ہے وہ بہت پہلے ہمارے بزرگان دین علیہم السلام نے کمال روحانی سے دریافت کر لیا تھا زمانہ قدر کرے یا نہ کرے

(۴) زیادہ تر لطف کی یہ بات ہے کہ وہ جملہ مطالب علمی جو اس تمہید کے بعد معرض بیان میں آئینگے محققین یونانی وروم کے قیاس وتحقیق کے بالکل خلاف ہیں ورنہ یہ سمجھا جاتا کہ یونان ان تمام مسائل کا ماخذ بنایا گیا۔

(۵) اس تمہید مختصر کے بعد بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مضامین علمی حوالہ قلم کرتا ہوں۔ افزائش

اعتبار کے لحاظ سے ائمہ اہلبیتؑ کا کلام بحوالہ کتاب نقل کرتا جاؤں گا اور ترجمہ و توضیح مطالب سے جو کچھ سمجھانا مقصود ہے بقدر امکان سمجھاؤں گا۔

الهیلة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان من وراء شمسکم هذه اربعین شمسا فیها خلق کثیر وان من وراء قمرکم اربعین قمرا فیها خلق کثیر لا یدرون ان اللہ خلق آدم ام لم یخلقه۔

(البصائر) ترجمہ امام ششم فرماتے ہیں کہ اس آفتاب کے علاوہ جو تمہارے زیر دید ہے چالیس آفتاب اور ہیں ہر آفتاب مخلوق الٰہی سے معمور و آباد ہے اسی طرح تمہارے چاند کے علاوہ چالیس چاند اور ہیں ان کے باشندوں کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارے اس کرۂ ارض پر آدم کا وجود ہوا یا نہیں

دوربین نے اس عہد کے علماء ہیئت کو آنکھ سے دکھا دیا کہ جملہ کواکب کروی الشکل ہیں اور جا بجا آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نوبت بجائے رسید کہ اس انکشاف نے اہل یورپ کو ساکنانِ کرۂ مریخ کے ساتھ گفتگو کرنے کا مشتاق بنا دیا۔ اب انصاف شرط ہے۔ اس حدیث قدیم کی اس تحقیق جدید کے ساتھ مطابقت حیرت انگیز و نتیجہ خیز ہے یا نہیں۔

سئل امیر المؤمنین علیہ السلام عن قول اللہ عز وجل رب المشرقین ورب المغربین فقال مشرق الشتاء علی حدة ومشرق الصیف علی حدة اما تعرف ذلک من قرب الشمس وبعدها (احتجاج)

کسی شخص نے امام اول علیہ السلام سے پوچھا کہ رب المشرقین ورب المغربین جو مصحف الٰہی کی آیت ہے اس کا مطلب کیا ہوا۔ دو مشرق کیسے اور دو مغرب کہاں ہیں۔ فرمایا زمانہ سرما میں آفتاب کا مطلع اور ہوتا ہے اور موسم گرما میں اور۔ آفتاب کو کبھی زمین سے قریب کبھی فاصلے پر دیکھ کر بھی یہ مطلب تیری سمجھ میں نہیں آتا۔

توضیح زمین تقریباً ۳۶۵ دن میں آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے۔ تغیر فصلی اسی حرکت کا نتیجہ ہے اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین کے دونوں حصے جنوبی و شمالی سال میں ایک مرتبہ آفتاب سے قریب ہو جاتے ہیں اور ایک مرتبہ دور۔ بنا بریں طلوع و غروب آفتاب کے لئے بھی دو مقام مختلف ہوں گے موسم زمستان میں مطلع آفتاب اور ہو گا اور تابستان میں اور۔ جب طلوع کے مقام میں اختلاف ہے غروب کا بھی مقام علیحدہ ہو گا چونکہ یہ انتظام منجانب اللہ ہے اس لحاظ سے پروردگار عالم کو رب المشرقین و رب المغربین کہنا بجا ہے۔

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام فی جواب سعد الیمنی مسیرة الشمس تقطع اثنی عشر بروجا واثنی عشر

سعد یمنی کے جواب میں امام ششم فرماتے ہیں کہ اے سعد آفتاب زمانہ حرکت میں بارہ برج طے کرتا ہے اور بارہ صحرا اور بارہ دریا

اور بارہ عالموں کو طے کرتا ہوا اپنے مقام اول پر آجاتا ہے۔ بينهما وتقطع اثنى عشر عالماً (الخصال)

توضیح - اس حدیث میں بارہ عالموں سے مراد بارہ سیارے ہیں جو زمانۂ حال کی تحقیق کے مطابق نظام شمسی میں داخل ہیں۔ مصر کے علمائے ہیئت نے نظام شمسی میں فقط سات سیارے دریافت کیے تھے اہل مصر کی تقلید سے بطلیموس نے بھی سبعہ سیارہ پر نظام شمسی کا خاتمہ کیا تھا۔ قمر بھی قدما کے نزدیک سبعہ سیارہ میں داخل تھا۔ ہمارے عہد میں حکمائے یورپ نے زمین کو سیارہ تسلیم کیا ہے اور زمین کے علاوہ اور چند سیارے دریافت ہوئے ہیں جو نظام شمسی میں داخل ہیں منجملہ انکے ایک کا نام یورانس اور دوسرے کو نیپچون کہتے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے غالباً حکمائے عہد نے ہنوز نظام شمسی کے سیاروں کی تعداد بارہ تک نہیں پہونچائی ہے۔ اگر یہ خیال میرا صحیح ہے غالباً چند سال میں جو سیارے باقی رہ گئے ہیں وہ بھی حد تحقیق میں آجائیں گے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر سیارے میں بڑے بڑے دریا اور جنگل موجود ہیں۔ شہر کے شہر آباد ہیں جو باوجود زمانۂ حال کی تحقیق ہے وہ بھی دوربین کے ایجاد کے بعد دریافت ہوا ہے خیال کرنا چاہیے کہ زمانۂ سابق میں دوربین کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا فقط کمال روحانی ملاحظات کا ذریعہ تھا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام سأله زنديق عن الشمس اين تغيب قال اذا انحدرت اسفل القبة دار بها الفلك الى بطن السماء صاعدا ابدا الى ان تنحط الى موضع مطلعها (كتاب الاحتجاج)

ایک منکر خدا نے امام ششم سے دریافت کیا کہ آفتاب ہمارے افق سے غائب ہو کر کہاں جاتا ہے فرمایا جب آفتاب ہمارے افق سے علحدہ ہو جاتا ہے تو زمین کے نیچے پہونچتا ہے وہاں ساکن نہیں رہتا بلکہ برابر حرکت کرتا ہوا بلند ہو جاتا ہے تا وقتیکہ پھر اسی مقام پر آجاتا ہے جہاں سے حرکت شروع ہوئی تھی۔

توضیح - اس حدیث سے چند باتیں پایۂ یقین کو پہونچی ہیں۔ ایک یہ کہ زمین ایک کرۂ معلق ہے کیونکہ قبہ زبان عربی میں شئ مدور کو کہتے ہیں۔ دوسری یہ بات کہ زمین کا ہر حصہ تدریج آفتاب کے مقابل ہو کر حدود میں دن رات کا سبب ہوتا ہے مثلاً جب آفتاب اُس حصۂ زمین کے مقابل ہوگا جسکو دنیائے قدیم کہتے ہیں اسطرف دن اور دوسری طرف لا محالہ رات ہوگی۔ اور جب آفتاب کے مقابل دوسرا حصہ آئیگا اور ہمارا سکی مغرب ہو رہا دھر صبح کے آفتاب طالع ہونگے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے وجود امریکہ کا بھی صراحت ثابت ہو رہا ہے کیونکہ جس خیال نے

علامہ کولمبس کو جو امریکہ کا یقین دلوا رہا تھا وہ یہی خیال تھا کہ زمین ایک کرۂ معلق ہے۔

جو لوگ باطن مذہب سے آگاہ نہیں وہ بے تکلف کہہ سکتے ہیں کہ زمین کی کرویت اس حدیث میں بالکل خلاف قرآن ہے کیونکہ قرآن مجید میں صراحۃً زمین کو سطح مانا ہے۔ مثلاً وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا یا مثلاً الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا۔ ظاہر ہے کہ لفظ دحو اور فراش سے جو بچھانے کے معنوں پر ہے زمین کو سطح ہونا ثابت ہوتا ہے مگر میری رائے ناقص میں لفظ دحو اور فراش مجازاً مستعمل ہوئے ہیں وجہ مجاز یہ ہے کہ زمین جس طرف دیکھیں حد نظر تک سطح نظر آتی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ کرے کے اجزاء صغار عموماً خطوط مستقیمہ ہوتے ہیں جس قدر کوئی کرہ بڑا ہوگا اسکے خطوط مستقیمہ بالنسبت بڑے ہونگے یہی وجہ ہے کہ زمین حد معین تک سطح نظر آتی ہے اور اسی لحاظ سے لفظ دحو و فراش مجازاً آئے ہیں۔ علاوہ بریں آیت مذکورہ میں دحوالارض سے زمین لغوی مراد ہے جو ایک تودۂ خاک سے زیادہ نہیں اور اس حدیث میں زمین سے مراد کرۂ زمین ہے جس میں آب وخاک دونوں شامل ہیں۔

نوٹ:۔ اس موضوع پر بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں مگر بخیال اختصار انھیں چند روایات مذکورہ پر اکتفا کرتا ہوں

...... جواب میں شاہزادہ صاحب نے یہ کتاب لکھی ہے جس میں محنت سے کام لیا ہے اور یہ دکھایا ہے کہ ہفوات المسلمین کے مضامین اپنی صحت وسلامتی پر باقی ہیں اور درحقیقت ایسا ہے بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ رسولؐ کی ذات بابرکات یا اسلام میں غیروں کو جو کچھ عیوب نظر آتے ہیں وہ بعض صحابہ کے اور صحاح ستہ خصوصاً صحیح بخاری کے ابواب کے نتائج ہیں۔

کتاب کا حجم ۵۲ صفحات کا ہے اور قیمت ۱۲ر ہے۔ مصنف سے ذیل کے پتہ پر طلب کیجئے۔

مکان حکیم سید انعام علی رضوی چاند محل دہلی

تصحیح سہیل ماہ ربیع الاول نمبر ۶ کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۲ میں بجائے "حضرت عمر ابولولو کے خلاف" "حضرت ابولولو کے خلاف" شائع ہوگیا ہے ناظرین صحت فرمالیں۔

ایک خط اور اس کا جواب

ماوراء عباوان قریہ

عباوان سے جناب مہربان علی صاحب حسب ذیل سوالات کرتے ہیں جنکے جوابات درج سہیل کیجاتے ہیں۔

(۱) "منافقین جو جناب رسول صلعم پر بعد صلح حدیبیہ یا غزوۂ تبوک یا بعد اعلان غدیر خم قتل کی غرض سے حملہ آور ہوے تھے وہ کس قبیلہ سے تھے اور انکے نام کیا کیا تھے انکی تعداد بارہ نفر تھی یا کم و بیش بحوالہ کتب اہلسنت لکھیے"

(۲) "ہاتھ کھولکر یا باندھکر نماز پڑھنا ان دونوں طریقوں میں کونسا طریقہ درست ہے کیا جناب رسول یا جناب امیر بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور کب سے نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کا طریقہ دوبارہ ایجاد کیا گیا اور کس نے کیا"

(۳) "جناب رسالتمآب سے شب معراج کلام الٰہی کس کے لہجے میں ہوا وہ ہاتھ جو باہر نکلا تھا کس کے ہاتھ سے مشابہ تھا عمر کا ہاتھ یا ابوبکر کی آواز یا جناب امیر علیہ السلام کا لہجہ اور شبیہ دست یداللہی تھی" بحوالہ کتب اہلسنت لکھیے"

جواب نمبر (۱) تاریخ و تفسیر اہلسنت اس واقعہ سے پُر ہیں کہ غزوۂ تبوک سے پلٹتے ہوے رسالتمآب پر منافقین نے حملہ کیا جنکی تعداد بارہ لکھی جاتی ہے یہ لوگ سب صحابہ میں سے تھے انکے نام کیا تھے؟ یہ وہ بات ہے جسکو خود رسول نے بھی صرف پوچھنے والے سے ظاہر کر کے پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا لہذا انکے نام کا اظہار نہو سکا کیونکہ حکم رسول تھا اور حکم رسول میں مصلحت پنہاں تھی البتہ اُن لوگوں کی شخصیت قرائن سے ثابت ہوتی ہے اور چور پکڑ لیا جاتا ہے یہ تو تھا خلاصہ جواب اب وہ عبارات کتب اہلسنت ملاحظہ ہوں جن میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے۔

قال عبداللہ بن عباس انزل اللہ تعالیٰ ذکر سبعین رجلا من المنافقین باسمائهم واسماء اٰبائهم ثم نسخ ذکر الاسماء رحمة للمومنین لئلا یعیر بعضهم بعضا

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے ستر منافقین کے نام مع انکے باپ کے ناموں کے قرآن میں نازل کیے اسکے بعد تذکرہ اسماء منسوخ کر دیا گیا اور یہ خدا کی رحمت کا تقاضا تھا کہ

لان اولادهم كانوا مؤمنين. قال ابن كيسان نزلت هذه الآية في اثني عشر رجلا من المنافقين وقفوا الرسول على العقبة لما رجع من تبوك ليفتكوا به اذا علاها ومعهم رجل مسلم يخفيهم شأنهم وتنكروا له في ليلة ظلماء فاخبر جبرئيل رسول الله بما قدروا وامره ان يرسل اليهم من يضرب وجوه رواحلهم وعمار بن ياسر يقود برسول الله راحلته وحذيفة يسوق به فقال لحذيفة اضرب وجوه رواحلهم فضربها حتى نحاها فلما نزل رسول الله قال لحذيفة من عرفت من القوم قال لم اعرف منهم احدا فقال رسول الله فانهم فلان وفلان حتى عدهم كلهم فقال حذيفة الا تبعث اليهم فتقتلهم قال اكره ان تقول العرب لما ظفر محمد باصحابه اقبل يقتلهم ... حدثني حذيفة قال في امتي اثنا عشر منافقا لا يدخلون الجنة ولا يجدون ريحها۔

مومنین آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگائیں اور مسخر نہ کریں کیونکہ ان منافقین کی اولاد سے مومنین ہونے والے تھے۔ ابن کیسان نے روایت کی ہے کہ یہ آیت بارہ آدمیوں کے شان میں جو منافقین تھے نازل ہوئی اسوقت جبکہ رسول غزوۂ تبوک سے پلٹ رہے تھے تو یہ منافقین عقبہ پہ گئے تاکہ جب رسول ادھر سے گزریں تو یہ ان پر حملہ کریں اور قتل کریں یہ تمام لوگ بھیس بدل کے تاریک رات میں گئے تھے۔ مگر خدا نے بذریعہ جبرئیل اپنے رسول کو اس امر سے مطلع کر دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ وہ ایک ایسے شخص کو بھیجیں جو منافقین کی سواریوں کو مار کے ہٹا دے۔ اسوقت عمار یاسر رحمۃ اللہ رسول کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور حذیفہ پیچھے پیچھے اسکو ہنکار رہے تھے۔ رسول نے حذیفہ کو حکم دیا اور انھوں نے منافقین کی سواریوں کو مار کر ہٹایا۔ جب رسول منزل مقصود پر اترے تو انھوں نے حذیفہ سے پوچھا کہ تم نے ان منافقین سے کسی کو پہچانا۔ حذیفہ نے کہا کہ میں نے کسی ایک کو بھی نہیں پہچانا تو رسول نے ان لوگوں کے نام بتانا شروع کیے یہانتک کہ سب کے نام بتلائے۔ حذیفہ نے کہا تو آپ ہم لوگوں کو بھیجتے کیوں نہیں تاکہ ہم انھیں قتل کر دیں۔ فرمایا مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ عرب یہ کہینگے کہ رسول انھیں اصحاب کو لے کے لڑے اور جب انکو فتح حاصل ہو گئی تو انھیں کو قتل کر ڈالا۔ حذیفہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ بارہ آدمی ہمارے اصحاب سے

معالم التنزیل بغوی ص۱۲۷

فقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم
ای اظهروا الکفر بعد اظهار الایمان والاسلام
وقیل هم اثنی عشر رجلا من المنافقین وقفوا
علی العقبة فی طریق تبوک۔ معالم التنزیل بغوی ص۱۲۷

واخرج البیهقی فی الدلائل عن عروة تبوک
قال رجع رسول الله قافلا من تبوک الی المدینة
حتی اذا کان ببعض الطریق تنکر برسول الله
اناس من اصحابه فتآمروا ان یطرحوه من عقبة
فی الطریق فلما بلغوا العقبة ارادوا ان یسلکوها
معه فلما غشیهم رسول الله اخبر بخبرهم فقال
من شاء منکم ان یاخذ ببطن الوادی فانه اوسع
لکم واخذ رسول الله العقبة واخذ الناس ببطن
الوادی الا النفر الذین مکروا برسول الله
لما سمعوا ذلک استعدوا وتلثموا وقد هموا
بامر عظیم وامر رسول الله حذیفة بن الیمان وعمار
بن یاسر فمشیا معه مشیا وامر عمارا ان
یاخذ بزمام ناقته وامر حذیفة
یسوقها فبینا هم یسیرون اذ سمعوا بالقوم من ورائهم
قد غشوه فغضب رسول الله وامر حذیفة ان یردهم
فابصر حذیفة غضب رسول الله فرجع ومعه محجن

کبھی جنت میں داخل نہ ہونگے اور نہ اسکی خوشبو ان تک پہونچے گی۔

لقد قالوا کلمة الکفر الآیۃ کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے کلمہ کفر
کہا اور بعد اسلام وہ کافر ہو گئے یعنی کفر کا اظہار کیا بعد اظہار ایمان و
اسلام کے کہا گیا ہے یہ لوگ بارہ نفر تھے منافقین سے جو راہ تبوک میں
عقبہ پر اس برے ارادے سے ٹھہرے ہوئے تھے۔

بیہقی نے دلائل میں عروہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول تبوک سے
پلٹ رہے تھے اور مدینہ آرہے تھے تو راہ میں بعض لوگ جو رسول ہی کے
اصحاب میں سے تھے جنہیں بدلے ہوئے اس بات کا ارادہ کر کے نکلے کہ
وہ عقبہ (گھاٹی) پر سے رسول کو ڈھکیل دینگے۔ جب یہ لوگ عقبہ تک
پہونچے تو انھیں نے چاہا کہ براہ عقبہ ہی جائیں چونکہ رسول کو انکے حال
کی خبر ہو چکی تھی لہذا آپنے کہا کہ تم لوگ بطن وادی سے جاؤ اسکے
بعد رسول عقبہ پر سے گئے اور لوگ بطن وادی میں سے گزرے مگر صرف
ایک گروہ جس نے رسول سے مکر کیا ان لوگوں نے ہیئت بدلی اور چہرہ
پر نقاب ڈالا کر ایک امر عظیم کا ارادہ کیا۔ رسول نے حذیفہ بن یمان
اور عمار بن یاسر کو اپنے ناقہ کا قائد و سائق بنایا یہ لوگ ابھی جا ہی رہے تھے کہ
ان منافقین نے پس پشت سے حملہ کیا۔ رسول کو اس امر پر شدید غصہ
آیا حذیفہ نے اس غصہ کی حالت کا مشاہدہ کیا اور رسول نے
اس گروہ کے ہٹانے کا حکم حذیفہ کو دیا حذیفہ کے ہاتھ میں ایک لٹھ تھا
وہ اسے لیکے بڑھے اور اس سے انکی سواریوں کو مارنے لگے۔
جو لوگ کہ نقاب پوش تھے اور ہیئت بدلے ہوئے تھے انکے لوٹ
کو خدا نے مرعوب کر دیا اور حذیفہ کو دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ انکا پوشیدہ مکر

فاستقبل وجوه رواحلهم فضربها بالمحجن فابصر القوم
وهم متلثمون لا يشعرون فرعبهم الله حين ابصروا حذيفه
وظنوا ان مكرهم قد ظهر عليه فاسرعوا حتى خالطوا الناس
واقبل حذيفه حتى ادرك رسول الله فلما ادركه قال
اضرب الراحلة يا حذيفه وامش انت يا عمار فاسرعوا
حتى استووا باعلاها فخرجوا من العقبه ينتظرون الناس
فقال النبي لحذيفة هل عرفت يا حذيفه هؤلاء
الرهط او احدا منهم قال حذيفه عرفت راحلة
فلان وفلان وقال كانت ليلة مظلمة وهم متلثمون
فقال النبي هل علمتم ما كان شانهم وما ارادوا
قالوا لا والله يا رسول الله قال فانهم مكروا
ليسيروا معي حتى اذا اطلعت في العقبة طرحوني
منها قالوا افلا تامر بهم يا رسول الله فنضرب اعناقهم
قال اكره ان يتحدث الناس ويقولوا ان محمدا وضع يده في
اصحابه فسماهم لهما وقال اكتماهم ريخ محمد بن ملك
وقال الاصبغ عن رجوع الرسول من تبوك
وقف له على العقبة اثنا عشر رجلا ليفتكوا
به فاخبره جبرئيل وكانوا متلثمين في ليلة
مظلمة فامره ان يرسل اليهم من يضرب وجوه
رواحلهم فامر حذيفة بذلك فضرب بها حتى
نحاهم ثم قال من عرفت من القوم

رسول پر ظاہر ہو گیا یہ سمجھ کر یہ گروہ منافقین جلدی سے بھاگا اور انہیں
لوگوں میں جا کے مل گیا جو لشکر اور ی سے جا رہے تھے۔ اسکے بعد حذیفہ
پلٹے اور رسول کے پاس آ گئے رسول نے اونٹ کے ہنکانے کا حکم دیا
اور عقبہ پر سے گزر گئے۔ رسول نے حذیفہ سے پوچھا کہ تم نے ان لوگوں
میں سے کسی کو پہچانا تو حذیفہ نے کہا ہاں میں نے فلاں فلاں کی
سواریوں کو تو ضرور پہچان لیا اور ان لوگوں کو نہ پہچان سکا کیونکہ
رات تاریک تھی اور سبکے سر نقاب پوش تھے پھر رسول نے کہا تم نے
یہ بھی جانا کہ ان لوگوں کا ارادہ کیا تھا؟ حذیفہ نے انکار کیا رسول
نے فرمایا کہ انھوں نے چاہا تھا کہ میرے ساتھ عقبہ کی طرف
گزریں اور جب میں عقبہ پر پہونچوں تو مجھے وہاں سے ڈھکیل دیں
حذیفہ نے یہ سن کر کہا کہ پھر آپ ہم لوگوں کو حکم کیوں نہیں دیتے
کہ ان لوگوں کو قتل کر ڈالیں فرمایا اسلئے کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہے
کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ رسول نے اپنے اصحاب کو قتل کر ڈالا اسکے
بعد حذیفہ و عمار سے سبکے نام بتائے اور کہا کہ کسی سے نہ کہنا اور
پوشیدہ رکھنا۔
رسول جب غزوہ تبوک سے پلٹے تو بارہ آدمی عقبہ پر انکی ایذا رسانی کے
لیے ٹھہرے تاکہ رسول کو قتل کر دیں اس نیت کی اطلاع جبرئیل امین نے
رسول کو دی۔ یہ لوگ سبکے سب نقاب پوش تھے اور رات تاریک
تھی خدائی حکم سے رسول نے حذیفہ کو حکم دیا کہ وہ جا کر اس گروہ
کو ہٹائیں اور دفع کریں حذیفہ نے انکی سواری کے اونٹوں کو مارنا
شروع کیا یہانتک کہ وہ لوگ ہٹ گئے پھر رسول نے پوچھا کہ کیوں

قال لم اعرف منهم احدا فذكر اسمائهم وقال ان جبرئيل اخبرني بذلك فقال حذيفة الا بعثت اليهم ليقتلوا فقال اكره ان تقول العرب قاتل محمد باصحابه حتى اذا ظفر صار يقتلهم

تفسیر رازی جلد ۴ صفحہ ۶۸۶

حذیفہ تم نے ان میں سے کسی کو پہچانا حذیفہ نے کہا نہیں تب رسولؐ نے سب کے نام بتائے اور فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے یہ نام بتائے ہیں۔ حذیفہ نے عرض کی کہ پھر آپ ہم کو بھیجتے کیوں نہیں کہ ہم ان لوگوں کو قتل کر ڈالیں فرمایا اسلیے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ رسولؐ نے اصحاب سے جنگ میں کام نکالا اور جب مظفر و منصور ہو گئے اور دشمن قائم ہو گیا تو اصحاب کو قتل کر ڈالا۔

اجتمع اثنا عشر رجلا من المنافقين على امر النفاق فاخبر جبرئيل الرسول باسمائهم فقال ان اناسا اجتمعوا على كيت وكيت فليقوموا وليعترفوا وليستغفروا حتى اشفع لهم فلم يقوموا فقال بعد ذلك قم يا فلان ويا فلان حتى اتى عليهم ثم قالوا نعترف ونستغفر فقال الان انا كنت في اول الامر اطيب نفسا بالشفاعة والله كان اسرع بالاجابة اخرجوا عني فلم يزل يقول حتى خرجوا بالكلية

(تفسیر رازی جلد ۴ صفحہ ۶۸۶)

بارہ آدمی امر نفاق پر متفق ہوئے اور جبرئیل نے رسول کو خبر دی کہ فلاں فلاں لوگ فلاں فلاں ارادہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ رسولؐ یہ سنکر اٹھے اور مجمع میں فرمایا کچھ لوگ ہیں اس طرح کے برے ارادے اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں لہذا وہ کھڑے ہوں اور اعتراف کریں اور خدا سے توبہ کریں تاکہ میں انکی شفاعت خدا سے کردوں۔ یہ سُن کر کوئی بھی نہ اٹھا۔ اسکے بعد آپ نے نام لے لے کے کہنا شروع کیا۔ فلاں تم اٹھو فلاں تم اٹھو (جب انھوں نے سمجھا کہ یہ تو سارا راز کھل گیا) تو وہ سب اٹھے اور کہا کہ ہم اسکا اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے ایسے ارادے ہمارے دل میں تھے اور توبہ کرتے ہیں، رسول نے فرمایا اب، پہلی دفعہ جب میں نے تم سے کہا تھا اگر اسوقت اٹھتے تو میں شفاعت کے لیے تیار تھا اور خدا وند عالم قبول کرنے کیلئے مگر اب نہیں، جاؤ نکل جاؤ میرے پاس سے نکل جاؤ یہی آپ برابر فرماتے رہے یہاں تک کہ یہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

وهم اثنا عشر رجلا وقيل اربعة عشر رجلا وقيل
خمسة عشر على ان يفتكوا برسول الله في العقبة
التي بين تبوك والمدينة فقالوا اذا اخذ في
العقبة دفعناه عن راحلته في الوادي فاخبر
الله تعالى رسوله بذلك فلما وصل الجيش العقبة
نادى منادي رسول الله ان رسول الله يريد
ان يسلك العقبة فلا يسلكها احد واسلكوا
بطن الوادي فانه اسهل لكم واوسع
الناس بطن الوادي وسلك رسول الله العقبة
فلما سمعوا بذلك استعدوا وتلثموا وسلكوا
العقبة وامر صلعم عمار بن ياسر ان ياخذ
بزمام ناقته يقودها وامر حذيفه بن اليمان
ان يسوق من خلفه - وفي الدلائل عن حذيفه
قال كنت ليلة العقبه اخذ بخطام الناقة
اقود به وعمار يسوقه او انا يسوقه وعمار يقوده
اي يتناوبان ذلك فبينا رسول الله يسير في
العقبة اذ سمع حس القوم قد غشوه فنفرت
ناقة رسول الله حتى سقط بعض متاعه فغضب
رسول الله وامر حذيفه ان يردهم فرجع حذيفه
اليهم وقد راى غضب رسول الله ومعه محجن
فجعل يضرب به وجوه رواحلهم وقال اليكم

اور بارہ[۱۲] یا چودہ[۱۴] یا پندرہ[۱۵]، علی اختلاف الروایات،
آدمیوں نے اس بات کا قصد کیا کہ وہ اس عقبہ میں جو مدینہ
اور تبوک کے درمیان ہے نکث بیعت رسولؐ اور قتل رسولؐ
کا کام انجام دیں انکا یہ خیال تھا کہ جب رسولؐ بلندی عقبہ
پر پہونچینگے تو انکو انکی سواری سے گرا دینگے، اس ارادہ کی
خبر رسول کو خدا نے دیدی، جب لشکر رسول عقبہ تک پہونچا
تو منادی رسولؐ نے پکار کر کہا کہ رسولؐ عقبہ پر سے ہوکے
گزرینگے لہذا انکے ساتھ کوئی نہ جائے بلکہ تمام لوگ
بطن وادی سے جائیں چنانچہ لوگوں نے ایسا کیا مگر
ان بارہ نفروں نے جب یہ سنا تو ہیئت بدل کر اپنے
کام کے لیے تیار ہو گئے اور باوجود حکم رسولؐ اسی عقبہ
پر چلے عمار بن یاسر رسولؐ کی لجام ناقہ پکڑے تھے اور
حذیفہ پیچھے پیچھے سواری کو ہنکا رہے تھے- اور دلائل
میں حذیفہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں شب عقبہ
خطام ناقۂ رسولؐ پکڑے ہوئے تھا اور عمار سائق ناقہ
تھے یا اسکے برعکس یعنی یہ کہ کبھی میں قائد ہو جاتا تھا اور
سائق اور کبھی عمار یعنی یہ کام باری باری انجام دیا
جاتا تھا- ہم سب جا ہی رہے تھے کہ یہ منافقین دفعتاً
آپڑے جس سے رسولؐ کی ناقہ بھڑکی اور کچھ متاع رسولؐ
گر بھی گیا رسولؐ کو غصہ آیا اور حذیفہ نے حکم رسولؐ سے
سب کو دفع کیا حذیفہ کہتے تھے کہ اے اعدائے خدا الگ

یا اعداء اللہ فاذا ھم بقوم متلثمین۔ وفی
رعایته انه صلعم صرخ بھم فولوا مدبرین
فعلموا ان رسول اللہ اطلع علی مکرھم فانحطوا
من العقبه مسرعین الی بطن الوادی واختلطوا
بالناس فرجع حذیفه فقال له رسول اللہ ھل
عرفت احدا من الرکب الذین رددتھم قال
لا کان القوم متلثمین واللیلة مظلمة۔ وفی لفظ
ان حذیفة قال عرفت راحلة فلان وفلان قال
ھل علمت ما کان من شانھم وما ارادوہ قال
لا قال انھم مکروا لیسیروا معی فی العقبه
فیزحمونی ویطرحونی منھا وان اللہ اخبرنی بھم
وبمکرھم وساخبرکما بھم واکتماھم فلما اصبح
رسول اللہ جاء الیه اسید بن حضیر فقال یا
رسول اللہ ما منعك البارحة من سلوك
الوادی فقد کان اسھل من
سلوك العقبه فقال اتدری ما
اراد المنافقون وذکر له
القصه فقال یا رسول اللہ قد
نزل الناس واجتمعوا فمر کل
بطن ان تقتل الرجل الذی ھم
بھذا حتی بین اسمائھم

ہٹو اُدھر ہی رہنا! یہ سب لوگ چہرہ چھپائے ہوئے تھے اور
بعض روایت میں ہے کہ خود رسول نے نعرہ لگایا اور وہ لوگ
بھاگے کیونکہ انھوں نے جان لیا کہ انکا راز افشا ہو گیا لہٰذا
وہ عقبہ سے اُتر کر بطن وادی میں آئے اور لوگوں کے ساتھ
شامل ہو کر مل گئے۔ حذیفہ جب پلٹے تو رسولؐ نے پوچھا
کہ تم نے کسی کو پہچانا عرض کی نہیں کیونکہ وہ لوگ مُنہ کو
کپڑے سے چھپائے تھے اور رات تاریک تھی۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ میں نے فلاں فلاں شخص کے
سواری کے اونٹ کو پہچانا رسولؐ نے فرمایا تم نے یہ بھی
جانا کہ ان کا ارادہ کیا تھا حذیفہ نے کہا نہیں فرمایا وہ
چاہتے تھے کہ میرے ہمراہ عقبہ پر سے گزریں اور مجھ سے
مزاحمت کر کے مجھے بطن وادی میں پھینک دیں اور اسکی
خبر ان سے پہلے مجھے میرے خدا نے پہونچا دی اب میں تم کو
یہ خبر پہونچاتا ہوں مگر دیکھو عمار اور دیکھو حذیفہ تم دونوں
اسکو پوشیدہ رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو اسید بن حضیر آئے
اور عرض کی کہ کل رات آپ وادی سے کیوں نہ گزرے
اور عقبہ کا رستہ کیوں اختیار کیا کیونکہ وادی کا رستہ
ہموار اور سہل تھا؟ فرمایا تم کو نہیں معلوم کہ منافقین نے
کیا ارادہ کیا تھا اسکے بعد پورا واقعہ رسولؐ نے بتایا
اسید بن حضیر نے کہا تو حکم دیجیے یہ سب لوگ موجود ہیں
سب کی گردنیں جنہوں نے ایسا قصد کیا تھا جدا کی جائیں

والذی بعثك بالحق لا ابرح حتی اتیك برؤسهم
فقال صلعم انی اکره ان یقول الناس ان محمدا
قاتل بقوم حتی اذا اظهره الله بهم اقبل علیهم
یقتلهم فقال یا رسول الله هولاء لیسوا
باصحاب فقال رسول الله الیس یظهرون الشهادة
ثم جمعهم رسول الله واخبرهم بما قالوا وما اجمعوا
علیه فحلفوا بالله ما قالوا ولا ارادوا الذی ذکر
فانزل الله یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا
کلمة الکفر"۔ سیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰

اگر مناسب ہو تو انکے نام ظاہر فرمائیے خدا کی قسم ابھی ان کا کٹ کے
سر حاضر کرتا ہوں رسولؐ نے کہا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ لوگ کہیں
کہ رسولؐ نے جن اصحاب کو لے کے جنگ کی انھیں کو قتل کر ڈالا۔
اسید نے کہا یا رسولؐ اللہ ایسے لوگ اصحاب ہرگز نہیں۔ رسولؐ نے
فرمایا کہ وہ تو اسکی گواہی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اصحاب ہیں
پھر رسول نے سب کو جمع کیا اور انکو انکے ارادوں کی خبر کی
اور ان باتوں کی جس پر وہ مجتمع ہوئے تھے یہ سُن کر سب کے سب
انکار کرنے لگے اور حلف اٹھانے لگے کہ انکا یہ ارادہ نہ تھا تب یہ
آیت اُتری یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر۔

روایات مذکورہ سے چند باتیں مستفاد ہوئیں ایک تو یہ کہ بعض اصحاب رسول حتماً منافقین تھے اور یہ منافقین نہ جماعت قریش کفار سے تھے نہ قوم مسیلمہ کذاب سے بلکہ اصحاب تھے اور انکا اسلام ظاہری تھا، جب ایسا تھا تو خلفائے ثلٰثہ نے ان منافقین کو تہ تیغ کیوں نہ فرمایا یا کم از کم کوئی تنبیہ کی ہوتی، اہل ردہ، کفار روم کفار فارس وغیرہ کو تو قتل کر دیا اور یہاں کوئی تنبیہ بھی نظر نہیں آتی، یہ بھی نہیں پتا چلتا کہ ان منافقین نے توبہ کی ہو اور وہ قبول ہو گئی ہو اسلیے خلفا نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(قرائن عقلیہ دالہ)

جنکا نام نہیں لیا گیا وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں

(۱) یہ لوگ قتل رسولؐ کے لیے گئے تھے اور یہ جسارت وہی کر سکتا ہے جو ایک مرتبہ ایسی جسارت کر چکا ہو، سیوطی نے اپنی خصائص میں واقعہ اسلام عمر کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ آپ دو مرتبہ رسولؐ کے قتل کے لیے تشریف لے گئے مگر اللہ نے اپنے رسول کی حفاظت کی اور حضرت عمر اس خوف سے کہ کوئی بددعا رسولؐ نہ کر دیں جھٹ سے اسلام لے آئے، یہ قتل کا بیڑا حضرت عمر نے ابوجہل کے صرف سو اونٹوں کے انعام پر اٹھایا تھا

(۲) جب کتب اہلسنت میں فلاں فلاں، سے کوئی شے تعبیر کی جائے تو سمجھ لو کہ یہ وہ نقاب ہے جسکے اندھیرے میں خلفا کو چھپایا جاتا ہے تاکہ عیب ظاہر نہ ہو سکے، حذیفہ نے ان روایتوں میں کہا ہے کہ میں نے فلاں فلاں

میں نے فلاں فلاں کی سواریاں پہچان لیں ہیں، رسولؐ نے بھی نام گنواتے وقت فرمایا "فیھم فلان وفلان" اس گروہ منافقین میں فلاں فلاں شخص تھے۔ (۳) اہل ردہ سے جو جنگ کی گئی تھی وہ بجا تھی مگر یہاں خلفا کس کو قتل کرتے کیا خودکشی فرماتے یا اپنے کو تہ تیغ فرماتے لہذا یہ سوال کہ ان منافقین کو خلفا نے کیوں نہ قتل کیا خود بخود اٹھا جاتا ہے۔ (۴) رازی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ رسول نے صحابہ منافقین سے فرمایا کہ "اخرجوا عنی" یہ میں وقت طلب قرطاس جب "اقوموا عنی" دہن رسول سے نکلا تھا اسوقت حضرت عمر موجود تھے گروہ صحابہ میں (۵) وفی روایۃ انہ صلعم صرخ بھم فولوا مدبرین ایک روایت میں ہے کہ خود رسولؐ نے چیخ کے انکو ڈانٹا تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کے بھاگ گئے یہ عادت بھی قدیمی تھی اور یہ صفت بھی اپنے موصوف کو تبار ہی معرکہ خندق و احد و خیبر کے واقعات تشخیص ذات میں مدد دے رہے ہیں۔

چور کی داڑھی میں تنکا

(۶) اس واقعہ کے بعد دل کا چور گھڑی گھڑی کسی صاحب کو مجبور کرتا تھا کہ وہ حذیفہ بن یمان سے پوچھیں کہ رسولؐ نے جو نام منافقین کے لیے تھے اس میں انکا شمار تو نہ تھا مگر یہ سوال ہی سفیہانہ تھا سوال کی گنجائش اسوقت تھی جب حذیفہ نام کے اظہار سے منع نہ کر دیے گئے ہوتے حالانکہ روایات میں صاف صاف موجود ہے کہ رسولؐ نے عمار اور حذیفہ دونوں کو منافقین کے نام کے اظہار سے منع کر دیا تھا جیسا کہ "واکتما ھم" کا لفظ شاہد ہے پھر اس پوچھنے کی وجہ کچھ نہیں سمجھ میں آئی ہو نہ ہو کوئی چور دل میں ضرور تھا ورنہ یہ بے چینی اور یہ الجھن کبھی نہ ہوتی آخر انکے سوا کسی اور نے یہ خواہش کیوں نہیں کی حالانکہ ایک نہیں بارہ نفر اسوقت تھے اور سب کا نام رسولؐ نے بتایا تھا۔ کیا یہ خیال تھا کہ حذیفہ نافرمانی حکم رسول کرینگے اور باوجود منع نام بتا دینگے ممکن ہے ایسا رہا ہو کیونکہ "المرء یقیس علیٰ نفسہ" ہر شخص دوسرے کا قیاس اپنے نفس پر کرتا ہے اور اسکے علاوہ صاحبزادیوں سے بعید سنتے سنتے یہ عادت پڑ گئی تھی کیونکہ رسولؐ اپنے راز کے افشا کی مانعت کرتا تھا اور صاحبزادیاں بد رعالیقدار سے ظاہر کر دیا کرتی تھیں "فلما انبأ النبی" والی آیت آجتک اس واقعہ کے ثبوت میں قرآن لیے ہوے ہے۔ یہ صاحب جن کو تفتیش نفاق کا بیحد شوق تھا کون تھے؟ ملاحظہ ہو

ولقد کان عمر یاتمر فی تفتیش قلبہ حتی کان یسئل حضرت عمر کو اپنے دل کی نفاقی حالت کی بڑی کھوج تھی چنانچہ انکی

عن حذیفۃ انہ علم بعلمہ من اثار النفاق شیئاً اذا کان قد خصہ رسول اللہ بعلم المنافقین (احیاء العلوم غزالی جلد ۴ صفحہ) سمی یعنی تھی کہ حذیفہ بتا ئیں کہ ان میں دعمرش) آثار نفاق نہیں ۔ گیا بھولا پن تھا کہ نفاق خود محسوس نہوتا تھا دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ حذیفہ کو رسول نے علم تشخیص منافقین سے مخصوص کیا تھا۔

مگر باوجود اس تفتیش کے اس کا پتہ کہیں سے نہیں چلتا کہ حذیفہ نے کہا ہو کہ نہیں تم میں نفاق نہیں بلکہ وہ خاموش ہو جاتے تھے" اور خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید" سے مطلب کو ادا کر جاتے تھے۔

یہ ہے سوال اول کا جواب ۔ رہ گئے دو سوال وہ انشاء اللہ آئندہ کی اشاعتوں میں حاضر خدمت کیے جائیں گے۔

حبل العارفین :۔ مولفہ جناب عمدۃ الحکماء زبدۃ الفضلاء حکیم سید احمد حسین صاحب اعظم گڑھی تبصرہ و نقد کے لیے ملی ۔ یہ کتاب اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے ایک گرانقدر شے ہے اور اس قابل ہے کہ اہل نظرات قدر کی نگاہوں سے دیکھیں، کتاب میں اصول دین کی تشریح و توضیح کرتے ہوے تمام ان چیزوں سے بحث کی گئی ہے جو ادنیٰ حیثیت سے بھی اصول دین سے آکے متعلق ہو جاتی ہیں، جسطرح یہ علم کلام کی سرمایہ دار ہے اسی طرح تاریخی معلومات کی آئینہ دار، ممدوح نے اس تالیف میں کافی جانفشانی اور محنت سے کام لیا ہے اور زیادہ تر فقہات کا ثبوت کتب اہلسنت سے پیش کیا ہے جو روایات کی توثیق کے لیے نہ صرف کافی بلکہ .... غیر سے ثبوت ایکطرح کا احقاق حق ہے، جسکی مخالفت تعصب اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ اسمیں توحید سے لے کر معاد تک ہر ہر جزو متعلق موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے اور امامت کی بحث نہایت خوش اسلوبی سے بیان کی گئی ہے۔ احادیث فضیلت علی، خلافت غلغر، غزوات واقعہ فدک وجود امام عصر، رجعت، قیامت، حشر نشر وغیرہ وغیرہ ان تمام باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، کتب اہلسنت کے تمام حوالہ جات موجود ہیں، نو فصلوں میں یہ تمام ابواب لکھے گئے ہیں جو صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کتاب کا حجم صفحہ ۲۲۸ پر ختم ہوتا ہے، کتابت و طباعت نہایت دیدہ زیب ہے۔ غرض کتاب ہر حیثیت سے مفید اور دلچسپ ہے اور ہر پہلو سے کارآمد قیمت مجلد عہ، غیر مجلد عہ صاحبان اشتیاق ذیل کے پتہ سے طلب کریں۔

حکیم سید احمد حسین مقام وڈاکخانہ کوکد ضلع بھاؤ نگر علاقہ کاٹھیاواڑ

قضیہ قرطاس کے پردہ نشین قالوا کی تلاش

اور

ایڈیٹر النجم کا ہذیان

از خامہ عالیجناب سید لطافت حسین صاحب نگرامی

شان نبوی کی تنقیص معصیت عظیم ہے۔ خدا نہ کرے کہ اس بلا میں کوئی مبتلا ہو۔ حضرت عمر نے رسول صلعم کی جانب ہذیان کی نسبت دے کر اپنی جان عجب مخمصے میں ڈالدی اور اپنے متبعین کی زندگی کو الگ ضیق میں کر دیا۔ بیچارے عجیب عجیب عنوان اور انوکھے استدلال سے اس الزام کو حضرت عمر کی ذات سے مٹانے کے لیے سعی بلیغ کر رہے ہیں مگر نقوش جرم ہیں کہ اُبھرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ انھیں متبعینوں میں بیچارہ مدیر النجم ہے۔ غریب ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح حضرت عمر کے دامن سے یہ دھبا چھوٹے۔ مگر شان رسالت میں بے ادبانہ کلام کرنے کا الزام ایسا گلوگیر ہے کہ گلو خلاصی ناممکن چنانچہ مدیر نے سہیل بابتہ شوال۔ ذیقعدہ وذالحجہ کا جواب "قصۂ قرطاس کا کفر شکن فیصلہ" کے عنوان سے دیا ہے جواب جس حیثیت کا ہے اسکی حقیقت ناظرین پر عنقریب ظاہر کی جاتی ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ اصل بحث کا آغاز کیا جائے مدیر کے وہ ایک غیر متعلق بحث کا جن کو حدیث قرطاس سے کوئی لگاؤ نہیں جواب دینا ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہوجاوے کہ قصۂ قرطاس کا مضمون صفحہ ۲ سے شروع کر کے صفحہ ۳۲ پر ختم کیا ہے اور اس طرح غیر متعلق بحث کر کے مضمون کو مطول کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ "یہ کفر شکن فیصلہ" ہے۔

اس قصۂ قرطاس میں ایک غیر متعلق بحث ایمان بالقرآن کی ہے۔ جسکے متعلق مدیر کا دعویٰ ہے کہ "شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے" افسوس ہے کہ مدیر کا یہ دعویٰ واقعہ کے بالکل خلاف ہے دُنیا پر خوب روشن ہے اور مدیر بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ہر شیعہ موجودہ قرآن کی عظمت کرتا ہے حضرت عثمان کی طرح جلاتا نہیں ہے اُسے پڑھتا ہے اور اپنے تمامی مسائل نماز و روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ حلال و حرام کو قرآن مجید ہی سے اخذ کرتا ہے۔ علاوہ روزمرہ کے رمضان شریف میں خاص طور پر کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ ان مشاہدات کے بعد یہ کہنا کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے یہ بدماغی اور ہذیان نہیں تو

کیا ہے۔ مہربان! جس کسی کا عقیدہ جس چیز پر ہوگا اس سے وہ متمسک کیوں ہوگا۔ یہ تمسک بالقرآن دلیل اس بات کی ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے۔ اگر شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہوتا تو پھر وہ قرآن مجید سے استنباط مسائل حلال و حرام کیوں کرتے۔ اور آج حدیث لانورث کو آیہ یوصیکم اللہ کے خلاف کیوں بتاتے۔ آپ تو قرآن مجید کو پس پشت ڈال کر اس حدیث کو سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ اور شیعہ اس حدیث کو جو قرآن کی صریح مخالف ہے وضعی سمجھ کر قرآن ہی کا ساتھ دینگے۔ پھر بتائیے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر ہے یا آپ کا اور آپ کی جماعت کا۔

اب تھوڑی دیر کے لیے جناب کی خاطر سے یہ تصور کر لیا جائے کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور جناب نے شیعوں کے مقابلہ میں بدلائل قطعیہ ثابت کر دیا کہ قرآن شریف غیر محرف ہے۔ تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ شیعہ قرآن شریف کا اعتقاد رکھ کر اسکے غیر محرف ہونے کے قائل ہو جائینگے۔ جیسا کہ آپکے پیش کردہ استدلال کے قبل ہی سے شیعہ قرآن شریف پر ایمان کامل رکھے ہوئے ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ایمان بالقرآن کی بحث سے آپنے کیا فائدہ سوچا ہے۔

شیعوں اور سُنیوں کے درمیان نزاعی مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اہلسنت کو قرآن شریف کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے جسکے لیے شیعہ دلائل پیش کریں۔ یا مذہب شیعہ اگر عقیدہ نہیں رکھتا تو آپ دلائل پیش کر کے شیعوں سے خواہشمند ہوں کہ قرآن کو غیر محرف سمجھ کر اس پر ایمان رکھو۔ جو نزاعی مسئلہ ہے اسمیں کلام کرنا مناسب ہے اور اتفاقی مسئلہ میں بیکار بحث ہے۔ شمس کھجوہ نے مسئلہ ایمان بالقرآن پر آپ کی خدمت کافی سے زیادہ کر دی ہے۔ مگر آپ اسی پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ایک ہی مُرغ نہ ہے نہ ہو سکتا ہے" الاپ رہے ہیں۔

مدیر النجم" لکھتا ہے:۔ "ناظرین آپنے سمجھا کہ یہ وہ شین محقق اس قصہ قرطاس پر کیوں اسقدر بغیدا ہیں؟ وجہ نہیں ہے کہ اس قصہ میں آپکے پاس کوئی علمی و برہانی چیز ہے۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ دوسری باتوں میں اُلجھ کر اصل مبحث یعنی مسئلہ ایمان بالقرآن سے نجات مل جائے صلے النجم"

جناب والا زبردست علمی و برہانی چیز سہیل کے پاس ہے۔ سہیل نے دوسری باتوں میں اُلجھکر مسئلہ ایمان بالقرآن سے نجات حاصل نہیں کرنی چاہی ہے۔ بلکہ سہیل کے محقق تم اپنے امرا بنے، مذہب والوں کے ایمان

بالقرآن ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ متفقہ پر بلا ضرورت قلم نہیں اُٹھایا۔ اگر شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہوتا تو شیعہ قرآن کی اُسی طرح قدح کرتے جسطرح آپکے خلفاء کی قدح کرتے ہیں۔ مگر آج تک کوئی قدح قرآن کی دیکھنے میں نہیں آئی۔ البتہ آپ مسئلہ ایمان بالقرآن کے بارے میں یہ چاہتے ہیں کہ شیعوں کو مسئلہ ایمان بالقرآن میں اُلجھا کر خلفاء ثلثہ کے کچھ چھٹے کھولنے سے باز رکھیں۔ کیوں مدیر صاحب بے تُکی بات یا نہیں۔

صفحہ ۳ میں آپ لکھتے ہیں کہ النجم نے ثابت کردیا کہ شیعوں میں گنتی کے چار شخص جو تحریف قرآن کا انکار کرکے قرآن شریف پر ایمان کے مدعی ہوئے ہیں سو انکا اُن کا از راہ تقیہ ہے۔ گویا مدیر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ گنتی کے چار شخص بھی قرآن کو محرف مانتے ہیں اور اسطرح تمامی علماء شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ مہربان من! میں پھر عرض کرونگا کہ قائل تحریف اظہار تحریف کریگا جو اُس کا عقیدہ ہے یا تقیہ کریگا۔ یہ آپ کی تحریر کیسی مضحکہ خیز ہے جس کو عقل سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کلام مجید شیعوں کے لیے گڑ بھرا ہنسوا ہے۔ میں یہ کہونگا کہ گڑ بھرا ہنسوا شیعوں کے لیے نہیں ہے بلکہ آپکے لیے ہے جسمیں آپنے صحابہ کرام کا جنگ سے گریز کرنے کا حال اور ازواج نبی صلعم کی زجر و توبیخ مشاہدہ فرماکر آپ پیچ و تاب کھاتے ہونگے۔ کیا تعجب ہے کہ آپ اُن مقامات پر پہنچ کر خدا کے بارے میں کیا کیا نہ گمان بد کرتے ہونگے جسنے آپکے اصحاب مفروضہ اور ازواج نبی کی خوبصورت تصویر کھینچی ہے۔ مگر مدیر صاحب سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ حدیث قرطاس کی طرح ان آیتوں کا بے تُکا مطلب لگاکر تسکین قلب فرما لیجیے۔ کیونکہ قرآن ہے حدیث بھی نہیں کہ آپ ان آیتوں کو غریب کا لقب دیدیں۔ خداوند کریم کی مصلحت بھی عجیب ہے کتنی آیتیں بقول ہم منسوخ التلاوت ہوگئیں اور نہ ہوئیں منسوخ التلاوت تو یہ آیتیں جن میں معائب صحابہ ہیں۔ اسی ضمن میں آپنے کچھ تعلّی کی لی ہے جواب میں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ع جواب جاہلاں باشد خموشی۔

دوسری غیر متعلق بحث شیعوں کی ایمانداری کے عنوان سے صفحہ میں کی ہے۔ اور بلا ضرورت صفحہ کے صفحے صرف کر ڈالے اور نام یہ کیا کہ ۲۲ صفحہ میں قرطاس کا جواب کفر شکن صورت میں دیا گیا ہے۔ اس بحث میں کچھ روایتوں سے آپنے صحابی ائمہ کی قدح کرکے شیعوں سے آپنے چاہا ہے کہ شیعہ اصحاب ائمہ کی اسی طرح مذمت کریں جس طرح اصحاب ثلاثہ کی کرتے ہیں جناب کی یہ نقل روایت صریح خلافت ہے۔ اچھا ہم بھی دو روایت پیش کرکے آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ صحابی رسول کی قدح ذیل کے واقعات کو دیکھ کر کریں۔

(۱) مشہور روایت ہے کہ کفار قریش نے آنحضرت صلعم کے قتل کے لیے انعام کثیر مقرر کیا تھا حصول انعام کی لالچ کے نشہ نے حضرت عمر کو کچھ ایسا سرشار کیا کہ فوراً تلوار کمر سے لگا قتل رسول کے لیے آمادہ ہوگئے۔ راستہ میں معلوم ہوا کہ بہن بہنوئی مشرف باسلام ہوگئے۔ پلٹے اور ان غریبوں کی خوب خبر لی۔ کہیے یہ روایت ہے یا نہیں۔

(۲) خالد بن ولید نے جنگ احد میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ تو روایتوں میں موجود ہے۔ اور اس سلوک سے ذاتی طور پر رسول کو جو اذیت پہونچی وہ بھی روایت میں ہے۔ لہذا ان ہر دو روایتوں کو ملاحظہ فرما کر آپ زبان طعن دراز کریں۔ اور اگر آپ یہ ارشاد فرمادیں کہ حضرت عمر و سیف اللہ (خالد) کے یہ وقعات قبل اسلام لانے کے ہیں اور اسلام لائے تو رسول کے جاں نثار بنے رہے۔ تو میں بھی یہ کہوں گا کہ وہ صحابی ائمہ مذہب ائمہ پر قبل میں نہ تھے۔ اور جامۂ تسنن میں ملبوس ہونے کے باعث خلاف شان ائمہ الفاظ ادا کیے۔ اب تو محض نقل روایت سے آپ نے اپنا فریب دیکھ لیا۔

اگر یونس والی روایت صحیح ہے اور آپ میں معرفت ائمہ کا شائبہ ذرا بھی ہے تو آپ خود مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ کتے کا منھ میں پیشاب کرنا یہ نتیجہ ہے بے ادبی سے کلام کرنے کا جو حالت تسنن میں کیا گیا۔ ورنہ ایک شیعہ شیعہ ہوکر منقصت ائمہ کبھی نہیں کرسکتا۔ دیکھیے آپ کے حضرت معاویہ جس نے آپ کے خلیفہ چہارم پر سب و شتم کی سنت کو رواج دیا اسکے اس فعل کی کبھی حرف گیری بہ حیثیت آپ سنی ہونے کے نہیں کرتے۔ بلکہ معاویہ کو آپ سراہتے ہیں لیکن شیعہ اس کی اس قبیح حرکت کو نہایت ہی بری نظروں سے دیکھتے ہیں۔

ان دو غیر متعلق بحث کا مختصر جواب دے کر اب اصل بحث قرطاس کی تردید ہدیۂ ناظرین ہے۔ مدیر تمہید لکھتا:

شیعوں کا ایک پرانا طعن ہے جسکے تشفی بخش جوابات اہلسنت کی طرف سے بارہا مل چکے مگر شیعہ ہیں کہ اسی فرسودہ قصے کو بار بار دہراتے ہیں۔ ان کو اسی میں مزہ ملتا ہے اور کیوں نہ ملے ان کا مقصود اصلی یہ ہے کہ قرآن کریم اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت کو مشکوک بنادیں۔ اس مقصود کے حاصل ہونیکا سہل اور مختصر رستہ ان کو یہی نظر آتا ہے کہ دلائل نبوت اور تعلیمات نبوت کے چشم دید گواہوں کو مجروح کریں تاکہ انکی گواہی ناقابل اعتبار ہوکر اصل واقعہ مشکوک ہوجائے۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مجروح کرنے سے چشم دید گواہوں کی ساری جماعت مشکوک ہوجاتی ہے۔ کیونکہ

شیعہ بھی اسکو مانتے ہیں کہ تمام جماعت صحابہ نے دلی رضا و رغبت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی تھی صرف پانچ آدمی ٥ (علیؓ - ابوذرؓ - مقدادؓ - عمارؓ - سلمانؓ) ایسے تھے جنھوں نے بغیر دلی رغبت کے جبراً بیعت کی تھی۔ اور شیعہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اُس زمانہ میں جمہور اہل اسلام حضرت ابوبکرؓ و عمر کے معتقد اور انکے پیرو تھے۔ اور اُن کو افضل اُمت جانتے تھے حتی کہ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں بھی جمہور اہل اسلام کا بلکہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں اور انکے رتبہ عالی کے سامنے مرتبہ امامت تو ایک ادنیٰ اور حقیر شئے ہے۔ صفحہ ۶ النجم"

اس پرانے طعن کا جواب اہلسنت کی طرف سے اگر بار ہا مل چکا ہے تو نہ وہ مسکت جواب تھا اور نہ یہ تشفی بخش جواب ہی جو آپ دے رہے ہیں۔ جس کی حقیقت آگے ظاہر کی جائے گی۔ آپ کے تحریر بالا کا منشا یہ ہے کہ شیعہ حضرت ابوبکر و عمر کو جو چشم دید گواہ نبوت ہیں مجروح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے مجروح کرنے سے تمام جماعت .... جس نے ان لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کی ہے خود بخود مجروح ہو جائے گی۔ لہٰذا مقصود شیعوں کا یہ ہوا کہ قرآن کا وجود اور آنحضرت صلعم کی نبوت مجروح کر کے شیعہ نبوت اور وجود قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ تمام شیعہ آج تیرہ سو برس سے خلفائے ثلاثہ کی جو چشم دید گواہ نبوت اور قرآن ہیں اور انکے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کی قدح کر کے مجروح کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس عمل کے شیعہ اپنے مقصود کے خلاف رسول اکرم کو اشرف الانبیا اور سچا خاتم النبیین سمجھتے اور قرآن کو کلام الٰہی مانتے چلے آ رہے ہیں اور تا قیامت مانتے چلے جاوینگے۔ پھر بتائیے کہ ان چشم دید گواہوں کو مجروح کرنے کے بعد شیعہ کہاں دعویٰ کر رہے ہیں کہ قرآن کریم اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت اور دلائل نبوت مشکوک ہو گئی۔ جناب والا یہ کیسا استدلال ہے کیسی تحریر ہے اور کیسا خیال ہے۔ کبھی تو سمجھ کر لکھا کیجیے۔ آپکے ہر مضمون میں یہی رنگ رہتا ہے اور صفحات النجم انھیں لغویات سے مملو ہیں۔ اسی واقعہ قرطاس میں آپ غور فرمائیں کہ شیعہ شان نبوت کی منقصت کرنے والے کو مجروح کر رہے ہیں اور آپ منقصت کرنے والے پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ تو شیعہ تہمت کے قائل ہیں یا آپ یا آپ کے ایسی پردہ ڈالنے والی جماعت۔ جناب من! تمیز تمیز۔ جائیں جائیں [illegible]۔ پیشانی پر قشقۂ کفر لگانے والی جماعت کو مجروح کرنے سے نہ نبوت مجروح ہو سکتی ہے نہ تعلیمات نبوت اور نہ قرآن (باقی آئندہ)

٥ منتہ الشرطہ الکافہ میں تمام اہلسنت اس امر پر متفق ہیں کہ انصار کی ایک بڑی جماعت نے اور مہاجرین سے [illegible] گروہ نے اور سردار مولفۃ القلوب نے مع اپنے ہم مشربوں کے بیعت نہیں کی۔ صرف پانچ آدمی یہ فقرہ دیکھا کر [illegible] کیا ہے [illegible]

کیا روئے زمین کے علمائے اہلسنت میرے سوال کا صحیح جواب دے سکتے ہیں

(از قلم ابو عبدالکریم رستم دیوبند)

النجم نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ میں ایک جہالت آمیز سوال مدیر کے مغز کی طرح خالی از معنٰی نظر سے گزرا جو سہراب سہارنپوری کے خلو دماغی کا نتیجہ ہے میں اسکو ناظرین سہیل کے تفریح طبع کے لیے اس جگہ درج کرتا ہوں۔

کیا جملہ مجتہدین شیعہ قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت دکھا یا بتا سکتے ہیں جسکا بامحاورہ اُردو ترجمہ قطعاً یہ ہو اور وہ ترجمہ یا تو مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ کا یا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم اپنے دعوے میں پیش کریں (ترجمۂ آیت) اے محمد میں تیری وفات کے بعد دینی و دُنیوی انتظامات کے لیے تیرا جانشین صرف تیرے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو مقرر کرتا ہوں۔

ناظرین سہیل اب فرمائیے کیا اس سے زیادہ حماقت کسی اور جگہ بھی آپ کو مل سکتی ہے کیا اس سے زیادہ جہالت کہیں اور بھی آپ کو نظر آتی ہے کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے سُننے کے بعد قرآن میں تحریف کرنے کے بعد، قرآن کو جلانے کے بعد دَور اموی کے گزرنے کے بعد، مدح اہلبیت کے چھپانے کے بعد، قبائح اہلبیت کے پھیلانے کے بعد آج ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ایسی آیت دکھا دو جسکا ترجمہ یہ ہو اور وہ بھی ترجمہ صحابہ پرست محرفین قرآن کے قلم کا ہو۔

آدمیاں گم شدند خلق خدا خر گرفت

اس سوال کا بھولا پن عائشہ بنت طلحہ کے باتوں سے زیادہ معنی خیز ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

"اگر کوئی آیت اس معنی کی نہ دکھا سکیں تو کم از کم صحاح ستہ میں سے کوئی حدیث صحیح اس معنی کی دکھائیں جس کا ترجمہ یہ ہو"

واہ واہ سبحان اللہ، صحاح ستہ جو حوائج ستہ سے زیادہ وقیع نہیں اور جسکے اغلاط کے قائل خود حضرات علمائے اہلسنت ہیں اسمیں بھلا حضرت عمر کے مدائح نے کہیں گنجائش باقی رکھی ہے کہ اس قسم کے

حدیثوں کی طرف التفات کیا جائے۔

اچھا اب ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اگر آپ اسکو کتب اربعہ شیعہ یا کم از کم صحاح ستہ ہی سے سہی ثابت کر دینگے اور قرآن مجید کی بھی کوئی صریح آیت اسکی تائید میں پیش کرینگے تو بعید از سفاہت و بربنیہ نہو گا۔

سوال:۔ کیا حضرات مجتہدین اہلسنت اس قسم کی کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہو۔

(۱) اے محمد تیرے وفات کے بعد دینی دنیوی انتظامات کے لیے تیرا جانشین و خلیفہ تیم و عدی و امیہ کے خاندان سے ابوبکر و عمر و عثمان کو مقرر کرتا ہوں یہ تیرے نائب ہونگے اور تیرے قول ان الله یومن هذا الدین برجل فاجر کی تصدیق کرینگے۔

(۲) اے محمد فرار عن الزحف اور کافرین کو ڈبر دکھانا حتماً عذاب الیم کا باعث ہے خلفائے مذکورنے ایسا کیا مگر ہم نے تمام انکے گناہ کو معاف کر دیا اور اب بجائے جہنم کے ان کا ٹھکانا جنت ہو گا۔

(۳) اے محمد یہ تینوں کافر بت پرست تھے اور ضلال واضح میں تھے جیسا وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" سے ظاہر ہے اب وہ ایمان لے آئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اب ان میں ضلال کا اثر نہیں بلکہ مومن ہیں۔

(۴) اے محمد شیعہ کہیں گے کہ عمر میرے عبد سے ختم کیے جانے کو رسول کی رسالت میں شک تھا، اور یہود کی توریت کا یقین لہٰذا تو کہدے کہ وہ ہرگز رسالت میں شاک نہ تھے نہ خدا کے نافرمان نہ ہے تھے نہ انھوں نے رسول کو ایذا دی نہ فاطمہ کو۔

اگرچہ جناب آپ مولوی مقبول احمد صاحب مرحوم یا مولانا فرمان علی صاحب مرحوم کے مترجم قرآن سے نہ پیش کریں تو کم از کم کوئی حدیث کتب معتبرہ اہل تشیع یا صحاح ستہ ہی سے ایسی بیان کر دیجیے جس کا ترجمہ یہ ہو۔

اے گروہ مردم آج تمہارے سامنے ان تین آدمیوں کو جن کا نام ابوبکر عمر عثمان ہے اپنے انتقال کے بعد کے انتظامات کے لیے اپنا نائب مقرر کرتا ہوں اگر تم کو فلاح دارین کی تمنا ہے تو تم کسی امر میں ہرگز ان کے حکم کے خلاف نہ کرنا اور تم سب میرے اس کہنے کے گواہ رہنا،،

عبارت بالا بعینہ وہ سوال ہے جو سائل نے اہل تشیع سے کیا ہے اور جس کو میں نے بعینہ ان پہ وارد کر دیا ہے۔ اس طرح کے لغویات سے النجم کو پُر کرنا شکم سیری کی تدبیر نہیں تو اور کیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:۔

اور اگر بفرض محال (ان معنوں میں) کوئی حدیث غیر معتبر یا موضوع دکھائی بھی تو اس شکل میں حضرت علی خلیفہ بلافصل منصوص من اللہ نہ رہنگے بلکہ آپ منصوص من الرسول رہ جائیں گے۔

کیا خوب آج یہ معلوم ہوا کہ خدا خود عرش سے اُتر کر آتا ہے اور منصوص و منصوب کرتا ہے اور رسولؐ کا فعل خدا کا فعل نہیں اور نہ انکا قول خدا کا قول ہوتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی والی آیت ویسی ہی بھولے ہوئے ہیں جیسے قرآن کے اور احکام ہم تو یہی جانتے تھے کہ رسول کے افعال و اقوال خدا کی طرف منسوب ہیں مگر آج ہمیں شیطانی حدیث نے یہ بتایا کہ منصوص من اللہ اور منصوص من الرسولؐ میں فرق ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ رسول کی رسالت منصوص من اللہ نہ تھی بلکہ منصوص من جبرئیل یا القرآن تھی۔ البتہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی پگڑی باندھنے کے لیے اللہ صاحب (بقول الحکیم) شب جمعہ اترے تھے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں دستار خلافت باندھ کر منصوص کر گئے، کچھ عجب نہیں اگر یوم الخمیس کا غم شب جمعہ کے نزول اجلال سے دستار خلافت میں لپیٹ دیا گیا ہو۔

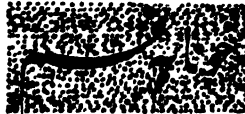
جس چیز کو ہمارا مخاطب ہم سے پوچھکر اصولی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے وہ درحقیقت ہم سے پوچھنے کی چیز نہیں کیونکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ زمانۂ رسالت میں خود رسالتمآب حالات منافقین سے واقف تھے اور انکے چھپے ہوئے کینوں کو جانتے تھے جس طرح رسولؐ نے اشاروں میں جو بمنزلۂ تصریحات تھے انکی منافقت کا ذکر کیا جس طرح انکی عداوت کا ذکر کیا اسی طرح قرآن بھی کر چکا ہے اور بتا چکا ہے کو دونوں کے اگر سمجھ میں نہ آئے تو نہ رسول ذمہ دار ہے نہ خدا بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ امیر المومنین کے خلافت کے متعلق تو ایسے صریحی اشارات اعمال و اقوال سے زندگی رسول میں رسول سے سرزد ہوئے کہ انپر غور نہ کرنا صریحی کفر ہے مثلاً فرض کیجیے کہ ایک حدیث مشکوٰۃ میں ص۵۶۹ پر ہے اسکے معنی پر غور کیجیے دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے:۔

عن حذیفہ قال قالوا یا رسول اللہ لو استخلفت قال ان استخلفت علیکم فعصیتموہ عذبتم ولکن ما حدثکم حذیفہ فصدقوہ وما اقراءکم عبد اللہ فاقروا رواہ الترمذی

حذیفہ سے روایت ہے کہ اصحاب نے پوچھا کہ اے رسولؐ اگر آپ زندگی ہی میں کسی کو خلیفہ بنا دیجیے تو اچھا تھا۔ فرمایا اگر میں تم پر کوئی خلیفہ مقرر کروں تو جانتا ہوں کہ تم اسکی نافرمانی کروگے اور عذاب میں مبتلا ہوگے لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ جو حذیفہ کہیں اسکی تصدیق کرنا اور جو عبد اللہ بن مسعود قرآن بتائیں اسپر عمل کرنا اور وہی قرآن رکھنا۔

"مصیبتمو" کے لفظ کی ضمیر پر اگر نظر ڈالو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ خلیفہ ایک ہی تھا چار نہ تھے ورنہ جمع کی ضمیر ہوتی اور "علیکم" پر اگر غور کرو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ روگردانی کرنے والے بہت تھے شکر ہے کہ اس حدیث کی تصدیق یوں کی گئی کہ حذیفہ کی بتائی ہوئی حدیثیں اسی طرح غیر مصدق قرار دی گئیں جیسا کہ ابن مسعود کا قرآن جو جلانے کے لائق سمجھا گیا، یہ تھی وہ کھلی ہوئی نافرمانی رسول جسکو زمانہ دیکھ رہا ہے اور سانس نہیں لیتا۔

حذیفہ بن یمان نے کیا کیا کہا جس کی تصدیق کا حکم رسولؐ نے دیا تھا، اور کیونکر اسکی تکذیب کی گئی جو لوگ تاریخ اور علم حدیث سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کہاں کہاں دُنیا طلبی نے حق کو ابھرنے سے دبایا اور کہاں کہاں تکذیب حذیفہ قولاً و فعلاً کی گئی غدیر والی حدیث اور غدیر کا واقعہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو وہاں بھی خلافت کا مستحق نفس رسول دکھائی دے گا اور اس استحقاق کے مقابلہ میں حذیفہ کی تکذیب اصحاب کے ہاتھوں نظر آئے گی۔



سیدۂ عالم کا ماتم

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری کا ایک ورق

جمادی الثانیہ کی تیسری تاریخ وہ دل ہلا دینے والی تاریخ ہے جو اپنے ساتھ ان تمام واقعات گزشتہ کو پیش نظر کر دیتی ہے جس سے رسولؐ کی پارۂ جگر خدیجہ کی نور نظر جناب انسیہ حورا سیدۃ نساء عالم کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا، کس کس واقعہ کو یاد کیجیے گا کون کونسی ایذا پر روئیے گا معصومہ کی مدت عمر کوتاہ اور آلام کی فہرست طویل۔ باپ کا غم ایک طرف، خلفت اصحاب و انصار دوسری طرف، حقوق کا غصب ایک جانب قوتوں کا فنا ہو جانا دوسری جانب پہلی ولادت زخمی حالت ایک سمت شوہر کی جانسوز مصیبت دوسری سمت، ادھر گھر کے جلائے جانے کا خیال، ادھر بچوں کی تکلیف غرض ان میں کا ہر ایک غم فی نفسہ قاتل ہے اور پھر وہ بھی عورت کے لیے اور وہ عورت جس نے کبھی ذلت کا سامنا نہ کیا ہو جس کی دہلیز ہی کا پاسبان روح القدس ہو، وہ جس کے گھر میں قرآن اترا ہو وہ جس کا شوہر نفس رسول جس کے بچے سردار جوانان

بہشت، اور جبکہ آپ خاتم المرسلین ہوا، اُف ری گردش دہر اور انقلاب زمانہ کا انقلاب کہ ابھی رسولؐ کو مرے بہت کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ دنیا پرست طبقہ نے اپنے پوشیدہ کینوں کو کارفرما بنانا شروع کیا،

سیدہؑ کی زندگی کا ہر لمحہ جانگداز ہے اور ہر لحظہ جانسوز، ہر واقعہ روح فرسا ہے اور ہر سانحہ دلدوز کس کس چیز کو لکھوں دل میں درد ہے، لبوں پر نالہ، اور آنکھوں میں سیلاب اشک۔ تخاذل اعوان و انصار استنصار امیر المومنینؑ احراق خانہ سیدہ اور بہ جبر بیعت کو ذیل کی عبارت میں دیکھیے جو ایک علامۂ اہلسنت کے قلم کی ہے اور جس کے متعلق عبد الشکور سا مولوی یہ کہتا ہے کہ سواد شیعہ کے یہ واقعات کہیں نہیں ملتے انھیں بغور دیکھیے اور صحابہ کے اسلام کی داد دیجیے۔

وخرج علی کرم اللہ وجہہ یحمل فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی دابۃ لیلا فی مجالس الانصار تسألہم النصرۃ فکانوا یقولون یا بنت رسول اللہ قد مضت بیعتنا لہذا الرجل ولو ان زوجک وابن عمک سبق الینا قبل ابی بکر ما عدلنا بہ فیقول علی کرم اللہ وجہہ افکنت ادع رسول اللہ فی بیتہ لم ادفنہ واخرج انازع الناس سلطانہ فقالت فاطمۃ ما صنع ابو الحسن الا ما کان ینبغی لہ ولقد صنعوا ما اللہ حسیبہم وطالبہم

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۲ مطبوعہ مصر

رسولؐ کی وفات کے بعد امیر المومنینؑ سیدۂ عالم کو شفاعت کے لیے شب کے وقت نکلے تاکہ انصار مدد کریں (اور آپ کا حق آپ کو ملے) خود فاطمہ طلب کرتی تھیں اور انصار یہ جواب دیتے تھے کہ اے بنت رسول، اب تو ابوبکر کی بیعت ہم لوگ کر چکے اگر پہلے سے آپ کے شوہر اور ابن عم ہم سے طلب نصرت کرتے تو ہم انھیں کی بیعت کرتے اور ابوبکر کی بیعت ہرگز نہ کرتے۔ یہ سن کر امیر المومنینؑ نے کہا سبحان اللہ میں رسولؐ کو بے دفن و کفن چھوڑ دیتا اور نکل کے تم لوگوں سے معاملہ خلافت میں نزاع کرتا تب فاطمہ نے کہا کہ علیؑ کو وہی مناسب تھا جو انھوں نے کیا اور سقیفہ والوں نے وہ کیا جس سے خدا مطالبہ کریگا اور حساب کرے گا۔

علی کی بیعت کا حال مسخانہ رسولؐ کی بے حرمتی

وان ابا بکر تفقد قوما تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنہا علی

ابوبکر نے ان لوگوں کو ڈھونڈھنا شروع کیا جنھوں نے بیعت نہیں کی تھی اور جو امیر المومنین کے ہمراہ تھے عمر کو انھوں نے بھیجا یہ آئے اور گھر پہ آکے آواز دی کہ تم سب نکلو انھوں نے باہر آنے سے انکار کیا تو عمر نے لکڑیاں دروازے پر جمع کرائیں اور قسم کھا کے کہا کہ نکلو ورنہ گھر میں آگ لگائے دیتا ہوں لوگوں نے جواب دیا

من فيها فقيل له يا ابا حفص ان فيها فاطمة فقال وان فخرجوا فبايعوا الا عليا

ایضاً ص۱۲

کہ اے عمر اس گھر میں فاطمہ بنت رسولؐ بھی ہیں۔ عمر نے کہا ہوا کرے کوئی پرواہ نہیں نہ نکلو گے تو جلا دوں گا۔ آخر وہ سب نکلے اور بیعت کی سوا امیر المومنینؑ کے۔

ملاحظہ کیجیے۔ یہ سب اصحاب رسولؐ تھے جو گھر میں تھے (۲) فاطمہؑ کی قدر عمر کے نزدیک کتنی تھی (۳) بیعت کیونکر جبر یہ لی گئی۔ علیؑ نے بیعت نہیں کی۔

فاطمہ کی فریاد عمر کے مظالم پر

ثم قام عمر فمشى ومعه جماعة حتى اتوا باب فاطمة فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم نادت باعلى صوتها يا ابت يا رسول الله ماذا لقينا بعدك من ابن الخطاب وابن ابي قحافة فلما سمع القوم صوتها وبكاءها انصرفوا باكين وبقي عمر ومعه قوم فاخرجوا عليا فمضوا به الى ابي بكر فقالوا له بايع قال ان انا لم افعل فمه قالوا اذا والله الذي لا اله الا هو نضرب عنقك قال اذا تقتلون عبد الله واخا رسوله قال عمر اما عبد الله فنعم واما اخو رسوله فلا

ایضاً ص۱۳

عمر ایک جماعت کے ساتھ آئے اور دروازہ سیدہ کو کھٹکھٹایا جناب فاطمہ نے ان لوگوں کی آواز سنی تو چیخ اٹھیں اور اس مصیبت کے وقت میں باپ کو پکار کر کہا بابا آپ کے بعد دیکھیے عمر اور ابوبکر میرے ساتھ کیا کیا سلوک کر رہے ہیں جب لوگوں نے سیدہ کے رونے کی آواز سنی تو سب کے سب روتے ہوئے پلٹ گئے مگر کچھ لوگ حضرت عمر کے ساتھ کھڑے رہے اور حضرت امیر المومنینؑ کو گھر سے جبر نکالا اور ابوبکر کے پاس لائے اور کہا کہ انکی بیعت کرو آپ نے کہا اگر ایسا نہ کروں تو کیا کرو گے کہا خدا کی قسم تمہیں قتل کر ڈالو گے فرمایا تو تم لوگ خدا کے بندے اور رسولؐ کے بھائی کو قتل کر ڈالو گے؟ اس پر عمر نے کہا عبد اللہ تو ہو مگر رسولؐ کے بھائی نہیں ہو۔

سیدہؑ دونوں خلفاء سے ناراض گئیں اب آل ظاہر ہے

فانطلقا جميعا فاستاذنا على فاطمة فلم تاذن لهما فاتيا عليا فكلماه فادخلهما عليها فلما قعدا عندها حولت وجهها الى الحائط فسلما عليها فلم ترد عليهما السلام.... فقالت فاطمة فاني اشهد الله وملائكته انكما اسخطتماني وما ارضيتماني ولئن لقيت النبي لاشكونكما اليه ثم انتحب ابو بكر يبكي حتى كادت نفسه ان تزهق وهي تقول والله لادعون الله عليك في كل صلوة اصليها

ایضاً ص۱۴

عمر و ابوبکر دونوں معافی کیلئے فاطمہؑ کے گھر پر آئے مگر انہوں نے اجازت نہیں دی پھر امیر المومنینؑ کے واسطہ سے گھر میں آئے تو سیدہ نے اپنا منہ پھیر لیا ان دونوں نے سلام کیا تو کوئی جواب نہیں ملا پھر فاطمہؑ نے کہا کہ میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا اور خوش نہیں رکھا اور خدا کی قسم رسولؐ سے جب ملوں گی تو تمہاری شکایت کروں گی۔ ابوبکر روتے روتے بے حال ہو گئے پھر فرمایا خدا کی قسم ہر نماز کے بعد میں تمہارے لیے بد دعا کروں گی۔

دا بیسے لوگوں کو آل ایسے چھوڑ دینا ہی حق ہے

باہتمام محمد جواد نظامی پرنٹر وکٹوریہ اسٹیم پریس لکھنؤ میں چھپا اور سید نواب علی اڈیٹر و پبلشر نے دفتر سہیل یمن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شایع کیا